UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226655

UNIVERSAL
LIBRARY



یہ تفسیر دنیاے اسلام کے ذخیرے سلسلے میں سب سے پہلی تفسیر ہے اور صحت روایت و کمال شان نزول وغیرہ کے
اعتبار سے اپنی آپ ہی نظیر ہے جسکے مطالعہ کے لیے شائقین کی طبیعتیں عرصے سے بے چین تھیں یعنی

احسن التفاسیر

کی

ساتوین منزل

جسمیں احادیث حسنہ صحیحہ اور اقوال صحابہ کرام سے قرآن شریف کی تفسیر کیگئی ہے اور بڑے بڑے مشکلات لاینحل مقامات مشہور
و معروف تفاسیر مثل تفسیر خازن تفسیر ابن جریر تفسیر ابن کثیر تفسیر معالم التنزیل وغیرہ سے حل کیے ہیں اور صحت روایت کا حد درجہ
خیال رکھا گیا ہے اسکے ساتھ ہی قرآن شریف کی شان نزول جہانتک صحیح سند کے ساتھ مل سکی ہے نہایت صحت کے ساتھ لکھی گئی ہے

جسکو

عمدۃ المفسرین۔ سند المحدثین۔ فاضل اجل۔ عالم کمل۔ علامۂ زمن۔ جناب مولنا و بالفضل ولنا مولوی سید
احمد حسن صاحب سابق تعلقدار اول حیدرآباد دکن حال وظیفہ خوار سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ نے تالیف فرمایا ہے

اور مرزا محمد عبد الغفار مالک فضل المطابع و افضل الاخبار دہلی کے اہتمام سے

افضل المطابع دہلی میں چھپکر شائع ہوئی

۱۳۲۷ھ

بحق حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں

قیمت فی جلد منزل ۱) بعد علاوہ محصول ڈاک

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

اکثر سلف کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ طلب

منزل ۷

شروع — اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان — نہایت رحم والا

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ○ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ

قسم ہے اوس قرآن بڑے شان والے کی — بلکہ اُنکو تعجب ہوا کہ آیا اُن پاس ایک ڈر سنانیوالا اُنہیں میں کا تو کہنے لگے منکر

هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ○ قَدْ عَلِمْنَا

یہ تعجب کی چیز ہے — کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی یہ پھر آنا بہت دور ہے — ہمکو معلوم ہے

مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا

جتنا گھٹاتی ہے زمین اُن میں سے — اور ہمارے پاس کھل رہی ہے جسمیں سب یاد ہے — کوئی نہیں پر جھٹلاتے ہیں سچ کو جب

جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ○ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ

جب اُن تک پہنچا سو وہ پڑے ہیں اُلجھی بات میں — کیا نگاہ نہیں کی آسمان کو اپنے اوپر کیسا

بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ○ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا

بنایا اُسکو اور رونق دی اوسکو نہیں کوئی سوراخ — اور زمین کو پھیلایا اور ڈالے

فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ○ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى

اُسمیں بوجھ اور اوگائی اوسمیں ہر قسم سے رونق کی — سمجھانے کو اور یاد دلانے کو

لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ

اُس بندے کو جو جوع رکھے اور اُتارا ہمنے آسمان سے پانی برکت کا پھر اگائے ہمنے اُس سے باغ

وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ

اور اناج کٹنے کھیت کا اور کھجوریں لمبی اُن کا گابھا ہے تہ بر تہ روزی دینے کو بندوں کے

حروف مقطعات کا بیان سورہ بقر کے شروع میں گذر چکا ہے مشرکین مکہ یہہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی فرشتہ آنکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی اور قرآن کو اللہ کا کلام ہونے کی تصدیق کریگا تو ہم مان لیں گے محمد تو ہم جیسے انسان ہیں اون کی باتوں کا ہمیں یقین نہیں آتا۔ اسکا جواب تفصیل سے سورہ انعام میں ہے۔ مگر حاصل اوسکا یہہ ہے کہ فرشتہ کو اصل صورت میں دیکھنا تو عام لوگوں کی طاقت سے باہر ہے سوائے اللہ کے رسول کے عام لوگوں میں سے فرشتہ کو جو کوئی اصلی صورت میں دیکھیگا وہ فوراً مرجائیگا۔ اسلئے فرشتہ بھی ان لوگوں کے پاس آوے گا۔ تو انسان کی صورت میں آوے گا۔ پھر ان لوگوں کا بھی شبہ باقی رہیگا وتم کہا کہ جو بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی وہ نبوت اور حشر کا ثبوت ہے جسکا ذکر آگے فرمایا حشر میں مشرکین مکہ کا شبہ یہ تہا کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک کی تمیز اور خاک سے کیونکر ہوگی۔ اوسکا جواب اللہ نے یہ دیا کہ ہمارے پاس انسان کی خاک اسم وار لوح محفوظ میں تفصیل سے لکھی ہے جس سے ہر انسان کی خاک کی تمیز انسان کی عقل میں آسکتی ہے اس جواب کی کچھہ صراحت آیندہ کی آیتوں کی تفسیر میں بھی آتی ہے حق سے مطلب یہاں قرآن ہے نبوت کے شبہ کا جواب سورہ انعام کے جواب کے علاوہ یہاں جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی نادانی سے بنی آخر الزماں اور قرآن کے باب میں اوٹپٹی باتیں کرتے ہیں کہ کبھی اللہ کے رسول کو جادوگر اور قرآن کو جادو بتلاتے ہیں۔ اور کبھی ایسے ہی اور بکواس لگاتے ہیں تو سیدہی سی ایک بات بتادی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن کو اللہ کا کلام نہیں جانتے ہیں تو یہہ اور اون کے وہ جنات جو ان کے بخومیوں اور کاہنوں کو آسمانی باتیں چوراچوراکر پہنچاتے ہیں۔ سب ملکر قرآن جیسی کوئی سورۃ بناکر پیش کریں جب ان سے یہہ نہیں ہوسکا تو پھر قرآن کو اللہ کا کلام اور جن رسول پر یہہ کلام اترا ہے اونکو اللہ کا رسول جاننے میں ان لوگوں کو شبہ کرنے کا کیا موقع باقی رہا صحیحین کی ابوہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث قدسی میں فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کی عقل کے خلاف میں نے اوسکو ایک بوند پانی سے پیدا کیا اور اوس کے مرجانے کے بعد پھر دوبارہ اوس کے جلانے اور نیک و بد کی جزا وسزا کی میں نے اپنے کلام میں خبر دی۔ لیکن اوس نے اوسکا انکار کرکے مجھکو جھٹلایا۔ اور میرے

منزل ۷

کلام میں عقلی اعتراض نکالے اور اپنے خلاف عقل پیدائش کو بھول گیا۔ اسیطرح صحیحین کی ابوہریرہ کی دوسری حدیث بھی گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کو ضرورت کے موافق معجزات دئے گئے ہیں مگر اور معجزات کے علاوہ قرآن ہی میرا ایک ایسا معجزہ ہے کہ موجودہ لوگوں کے سوا نا موجود لوگوں پر بھی قیامت تک اسکا اثر باقی رہیگا۔ ان آیتوں میں حشر نبوت اور قرآن کے اللہ کے کلام ہونے کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں گویا اوسکی تفسیر ہیں۔ اس کے بعد آسمان زمین زمین کے پھاڑ اور آسمان سے مینہ برس کر کھیتی باغ جو زمین کی پیداوار کے طور پر اوس مینہ سے پیدا ہوتے ہیں اون سبکا ذکر فرما کر انسان کو یاد دلایا کہ جس نے بغیر نمونہ کے ان سب عجائبات کو پیدا کیا۔ ایکدفعہ کے نمونہ کے بعد انسان کی دوبارہ پیدائش کو ایسے صاحب قدرت کی قدرت سے بعید جاننا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے۔

وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ○

اور جلایا ہمنے اس سے ایک مردہ پس یوں ہی نکل کھڑے ہونا

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ حشر کے دن پہلے ایک مینہ برسیگا جس سے حضرت آدم کے زمانہ سے لیکر قیامت تک کے جسقدر جسموں کی خاک زمین میں ہے اوس خاک سے سب جسم بنکر اسطرح تیار ہو جائیں گے جسطرح اب مینہ سے ہر طرح کے درخت طیار ہو جاتے ہیں پھر اون جسموں میں روح پھونک دیجاوے گی۔ اسی مناسبت کے سبب اللہ تعالے نے قرآن شریف میں جگہ جگہ مینہ سے ہر طرح کے درختوں کے پیدا ہونے کو اور حشر کے دن انسان کے دوبارہ پیدا ہونے کو تشبیہ دیکر فرمایا ہے۔ اس سورۃ کی اوپر کی آیتوں میں اور سورہ الم سجدہ اور سورہ یٰسین میں اور کئی جگہ یہ گذر چکا ہے کہ جو لوگ حشر کے منکر ہیں اونکا بڑا شبہ یہ تھا کہ جب وہ مر جائیں گے اور اون کی ہڈیاں اونکا گوشت پوست سب کچھ خاک ہو جاوے گا۔ اور وہ خاک کچھ ہوا میں اوڑ جائے گی اور کچھ پانی کے ریلے میں بہ جاوے گی تو پھر وہ متفرق اور پریشان خاک کیونکر جمع ہو جاوے گی اور اوسکا پتلہ کیونکر بنے گا۔ اوپر کی آیتوں میں اور جگہ جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالی نے اون لوگوں کے شبہ کا یہی جواب دیا ہے کہ ان منکرین حشر کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالے نے ایک کتاب پیدا کی ہے ان لوگوں کی خاک اوڑ کر یا بہ کر جہاں جاوے گی۔ وہ سب حال اوس کتاب میں لکھا ہے اوسی پتے سے ہر ایک کی خاک جمع کر لی جاوے گی۔ اور جسطرح ایکدانہ سے ہزار دانے اناج کے اور ایک گٹھلی سے تو دو کے تو دو میوں کے مینہ کے اثر سے سب کی آنکھوں کے سامنے خلاف عقل زمین میں سے پیدا ہوتے ہیں اسیطرح حشر کے دن ایک مینہ کے اثر سے اللہ تعالی اون کے جسموں کو پیدا کریگا عقل کا کام

منزل ۶

یہ نہیں ہے کہ ایک چیز کا موجود ہونا ایکدفعہ آزما کر پھر دوبارہ اوس چیز کے موجود ہو جانے سے انکار کرے۔ بلکہ عقل کا کام یہ ہے کہ ایک چیز کے وجود پر دوسری چیز کے وجود کو قیاس کرے تمام عالم کی چیزیں بغیر کسی تھکان کے اللہ تعالےٰ نے اون کی آنکھوں کے سامنے پیدا کر دیں۔ پھر کونسی عقل سے یہ لوگ اون چیزوں کے دوبارہ پیدا ہونے سے انکار کرتے ہیں صحیحین اور صحاح کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہ رضؓ اور صحابہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص بڑا گنہگار تھا اوس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھکو جلا کر آدھی خاک کو ہوا میں اڑا دینا اور آدھی کو دریا میں بہا دینا وارثوں نے اوس شخص کے مرنے کے بعد اوسکی وصیت کے موافق عمل کیا اللہ تعالیٰ نے جنگل اور دریا میں سے اوسکی خاک کو جمع کر کے پھر دوبارہ اوسکو زندہ کیا اور اوس سے پوچھا کہ یہ وصیت تو نے کیوں کی تھی اوس شخص نے جواب دیا یا اللہ تو عالم الغیب ہے گنہگاری کے سبب سے مجھکو تیرے سامنے کھڑے ہونے سے خوف آتا تھا اسواسطے میں نے وہ وصیت کی تھی اتنی بات پر اللہ تعالےٰ نے اوس شخص کی مغفرت فرما دی۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگل یا دریا میں جہاں انسان کی پہلی خاک ہوگی وہی جمع کیجاوے گی اور اوسی خاک کا دوبارہ پتلا بنایا جاوے گا +

منزل ۵

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۙ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ

جھٹلا چکی ہیں اُن سے پہلے نوح کی قوم اور کنوئیں والے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور بھائی

لُوْطٍ ۙ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝

لوط کے اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم سب نے جھٹلایا رسولوں کو پھر ٹھیک پڑا میرا ڈر کا

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝

اب کیا ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر کوئی نہیں اُن کو دھوکا ہے ایسا نئے بننے میں

ع ۱۵ ۱

اہل مکہ نے حشر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا جو انکار کیا تھا۔ اوپر اوسکا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کی یہ تسکین فرمائی کہ سرکش لوگوں کا انبیا کو جھٹلانا حشر کی باتوں کو مسخراپن ٹہرانا سب نبیوں کے زمانہ میں تھا تمہارے زمانہ میں یہ بات کچھ نئی نہیں ہے۔ پھر فرمایا جیسا اون لوگوں نے کیا ویسا پایا کہ آخر کو سب طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگئے جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آوینگے تو وہی نتیجہ ان کا ہوگا۔ پھر فرمایا ہر کام کا پہلے پہل کرنا مشکل ہوتا ہے بغیر کسی نمونہ کے جب ایکدفعہ اللہ تعالےٰ نے سب عالم کو پیدا کر دیا تو پھر اوسی نمونہ پر انسان کو دوبارہ

پیدا کرنا عقل سے بعید نہیں ہے۔ بلکہ دوبارہ پیدا ہونے سے انکار شیطانی وہوکا ہے جسمیں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ خاکی انسان تو اپنی اصلی مادہ خاک سے ہی دوبارہ پیدا کیا جاوے گا جس نے لکڑی سے سانپ کو پتھر سے اونٹنی کو۔ پانی سے انسان کو پیدا کر دیا۔ اوس کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ خاک سے خاکی انسان کو دوبارہ پیدا کر دیوے اوپر ابوہریرہ کی روایتہ سے صحیحین کی حدیث قدسی گزر چکی ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا انسان نے مجھکو جھٹلایا۔ جو ایک دفعہ کی اپنی پیدائش کو دیکھکر پھر اوس نے اپنی دوبارہ پیدائش کا انکار کیا صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جزا و سزا کے منکروں کو اللہ تعالے اپنے روبرو کھڑا کرکے اونکو وہ نعمتیں یاد دلاوے گا جو اونہیں دنیا میں دی گئیں تھیں۔ جب وہ اون نعمتوں کا اقرار کریں گے تو اون سے پوچھے گا کہ باوجود ان نعمتوں کے تم کو نیکی و بدی کی جزا و سزا کے لئے میرے روبرو کھڑے ہونے کا بھی کبھی خیال آیا تھا۔ وہ کہویں گے نہیں۔ اوسپر فرماوے گا کہ اچھا جس طرح دنیا میں تم نے مجھکو بھلا رکھا تھا اوسیطرح میں نے بھی تمکو اپنی رحمت کی نظر سے آج دور ڈالدیا۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ جسکو اللہ تعالہ اپنی نظر رحمت سے اوسدن دور ڈالدے گا۔ اوسدن سوائے دوزخ کے اوس کا اور کون ساٹھکانا ہو سکتا ہے۔ جسمانی حشر اور جسمانی جزا و سزا کے اکثر فلسفی حکما بھی قائل نہیں ہیں اور نہ شرع تفصیل کے موافق جنت و دوزخ کو وہ مانتے ہیں۔ بلکہ اون کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد نفس ہمیشہ کیلئے زندہ رہے گا اور اچھا نفس نیکیوں کے تصور سے ایک خوشی میں۔ اور برا نفس بدیوں کے تصور سے ایک طرح کے رنج میں رہے گا۔ یہ عقیدہ آسمانی کتابوں اور انبیا کی تعلیم کے برخلاف اور مواخذہ اخروی کے قابل ہے۔ کنوئیں والوں کا تفصیلی قصہ سورہ فرقان میں اور قوم تبع کا قصہ سورہ دخان میں گزر چکا ہے۔ یہاں حاصل اسیقدر ہے کہ یہ دونوں قومیں بھی ہلاک شدہ لوگوں میں سے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ

اور ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی ہیں اس کو جی میں اور ہم اس سے نزدیک ہیں دیکھ کی

حَبْلِ الْوَرِيدِ ○ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ○

رگ سے زیادہ جب لیتے جاتے ہیں دو لینے والے داہنے بیٹھا اور بائیں بیٹھا

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ○ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ

نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اس پاس ایک راہ دیکھتا طیار اور آئی بیہوشی موت کی

بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ○ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ○

بالحق یہ وہ ہے جس سے تو ٹل رہا کرتا تھا اور پھونکا گیا نرسنگا یہ ہے دن ڈرکا

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا

اور آیا ہر ایک جی اوس کے ساتھ ہے ایک ہنکنے والا اور ایک حال بتانیوالا تو بیخبر رہا اُس سے

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝

اب کھولدی ہمنے تجھپر سے تیرے اندھیرے اب تیری نگاہ آج تیز ہے

اوپر کی آیتوں میں ذکر تھا کہ انسان کے مرجانے کے بعد جنگل میں دریا میں جہاں کہیں اوس کی خاک ہوگی اللہ تعالےٰ کے علم سے کسیجگہ کی خاک باہر نہیں ہے اِن آیتوں میں فرمایا کہ خاک تو ظاہر آنکھوں سے نظر آتی ہوئی چیز ہے اللہ تعالیٰ کا علم تو ایسا بڑا ہے کہ وہ انسان کے دل کے خطرہ تک کو جانتا ہے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ کہ ہر ایک انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان تعینات رہتا ہے فرشتہ نیک کام کرنے کا خیال دلمیں ڈالتا رہتا ہے۔ اور شیطان بدکام کرنیکا وسوسہ ڈالتا رہتا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اِس صحیح حدیث کو اس آیتہ کی تفسیر قرار دیا ہے۔ اور معنی آیتہ کے یہ کئے ہیں کہ اوس فرشتہ کے الہام یا شیطان کے وسوسہ کے سبب سے جو کچھ نیک و بد خیال آدمی کے دلمیں آتا ہے۔ وہ سب اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہے جل الورید گردن کی وہ رگ ہے جسکے کٹ جانیسے آدمی مرجاتا ہے صحیحین وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ سے جو حدیث قدسی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ جسوقت کوئی شخص کسی نیک کام کرنے کی نیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فقط اوس دل کے نیک ارادہ پر کراماً کاتبین کو ایک نیکی کے لکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اور جب وہ شخص اوس نیک ارادہ کے موافق نیک کام بھی کرلیتا ہے تو جیسا وہ کام ہو دس سے لیکر سات سو تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ کراماً کاتبین انسان کے قریب اور ہر وقت انسان کیساتھ رہتے ہیں لیکن اللہ اپنے علم غیب کی رو سے بہ نسبت اون فرشتوں کے انسان سے زیادہ نزدیک ہے۔ کہ انسان کے دل کا ارادہ اِن فرشتوں کو اللہ تعالےٰ کے بتلانے اور جتلانے سے معلوم ہوتا ہے یہی صحیح حدیث اِس آیتہ کی تفسیر ہے اور یہی آیتہ کے صحیح معنے ہیں۔ حدیث قدسی جو اوپر گذری اوسمیں ذکر تھا کہ نیک ارادہ سے جب کوئی شخص کوئی نیک کام کرلیتا ہے تو خلوص نیت کے موافق دس سے لیکر سات سو تک نیکیاں کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ اب آگے اِس آیتہ میں فرمایا کہ ہاتھ پیروں کے عمل کیطرح آدمی کے مونہہ سے جو نیک و بد بات نکلے وہ بھی لکھی جاتی ہے اسمیں سلف کا اختلاف ہے کہ آدمی کے مونہہ سے جو باتیں نکلیں آیا وہ سب لکھی جاتی ہیں یا فقط وہی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ جو جزا اور سزا سے متعلق ہیں۔ علی بن طلحہ کے واسطے سے جو امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ ہے اوس

منزل ۷

معلوم ہوتا ہے کہ لکھی تو سب باتیں جاتی ہیں۔ مگر ہر جمعرات کو ان میں سے وہ باتیں چھانٹ لی جاتی ہیں۔ جو جزا سزا سے متعلق ہیں۔ اس تفسیر کے مقدمہ میں اسکا ذکر کر دیا گیا ہے۔ کہ علی بن طلحہ کے واسطے جو روایت حضرت عبداللہ بن عباس کی ہوتی ہے وہ تفسیر کے باب میں نہایت صحیح روایتوں میں شمار کیجاتی ہے۔ آیتہ کے لفظ مایلفظ من قول ایسے عام ہیں کہ ان سے بھی حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے مستدرک حاکم میں ام عصمہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی شخص گناہ کرکے جلدی سے دو تین گھڑی میں توبہ استغفار کر لیوے تو اوس کے اعمال نامہ میں وہ گناہ نہیں لکھا جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے بدی لکھنے والا فرشتہ بدی کے لکھنے میں تھوڑی دیر توقف کیا کرتا ہے اور گناہ گار کی توبہ استغفار کا منتظر رہتا ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے بیہقی میں زبیر سے روایتہ ہے۔ جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہہ منظور ہو کہ قیامت کے دن وہ اپنے اعمال نامہ کو دیکھکر خوش ہو تو وہ شخص استغفار کو اپنے اعمال نامہ میں بڑھاوے بیہقی کی سند میں کچھ اعتراض نہیں ہے اب آگے دو فرشتوں کے تعینات ہونے کا اور آدمی کے قول فعل کے لکھے جانے کا سبب فرمایا کہ دنیا میں انسان کا رہنا چند روز ہے پھر آخر کو موت ہے۔ اور پھر دوبارہ زندہ کیا جاکر اوسکو اوس کے اعمال کے موافق جزا و سزا دی جاوے گی سکرۃ شہ کو کہتے ہیں۔ موت کے وقت آدمی پر فشہ کی بیہوشی چھا جاتی ہے۔ اس لئے موت کی شدت کو سکرات کہتے ہیں۔ مسند امام احمد اور طبرانی کی اوسط میں معتبر سند سے انس کی روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے لئے دنیا میں موت کی سختی سے بڑھکر کوئی سختی نہیں ہے۔ لیکن موت کے بعد جو سختیاں انسان کو پیش آنے والی ہیں۔ وہ موت سے بھی زیادہ سخت ہیں یہ اس لئے فرمایا کہ موت کی سختی سے آخر آدمی کی جان نکل جاتی ہے۔ عذاب قبر اور عذاب دوزخ میں سختی بھی ہوگی اور جان بھی نہیں نکلنے کی ولک ماکنت منہ تحید کی تفسیر میں علی بن طلحہ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہہ بُرے لوگوں کا حال ہے برار بن عازب کی صحیح حدیث جو اوپر مسند امام احمد ابوداؤد وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے۔ کہ بُرے لوگوں کو نزع کے وقت جب عذاب کے فرشتے اللہ تعالےٰ کی ناخوشنودی اور طرح طرح کے عذاب کی خبر سناتے ہیں تو ان لوگوں کی روح جسم میں جگہ جگہ چھپتی پھرتی ہے۔ آخر بڑی سختی سے فرشتے اون لوگوں کی روح قبض کرتے ہیں۔ اسیطرح اچھے لوگوں کو آخری وقت پر جب رحمت کے فرشتے اللہ کی رضامندی۔ اور جنت کی نعمتوں کی خوشخبری دیتے ہیں تو وہ لوگ موت سے نہیں گھبراتے۔ بلکہ مرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ کی حدیث میں اتنا اور زیادہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہہ فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے روبرو حاضر ہونے کا دل میں شوق رکھتا ہے اللہ تعالےٰ اوس کے شوق کو پورا کرتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی روبرو حاضر ہونے سے گھبراتا ہے اللہ تعالےٰ ابھی اوسکو اپنی بارگاہ میں بلانا نہیں چاہتا آپ کا یہہ ارشاد سنکر حضرت عائشہؓ نے آپسے عرض کیا کہ حضرت موت سے تو ہم سب گھبراتے ہیں تو کیا اسکا یہہ مطلب ہے کہ ہمکو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا شوق نہیں ہے۔ آپنے اسکا جواب دیا۔ کہ تندرستی کی حالت میں موت سے گھبرانا مقصود نہیں ہے۔ پھر آپنے وہی مضمون فرمایا جو براء بن عازب کی حدیث کا ہے صحیح مسلم میں ابی امامہ کی حدیث ہے جسمیں آپنے صحابہ سے فرمایا تم لوگوں کو یہہ اچھی طرح سے معلوم رہے کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کو دیکھے گا وہ بعد موت کے دیکھے گا موت سے پہلے دنیا کی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اِسی بنا پر موت کو بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کا وسیلہ جانکر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ استفسار کیا تھا جسکا ذکر مع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے اوپر گذرا۔ اِن حدیثوں سے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ آیتہ میں موت سے گھبرانے کی مذمت ہے اور اِن حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تندرستی کی حالت میں موت سے گھبرانے کی مذمت شرع میں نہیں ہے بلکہ آخری وقت پر گھبرانے کی مذمت ہے اور گھبراہٹ عقبےٰ کے منکر یا عقبےٰ سے غافل لوگوں کو ہوتی ہے اچھے لوگوں کو نہیں ہوتی۔ اِن حدیثوں سے علماء نے یہہ مطلب بھی نکالا ہے کہ آخری وقت پر جو قریب المرگ بیمار خوش نظر آوے تو یہہ علامت اوسکی نجات کی ہے ورنہ مواخذہ کی۔ آئی بہبودی موت کی تحقیق کا مطلب اوپر کی حدیثوں کے موافق یہہ ہے کہ اوسوقت فرشتوں کے جتلانے سے ہر شخص کو حق حق تحقیق کے طور پر اپنا عقبےٰ کا انجام معلوم ہو جاتا ہے۔ صور کا کچھ حال تو سورہ زمر میں گذر چکا۔ اور کچھہ عم یتساءلون میں آوے گا۔ حاصل یہ ہے کہ صور کے پھونکے جانے سے پہلے شام کیطرف سے ایک ٹھنڈی ہوا آویگی جس سے ایسے سب آدمی مرجاویں گے جن کے دلمیں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ اِس ٹھنڈی ہوا کا ذکر صحیح مسلم میں حضرت عائشہ و عمیرؓ کی روایتوں میں ہے۔ جو مفسر اس ہوا کو بھی صور گنتے ہیں وہ پہلے صور کو دوسرا صور شمار کرتے ہیں اور اوُن کے نزدیک اسی دوسرے صور سے تمام دنیا اُجڑ جاوے گی۔ اور تیسرے صور سے سب جی اُٹھیں گے اور جو مفسر اس ہوا کو صور نہیں کہتے اون کے نزدیک پہلے صور سے دنیا اُجڑے گی اور دوسرے صور سے سب جی اوٹھیں گے۔ بہرحال اِن آیتوں میں آخری صور کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس صور کے بعد قیامت کا حال ہے۔ وعید عذاب کے وعدے کو کہتے ہیں اور وعدہ ثواب کے وعدے کو کہتے ہیں۔ اگرچہ قیامت کے دن عذاب و ثواب دونوں کا ظہور ہوگا۔ لیکن یہاں عذاب سے ڈرانا مقصود تھا۔ اسلئے فقط وعید کا لفظ فرمایا۔ قیامت کے دن ہر شخص کے

منزل ۷

ساتھہ دو فرشتے ہوں گے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے روبرو لے جانے والا۔ اور دوسرا اعملوں کی گواہی دینے والا قرآن وحدیث میں قیامت کے دن کی جن باتوں کا ذکر ہے اوسدن وہ سب باتیں انسان کے روبرو آجاویں گی اوسکو فرمایا کہ اوس دن انسان کی آنکھوں کے سامنے کا پردہ اوٹھہ جاوے گا۔ اور قیامت کے سب حالات دیکھنے کے لئے اوسکی نگاہ خوب تیز ہوجاوے گی ؛

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝
اور بولا اوسکا ساتھی فرشتہ جو میرے پاس تیار حاضر ڈالو تم دونوں دوزخ میں ہر ناشکر مخالف کو

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝ اِلَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي
نیکی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا شک میں ڈالنے والا جسنے ٹھیرایا اللہ کے ساتھہ اور کوئی جو ڈالو اوسکو

الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ
سخت مار میں بولا اوسکا ساتھی اے رب ہمارے میں نے اوسکو شرارت میں نہیں ڈالا پر یہ تھا

ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝
بھولا راہ سے دور فرمایا جھگڑا نکرو میرے پاس اور میں بھیج چکا پہلے ہی تم کو ڈر کا

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝
بدلتی نہیں بات میرے پاس اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر

ع ۱ ۱ ۱

اونکا اور بہکنے والے لوگوں کا حساب کے وقت جھگڑا ہوگا۔ اوسی جھگڑے کا مختصر ذکر ان آیتوں میں ہے۔ کہ جو شیاطین انسان کو دنیا میں بہکاتے ہیں جب قیامت کے دن بہکنے والے لوگوں کیطرف سے خدا تعالےٰ کے روبرو ان شیاطینوں کے بہکانے کی شکایت پیش ہوگی تو وہ شیاطین صاف کہدیں گے کہ ہمارا پورا بہکانا ہمارے اختیار میں نہیں تھا ہم نے فقط بُرے کاموں کی طرف رغبت ان لوگوں کو دلائی تھی ان کے دلیل پہلے سے بُرائی بسی ہوئی تھی۔ یہ ہمارے کہنے میں آگئے اللہ تعالےٰ فرماوے گا۔ آج میرے روبرو جھگڑنے کا دن نہیں ہے رسولوں کی معرفت پہلے ہی میں نے حکم بھیجدیا تھا۔ کہ جو کوئی شیطان کی پیروی کرے گا وہ جہنم میں جاوے گا اور جو شرک کرے گا اوس پر سخت عذاب ہوگا۔ اس لیے آج جو حکم دیا گیا ہے وہ انصاف کی بنا پر ہے ظلم کی بنا پر نہیں ہے۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ

جسدن ہم کہیں دوزخ کو تو بھر چکی اور وہ بولے کچھ اور بھی ہے اور نزدیک لائی گئی

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝

بہشت ڈر والوں کے واسطے دور نہیں یہ ہے جسکا وعدہ ہے تمکو ہر ایک رجوع رہنے یاد رکھنے والے کو

مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ

جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے اور لایا دل میں رجوع ہے چلے جاؤ اس میں سلامتی یہ

يَوْمُ الْخُلُودِ ۝ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

دن ہمیشہ رہنے کا۔ اُن کو ہے وہاں جو چاہیں اور ہمارے پاس ہے کچھ زیادہ بھی

مسند امام احمد اور صحیحین میں حضرت انس بن مالک کی روایت سے خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تفسیر اس آیت کی فرمائی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن دوزخ میں پڑنے کے قابل لوگوں کے گروہ کے گروہ زنجیر پڑتے جاویں گے اور دوزخ میں سے یہ آواز آتی رہے گی کہ کچھ اور بھی ہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اپنا قدم مبارک دوزخ میں رکھدیوے گا جب اوسوقت دوزخ میں سے بس بس کی آواز آوے گی۔ اور جنت میں جو بہتی لوگوں کے جانے کے بعد جگہ خالی رہ جاوے گی اللہ تعالےٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرکے اون لوگوں سے جنت کی اوس خالی جگہ کو بھر دیوے گا۔ بخاری میں اسطرح کی روایت ابوہریرہ سے بھی ہے۔ الم سجدہ میں یہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دوزخ سے یہ فرمایا تھا میں تجکو جن و انس سے بھر دوں گا اوسکی موافق اللہ تعالیٰ دوزخ سے پوچھے گا کہ تو بھر چکی جب وہ ہل من مزید کہوے گی تو اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک

اوسمیں رکھدیوے گا بعضے مفسروں نے اور طرح سے بھی اِس آیتہ کی تفسیر کی ہے لیکن وہ اِس متفق علیہ حدیث کے مخالف ہے نزدیک لائی گئی بہشت ڈر والوں کے اِس کا مطلب سلف نے دو طرح بیان کیا ہے ایک تو یہ کہ جسطرح اہل دوزخ کے دکھانے کے لئے دوزخ کو محشر کے میدان میں لایا جاوے گا۔ اسیطرح عرش معلّٰی کی دائیں طرف کی جگہ محشر کے میدان کے سامنے کردی جاوے گی جس سے اہل جنت میدان محشر میں سے جنت کو دیکھلیویں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ بہ نسبت گنہگاروں کے متقی لوگ پلصراط پر سے جلدی سے گزر جاویں گے۔ اِس لئے اونکو جنت کا رستہ قریب ہوجاوے گا طبرانی مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مسعودؓ کی قیامت کے احوال میں ایک بڑی حدیث ہے اوسمیں اِن دونوں باتوں کا ذکر پایا جاتا ہے اسواسطے یہ دونوں معنی صحیح ہیں طبرانی کی سندوں میں سے ایک سند اِس حدیث کی صحیح ہے حاکم نے بھی اِس حدیث کو صحیح کہا ہے اوّاب کے معنی اللہ کی فرمانبرداری کیطرف جھکنے والا حفیظ کے معنے اللہ کی نافرمانی سے بچنے والا اِن آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے یہہ جو فرمایا کہ جو شخص اللہ کیطرف جھکنے والا اور رجوع ہونے والا دل رکھتا ہے وہی اللہ سے ڈرے گا۔ اور اللہ اور اسکے رسول کی نصیحت سنیگا۔ اِس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کے مضمون کے موافق علمائے پابند شریعت کا صحیح مذہب یہی قرار پایا ہے کہ عقل کی جگہ۔ اور عقل کا ظرف دل ہے دماغ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے قدم مبارک کا ذکر آیات متشابہات میں سے ہے صحابہ اور تابعین کا طریقہ اسمیں یہی ہے کہ اِس طرح کی آیتوں پر ایمان لانا اور اون کی تفسیر کو اللہ تعالےٰ کے علم پر سونپنا چاہئے دوزخ کے بولنے کا جو اِن آیتوں میں ذکر ہے۔ اوسمیں صحیح مذہب یہی ہے۔ کہ جس اللہ نے گوشت کے ایک ٹکڑے آدمی کی زبان میں گویائی کی قدرت دی ہے۔ وہ جس چیز میں چاہے قوت گویائی پیدا کرسکتا ہے صحیح حدیثوں میں دوزخ اور جنت کا مناظرہ آیا ہے۔ اسیطرح کی آیتوں اور حدیثوں میں تاویل کا کرنا عقلی شریعت کا اپنے دل سے بنانا ہے۔ جو بڑے مواخذہ کی بات ہے۔ ہر مسلمان کو مواخذہ عقبےٰ سے ڈرنا اور اسطرح کی مواخذہ کی بات سے پرہیز کرنا لازم اور ضروری ہے۔ ہمارے پاس زیادہ ہے۔ سے جنت کی وہ نعمتیں مقصود ہیں جو کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دلمیں اونکا خیال گزر سکتا ہے۔ اسمیں دیدار الٰہی کی نعمت بھی داخل ہے +

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّن قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ

اور کتنی کھپا چکے ہم اُن سے پہلے سنگتیں اُن کی قوت زبردست تھے اُن سے پہر لگے کریدنے شہروں میں

هَلْ مِن مَّحِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى

کہیں ہے بھاگنے کو ٹھکانا اسمیں سوچنے کی جگہ ہے اسکو جسکے اندر دل ہے یا لگاوے

السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ

کان دل لگاکر اور بنائے آسمان اور زمین اور جو اُن کے بیچ میں ہے چھ

اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

دن میں اور ہمکو نہ آئی کچھ ماندگی سو تو سہتا رہ اوسپر جو کہتے ہیں اور پاکی بول خوبیاں اپنے رب کی

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝

پہلے سورج نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے اور کچھ رات میں بول اوسکی پاکی اور پیچھے سجدے کے

دوزخ کے عذاب کے ذکر کے بعد دنیا کے عذاب سے اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ڈرایا ہے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کچھ قیامت پر ہی موقوف نہیں ہے دنیا کے طرح طرح کے عذابوں سے بھی بہت سی پچھلی ایسی قومیں ہلاک ہوچکی ہیں۔ جو حال کے لوگوں سے قوت شروت سب میں زیادہ تھیں۔ پھر باوجود اوس قوت و شروت کے اللہ کے عذاب سے بچنے کا کوئی ٹھکانا اونہوں نے نہ پایا حال کے لوگ بھی اگر اپنی سرکشی سے باز نہ آویں گے تو ایکدن یہی نتیجہ اونکا ہوگا۔ پھر فرمایا ہر شخص صاحب عقل نصیحت کو کان لگاکر سننے والے کو یہ پچھلی قوموں کی ہلاکت کے قصے سنکر بڑی عبرت پکڑنی چاہیے تاکہ کہیں یہی دن اوس کے آگے نہ آوے

ف ۱

مسند امام احمد صحیحین وغیرہ میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپکو ایک ایسے شخص سے تشبیہ دی ہے۔ جو لوگوں کو ایک بڑے دشمن کے حملہ سے ڈراوے اور پھر فرمایا ہے کہ جس آدمی نے اوس دشمن سے ڈرانے والے کی نصیحت مان کر دشمن کے حملہ سے بچنے کا کچھ سامان کرلیا وہ آفت سے بچ گیا۔ اور جسنے ایسا نہیں کیا وہ دشمن کے حملہ سے ہلاک ہوگیا۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیتہ کے ٹکڑے کی تفسیر ہے مطلب آیتہ اور حدیث کا یہہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی اسطرح کی نصیحتیں جس طرح کی نصیحت اِس آیتہ میں ہے جسنے مان لیں وہ دوزخ کے حملہ سے بچگیا۔ ورنہ مرنے کے بعد بڑی دشواری کا سامنا ہے۔ اہل مکہ کی ساری کشی اِس سبب سے تھی کہ وہ حشر کے قائل نہ تھے اِس لئے آگے اونکو قائل کیا ہے۔ کہ جس صاحب قدرت نے آسمان و زمین سب کچھ ایک دفعہ پیدا کردیا اور ہزارہا برس ایک اسلوب پر دنیا کا انتظام چلایا جو اِس بات کو جتلاتا ہے۔ کہ اوس صاحب قدرت کو دنیا کے پیدا کرنے میں کوئی درماندگی نہیں ہوئی اوس کی قدرت کے آگے انسان کی دوبارہ پیدائش کیا مشکل ہے جو کوئی اوسکو مشکل سمجھتا ہے۔ یہ اوسکی نادانی ہے پھر اپنے رسول کی یہ تسلی فرمائی کہ باوجود اِس نصیحت کے بھی یہ لوگ مخالفت سے باز نہ آویں گے تو وقت مقررہ آنے تک صبر کیا جاوے اور اوقات معین پر اللہ کی عبادت کیجاوے وقت پر اِن سرکشوں سے اللہ خود

سمجھ لیوے گا۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا کلام سچا ہے۔ وقت مقررہ پر رفتہ رفتہ مکہ کے سب سرکش زیر ہو گئے۔ اور مکہ فتح ہو گیا۔ وہ اوقات معین کی عبادت یہ ہے سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز ہے سورج غروب ہونے سے پہلے ظہر عصر۔ رات کی نماز۔ مغرب۔ عشا۔ اوبار السجود۔ مغرب کی دو سنتیں فرضوں کے بعد۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَّوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ
اور کان رکھ جبدان پکارے پکارنیوالا نزدیک کی جگہ سے جبدن سنیں گے چنگھاڑ
بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝
تحقیق وہ ہے دن نکل پڑنے کا ہم ہی جلاتے اور مارتے اور ہم تک ہے پہنچنا
يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ نَّحْنُ أَعْلَمُ
جبدن زمین پھٹکر نکل پڑیں وہ دوڑتے یہ اکٹھے کرنا ہمکو آسان ہے ہم خوب جانتے ہیں
بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ ۚ
جو کچھ وہ کہتے ہیں اور تو نہیں اوپر زور کرنے والا

ع ۱

اور فرمایا تھا کہ اگر یہ اہل مکہ اپنی سرکشی کی باتوں سے باز نہ آویں تو صبر سکون سے کام لیا جاوے ان آیتوں میں فرمایا کہ اے نبی اللہ کے تمہارے صبر سکون کے بعد اگر اللہ کی حکمت یوں ہی مقتضی ہوئی کہ تمہارے مخالفوں میں کے کچھ لوگ دنیا کے عذاب سے بچ گئے اور اسی حالت مخالفت میں وہ مر گئے تو اون کے مواخذہ کا وقت مقررہ دوسرے صور کی آواز ہے۔ جب دوسرے صور کی آواز سنو تو پھر جو کچھ ان مخالفوں پر گزرے گی۔ وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجاوے گی۔ اس دوسرے صور کی آواز سے سب لوگ جی اوٹھیں گے اور قبروں سے نکلکر میدان محشر کو جانے شروع ہو جائیں گے قبر کے عذاب کے علاوہ اس عذاب سے بڑھکر جو سختیاں نافرمان لوگوں پر شروع ہوں گی اون کی ابتدا دوسرے صور کی آواز سے اسلئے اوسیکو نافرمان لوگوں کے مواخذہ کا وقت مقررہ فرمایا نافرمان لوگوں کو میدان محشر میں پہنچنے کی دوزخ اور سورج کی گرمی وغیرہ کی ایسی تکلیف ہو گی وہ اس تکلیف سے گھبرکر دوزخ میں جانا پسند کریں گے۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جسمیں اوس کا ذکر ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحیح مسلم میں انس بن مالک اور ابوہریرہ سے اور مستدرک حاکم میں عبداللہ سے جو روایتیں ہیں اون سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے دوسرے صور کی آواز سے آپکا مزار مبارک شق ہو گا۔ اور آپ مزار سے باہر تشریف لاویں گے اس لئے خاص طور پر آپکو اوس آواز کے سننے کا ارشاد ان آیتوں میں فرمایا کہ آپ سے پہلے اوس آواز کو کوئی نہ سنیگا۔ اکثر مفسرین نے مکان قریب کی

تفسیر بیت المقدس کے اوس اوہر تپھر کی کی ہے جو زمین سے بارہ میل کے قریب اونچا اور آسمان سے اسیقدر قریب ہے اونکا قول ہے کہ اوس تپھر پر کھڑے ہو کر حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ صور سے پہلے ایک مینہ برسیگا جس سے سب جسم بنکر تیار ہو جاویں گے پھر صور پھونکنے سے روحوں کا تعلق اون جسموں سے اوسیطرح ہو جاویگا جسطرح اب ماں کے پیٹ میں بچہ کا جسم تیار ہو جانے کے بعد ہو جاتا ہے صحیح بخاری مسلم نسائی ابوداؤد اور مؤطا میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کا سب جسم مٹی کھا جاوے گی۔ مگر ریڑہ کی ہڈی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا باقی رہے گا۔ اسی ٹکڑے سے حشر کے دن انسان کا جسم طیار ہوگا۔ اس حدیث کے ایک ٹکڑے میں صور سے پہلے اوس مینہ کا ذکر ہے بسکا حال اوپر گذرا اوس سے معلوم ہوا کہ وہ ریڑہ کی ہڈی کا ٹکڑا مینہ کے برسنے کے بعد وہی کام دیوے گا جو اب تخم سے بیج کام دیتا ہے۔ آگے فرمایا کہ حشر کی جن باتوں کو آج یہ لوگ جھٹلا رہے ہیں صور کی آواز سنتے ہی اون باتوں کا برحق ہونا ان کو معلوم ہو جاوے گا۔ کیونکہ وہی دن قبروں سے نکلنے کا ہے پھر حشر کی دلیل کے طور پر فرمایا کہ انسان کا نیست سے ہست ہونا اور پھر پوری عمر ہو جانے کے بعد اوسکا مر جانا یہہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے اس سے یہہ نکلتا ہے کہ مرنے کے بعد جزا و سزا کے لئے انسان کو پھر جلایا جاوے گا تاکہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے سے لگے اور جس نطفے پانی سے رحم جیسے تنگ جگہ میں انسان کا پتلا بنا کر اوسمیں روح پھونکدی اوسکو خاک سے انسان کا دوبارہ پتلا بنانا کچھہ مشکل ہے نہ اوس پتلے میں روح کا پھونکنا کچھہ مشکل ہے چنانچہ صور کی آواز سنتے ہی جب فوراً قبروں سے نکلکر مڈیوں کیطرح میدان محشر کیطرف یہہ لوگ دوڑیں گے تو اونکو خود معلوم ہو جائیگا کہ جس کام کو یہہ لوگ مشکل سمجھتے تھے وہ اس صاحب قدرت کے نزدیک کسقدر آسان تھا۔ پھر فرمایا اے رسول اللہ کے تمکو قرآن کو حشر کی باتوں کو جسطرح یہہ لوگ جھٹلا رہے ہیں وہ تمکو سب معلوم ہے تم انپر کچھہ زبردستی مت کرو وقت مقررہ پر ہم خود ان سے سمجھہ لیں گے ✣

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ○

سو تو سمجھا قرآن سے اسکو جو ڈرے میرے ڈر سے

شریعت میں جن باتوں کے کرنیکا حکم ہے اون باتوں کو معروف کہتے ہیں اور جن باتونکی شریعت میں ممانعت ہے اون باتوں کو منکر کہتے ہیں صاحب شریعت انبیاء کا یہی کام ہے کہ وہ شریعت کی معروف باتوں کے کرنے اور منکر باتوں سے بچنے کو امت کے لوگوں میں پھیلاتے ہیں اور شریعت میں اللہ کی رضی اور نارضی کی جو باتیں ہیں وہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں ظاہر فرما دی ہیں۔ اسیواسطے فرمایا کہ جن لوگوں کے

دلیل حشر اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے اور عقبیٰ کی باتوں کا خوف ہے اے رسول اللہ کے ایسے لوگوں کو قرآن کی آیتوں کے مضمون کیموافق نصیحت کردینی چاہیے تاکہ تمکو نصیحت کرنے کا اور امت کے جو لوگ نصیحت مانیں اونکو نصیحت کے ماننے کا اجر عقبےٰ میں حاصل ہو اب انبیار کے بعد امت میں جن علمار نے انبیار کے اس طریقہ کو اختیار کیا ہے کہ لوگونکو وعظ نصیحت کرکے شریعت کی معروف باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہیں اور منکر باتوں کو لوگوں سے چھڑواتے ہیں اور خود اپنی ذات سے شریعت کے پابند ہیں ایسے علمار کو صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیار کا وارث فرمایا ہے ترمذی مسند امام احمد ابو داؤد ابن ماجہ دارمی میں حضرت ابو درداکی ایک بڑی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ علمار انبیار کے وارث ہیں کیونکہ انبیار نے اپنی وفات کے وقت کچھ روپیہ پیسا دنیا میں نہیں چھوڑا ہے جسنے یہ علم شریعت دنیا کی چیزوں میں سے پایا وہی انبیا کا وارث ہے اور اوس نے بھی دنیا میں گویا ایک بڑی دولت پائی اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کی سند میں کلام کیا ہے لیکن اس کے بعض طریقے صحیح ہیں صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے جو شخص کوئی ایسی بات دیکھے جسکی شریعت میں ممانعت ہے تو ہاتھ سے زبان سے دل سے جسطرح ہو سکے اوسکو مٹا دے دل سے اوس بری بات کا مٹانا یہ ہے کہ دل سے اوس بری بات کو برا جانے اور خود برون میں شریک نہو اور یہ ایمان داری کا ایک ادنےٰ درجہ ہے اور جو لوگ فقط ریاکاری کی نیت سے علم دین پڑھتے ہیں کہ جاہل لوگ اونکو بڑا عالم کہیں۔ یا جو علم دین پڑھکر اوروں کو تو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے وہ انبیار کے وارثوں میں داخل نہیں ہیں بلکہ صحیح حدیثونیں اون کے حق میں سخت وعید ہے +

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

یہ سورۃ مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ

قسم ہے بکھیرنے والیونکی اڑاکر پھر اٹھانیوالیاں بوجھکو پھر چلنے والیاں نرمی سے پھرانے والیاں

اَمْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۙ وَالسَّمَآءِ

حکم سے بیشک جو وعدہ دیا تھا تمکو سچ ہے اور بیشک انصاف ہونا ہے قسم ہے آسمان

ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝

جالیدار کی تم پڑ رہے ہو ایک جھگڑے کی بات میں اس سے باز رہے وہی جو پھیرا گیا

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝ يَسْـَٔلُوْنَ

مارے گئے اٹکل دوڑانیوالے وہ جو غفلت میں ہیں بھول رہے پوچھتے ہیں

اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ

کب ہے دن انصاف کا جسدن وہ آگ پر اُلٹے سیدھے پڑینگے چکھو مزہ اپنی شرارت کا

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

یہ ہے جس کی تم شتابی کرتے تھے

الذاریات الحاملات الجاریات المقسمات۔ یہ سب صفتیں ہیں جن کے موصوف کا کلام الٰہی میں کچھ ذکر نہیں ہے اسی واسطے بعضے مفسروں نے کچھ موصوف قرار دیا ہے اور بعضوں نے کچھ لیکن سلف کا زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ ذاریات کا موصوف وہ تیز ہوا ہے جو مینہ سے پہلے بادلوں کو اکٹھا کرتی ہے حاملات کا موصوف وہ بادل ہے جو پانی کا بوجھ ہو۔ جاریات وہ کشتیاں جو مینہ برسنے کے بعد دریا اور ندی نالوں میں چلتی ہیں جن سے تجارت ہوتی ہے مقسمات کے موصوف وہ فرشتے ہیں جو تمام شہروں میں مینہ کی تقسیم اللہ تعالےٰ کے حکم سے کرتے ہیں اس قسم کے بعد فرمایا کہ حشر اور بدن کی جزا و سزا کا وعدہ جو اللہ کے رسول نے لوگوں سے کیا ہے وہ ایسا ایک سچا وعدہ ہے جس میں کچھ شک نہیں ہے۔ پھر آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ اہل مکہ قرآن کے جھٹلانے میں کوئی ٹھکانے کی بات نہیں کہتے بے ٹھکانے باتیں بناتے ہیں ورنہ سمجھ دار کے لئے تو قرآن میں وہ نصیحتیں ہیں کہ سوائے بدبخت ازلی کے اور جس پر ان نصیحتوں کا اثر پڑتا ہے پھر فرمایا کہ جو لوگ دنیا کی پیدائش پر غور نہیں کرتے کہ جب سزا و جزا نہیں تو پھر آخر یہ دنیا کا آنا جانا کارخانہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے بلکہ بجائے اس کام کی بات پر غور کرنے کے دنیا کے مال و متاع کی غفلت اور بھول میں پھنس کر حشر کے باب میں یہ لوگ طرح طرح کی اٹکلیں دوڑاتے ہیں اور مسخرا پن سے پوچھتے ہیں کہ وہ سزا و جزا کا دن کب ہے ایسے لوگوں پر خدا کی پھٹکار ہے اور وہ اللہ کے علم ازلی میں دوزخی قرار پا چکے ہیں لہٰذا رسول اللہ کے ایسے لوگوں کو آتا ہی جواب دیدیا جاوے کہ یہ سزا کا دن جب ہوگا کہ ایسے لوگ آگ میں جلیں گے اور اللہ کے فرشتے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ کہویں گے کہ مسخرا پن سے جس عذاب کی دنیا میں تم لوگ جلدی کیا کرتے تھے سو آج اس عذاب کا مزا چکھو۔ صحیح مسلم کی انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے

منزل ۷

جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے آسودہ حال نافرمان لوگوں سے دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے پوچھیں گے کہ دنیا کی جس آسودہ حالی نے تمکو دین سے غافل کرکے اس عذاب میں گرفتار کردیا۔ اس عذاب کے آگے وہ آسودہ حالی کچھ تمکو یاد ہے یا نہیں وہ لوگ قسم کھاکر کہوینگے کہ نہیں یہ حدیث فی غمرۃ ساہون کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتہ میں اوس آسودہ حالی کی مذمت ہے جو دین سے آدمی کو غافل کردیوے اور حدیث میں یہ صراحت ہے کہ یہ مذمت کچھ دنیا میں ہی نہیں بلکہ عقبے میں بھی اللہ کے فرشتے اسکا اولہنا دیویں گے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق جنکے معنے آسمان کی خوبصورتی اور ہمواری کے ہیں۔ بعضے سلف کا قول ہے کہ پانی۔ یا ریت میں ہلانے جلانے پر کہ ایک جانی جمع ہوجاتی ہے اوسکو جبک کہتے ہیں۔ ترجمہ میں یہی قول لیا گیا ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٥﴾ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ

البتہ ڈرواے باغوں میں ہیں اور چشموں میں پاتے ہیں جو دیا انکو انکے رب نے وہ تھے اوس سے پہلے

مُحْسِنِينَ ﴿١٦﴾ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿١٧﴾ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ

نیکی والے وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور صبح کے وقتوں میں

يَسْتَغْفِرُونَ ﴿١٨﴾ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿١٩﴾ وَفِي الْأَرْضِ

منزل ۶ معافی مانگتے اور اون کے مال میں حصہ تھا مانگتے کا اور ہارے کا اور زمین میں

آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٢١﴾ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ

نشانیاں ہیں یقین لانیوالونکو اور خود تمہارے اندر کیا تمکو سوجھتا نہیں اور آسمان میں ہے روزی تمہاری

وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿٢٣﴾

اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا سو قسم ہے رب آسمان اور زمین کے کی یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو

ع ۱ ۲۳ ۱۸

اوپر اہل دوزخ کا ذکر فرماکر ان آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا۔ ادنی درجہ کا متقی وہ ہے جو شرک اور ریاکاری سے باز رہے اب اس کے بعد اللہ تعالے کے امر و نہی کا جو شخص جسقدر پابند ہوگا اوسیقدر اوسکا مرتبہ متقیوں میں ہوگا۔ پاتے ہیں جو دیا اون کے رب نے کا مطلب یہ ہے کہ اون کے نیک عملوں کی جزا میں اللہ تعالی نے جو بے حساب جنت کی نعمتیں اونکو عنایت فرمائیں وہ اونہوں نے پہر پائیں اور وہ لوگ اون نعمتوں سے خوش اور راضی ہیں صحیح بخاری مسلم اور ترمذی کی ابوسعید خدری کی حدیث ایک جگہ ذکر کی جاچکی ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی اہل جنت سے پوچھیگا کہ تمھارے عملوں کی جزا سے بڑھکر اپنی رحمت سے جو نعمتیں میں نے تمکو دیں اون سے تم خوش ہو وہ کہوینگے کہ یا اللہ ہم بہت خوش ہیں۔ یہ ذکر اس حدیث کا آیتہ کے

ٹکڑے کی پوری تفسیر ہے۔ بعضے مفسروں نے آیتہ کے اس ٹکڑے کے اور معنے بھی بیان کئے ہیں۔ لیکن صحیح حدیث کے موافق صحیح معنے آیتہ کے یہی ہیں جو بیان کئے گئے۔ وہ تھے اس سے پہلے نیکی والے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں یہ لوگ ریاکاری سے بچکر خالص عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے نیک عمل کیا کرتے تھے اوس کے بدلے میں اونکو جنت ملی ہے صحیح مسلم کی حضرت عمرؓ کی حدیث مشہور ہے جسمیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سائل بنکر چند مسئلے پوچھے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے جوابات میں احسان کے یہ معنے بتلائے ہیں کہ عبادت کے وقت یا تو آدمی یہہ خیال کرے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو دیکھہ رہا ہے ورنہ کم سے کم اتنا خیال تو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اوسکو دیکھہ رہا ہے۔ اسیواسطے آیتہ میں محسنین کا لفظ فرمایا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ قابل قبول عبادت میں بغیر ریاکاری کے خالص عقبےٰ کے ثواب کی نیت ضرور ہے۔

ابوداؤد اور نسائی میں معتبر سند سے ابوامامہ کی حدیث ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر عقبےٰ کے ثواب کی خالص نیت کے کوئی عمل اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا۔ وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے کا مطلب یہہ ہے کہ رات کو سونا کم اور عبادت بہت یہہ اون لوگوں کی دنیا میں عادت تھی صحیح بخاری و مسلم و نسائی اور ابوداؤد میں عمرو بن العاص سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ کو داؤد علیہ السلام کی عبادت کا طریقہ بہت پسند تھا۔ پھر فرمایا۔ داؤد علیہ السلام رات کا تھائی حصہ عبادت میں گذارا کرتے تھے۔ مسلم کی روایتہ میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص نے داؤد علیہ السلام کی عبادت کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر یہہ کہا کہ مجھہ میں اس سے افضل عبادت ادا کرنے کی طاقت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس سے افضل طریقہ عبادت کا اللہ تعالےٰ کے نزدیک نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے تھائی حصہ رات کا عبادت میں گذارا تو اوس کے حق میں یہہ کہا جاوے گا کہ وہ رات کو سویا کم اور افضل مرتبہ عبادت کا اوس نے ادا کر لیا۔ صبح کے وقت میں معافی مانگنے کا مطلب یہہ ہے کہ پچھلی رات سے لیکر صبح صادق تک خاص طور کی قبولیت کے وقت میں یہہ لوگ اپنے گناہوں کی معافی دنیا میں اللہ تعالےٰ سے مانگا کرتے تھے اسلئے اللہ تعالےٰ نے اون کے گناہوں کو معاف کر دیا صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تیسرا حصہ رات کا باقی رہتا ہے تو ہر رات کو ..... اللہ تعالیٰ اول آسمان پر نزول فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔ کون توبہ استغفار کرتا ہے تاکہ میں اوسکی مغفرت کروں۔ اس حدیث کا یہہ ٹکڑا آیتہ کے اوس ٹکڑے کی تفسیر ہے۔ کیونکہ آیتہ میں صبح کی استغفار کی تعریف کی گئی ہے۔ اور حدیث میں اوس تعریف کا سبب سمجھایا گیا ہے۔ اون کے مال میں حصہ تھا مانگتے اور بارے کا۔ اسکا مطلب یہہ ہے کہ سوا عبادت بدنی کے

ع ۲

مالی عبادت بھی اون لوگوں کی عادت تھی۔ یہ نفلی صدقہ کا ذکر ہے کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے۔ اور زکوٰۃ اکثر سلف کے نزدیک مدینہ میں فرض ہوئی ہے۔ طبرانی کبیر میں معتبر سند سے ابو امامہ کی حدیث ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھپا کر صدقہ خیرات کا کرنا۔ اللہ تعالےٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ سایل وہ ہے جو سوال کرے اور محروم وہ ہے جو باوجود تنگدست ہونے کے لحاظ کے مارے کسی سے سوال نکرے اوپر سے شروع جو ذکر تھا۔ اب آگے اوس سلسلہ کو پورا کرنے کے لئے فرمایا کہ جو صاحب قدرت آسمان سے مینہ برسا کر زمین سے مثلاً ایک اناج کے دانے سے ہزاروں دانے اور ایک میوے کی گٹھلی سے ہزاروں میوے کی چیزیں پیدا کرتا ہے اور جس نے خلاف عقل ایک بوند پانی سے انسان کو پیدا کر کے بچے سے بڑھاپے تک اوسی طرح طرح کے نمونے رکھے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں یہ سب باتیں ایسے لوگوں کے لئے پوری حشر کی نشانیاں ہیں جو علم ازلی الٰہی میں حق بات پر یقین لانے والے نہ تھے ہیں۔ ہاں علم ازلی الٰہی میں جو گمراہ قرار پا چکے ہیں وہ ان سب نشانیوں کو آنکھوں سے دیکھکر بھی طرح طرح کے شک وشبہ میں رہیں گے۔ اور اسی حالت میں مرکر آخر کو دوزخی ہوکر اوٹھیں گے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد میں حضرت عائشہ کی حدیث منکر نکیر کے سوال وجواب کے ذکر میں ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر میں جو نیک شخص اللہ کے فرشتوں کے سوال کا اچھی طرح جواب ادا کر دیتا ہے تو وہ فرشتے اوس شخص سے کہتے ہیں اے شخص۔ تو دنیا میں دین کی باتوں پر یقین جانکر اپنی زندگی بسر کرتا تھا جس یقین کے سبب سے تو دین کی باتوں سے غافل نہیں رہا اور اوسی یقین کی حالت پر تو مرا۔ اب انشاء اللہ تعالےٰ اسی حالت پر تو قیامت کے دن قبر سے اوٹھے گا جو شخص اون فرشتوں کا جواب اچھی طرح نہیں دیتا اوس سے وہ فرشتے کہتے ہیں تو شک کی حالت میں جیا اور مرا اور اسی حالت میں تو قیامت کے دن قبر سے اوٹھے گا۔ جن اہل یقین کا آیتہ میں ذکر ہے اونکی حالت کی اور اون کے مقابل اہل شک کی حدیث کے اس ٹکڑے میں تفسیر ہے۔ پھر قسم کھاکر فرمایا کہ جسطرح تم لوگ آپس میں بات چیت وعدہ وعید کرتے ہو اور اوسپر دنیا کے ہر طرح کے معاملات چلاتے ہو اللہ تعالےٰ نے جو تمہارا جزا کا وعدہ تم سے کیا ہے اوسپر اگر تم اپنی آپس کی باتوں کی برابر بھی بھروسا کروگے تو عقبےٰ کیطرف سے یہ غفلت جو تمھارے دلپر چھائی ہوئی ہے وہ جاتی رہے گی۔ اور عقبےٰ کے درست کرنے کا خیال تمھارے دلمیں جم جاوے گا۔ اور اللہ کے ساتھ تمھارا معاملہ اچھا ہو جاوے گا۔ ورنہ مرنے کے بعد وہ تکلیف اوٹھانی پڑے گی جو بیان سے باہر ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ابی بکرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت نیک آدمی کی کیا علامت ہے آپنے فرمایا جسکی عمر بڑی ہو اور نیک کاموں میں مشغول رہے۔ اور بد آدمی وہ ہے جو اس حالت کے برخلاف ہو

حزب ۱۷

ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ؛

ھَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ

کیا پہنچی ہے تجھکو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے جب اندر آئے اوس کے پاس

فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ

تو بولے سلام وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں اوپری پھر دوڑا اپنے گھر کو تو لایا ایک بچھڑا موٹا ہوا

سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا

پھر اون کے پاس رکھا کہا کیا تم کھاتے نہیں پھر جی میں ہڑبڑایا اون کے ڈر سے بولے

لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا

تو نہ ڈر اور خوشخبری دی اوسکو ایک لڑکے ہوشیار کی۔ پھر سامنے سے آئی عورتی عورت بولتی۔ پھر پیٹا اپنا ماتھا

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝

اور کہا کہیں بڑھیا بانجھ وہ بولے یوں ہی کہا تیرے رب نے وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا جانوار

یہ قصہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں گذر چکا ہے حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق جبرئیل و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام آدمی کی صورت میں مہمانوں کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے پہل انکو نہیں پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں اسواسطے اپنی مہمان نوازی کی عادت کے موافق اون کے روبرو کھانا لاکر رکھا جب اون مہمانوں نے کھانا نہ کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جی میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ جب یہ کھانا نہیں کھاتے تو کسی ضرر کے ارادہ سے آئے ہیں اللہ کے فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو خوف زدہ پاکر کہا کہ اے اللہ کے تم کچھ خوف نہ کرو یہ کہکر پھر حضرت ابراہیمؑ کو اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی مجاہدؒ کی روایت کے حوالہ سے بعض تفسیروں میں یہ جو لکھا ہے کہ یہ خوشخبری حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پیدا ہونے کی تھی۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قصہ سورہ ہود میں گذر چکا ہے اور وہاں قرآن شریف میں صاف حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام آچکا ہے پھر قرآن شریف کے مخالف کوئی تفسیر کیونکر مقبول ہوسکتی ہے۔ غرض صحیح تفسیر یہی ہے کہ سورہ والصافات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیک اولاد کی دعا کے بعد جو خوشخبری ہے وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدا ہونے کی خوشخبری ہے اور اس قصہ میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشخبری ہے اور یہ خوشخبری پہلے خوشخبری کے چودہ برس

بعد ہے اس خوشخبری کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو برس کی تھی۔ اور آپکی بی بی سارہ کی عمر ننانوے برس کی تھی۔ اور جوانی میں وہ بانجھ تھیں۔ اسواسطے یہ خوشخبری سنکر اونہوں نے تعجب سے اپنا منہ پیٹ لیا۔ جب اللہ کے فرشتوں نے اون کی تسلین کی کہ جسطرح ہم نے خوشخبری دی ہے اللہ کا حکم یوں ہی ہے اللہ بڑا حکمت والا ہے اور اوسکی حکمت کے بھید اوسیکو خوب معلوم ہیں اس خوشخبری کے ایک برس کے بعد حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ۝
بولا پھر کیا مطلب ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤں وہ بولے ہمکو بھیجا ہے ایک لوگوں گنہگار

لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ طِينٍ ۝ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ۝
کہ چھوڑیں ہم اُن پر پتھر مٹی کے نشان پڑے تیرے رب کے ہاں بیحد چلنے والوں کو

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ
پھر بچا نکالا جتنا وہاں ایمان والا پھر نہ پایا جتنے اُسجگہ سوائے ایک گھر کے

الْمُسْلِمِينَ ۝ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝
مسلمانوں سے اور رکھا اُسمیں نشان اُن لوگوں کو جو ڈرتے ہیں دکھ کی مار سے

ضرار

خطب کے معنے حال اور قصہ کے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ اللہ کے فرشتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اون سے پوچھا کہ کس مطلب کے لئے زمین پر تشریف لاتا ہوا ہے فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالے نے ہمکو قوم لوط پر پتھر برسانے کے عذاب کے لئے بھیجا ہے تفسیر سدی اور تفسیر حسن بصری میں لکھا ہے کہ اون کنکروں پر خدا کی طرف سے ایک مہر کی سی صورت تھی جسسے وہ کنکر دنیا کے کنکروں سے الگ پہچانے جاتے تھے۔ اسواسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ وہ نشان کئے ہوئے کنکر تھے یہاں اللہ تعالے نے مختصر طور پر فقط کنکروں کے مینہ کا ذکر فرمایا ہے سورہ ہود میں گذر چکا ہے کہ پہلے اون لوگوں کے رہنے کی بستیاں اوٹھا گئیں۔ اور پھر یہ پتھر فکا مینہ برسا قوم لوط کے چار لاکھ آدمی تھے جو اوس عذاب الٰہی سے ایکدم میں ہلاک ہوگئے جو علماء اس بات کے قایل ہیں کہ قوم لوط کیطرح عمل کرنیوالے شخص کو سنگسار کرنا چاہیئے اون علماء نے اس پتھروں کے مینہ سے سنگساری کی دلیل پیدا کی ہے ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس سے اور بیہقی میں حضرت علی سے جو روایتیں ہے اوس میں بھی اغلامی شخص کے سنگسار کرنے کا حکم ہے امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مذہب حضرت علی رض اور حضرت عبداللہ

بن عباس کے اِس قول کے موافق ہے۔ لیکن حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت علی کا قول اِس کے برخلاف بھی ہے اسکا ذکر آگے آتا ہے اسیواسطے شریعت کے احکام چھانٹ کر جن لوگوں نے الگ کتابیں لکھی ہیں جنکو کتاب الاحکام کہتے ہیں اونہیں علماء نے یہی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل یا قول اِس باب میں نہیں پایا جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام کو اِس مسئلہ میں ایک طرح کا شک اور اختلاف جو رہا اوسسے اِس قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ صحابہ کا شک تو اوس قصہ سے معلوم ہوتا ہے جو بیہقی میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کے زمانہ میں ایک ایسی صورت پیش آئی جس کے لئے حضرت ابو بکر صدیق نے صحابہ کو جمع کیا۔ آخر حضرت علی کے مشورہ کے موافق ایک شخص کے آگ میں جلا دینے کی صلاح قرار پائی۔ اِس روایۃ کو علماء نے مرسل کہا ہے اور صحابہ کرام کا اختلاف یوں معلوم ہوتا ہے کہ اوس مشورہ کے بعد بھی اِس فتوے پر سب صحابہ کرام قایم نرہے حضرت عبد اللہ بن عباس اغلامی شخص کو بلند مکان پر سے دھکا دیکر گرا دینے کا فتوے دیا کرتے تھے۔ اور اور بعضے صحابہ تلوار سے قتل کرنیکا اور بعضے زنا کی سزا کا فتوی دیا کرتے تھے۔ مگر اغلام کی صورت میں زنا سے کم سزا دینے کا کسی صحابی کا قول نہیں ہے۔ اسیواسطے فقہ حنفی اور شافعی میں یہ جو لکھا ہے کہ اغلامی شخص کے لئے فقط تھوڑی سی تعزیر کی سزا کافی ہے۔ اسپر تمام علماء نے اعتراض کیا ہے کہ یہ قول سب صحابہ کے مخالف ہے۔ بعضے علماء نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ معافی گناہ میں غلطی کرنا سزا میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔ مگر اور علماء نے اِس جواب کو غلط ٹھہرایا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ جواب صحابہ سے مخالفت کرنے کے لئے کچھ کافی جواب نہیں ہے۔ مسرف کے معنے حد سے بڑھا ہوا مرد اور عورت کی مباشرت کی حد سے بڑھکر یہ لوگ لڑکوں سے بدفعلی کرتے تھے۔ اسلئے اللہ کے فرشتوں نے اِن لوگوں کو حد سے بڑھے ہوئے کہا۔ پھر بچانکالانے جو تھا۔ وہاں ایمان والا۔ فرشتوں کے کلام میں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یہاں اِس قصہ کو مختصر طور پر فرمایا ہے۔ سورہ حجر میں گذر چکا ہے کہ حضرت لوط اور اون کے ساتھ کے مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے اِس بلا سے بچا دیا۔ ہاں حضرت لوط کے رشتہ داروں میں سے اونکی بی بی جو نافرمان لوگوں کی طرفدار تھی وہ عذاب میں پکڑی گئی۔ اور رکھا اوسمیں نشان اون لوگوں کو جوڑتے ہیں۔ دکھہ کی مار کا مطلب یہ ہے کہ قوم لوط کی مثلاً چار بستیاں اجڑ کر اب جو وہاں بود و باش پانی کا چشمہ ہے یا ثمود کی بستی حجر ملک شام کے راستہ میں اہل مکہ کو پڑتی ہے۔ ایسی چیزوں اور بستیوں کو دیکھکر اونہیں ڈرنا چاہئے۔ جن کے دلمیں کچھ خدا کا خوف ہے کیونکہ اون لوگوں کے عذاب کیطرح حال کے لوگوں پر خدا کا عذاب آتے ہوئے کچھ دیر نہیں لگتی۔ تبوک جاتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ثمود کی اُجڑی ہوئی بستی حجر پر سے ہوا تو آپنے فرمایا

جبتک اس بستی سے گزر نہ ہو جاوے خدا سے ڈرنا۔ اور رونا چاہیے کسلئے کہ خدا کا عذاب آتے ہوئے کچھ دیر نہیں لگتی۔ شود کے اصل قصہ میں جو واقعیتیں گذر چکی ہیں وہ آیتہ کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہیں۔ احکام دین کی دلی تصدیق اور زبانی اقرار اور ہاتھ پیروں کا نیک عمل ان تینوں چیزوں کے مجموعہ کا نام فرقہ معتزلہ کے نزدیک ایمان ہے۔ اور سلف اہل سنت کے نزدیک نیک عمل فقط ایمان کے کامل ہونے کی شرط ہے۔ ان آیتوں میں جن لوگوں کو اللہ تعالے نے مومنین فرمایا ہے اون ہی کو پھر مسلمین فرمایا ہے اسلئے صاحب کشاف اور معتزلی علماء نے ان آیتوں کو اپنے مذہب کی اسطرح دلیل قرار دیا ہے کہ لفظ اسلام کے معنے میں اعتقاد قلبی داخل نہیں ہے اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ قوم لوط کے مسلمانوں میں تصدیق قلبی اقرار زبانی نیک عمل تینوں باتوں کا مجموعہ تھا۔ اسلئے اللہ تعالے نے اون کے حق میں مومنین۔ اور مسلمین دونو لفظ فرمائے مفسرین اہل سنت نے فرقہ معتزلی کی اس دلیل کو کئی طرح ضعیف ٹھہرایا ہے جسکی تفصیل بڑی تفسیروں میں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اصل میں ایمان کا لفظ شریعت میں شرع کی باتو پر دلی یقین رکھنے کے معنے میں بولا جاتا ہے اور اسلام کا لفظ ظاہری اطاعت کے معنے میں بولا جاتا ہے۔ اب یہ ظاہری اطاعت کبھی تو دلی یقین کیساتھ ہوتی ہے جسطرح حضرت ابراہیمؑ کا قول اللہ تعالے نے آیتہ اسلمت لرب العالمین میں نقل فرمایا ہے۔ اور منزل ۶ کبھی یہ ظاہری اطاعت پورے دلی یقین کے ساتھ نہیں ہوتی جسطرح آیتہ لم تؤمنوا۔ ولکن قولوا اسلمنا میں ہے۔ آیتہ فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین میں اسلام کا لفظ اسلمت لرب العالمین کے محاورہ کے موافق بولا گیا ہے۔ اسلئے صاحب کشاف وغیرہ نے اس آیتہ میں لفظ اسلام کو ولکن قولوا اسلمنا کے معنے میں جو لیا ہے یہ معنی اہل سنت کے نزدیک سیاق آیتہ کے مخالف ہیں۔ اور لفظ مومنین کے قرینہ سے لفظ مسلمین میں اسلام کے معنے اسلمت لرب العالمین کے محاورہ کے موافق اہل سنت کے نزدیک صحیح ہیں +

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ

اور نشانی موسے کے حال میں جب بھیجی ہمنے اوسکو فرعون پاس دیکر سند کھلی پھر اوس نے منہ موڑا اپنے زور پر

وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ

اور بولا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ پھر پکڑا ہمنے اوسکو اور اوس کے لشکروں کو پھر پھینکدیا اونکو دریا میں اور اوسی

مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ

پڑا اولاہنا اور نشانی ہے عاد میں جب بھیجی ہمنے اونپر باؤ بیخیر نہ چھوڑتی کوئی چیز

أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ۝ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ
جیسے گزری کہ نہ کرڈالتی اسکو جیسے چورا اور نشانی ہے ثمود میں جب کہا اونکو برتو ایک
حِينٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنظُرُونَ ۝
وقت تک پھر شرارت کرنے لگے اپنے رب کے حکم سے پھر پکڑا اونکو کڑاکے نے اور وہ دیکھتے تھے
فَمَا اسْتَطَاعُوا مِن قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنتَصِرِينَ ۝ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ
پھر نہ سکے کہ اوٹھیں اور نہ ہوئے کہ بدلا لیں اور نوح کی قوم کو اوس سے پہلے
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ع
مقرر تھے وہ لوگ بے حکم

ع ۲ (۳۳) ۱

اوپر قوم لوط کی ہلاکت اور اوس قصہ سے عبرت پکڑنے کا ذکر تھا ان آیتوں میں فرمایا کہ فرعون عاد ثمود۔ اور قوم نوح کے قصے جو چند سورتوں میں تفصیل سے گذر چکے ہیں یہ سب قصے عبرت کے قابل ہیں۔ پھر اوس نے مونہہ موڑا۔ اپنے زور پر۔ کا مطلب یہہ ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بڑے بڑے معجزے دیکھ کر بھی فرعون کو ہدایت نہیں ہوئی اور اپنے لشکر اور اپنے بادشاہت کے زور پر اوس نے اللہ کے رسول کی نصیحت پر کچھہ توجہ نہ کی فرعون پر اولا ہنسا پھر کہا کہ وہ دین و دنیا میں ملعون ٹھہرا پھر فرمایا فرعون نے اللہ کے رسول کو جادوگر اور دیوانہ بتلایا۔ حالانکہ اوسوقت کے بڑے بڑے جادوگروں نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے معجزے دیکھکر اونکو اللہ کا رسول کہا تو فرعون اون جادوگروں کو سزا دینے پر آمادہ ہوگیا عقیم بانجھہ عورت کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اوس ہوا میں کسی چیز کی پیداوار کا اثر خدا تعالےٰ نے نہیں رکھا تھا۔ بلکہ وہ خاص عذاب کی ہوا تھی جسپر وہ ہوا گذرتی اوسکو خاک سیاہ کر دیتی تھی زمین کی پیداوار جب سوکھہ جاتی ہے تو رمیم کہتے ہیں۔ جب کہا اونکو برتو ایک وقت تک۔ سورہ ہود میں گذر چکا ہے کہ اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالنے کے بعد ثمود کو تین دن کی مہلت عذاب کے آنے میں دی گئی تھی۔ اوسیکو یہاں ان لفظوں میں فرمایا۔

منزل ۶

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ
اور آسمان بنایا ہے ہاتھہ کے بل سے اور ہمکو سب مقدور ہے اور زمین کو بچھایا ہے سو کیا خوب
الْمَاهِدُونَ ۝ وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝
بچھانا جانتے ہیں اور ہر چیز کے بنائے ہے جوڑے شاید تم دھیان کرو

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝
سو بھاگو اللہ کی طرف میں تمکو اوسکیطرف سے ڈر سناتا ہوں کہ تمکو اور نہ ٹھیراؤ اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود میں تمکو اوسکیطرف سے ڈر سناتا ہوں کہو تمکو

اوپر پہلی قوموں کی ہلاکت ہوجانے کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا کہ وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ ہوئے۔ نہ آسمان زمین دنیا کی تمام موجودات اس بات کے سمجھنے کے لئے سمجھدار کو کافی ہے کہ جس نے انسان کو اور انسان کی تمامہ ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا پوری تعظیم اور عبادت اوسی وحدہ لاشریک کا حق ہے اس خطیف اوسکا کوئی شریک نہیں اگر وہ لوگ اتنی بات سمجھ کر اللہ کا حق پورا ادا کرتے تو اللہ تعالےٰ بھی اونکا حق پورا ادا کرتا صحیح بخاری و مسلم کی معاذ بن جبل کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کیسکو شریک نہ کریں اگر یہہ حق بندوں نے ادا کر دیا۔ تو بندوں کا حق اللہ پر یہہ ہے کہ وہ اونکو اپنے عذاب سے بچاوے۔ اس نصیحت کے بعد فرمایا۔ اے رسول اللہ کے تم اہل مکہ کو جتلا دو کہ اگر وہ اپنی بہتری چاہتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور بت پرستی چھوڑ کر خالص اللہ کی عبادت میں مصروف ہوجاویں ورنہ گھڑی گھڑی اونکو یہہ بات سناؤ کہ میں کھلم کھلا اللہ کے عذاب سے تم لوگوں کو ڈرانے آیا ہوں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور میری امت کے نافرمان لوگوں کی مثال ایسی ہے جسطرح ایک شخص آگ جلاوے اور آگ کی روشنی سے جنگل کے کیڑے پتنگے اوس آگ کے گرد جمع ہوکر اوسمیں گرنا شروع کردیویں اور چند وہ شخص اون کیڑوں پتنگوں کو اوس آگ میں گرنے سے روکے مگر وہ باز نہ آویں اسیطرح میں نافرمان لوگوں کی کمر پکڑ پکڑ کر دوزخ کی آگ سے بچانا چاہتا ہوں۔ مگر یہہ لوگ باز نہیں آتے اس آیتہ یا اس قسم کی اور آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم ہے کہ آپ اللہ کے عذاب سے لوگوں کو ڈراویں اس حکم کی تعمیل میں جو کچھ کوشش اور تندہی آپنے فرمائی یہہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے +

منزل ۱

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝
اسیطرح اون سے پہلوں کو جو رسول آیا یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ

اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ وَّ
کیا یہی کہہ مرے ہیں ایک دوسرے کو کوئی نہیں پر یہہ لوگ سرکش ہیں سو تو ہٹ جا ان کی طرف سے اب تجھ پر نہیں اولاہنا اور

ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
سمجھاتا رہہ کہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو

حاصل یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے صاحب شریعت نبیوں کا سلسلہ دنیا میں شروع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ سلسلہ ختم ہوا۔ اور حضرت نوح حضرت ہود حضرت صالح حضرت لوط حضرت شعیب کو جسطرح اونکی قوموں نے اور حضرت موسے کو فرعون اور اوسکی قوم نے اور حضرت عیسی علیہ السلام کو یہود نے جھٹلایا اور دیوانہ جادوگر بتلایا اوسکا ذکر بجگہ قرآن شریف میں گذر چکا ہے۔ اسیواسطے جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی ایذا دی اور جھٹلایا۔ اور جادوگر دیوانہ اور قرآن شریف اور معجزوں کو جادو کہنا شروع کیا۔ تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ بیت کے طور پر جسطرح بڑے چھوٹوں کو ایک بات کہدیتے ہیں وہی حال ان نبیوں کے جھٹلانے والی قوموں کا ہی کہ ایک زبان ہوکر سب کے سب ایک ہی بات کہتے ہیں پھر فرمایا کہ وصیت تو ایک دوسرے کو کیا کریں گے ایک قوم عذاب الہی سے جب اوجڑ چکی ہے جو اسکی بعد دوسری قوم پیدا ہوئی ہے۔ بلکہ ایک زبان ہوکر یہ سب کے سب اس لئے ایک ہی بات کہتے ہیں کہ یہ سرکش لوگ ہیں اور ان سب کا بہکانے والا شیطان ایک ہی ہے اسلئے وہ اگلے پچھلے سب کے کانوں میں ایک ہی بات پھونکتا ہے اور یہ سب ایک زبان ہوکر ایک ہی بات کہتے ہیں تو ہٹ آ۔ اون کی طرف سے تجھ پر نہیں ہے اولاہنا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب باوجود ہر وقت کی نصیحت کے یہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو اے رسول اللہ کے ان کی گمراہی کا تم پر کچھ الزام نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے اذکو پوری نصیحت کردی۔ اب تم زیادہ ان کے درپے نہو اللہ ان سے خود سمجھ لیوے گا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ جب یہ آیتہ کا یہ ٹکڑا نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو بڑا رنج ہوا۔ کیونکہ اونہوں نے جانا شاید اب عذاب آوے گا۔ لیکن آیندہ کی آیتہ میں وعظ نصیحت کا حکم نازل ہوجانے سے پھر سب کی تسکین ہوگئی۔ مسند امام احمد کی حضرت ابوامامہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ ایماندار آدمی کی نشانی یہ ہے کہ اوسکو دین کی اور نصیحت کی بات اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور جو باتیں دین میں منع ہیں اون سے اوسکا دل گھبرانے لگتا ہے۔ اسیواسطے اللہ تعالی نے ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول کی نصیحت سے فائدہ ایمان والوں کو ہی ہے یہ حدیث آیتہ کے اوس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ کیونکہ جس چیز کو جو شخص اچھا جانیگا وہی اوس سے فائدہ اوٹھاوے گا۔ ایک شخص ایک چیز کو اچھا ہی نہیں جانتا۔ تو وہ اوس چیز کو کام میں کیا لاویگا۔ اور اوس سے فائدہ کیا اوٹھاوے گا +

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا

اور سینے جنوانے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو میں نہیں چاہتا ان سے روزینہ اور

أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ○ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ○ فَإِنَّ

نہیں چاہتا کہ مجکو کھلائیں اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زور آور مضبوط سو ان

لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ○ فَوَيْلٌ
گنہگاروں کی بھی ڈول بھرا ہے جیسے ڈول بھرا اُن کے ساتھیوں کا اب مجھ سے شتابی نکریں سو خرابی ہے

لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ○
منکروں کو اپنے اُس دن سے جسکا ان سے وعدہ ہے

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ ملت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر ماں باپ اگر بُرے ہوئے تو اون کی صحبت سے وہ بچہ بگڑ جاتا ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جبتک بچہ بولنا سیکھتا ہے اوسوقت تک اوسکی حالت ملت اسلام پر ہونے کی قایم رہتی ہے۔ معنے اِس حدیث کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مثلاً انسان کو جسطرح آنکھیں دیکھنے کے لئے اور کان سننے کے لئے دیئے ہیں۔ اسیطرح ہر انسان کے دل میں حق بات کے قبول کرنے کی ایک صلاحیت رکھی ہے۔ اوسی صلاحیت پر ہر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اب جو لوگ علم ازلی الٰہی میں نیک قرار پا چکے ہیں وہ بڑے ہوکر اوس صلاحیت کے سبب سے نیک رستہ سے لگ جاتے ہیں۔ اور جو لوگ علم الٰہی میں بدقرار پا چکے ہیں وہ اِس صلاحیت کو کام میں نہیں لاتے بلکہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور طرح طرح کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اور اسی حال میں بغیر توبہ کے مرجاتے ہیں وہ علم الٰہی کے موافق اخیر کو دوزخی قرار پاویں گے۔ علم الٰہی کا نتیجہ کسی شخص کو دنیا میں معلوم نہیں اسلئے شریعت میں ہر شخص کو نیک کام کرنے اور بُرے کام سے بچنے کی تاکید ہے اب جو کوئی اسکے برخلاف عمل کرے گا۔ وہ مواخذہ کے قابل ہے کیونکہ دنیا کے پیدا کئے جانے سے پہلے علم الٰہی کا نتیجہ یہی ٹھہرا تھا کہ دنیا کے پیدا کئے جانے کی صورت میں جب بعضے لوگوں کو نیک و بدکا اختیار دیا جاکر دنیا میں پیدا کیا جاوے گا۔ تو یہ لوگ باوجود اللہ کے رسولوں کی فہمایش کے بدی سے باز نہ آوینگے اور آخر کو جہنم میں جاوینگے اب جبکہ دنیا میں آنے کے بعد بعضے لوگوں نے علم الٰہی کے نتیجہ کے موافق اعمال کئے تو اوس نتیجہ کے موافق سزا بھی اونکو بھگتنی چاہیے۔ حاصل یہ کہ علم الٰہی اور تقدیر الٰہی میں بغیر بُرائی کرنے کے کسی کے ذمہ کوئی بُرائی نہیں لگائی گئی ہے بلکہ بُرائی کے ظہور میں آنے سے پہلے مثلاً یہ بات علم الٰہی میں تھی کہ فرعون اور ابوجہل کو پیدا کرکے دنیا میں پیدا کیا جاوے گا تو یہ کمبخت اپنے نفس سے ایسی ایسی بُرائیاں کریں گے اور اون بُرائیوں کی سزا میں انکا ٹھکانا غیر کو دوزخ ہوگا۔ علم الٰہی کا یہی نتیجہ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اسیکا نام تقدیر الٰہی ہے۔ دنیا میں نیک و بد عمل کی آزادی ہر ایک کو اسلئے دی گئی ہے کہ دنیا نیک و بد کے امتحان کی جگہ ہے اگر اِسی آزادی میں کچھ مجبوری کا دخل ہوتا تو پھر امتحان باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ اسیواسطے قیامت کی

علامت کے ظاہر ہوجانے کے بعد ایک مجبوری کا وقت جب آجاوے گا تو اوسوقت کا ایمان اوسوقت کی توبہ کچھ قبول نہیں ہے۔ اِس حدیث اور آیتہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا مطلب ایک ہے اِسلئے یہ حدیث گویا اِس آیتہ کی تفسیر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اِن آیتوں میں اپنی عبادت کے ساتھ اپنی رزاقی کا ذکر جو فرمایا اوسکی تفسیر ترمذی ابن ماجہ صحیح ابن حبان مستدرک حاکم میں ابوہریرہ کی روایت سے حدیث قدسی میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص خالص دل سے میری عبادت میں لگا رہے گا۔ میں اوسکو روزی رزق سے تنگ حال نہ رکھوں گا۔ ترمذی نے اِس حدیث کو حسن اور حاکم نے اوسکو صحیح کہا ہے۔ اِس مضمون کی ایک حدیث قدسی ابی امامہ کی روایتہ سے مستدرک حاکم میں ہے اِسکو بھی حاکم نے صحیح کہا ہے۔ عرب میں لوگوں کے پاس غلام بہت تھے وہ لوگ اپنے غلاموں کو یا تو کسی کمائی کے کام میں لگا کر اوس آمدنی کو اپنے خرچ میں لاتے تھے یا اون غلاموں سے اپنے گھر کے کام کاج میں مدد لیتے تھے۔ اسیواسطے فرمایا کہ اِن دونوں باتوں میں سے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے کوئی بات نہیں چاہتا۔ وہ خود تمام عالم کا رازق ہے کسی کی کمائی کی اوسے کیا پروا ہے اسیطرح وہ ایسا صاحب قوت ہے کہ کسی کی مدد کا وہ اپنے کام میں محتاج نہیں۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے بعضے بندوں سے فرماویگا۔ اے شخص میں نے تجھ سے دنیا میں کھانا مانگا۔ تو نے مجھکو کھانا نہیں دیا میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھکو پانی نہیں دیا میں بیمار پڑا تو میری خیریت پوچھنے کو نہیں آیا۔ وہ شخص کہویگا یا اللہ تو بھوک پیاس بیماری۔ اِن سب باتوں سے پاک ہے میں کسطرح تجھکو کھانا پانی دیتا اور کیونکر تیری خیریت پوچھنے آتا۔ اوسپر اللہ تعالےٰ اوس اپنے بندے کو سمجھاوے گا۔ کہ دنیا میں میرا فلانا بندہ بھوکا تھا تو نے اوسکو کھانا نہیں دیا۔ اگر تو اوسکو کھانا دیتا تو وہ کھانا گویا مجھکو پہونچتا۔ اور آج اوسکا اجر تجھکو پہونچ جاتا۔ پھر اسیطرح پیاسے۔ اور بیمار کا ذکر فرماویگا اِس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کی ذات تو سب ضرورتوں سے بے پروا ہے۔ لیکن اوس نے اپنی مخلوق کی ضرورتوں کے رفع کرنے کو وہ مرتبہ دیا ہے جسکا ذکر اِس صحیح حدیث میں ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اِس مرتبے کے حاصل کرنے کی جانتک ہوسکے کوشش کرے۔ آخر سورہ میں اہل مکہ کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ لوگ عذاب کی جلدی گھڑی گھڑی کیا کرتے ہیں پچھلی امتوں کے عذاب کا حال ان کو سنادیا گیا۔ اگر اِن امتوں کی طرح یہ لوگ بھی نافرمانی سے باز نہ آئے تو ایک دن وہی خرابی انکے نصیب میں ہے۔ فقط وقت مقررہ آنے کی دیر ہے۔ ذنوب بڑے ڈول کو کہتے ہیں عرب کے ملک میں پانی کی قلت ہے اسواسطے قبیلہ کے کنوئیں میں سے ایک بڑا ڈول بھرا جاتا تھا۔ اور وہ

عشر ۲

پانی آیس میں حسب حصہ رسد بانٹ لیتے تھے۔ اسی سبب سے پھر رفتہ رفتہ ذنوب حصے کے معنے میں بولا جانے لگا۔

سورۃ الطور مکیۃ وھی تسع وأربعون آیۃ وفیھا رکوعان

یہ سورۃ مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝

قسم ہے طور کی اور لکھی کتاب کی کشادہ ورق میں اور آباد گھر کی

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝

اور اونچی چھت کی اور اُبلتے دریا کی بیشک عذاب تیرے رب کا ہونا ہے۔

مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝

اوسکو کوئی نہیں ہٹانے والا جسدن لرزے آسمان کپکپاکر اور پھریں پہاڑ چلکر

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ يَوْمَ

سو خرابی ہے اوسدن جھٹلانے والوں کو جو باتیں بناتے ہیں کھیلتے جسدن

يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝

دھکیلے جاویں دوزخ کو ڈھکیل کر یہ ہے وہ آگ جسکو تم جھوٹ جانتے تھے

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا

اب بھلا یہ جادو ہے یا تمکو نہیں سوجھتا بیٹھو اسمیں پھر صبر کرو یا نہ صبر کرو

سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تمکو برابر ہے وہی بدلا پاؤ گے جو تم کرتے تھے۔

طور وہ پہاڑ ہے جسپر موسے علیہ السلام نے اللہ تعالی سے باتیں کیں۔ کتاب مسطور کے معنے لوح محفوظ۔ کشادہ ورق لوح محفوظ کے صفحہ کو فرمایا۔ ہر ایک آسمان پر ہر آسمان کے فرشتوں کی عبادت کا ایک مکان بنا ہوا ہے۔ ساتویں آسمان کے فرشتوں کے عبادت کا مکان جو بنا ہوا ہے۔ اوسکا نام بیت المعمور ہے صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے اور صحیح مسلم میں انس بن مالک سے معراج کی ذکر کی جو حدیث ہے اوسمیں بیت المعمور کا بھی ذکر ہے۔ غرض کعبہ کی سیدھ پر یہ مکان ساتویں آسمان پر ہے۔ اور ساتویں آسمان

کے فرشتوں کا بھی کہہ ہے۔ سقف مرفوع کے معنے آسمان۔ اکثر سلف نے بحر مسجور کی یہی تفسیر کی ہے کہ قیامت کے دن دنیا کے دریا آگ ہو جائیں گے۔ اور آیتہ اذا البحار سجرت سے اس تفسیر کی تائید بھی ہوتی ہے اس قسم کے بعد فرمایا کہ جس نافرمانی کی حالت میں یہہ لوگ ہیں اسی حالت میں جو لوگ انہیں سے مرجاویں گے تو جس عذاب کا ان لوگوں سے وعدہ ہے وہ ضرور قیامت کے دن اسطرح انکو بھگتنا پڑے گا۔ کہ اوس عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا پھر فرمایا جس دنیا کی زندگی کے بھروسہ پر انسان اوس عذاب سے غافل ہے۔ وہ دنیا ہمیشہ رہنے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ آسمان پھاڑ جو آج ایسے مضبوط نظر آتے ہیں پہلا صور شروع ہوتے ہی آسمان پہلے لرزنے لگے گا۔ پھر پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اوڑ جائیگا پہاڑ اوڑتے پھریں گے پھر فرمایا اس دن حشر کے جھٹلانے والوں اور دین کی باتوں کو کھیل تماشا ٹھہرانے والوں کی بڑی کمبختی ہے کہ وہ جہنم ڈھکیل کر اللہ کے فرشتے اسنے کہیں گے۔ اب خوب آنکھیں کھولکر اوس آگ کو دیکھو جس سے ڈرانے کی نصیحت کو تم جھٹلاتے اور جادو بتلاتے تھے اب اس آگ میں تم کو جیتا جلانا یا اوسکی تکلیف پر صبر کرکے بیٹھ رہنا سب برابر ہے۔ اور تم کو جو سزا ملی ہے کچھ بلا سبب نہیں ہے۔ بلکہ دنیا میں جو تم نافرمانی کرتے تھے یہہ اوسکا خمیازہ ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسے اشعری سے روایتہ ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے احکام دین کو مینہ سے اور امت کے لوگوں کو زمین سے تشبیہ دی ہے۔ اور زمین کی تین قسمیں فرمائی ہیں۔ ایک کھیتی اور باغات کی زمین جسکو مینہ سے یہ فائدہ پہونچتا ہے کہ اوسمیں طرح طرح کے اناج اور میوہ جات پیدا ہوتے ہیں۔ اور پھر اون اناج کے بیج اور میووں کی گٹھلیوں سے آگے کی پیداوار کا سلسلہ چلتا ہے دوسرے وہ نشیب کی زمین جسمیں پانی اکٹھا ہو کر چشمے اور تالاب ہو جاتے ہیں اور اون سے آدمیوں اور جانوروں کو طرح طرح کا فائدہ پہونچتا ہے تیسرے وہ سخت زمین جسمیں یہ دونو باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اوسمیں جو مینہ برستا ہے وہ رائگان جاتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ زمین کی پہلی دو قسموں سے امت کے وہ لوگ مقصود ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے سلسلہ بسلسلہ خود بھی نفع دینی حاصل کیا۔ اور لوگوں کو بھی نفع دینی پہونچایا۔ بعضوں نے علم دینی کی تعلیم سے وہ بیج بویا جسکا سلسلہ اناج کے بیج اور میوہ کی گٹھلیوں کی طرح قیامت تک چلے گا۔ بعضوں نے علم دین کی کتابیں تصنیف کرکے اون کتابوں کو ایک چشمہ فیض بنایا۔ تیسرے قسم سے وہ لوگ مقصود ہیں جن کے دنیا میں پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالے نے اپنے علم ازلی میں یہہ جان لیا تھا کہ کوئی آسمانی کتاب رسولوں کی نصیحت ان لوگوں کے دلپر اثر نہ کرے گی۔ اور آخرکار اپنی نافرمانی کی سزا میں یہہ لوگ دوزخ میں جاوینگے۔ ان آیتوں میں اونہیں سے تیسری قسم کے لوگوں کے انجام کا ذکر ہے

ع ۲

اور یہہ حدیث اِن آیتوں کی گویا تفسیر ہے ۞

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ
جوڈر والے ہیں باغوں میں ہیں اور نعمت میں میوے کھاتے جو دیئے اُن کو رب نے اور بچا یا اُنکو
رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ ۝
اُنکے رب نے دوزخ کی مار سے کھاؤ۔ اور پیو رچتے بدلا اوسکا جو تم کرتے تھے
مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝
لگے بیٹھے تختوں پر برابر بچھی قطار اور بیاہ دیں ہم نے اونکو گوریاں بڑی آنکھوں والیاں

اوپر کی آیتوں میں اہل دوزخ کا ذکر فرما کر اِن آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا۔ اہل جنت کے لیے یہہ ہی ایک بڑی نعمت ہے کہ اون کی توحید کے طفیل سے اللہ تعالےٰ اون کے کمتر درجہ کے گناہ معاف فرما کر اونکو جنتی بنا دیوے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی عبداللہ بن عمر کی حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اپنے بعضے بندوں سے فرماوے گا۔ کہ جسطرح تمہارے گناہوں کو دنیا میں میں نے لوگو پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ آج بھی میں تمہارے اون گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ اسلئے جنت کی نعمتوں میں اللہ تعالےٰ نے دوزخ سے بچانے کی نعمت کا ذکر فرمایا۔ سرر مصفوفہ کے معنے حضرت عبداللہ بن عباس نے چھپر کھٹ کے کئے ہیں صحیح مسلم اور ترمذی میں ابو سعید خدری سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی لوگ جنت میں پہونچ جاویں گے تو اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ پکار کر یہہ کہوے گا۔ کہ اے اہل جنت اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہو گے ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی مرو گے نہیں ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہو گے۔ جنت کی نعمتوں کے باب میں ابو ہریرہ کی صحیحین کی روایتہ اوپر گذر چکی ہے کہ وہ نعمتیں نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دلمیں اونکا خیال گذر سکتا ہے۔ غرض نعمتیں وہ جنکا بیان نہیں ہو سکتا۔ اونکی ہمیشگی وہ جسکی انتہا نہیں اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے جب جنت نصیب کریگا اوسوقت اِن نعمتوں کی تفصیل معلوم ہو گی اب تو زبان اور قلم اِن کے بیان سے عاجز ہے ۞

منزل

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ
اور جو یقین لائے اور اونکی راہ چلے اونکی اولاد ایمان سے پہنچا دیا ہم نے اون تک اون کی اولاد کو اور

اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ کُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ ○ وَاَمْدَدْنٰھُمْ
گھٹایا نہیں اون سے اُن کا کیا کچھ ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے اور دیل لگا دیئے ہیں
بِفَاکِھَۃٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَھُوْنَ ○ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْھَا کَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْھَا وَلَا تَاْثِیْمٌ
اون کو میوے اور گوشت جس چیز کا جی چاہے چھینتے ہیں وہاں پیالہ نہ بکنا ہے اوس شراب میں نہ گناہ میں ڈالنا

عقبے میں ماں باپ اولاد کو اور اولاد سے ماں باپ کو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے فائدہ پہونچاوے گا۔ چنانچہ تفسیر ابن ابی حاتم اور طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ سے اس آیتہ کی تفسیر یوں ہے کہ قیامت کے دن بعضے جنتی لوگ جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے ماں باپ۔ اور بی بی بچوں کا حال فرشتوں سے پوچھیں گے کہ وہ سب کہاں ہیں فرشتے کہیں گے اون کے اعمال اس قابل نہ تھے کہ اس درجہ کی جنت میں وہ داخل ہوتے یہ جنتی لوگ اللہ سے دعا کرینگے۔ اوسپر اللہ تعالےٰ اون سب کو ایک جگہ اعلیٰ درجہ کی جنت میں اکٹھا کر دیوے گا۔ طبرانی کی سند میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمن بن عزدان ضعیف ہے۔ لیکن یہہ روایتہ مسند بزار میں بھی ہے۔ اوسمیں یہہ راوی نہیں ہے۔ اس واسطے یہہ روایتہ اور ابن ابی حاتم کی روایتہ سے طبرانی کی سند کا ضعف بھی ہلکا ہوجاتا ہے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعضے جنتی لوگوں کا درجہ ایکا ایک ہی بڑھ جاوے گا۔ وہ لوگ کہیں گے یا اللہ ہمارے اعمال تو اس قابل نہ تھے یہ ہمارا درجہ کیونکر بڑھا اللہ تعالےٰ فرماوے گا تمھاری اولاد نے تمھارے حق میں دعا کی تھی اسلئے تمھارا درجہ بڑھا ہے جس شخص کے تین یا دو نابالغ بچے مرجاویں۔ اوسکا جنتی ہونا اور حضرت ابوہریرہ کی صحیحین اور صحیح مسلم کی حدیث میں گذر چکا ہے اور مسند امام احمد اور ابوداؤد کی حضرت معاذ جہنی کی حدیث بھی اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ جنکی اولاد قرآن شریف پڑھکر اوسکی موافق عمل کرے گی اون کے ماں باپ کے سروں پر قیامت کے دن ایسا تاج رکھا جاوے گا کہ جسکی روشنی آفتاب سے بڑھکر ہوگی۔ اب آگے ماں باپ کی تسلی بھی فرمائی کہ اللہ تعالےٰ جنتی ماں باپ کی اولاد کو یہہ درجہ محض اپنی رحمت سے دیوے گا تاکہ اولاد کے اور ماں باپ کے ایک جگہ ہوجانے سے ماں باپ کا دل خوش ہوجاوے اس درجہ کے معاوضہ میں ماں باپ کے عملوں میں سے کوئی عمل نہ گھٹایا جاوے گا۔ معتبر سند سے تفسیر عبدالرزاق اور تفسیر ابن ابی حاتم میں امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کا جو قول ہے اوس کے موافق آیتہ کے یہی معنے ہیں جو بیان کیے گئے۔ ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے کا یہہ مطلب ہے

منزل ۹

کہ ہر شخص کا عمل اوس کے ساتھ ہے۔ اگر نیک عمل ہے تو نجات کا سبب ہے۔ ورنہ ہلاکت کا۔ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں معتبر سند سے براء بن عازب کی ایک بڑی حدیث ہے اِس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ منکر نکیر کے سوال وجواب کے بعد نیک شخص کی قبر میں ایک اچھی صورت کا آدمی آتا ہے۔ اور کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ یہ شخص اپنی عمل کی حالت سے خوش ہوکر قیامت کے جلدی قایم ہونے کی ہر وقت دعا مانگتا رہتا ہے اور بد لوگوں کا حال قبر میں اوس کے برعکس ہوتا ہے۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیتہ کے ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے سورہ مدثر میں آوے گا کہ جن کے نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ اپنے نیک عمل کے سبب سے رہائی پاویں گے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جن کے اعمال نامے اوسٹے ہاتھ میں دیئے جائینگے وہ اپنی کمائی میں پھنسے ہوئے رہجاویں گے اور سیدھے ہاتھ کے اعمال نامے والے حساب وکتاب۔ اور وزن اعمال تک ایک حالت منتظرہ میں رہکر پھر جنت میں چلے جاویں گے۔ غرض یہ ہے کہ ایک آیتہ مختصر ہے اور دوسری آیتہ مفصل دونوں آیتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے بیہقی نے معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ بیان کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جنت کے میوے جنت کے کھانے جنت کی شراب غرض جنت کی سب چیزیں دنیا کی سب چیزوں سے بالکل مزہ میں الگ ہیں دنیا کی چیزوں سے لفظ اون کے نام ملتے ہوئے ہیں اسلیئے جنت کے میوے اور کھانے وغیرہ کو دنیا کے میوے۔ اور کھانے سے تشبیہ دیگر کوئی تفسیر نہیں ہوسکتی۔ پھر فرمایا کہ دنیا کی شراب پینے کے بعد جسطرح آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور بیہودہ باتیں اوس کے منہ سے نکلنے لگتی ہیں جنت کی شراب میں یہ بات نہیں ہے جام شراب کا دور پہ دور چلے گا۔ اور کبھی کوئی بیہودہ بات کسی جنتی کے مونہہ سے نہ نکلے گی ✣

منزل

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ○ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

اور پھرتے ہیں اُن کے پاس چھوکرے اون کے گویا وہ موتی ہیں غلاف میں اور منہ کیا ایکون نے

عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ○ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ○

دوسری کی طرف آپس پوچھتے بولے ہم تھے اپنے گھر میں ڈرتے رہتے

فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ○ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ

پھر احسان کیا اللہ نے ہمپر اور بچایا ہمکو لو کے عذاب سے ہم آگے سے پکارتے تھے

نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ○

اسکو بیشک وہی ہے نیک سلوک رحم والا

جو موتی کام میں لایا جاوے وہ ذرا میلا ہو جاتا ہے۔ ان غلاموں کا رنگ ایسا آبدار ہوگا جیسطرح بے کام میں لایا ڈبیہ میں رکھا ہوا موتی آبدار ہوتا ہے۔ بعضے مفسروں نے لکھا ہے کہ مشرکوں کے نابالغ بچے جو مر جاتے ہیں، یہ وہی ہیں لیکن اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہہ روایۃ ضعیف ہے جنت میں اگرچہ غلام اور خدمتگار کی کچھ ضرورت نہیں وہاں سب کام اللہ کے حکم سے خود ہو جایا کریں گے لیکن عزت اور حشام بڑھانے کے لئے اونے اہل جنت کو اسی ہزار غلام دیئے جاویں گے۔ چنانچہ ترمذی میں ابو سعید خدری کی حدیث میں اسکا ذکر ہے اگرچہ ترمذی نے اس سند میں راشد بن سعد کو منفرد کہا ہے جو بعضے علماء کے نزدیک ضعیف ہے لیکن صحیح ابن حبان کی سند میں راشد بن نہیں ہے۔ اب آگے یہہ ذکر ہے کہ متقی لوگ دنیا میں عذاب سے ڈرا کرتے تھے اور اللہ تعالےٰ سے اوس عذاب سے بچانے کی دعا کیا کرتے تھے اوس حالت کو یاد کر کے جنت میں اوسکا تذکرہ یوں آپس میں کریں گے کہ اللہ بڑا غفور الرحیم ہے کہ اوس نے ہماری دنیا کی وہ التجا سن لی۔ اور ہمکو عذاب آخرت سے بچا لیا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایۃ ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندوں کا ذکر الٰہی سننے کو جو فرشتے زمین پر آتے ہیں۔ جب وہ آسمان پر جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ سے عرض کرتے ہیں یا اللہ تیرے بندے دوزخ کے عذاب سے خوف زدہ ہو کر اوس عذاب سے تیری پناہ چاہ رہے تھے اوسپر اللہ تعالےٰ فرماوے گا میں نے اون کو عذاب آخرت سے اپنی پناہ دی۔ حدیث کا یہہ ٹکڑا آیۃ کے اوس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ کیونکہ آیۃ کا اور حدیث کا مطلب یہہ ہے کہ جو شخص عذاب آخرت سے دنیا میں ڈرتا رہے گا۔ اللہ تعالےٰ آخرت میں اوسکو عذاب سے بچا دے گا۔ منزل ۶

فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُونٍ ۝ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ
اب تو سمجھا کہ تو اپنے رب کے فضل سے پریوں والا نہیں اور نہ دیوانہ کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے
نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ۝
ہم راہ دیکھتے ہیں اسپر گردش زمانہ کے تو کہہ تم راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھہ راہ دیکھتا ہوں
أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ
کیا اُن کی عقلیں یہی سکھاتی ہیں اُنکو یا لوگ شرارت پر ہیں یا کہتے ہیں یہ بات
تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝
بنا لایا کوئی نہیں پر اونکو یقین نہیں پھر چاہئے وے آویں کوئی بات اسیطرح کی اگر وہ سچے ہیں۔

تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایتیں ہیں کہ موسم حج میں باہر کے مسافر لوگ مکہ کو

آتے تھے اہل مکہ اون دنوں میں کچھ آدمی اطراف مکہ میں بٹھا دیتے تھے کہ وہ ان مسافروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح طرح سے مذمت کریں کسی سے کہدیں کہ یہ کاہن ہیں کسی سے کہدیں کہ یہ دیوانے ہیں کسی سے کہدیں کہ یہ شاعر ہیں۔ اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرو۔ بلکہ تم اللہ کے کلام کے موافق عام لوگوں کو نصیحت کرے جاؤ یہ لوگ جھوٹے ہیں اللہ نے اپنے فضل سے تم کو نبوت کی نعمت دی ہے تم اللہ کے رسول ہو۔ عرب میں شاعر بہت ہوتے تھے۔ اور عرب کا یہہ بھی ایک دستور تھا کہ ہجو کے ڈر سے شاعروں کے مونہہ پر اون کی مذمت نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ جن شاعروں کو مخالف سمجھتے تھے اون شاعروں کی موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر خیال کرکے اپنے قوم کے دستور کے موافق آپکی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اسلئے فرمایا کہ اپنے گمان میں یہہ لوگ اپنے آپکو بڑا عقل مند گنتے ہیں۔ اون کی عقل میں اتنی بات نہیں آتی کہ یہہ اللہ کا کلام نہ ہوتا تو یہہ لوگ جو عرب کے فصیح لوگوں میں کہلاتے ہیں اوس کے موافق کچھ کلام بنانے سے عاجز کیوں ہوجاتے۔ اور یہہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں سے کہدو کہ غیب کا یہہ حال تو کسی کو معلوم نہیں کہ کسکی موت کب آنے والی ہے۔ لیکن اے رسول اللہ کے اِن لوگوں سے یہہ کہدو کہ تم لوگ میری موت کا انتظار کرو میں تمھاری موت کا انتظار کرتا ہوں انجام ہر ایک کا معلوم ہوجائے گا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اللہ کے رسول کی موت کے انتظار کرنے والے بدر کی لڑائی میں ختم ہوگئے اور اللہ تعالےٰ نے اون آیتوں کے بعد اپنے رسول کی جو مدد کی اور اللہ تعالےٰ کی مدد سے اسلام کی جو کچھ ترقی ہوئی وہ ظاہر ہے۔ عرب میں مکہ کے لوگ بڑے عقلمند کہلاتے تھے اسلئے یہہ بھی فرمایا کہ اون کی عقلوں نے یہی اونکی رہبری کی ہے کہ یہ دیوانوں کی سی باتیں کرتے ہیں کبھی اللہ کے رسول کو دیوانہ کہتے ہیں اور کبھی شاعر حالانکہ دیوانہ وہ ہے جو معمولی باتیں بھی ڈھنگ سے نہیں کرتا۔ اور شاعر غیر معمولی دور دور کی باتوں کی تک بندی کرتا ہے پھر فرمایا کہ شیطان کے بہکانے سے بہک کر یہہ لوگ حد سے زیادہ سرکش ہوگئے ہیں۔ اور مر کر پھر جینے کا ان کو یقین نہیں اسواسطے یہہ لوگ ایسی خلاف عقل باتیں کرتے ہیں۔ کاہن جاہلی زمانہ میں وہ لوگ تھے جنات کی نذر و نیاز کرتے تھے۔ اور وہ جنات چوری سے آسمان پر کی کچھ باتیں سنکر اون کاہنوں سے آنکر کہدیتے تھے اور وہ آیندہ کی جھوٹ سچ خبریں لوگوں کو بتایا کرتے تھے +

منزل

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ۚ

کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ یا وہی ہیں بنانیوالے یا اُنھوں نے بنائے آسمان اور زمین

بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝
کوئی نہیں پر یقین نہیں کرتے کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی داروغہ ہیں۔
اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝
کیا اُن پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر سن آتے ہیں تو لے آوے جو سنتا ہے اُنہیں ایک سند کھلی
اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝
کیا اسکے یہاں بیٹیاں اور تمہارے یہاں بیٹے کیا تو مانگتا ہے اُن سے کچھ بدلہ سو اُنپر چٹی کا بوجھ ہے
اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ
کیا اونکو خبر ہے بھید کی سو وہ لکھ رکھتے ہیں کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا سو جو
كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝
منکر ہیں وہی آتے ہیں داؤ میں کیا اونکا کوئی حاکم ہے اللہ کے سوائے وہ اللہ نرالا ہے اُن کے شریک بتانے سے

قد افلح المومنون میں گذر چکا ہے کہ مشرک لوگ اللہ کے خالق اور رزاق ہونے کے قائل تھے۔ صرف اللہ کی توحید میں
منزل ۵ ان لوگوں نے فتور ڈال رکھا تھا اس لئے اللہ کے خالق اور رازق ہونے میں جتنی آیتیں قرآن شریف میں
ہیں سب استفسار کے طور پر ہیں۔ مثلاً ہل من خالق غیر اللہ وغیرہ۔ یہ استفسار ایسی جگہ پر ہوتا ہے جہاں
کسی واقف کار آدمی سے اوس کے قایل کرنے کے لئے پوچھا جاوے کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہ بات یوں ہے
ان آیتوں میں اسلئے فرمایا کہ یہ لوگ اگرچہ اللہ کے خالق و رازق ہونے کے قائل ہیں مگر جب اللہ کے
حکم کو نہیں مانتے تو اونکی سرکشی تو یہ جتلاتی ہے کہ یا تو یہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے
ہیں یا اونہوں نے اپنے آپکو خود پیدا کر لیا ہے۔ یہ لوگ دنیا میں بڑے عقلمند کہلاتے ہیں۔ اُنکو یہ سمجھنا چاہیئے
کہ کوئی کام بغیر کسی کام کے کرنے والے کے نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ خود بخود کیونکر پیدا ہو گئے۔ اسیطرح پیدا ہونے سے
پہلے یہ لوگ بالکل معدوم تھے۔ پھر معدوم شخص اپنے آپکو کیونکر موجود کر سکتا ہے۔ جب یہ دونو باتیں عقل
کے خلاف ہیں اور اللہ کے خالق رازق ہونے کے یہ لوگ قائل ہیں تو اللہ کے رسول بھی تو یہی نصیحت
کرتے ہیں کہ جو تنہا خالق و رازق ہے اوسکی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔ پھر فرمایا اللہ کے
خالق و رازق ہونے کی شہادت میں تو آسمان و زمین ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں انہوں نے
یا اون کے جھوٹے معبودوں نے کوئی آسمان و زمین پیدا کیا ہو تو لائیں دکھلائیں۔ اصل یہ ہے کہ انکے
جی میں عقبیٰ کا یقین نہیں ہے ورنہ اپنی عاقبت یہ ایسی خراب نہ کرتے۔ پھر فرمایا اللہ کے رسول کی

بد دعا سے ان پر رزق کی تنگی ہوئی اور سخت قحط پڑا وہ تو ان کو معلوم ہے ان کے یا ان کے جھوٹے معبودوں کے اختیار میں اللہ تعالےٰ کے خزانے تھے یا اللہ تعالیٰ کے انتظام کے داروغائی انکو یا ان کے جھوٹے معبودوں کو تھی تو پھر اونہوں نے اوس قحط کو کیوں نہیں رفع کیا جب ان کے جھوٹے معبودوں سے اتنا بھی نہو سکا تو پھر اونکو اللہ کے شریک ٹہرانے کا کیا حق ہے صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود کی روایتہ سے اس قحط کے قصہ کا ذکر آیا ہے پھر فرمایا جس شرک کو اونہوں نے حق اور ملتہ ابراہیمی ٹھرا رکھا ہے اللہ نے جو اپنے رسول پر آسمان سے وحی بھیجی ہے اسمیں تو اوسکی جا بجا مذمت ہے پھر کیا ان کے پاس کوئی آسمان تک سیڑھی ہے جس سے آسمان پر چڑھکر اونہوں نے یہ جان لیا کہ جس طریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ حق ہے اگر ایسا ہے تو اوسکو ثابت کیا جاوے ورنہ اللہ کے رسول کی نصیحت کو مان کر شرک کو چھوڑا جاوے۔ پھر فرمایا ان لوگوں کو اپنی عقل پر یہاں تک بھروسہ ہے کہ اپنی عقلی باتوں سے آسمانی وحی کے مقابلہ کو مستعد ہیں کیا عقلمند ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اپنی اولاد میں جب بیٹی ہو تو اوسکو برا سمجھتے ہیں اور اللہ کے فرشتوں کو یہ لوگ اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ کیا اللہ کے رسول اللہ کا کلام سنانے پر ان لوگوں سے کچھ اجرت مانگتے ہیں کہ اوس چٹی کے بوجھ سے یہ لوگ اللہ کا حکم سننے سے بھاگتے ہیں۔ پھر فرمایا کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے کہ اوسمیں سے اللہ کی مرضی کی باتیں یہ لکھہ لیتے ہیں اور انکو اپنا دین ٹھراتے ہیں اور وحی آسمانی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول پر جو دین کی باتیں اوترتی ہیں اونکو نہیں مانتے پھر فرمایا کہ یہ لوگ جو اللہ کے رسول کی وفات کے منتظر ہیں تو کیا اللہ کے رسول کے ساتھ کوئی ایسا فریب کرنے والے ہیں جس سے اللہ کے رسول کو کچھ ضرر پونہچے گا اگر ایسا کریں گے تو یہ بات ان لوگوں کو یاد رہے کہ ان کا وہ فریب ان ہی پر الٹ پڑیگا۔ اللہ کے رسول کو کچھ ضرر اوس سے نہ پونہچیگا یہ آیتہ قرآن شریف کے کلام الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی دلیل ہے کیونکہ یہ سورہ انفال میں گزر چکا ہے کہ قریش نے دار الندوا میں جمع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلواروں سے وار کرنے کا فریب جو سوچا تھا وہ عین ہجرت کی رات کا مشورہ تھا۔ اور یہ آیتہ ہجرت سے پہلے کی مکی ہے۔ ہجرت کی رات کے بعد جو حصہ قرآن شریف کا نازل ہوا وہ مکی نہیں کہلاتا۔ غرض ہجرت کی رات جو کچھ ہونے والا تھا اللہ نے اپنے رسول کو اوسکی خبر اس مکی آیتہ میں پہلے سے ہی دی ہے جو ایک معجزہ ہے سورہ انفال میں یہ بھی گزر چکا ہے۔ کہ قریش کے جتنے آدمی اس دار الندوہ کے مشورہ میں شریک تھے بدر کی لڑائی میں وہ سب مارے گئے اور اللہ تعالےٰ نے اس آیتہ میں جو فرمایا تھا کہ اللہ کے رسول کے مخالفوں کا فریب اوں ہی پر اولٹ پڑے گا آخر ویسا ہی ہوا کہ بجائے اس کے کہ وہ مخالف لوگ اللہ کے رسول پر تلواروں کا حملہ کرتے خود اون ہی مخالفوں پر تلواروں کا حملہ ہوکر وہ سیدھے جہنم کو چلے گئے پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان لوگوں کا کوئی جھوٹا معبود ایسا ہے کہ قیامت کے اللہ کے عذاب سے ان لوگوں کو چھوڑاوے پھر اخیر کو فرمایا اللہ کی شان ان سب شرک کی

منزل ۷

باتوں سے بالاتر ہے۔ اور مشرک لوگ اپنی ان شرک کی باتوں کا خمیازہ ایک دن بھگتنے والے ہیں صحیح بخاری و مسلم کی انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ جس دوزخی پر کم سے کم دوزخ کا عذاب ہوگا۔ اوس سے اللہ تعالے پوچھے گا۔ کہ اے شخص تیرے پاس ساری دنیا ہو تو اوسکو بدلے میں دیکر اس عذاب سے نجات چاہیگا وہ کہیگا کہ ہاں اللہ تعالیٰ فرماوے گا لے بدنصیب تجھ سے تو دنیا میں یہ ایک چھوٹی سی بات چاہی گئی تھی کہ تو شرک نہ کیجیو مگر تو نے نہ مانا۔ اب اللہ کا وعدہ ہے۔ کہ مشرک کی نجات نہیں ہوسکتی۔ یہ حدیث اور اس قسم کی اور حدیثیں آیتہ کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہیں کہ شرک کو اللہ کے عذاب سے کوئی چیز نہیں چھوڑا سکتی ۞

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا

اور اگر دیکھیں ایک ٹکڑہ آسمان سے گرتا کہیں بدلی ہے گاڑھی سو تو چھوڑ دے اونکو جبتک ملیں

يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

اپنے دن سے جسمیں اُنپر کڑاکا پڑیگا جس دن کام نہ آوے گا اون کو اُنکا داؤ کچھ اور نہ اُنکو مدد پہنچے گی

وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاصْبِرْ

اور ان گنہگاروں کو ایک مار ہے اسکے ورے پر بہت اُن کے نہیں جانتے اور تو ٹھیرا رہ

لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

اپنے رب کے حکم پر تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

منزل ۷

سورۂ انفال میں گزر چکا ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ اگر قرآن اور یہ دین سچا ہے تو اللہ ہم پر آسمان سے پتھروں کا مینہ برسا دے یا کوئی اور عذاب بھیجدے تاکہ اس دین کا سچا پن ہمکو معلوم ہو جاوے اور سورۂ بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے کہ قریش میں کے چند آدمیوں نے کہا تھا کہ عذاب کے طور پر آسمان کا کوئی ٹکڑا بھی ہم پر گر پڑے تو بھی اس قرآن پر ایمان نہ لائیں گے۔ غرض قریش کی ایسی ایسی باتوں کا اللہ تعالے نے یہ جواب دیا ہے کہ ان لوگوں کی ڈھٹائی اب یہاں تک بڑھگئی ہے کہ قوم عاد یا قوم شعیب کیطرح آسمان پر کوئی عذاب کا بادل کا ٹکڑا بھی ان کو نظر آوے گا تو جب بھی انہیں عذاب کا یقین نہ آوے گا۔ اور اس عذاب کے بادل کو جسطرح قوم عاد نے معمولی بادل بتلایا تھا۔ ویسا ہی یہ کہویں گے پھر فرمایا کہ جب ان لوگوں کی سرکشی اس درجے کو پہونچ گئی ہے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے سمجھانے اور نصیحت کرنے کا موقع اب باقی نہیں رہا وقت مقررہ آنے کی دیر ہے پھر ان کو ان کی سرکشی کی سزا مل جاوے گی۔ دنیا میں کچھ عذاب ان پر آویگا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ عذاب آخرت میں گرفتار رہویں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے دنیا کا عذاب بدر کی لڑائی میں

آیا کہ ستر آدمی بڑے بڑے سرکش قریش کے بڑی ذلت اور خواری سے اس لڑائی میں مارے گئے اور ستر قید ہوئے اور ہر ایک شخص کی آنکھیں تو اس قابل نہیں ہیں۔ کہ وہ دنیا کی آنکھوں نے عذاب آخرت کو دنیا میں دیکھ سکے۔ مگر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سرکشوں کے عذاب آخرت کا حال بھی دنیا میں دکھلا دیا۔ اسی واسطے آپ نے ان سرکشوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پا لیا۔ چنانچہ مسند امام احمد صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک کی روایتہ میں اس قصہ کا ذکر ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے رسول کی تسلی فرمائی کہ اگر ان لوگوں کی یہی سرکشی باقی رہی تو عذاب آخرت سے پہلے اپنر کوئی دنیا کا عذاب آجاوے گا وقت مقررہ تک حکم الٰہی کا انتظار اور اوسوقت تک صبر کرنا چاہئے بدر کی لڑائی کے وقت اس وعدہ کا ظہور ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے اللہ تعالے نے جتلا دیا تھا۔ کہ اس بدر کی لڑائی میں قریش پر آفت آویگی چنانچہ صحیح مسلم میں انس بن مالک کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ بتلا دی تھی کہ یہاں ابوجہل کی لاش پڑی ہوگی۔ اور یہاں فلاں شخص کی۔ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے ان مخالفتوں سے تمہاری جان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ یہاں کی سورۃ میں تو تو مختصر طور پر فرمایا۔ پھر مدنی سورہ سورہ مائدہ میں صراحت سے فرمایا۔ واللہ یعصمک من الناس۔ اس آیتہ کو نازل ہونے کے بعد آپ نے فرمادیا تھا کہ میری جان کی حفاظت اللہ تعالے کے ذمہ ہے۔ حضرت عائشہ کے ترمذی اور مستدرک حاکم کی روایتہ میں اسکا ذکر ہے۔ اگرچہ ترمذی نے اسکو غریب کہا ہے مگر حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے

منزل

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۝

اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں جبوقت اٹھتا ہو اور کچھ رات میں بول اسکی پاکی اور پیٹھہ دیتے وقت تاروں کے

ابوجعفر بن جریر نے کھڑے ہونے کی تفسیر سوتے سے اوٹھنے کے وقت کی کی ہے اور اس تفسیر کی تائید اون صحیح حدیثوں سے ہوتی ہے جو صحاح میں ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوتے سے اوٹھکر اکثر اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی سوتے سے اوٹھکر اللہ کی توحید بیان کرے۔ اور پھر دعا مانگے۔ تو اللہ تعالے اوس شخص کی دعا قبول فرماتا ہے۔ سفیان ثوری اور سلف نے کھڑے ہونے کی تفسیر کسی مجلس سے اوٹھنے کی کی ہے۔ اور دعا کفارۃ المجلس کی حدیث جو ترمذی وغیرہ میں ہے۔ اس تفسیر کی تائید میں پیش کی ہے۔ جسکو ترمذی نے صحیح کہا ہے۔ لیکن حقیقت میں بات یہ ہے کہ آیتہ کا مطلب عام ہے۔ اور دونوں قسم کی حدیثیں آیتہ کی تفسیر قرار پا سکتی ہیں رات کی تسبیح کی تفسیر اکثر مفسروں نے تہجد کی اور تاروں کے ڈوبنے کے وقت کی تسبیح کی تفسیر صبح کی دو سنت رکعتوں کی کی ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضہ سے روایتہ ہے کہ نفل نمازوں میں

سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی دو سنتوں کا خیال رہتا تھا۔ فقہ حنبلی میں یہ جو لکھا ہے کہ یہ دونوں رکعتیں واجب ہیں اسپر اور علماء نے صحاح کی اوس صحیح حدیث کے مضمون کے موافق اعتراض کیا ہے۔ جس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کو آپ نے رات دن میں پانچ نمازیں پڑہنے کا حکم دیا۔ اوس شخص نے کہا کہ میں اِس سے زیادہ کوئی نماز نہ پڑہونگا۔ آپنے فرمایا اِس سے زیادہ نفلی نماز ہے جسکے پڑہنے نہ پڑہنے کا تجھکو اختیار ہے۔ اِس حدیث سے علماء نے وتر کے واجب ہونے کے قول کو بھی ضعیف قرار دیا ہے ✣

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

یہ سورۃ اکثر سلف کے نزدیک مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝

قسم ہے تارے کی جب گرے بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ

یہ تو حکم ہے جو پہنچتا اسکو سکھایا سخت قوت والے نے زور آور نے پھر سیدھا بیٹھا اور وہ تھا

بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰۤى اِلٰى

اوپچے کنارے آسمان کے پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر رہا گیا فرق دو کمان کے برابر یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے

عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ

اپنے بندے پر جو بھیجا جھوٹ نہیں کہا دل نے جو دیکھا اب تم کیا اِس سے جھگڑتے ہو اسپر جو اُسنے دیکھا اور اُسکو اُسنے

نزلة اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ

دیکھا ہے ایک دوسرے اتار میں پرلے حد کی بیری پاس اُس پاس ہے بہشت رہنے کی جب چھا رہا تھا اس بیری پر جو

مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

چھا رہا تھا بہکی نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑہے بیشک دیکھے اُسنے اپنے رب کے بڑے معجزے

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝

بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ اور منات تیسرا پچھلا کیا تمکو بیٹے اور اُسکو بیٹیاں

تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ

تو تو یہ بانٹا بھونڈا یہ سب نام ہیں جو رکھ لیئے تمنے اور تمہارے باپ داداؤں نے اللہ نے نہیں اُتاری

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

اُن کی کوئی سند نہیں رہی ہی اٹکل پر چلتے ہیں اور جو جیو کی چاؤ ہیں اور پہنچی اوکو اُن

منزل ۷

مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي
رب سے راہ کی سوجھ کہیں آدمی کو ملتا ہے جو چاہو سو اللہ کے ہاتھ ہیں پچھلے اور پہلے اور بہت فرشتے ہیں
السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝
آسمانوں میں کام نہیں آتی اُن کی سفارش کچھ مگر جب حکم دے اللہ جس کے واسطے چاہے اور پسند کرے
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ وَمَا لَهُمْ بِهٖ
اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا۔ وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے زنانے نام اور اُنکو اسکی
مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝ فَاَعْرِضْ
کچھ خبر نہیں نری اٹکل پر چلتے ہیں اور اٹکل کام نہ آوے ٹھیک بات میں کچھ سو تو وہیان نکر
عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۝ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ
اسپر جو منہ موڑے ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا یہاں ہی تک پہنچی ہے اُنکی سمجھ
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝
تحقیق تیرا رب ہی بہتر جانے جو بہکا اُسکی راہ سے اور وہی بہتر جانے جو آیا راہ پر

منزل ۷

تاروں کے ڈوبنے کے وقت کی قسم میں جو کچھ قدرت کا بھید ہے وہ تو اللہ تعالےٰ کو ہی معلوم ہے لیکن اتنا تو ظاہر ہے۔ کہ جسطرح انسان کا سونا جاگنا ہر سال کھیتی کا کٹجانا اور اسی بیج سے دوسرے سال پھر پیداوار کا ہوجانا وغیرہ۔ جہاں یہ سب چیزیں اللہ کی قدرت اور حشر کا نمونہ ہیں۔ اسیطرح تاروں کا وقت مقررہ پر نکلنا اور وقت مقررہ پر چھپ جانا یہی اوس کی قدرت اور حشر کا ایک نمونہ ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام میں گزر چکا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسی نمونہ سے اللہ تعالےٰ کو پہچانا۔ ضال وہ شخص ہے جو جہل کے سبب سے بہکا ہوا ہو۔ بے راہ وہ جو جان بوجھ کے حق بات کو چھوڑ دیوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی اہل مکہ میں پلے۔ بڑے ہوئے اور نبوت سے پہلے اہل مکہ آپ پر دیوانگی یا جھوٹ کا کوئی الزام نہیں لگاتے تھے۔ اسیواسطے فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول جو تم لوگوں کے ہمیشہ کے رفیق ہیں اور تم کو ان کا ہر طرح کا حال خوب معلوم ہے نہ وہ دیوانے ہیں نہ ملت ابراہیمی سے کچھ بے راہ ہوئے ہیں نہ اپنی ذاتی غرض سے اونہوں نے خود یہ قرآن بنایا ہے۔ بلکہ آسمانی وحی کے ذریعہ سے اللہ کا جو حکم اونکو پہونچا ہے۔ وہی تمکو وہ سنا دیتے ہیں۔ اب بعد اس کے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حال فرمایا کہ وہ بڑے صاحب قوت ہیں۔ اون کی قوت کی سبب سے وحی کے لانے اور اللہ کے رسول تک پہنچانے میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہے۔ کیونکہ جبرئیل علیہ السلام کی قوت سے شیطان ڈرتا ہے۔ چنانچہ سورہ انفال میں گزر چکا ہے۔ کہ بدر کی لڑائی کے وقت پہلے شیطان سراقہ بن مالک کی صورت میں مشرکین کے لشکر میں موجود رہا جب لشکر اسلام کی مدد کو فرشتے آئے۔ اور شیطان نے جبرئیل کو

پہچانا تو بھاگ گیا۔ قوم لوط کے قصے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت کا ذکر گزر چکا ہے۔ کہ انہوں نے قوم لوط کے لاکھوں آدمیوں کے رہنے کی چار بستیاں اپنے ایک پر اوٹھا کر آسمان تک اون کو بلند کیا اور پھر اونکو اولٹ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اون کی اصلی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایکدفعہ شروع نبوت میں جو وحی کے رک جانے کا زمانہ تھا۔ اور دوسری دفعہ معراج کی رات سدرۃ المنتہی کے پاس اُن دونوں دفعہ کا ذکر ان آیتوں میں ہے پہلی دفعہ کے دیکھنے اور دوسری دفعہ کے دیکھنے میں دس برس کے قریب کا آگا پیچھا ہے۔ اور الشمس کورت معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے اس لیئے اوس میں فقط پہلی دفعہ کے دیکھنے کا ذکر ہے۔ اور یہہ سورۃ معراج کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس لیئے اسمیں دونوں دفعہ کا ذکر ہے پہلی دفعہ کے دیکھنے کا مختصر قصہ یہہ ہے۔ کہ اقرا کی اول آیتیں مالم یعلم تک نازل ہونے کے بعد تین برس کے قریب تک وحی بند رہی جسکا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج تھا اس رنج کے زمانہ میں آپنے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں آسمان کے مشرقی کنارے پر دیکھا۔ مشرقی کنارہ آسمان کا وہ ہے جہاں سے سورج نکلتا ہے۔ یہ کنارہ اوس کنارے سے بلند ہے جہاں سورج غروب ہوتا ہے اسلیے اوسکو اونچا کنارا فرمایا صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔ جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کے تذکرہ میں فرمایا کہ اسی زمانہ میں پہلے جو فرشتہ میرے پاس مقام حرا میں آیا تھا۔ اسکو میں نے زمین اور آسمان کے مابین میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا جس سے میں ڈر کر زمین پر گر پڑا ایک دفعہ دو تین دن کے لیئے وحی اور بھی رک گئی ہے جسکے بعد سورہ والضحے نازل ہوئی ہے وہ وحی کا رکاؤ اس کے علاوہ ہے بعضے راویوں کو ان دونو رکاؤں میں دھوکا ہو گیا ہے صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا تو حضرت جبرئیل کے چھ سو پر تھے۔ فاستوٰی وھو بالافق الاعلیٰ۔ کا مطلب وہی ہے جو جابر بن عبداللہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین و آسمان کے مابین میں آسمان کے مشرقی کنارہ پر جبرئیل علیہ السلام کو ایک کرسی پر سیدھا بیٹھے دیکھا۔ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی کا مطلب قتادہ وغیرہ مفسرین کے مشہور قول کے موافق یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آدمی کی صورت میں اوس آسمان کے مشرقی کنارہ سے اوتر آئے۔ اور زمین پر اوتر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے نزدیک آگئے کہ فقط دو گز یا اوس سے بھی کم کا فرق رہ گیا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق وحی پہونچائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق جسکو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں معتبر سند سے روایت کیا ہے۔ یہاں قاب کے معنے مقدار کے ہیں۔ اور قوس کے معنے گز کے بعضے مفسروں نے آیتہ کی تفسیریوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول محمد ﷺ

منزل ۷

صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا نزدیک ہوا کہ فقط دو گز یا اس سے بھی کم کا فرق رہگیا۔ یہ تفسیر انس بن مالک کی اوس حدیث کی بنا پر ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں شریک بن عبداللہ کی روایتہ سے ہے۔ لیکن زہری قتادہ وغیرہ ثقہ لوگوں نے انس بن مالک کی شریک بن عبداللہ کی روایتہ کے برخلاف روایتہ کیا ہے۔ اسلیئے شریک بن عبداللہ کی روایتہ کی صحت میں علما رکو کلام ہے۔ ماکذب الفواد ما رای کا مطلب حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری آنکھوں سے دو دفعہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا اوسیطرح اللہ تعالے نے آپ کے دلمیں ایک قوت بصارت جو پیدا کی تھی اوس دل کی بصارت سے آپنے اللہ تعالے کو دو دفعہ دیکھا۔ اب تم کیا اوس سے جھگڑتے ہو اسپر جو اوس نے دیکھا اسکا مطلب یہ ہے کہ معراج سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جبرئیل علیہ السلام کو اون کی اصلی صورت میں دیکھا تھا اسکا اور معراج کا مشرکین مکہ انکار کرتے تھے۔ اوسپر اللہ تعالے نے اون مشرکین کی تنبیہ فرمائی کہ بیت المقدس کی جن چیزوں کا حال تم لوگوں نے پوچھا اللہ کے رسول نے وہ سب حال تم سے صحیح صحیح بیان کردیا جسکو تم لوگ جھٹلا نہ سکے پھر اللہ کے رسول اللہ کی قدرت سے عادت کے خلاف جسطرح ایک دم میں بیت المقدس پہونچ گئے۔ اور بیت المقدس کی سب چیزوں کو دیکھا اوسیطرح اوس رات میں آسمان کے اور عجائبات بھی اونہوں نے دیکھے اون کی دیکھی ہوئی چیزوں کو اوپری باتوں کے جھگڑے نکالکر جو تم لوگ جھٹلاتے ہو یہہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بیت المقدس کی حالت نے تمہارے سب اوپری باتوں کی جڑ اوکھیڑ دی ہے۔ اب تمہارا کیا مونہہ ہے کہ تم دیکھی ہوئی باتوں کے مقابلہ میں اوپری باتوں سے جھگڑا نکالو۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معراج کی اور باتوں کی تصدیق کے لیئے اپنی دیکھی ہوئی بیت المقدس کی چند چیزوں کا حال جب قریش نے مجھ سے پوچھا تو مجھکو اس بات کا خیال ہوا کہ صرف معراج کی رات ایک ہی دفعہ میں نے بیت المقدس کو دیکھا ہے اور یہہ لوگ بارہا اودہر کا سفر کرچکے ہیں ایسا نہو کہ میری یاد میں اور ان کی دیکھنے میں کچھہ اختلاف پڑجائے لیکن اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے اوسوقت بیت المقدس کو میری نگاہ کے سامنے کردیا۔ اور میں نے قریش کی سب باتوں کا جواب ایسا دیدیا کہ وہ کسی بات کو جھٹلا نہ سکے۔ اس آیتہ میں قریش کے قایل کرنے کا مختصر جو ذکر ہے یہہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے۔ بیت المقدس کی حالت کی تصدیق کے بعد اہل مکہ کو معراج کی باتوں کے جھٹلانے کا موقع باقی نہیں رہا تھا۔ اسلیئے معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہے کے پاس جبرئیل علیہ السلام کو اون کی اصلی صورت میں جو دیکھا تھا اوسکا ذکر فرمایا تاکہ اہل مکہ جان لیویں کہ جسطرح معراج کی رات کا جبرئیل علیہ السلام کا دیکھنا ہے ویسا ہی اوس سے پہلے کا ہے۔ سدرۃ المنتہے کا یہ نام پڑی صدی بیری اس لیئے قرار پایا کہ اس بیری کی پہ لی طرف کا حال کسیکو معلوم نہیں فرشتوں کی معلومات کی یہ بیری کا منتہے

منزل ۶

گویا حد ہے۔ اکثر روایتوں کے موافق یہ بیری کا پیڑ ساتویں آسمان پر ہے۔ بعضی روایتوں میں چھٹے آسمان پر جو اسکا ذکر ہے۔ بعضے علما نے تو اسکو راوی کا سہو بتلایا ہے۔ بعضوں نے دونوں روایتوں میں یوں مطابقت کی ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان پر ہے اور ٹہنیاں ساتویں آسمان پر جنت الماوی ٰ جو ٹھکانا رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جو جنت ہے وہ جبرئیل علیہ السلام کے رہنے کی جگہ ہے۔ اور شہیدوں کی روحیں بھی آسیں رہتی ہیں اس لیئے اس جنت کا نام جنت الماوی ٰ ہے۔ اس بیری کے پیڑ پر طرح طرح کے رنگ تھے اونکو تو آپنے فرمایا مجھے معلوم نہیں وہ کیا رنگ اور کس چیز کے تھے اوس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا اوسکو آپنے فرمایا کہ وہ ایک طرح کے سونے ہی جانور اور فرشتے تھے۔ پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جن چیزوں نے اوس بیری کے پیڑ کو ڈھانک رکھا ہے۔ اور اس ڈھانکنے سے جو زینت اور خوبی اوس بیری کے پیڑ میں پیدا ہوگئی ہے اوس کا بیان کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے یہ سب باتیں اس بیری کے متعلق صحیح حدیثوں میں ہیں اور وہ حدیثیں آیتہ کی گویا تفسیر ہیں آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال کا ذکر فرمایا ہے کہ اگرچہ آپنے آسمانوں پر جنت دوزخ اور بہت سے عجائبات دیکھے مگر اصلی خیال آپ کا رسالت کے کام کی طرف متوجہ رہا۔ اس لیئے ان عجائبات کیطرف آپ کی نظر زیادہ مائل نہیں ہوئی چنانچہ جو توجہ آپنے ۵۰ نمازوں کے معاف کرانے میں حضرت موسےٰ کے مشورہ کے موافق مصروف کی وہ توجہ عجائبات کے دیکھنے میں نہیں کی اب جن مفسروں نے یہ لکھا ہے کہ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ یہ حضرت عائشہ کی روایتہ ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ اس کے مخالف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ میں خود اللہ تعالےٰ کے دیکھنے کا ذکر ہے امام نووی اور امام حافظ ابن خزیمہ وغیرہ نے حضرت عائشہ کے قول پر یہہ اعتراض بھی کیا ہے۔ کہ حضرت عائشہ نے کوئی مرفوع حدیث اس باب میں اپنے قول کی تائید میں ذکر نہیں کی اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے مقابلہ میں حضرت عائشہ کا قول مقبول نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تفسیر کے باب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کا زیادہ اعتبار ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں امام نووی کے اس اعتراض پر بڑا تعجب ظاہر کیا ہے اور حقیقت میں تعجب کی بات ہے۔ کہ خود صحیح مسلم میں حضرت عائشہ کی روایت کی مرفوع حدیث موجود ہے اور امام نووی نے اسی حدیث کی شرح بھی کی ہے جس حدیث کا حاصل یہہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں امت کے سب لوگوں سے پہلے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو پوچھا اور آنحضرت نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل کو جو میں نے اصلی صورت میں دیکھا سورہ نجم میں اوسیکا ذکر ہے پھر باوجود اس کے امام نووی نے حضرت عائشہ کے قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت عائشہ سے کوئی مرفوع روایتہ اس باب میں نہیں ہے۔ یہی وجہ حافظ ابن حجر کے تعجب کی ہے۔

منزل

حافظ ابن حجر نے حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے قولوں کے اختلافات کو یوں رفع کر دیا ہے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتیں ہیں ان میں انہوں نے صاف بیان کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ایک قوت بصارت پیدا کی تھی اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی معمولی آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالےٰ کے نہ دیکھنے میں حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عباس دونو متفق ہیں رہا خاص معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالےٰ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھنا یہ اکثر سلف کی روایتوں سے نہیں پایا جاتا حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس مسئلہ کا یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سورۃ میں تو جبرئیل علیہ السلام کی قربت اور رویت کا ذکر ہے لیکن معراج کی حدیثوں میں اللہ تعالیٰ کی قربت اور رویت کا ذکر ہے۔ معراج کی حدیثیں سورہ بنی اسرائیل میں گذر چکی ہیں اللہ تعالےٰ نے معراج کا اور معراج کی رات آنحضرت نے اللہ تعالےٰ کی قدرت کی طرح طرح کی نشانیاں جو دیکھیں اوسکا ذکر فرمایا اور پھر قریش میں کے بت پرست لوگوں کی بتوں کی مذمت فرمائی اور فرمایا اللہ کے رسول جو نصیحت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اللہ کے حکم کے موافق ہے۔ اللہ کے حکم میں کہیں بت پرستی کی اجازت نہیں ہے شیطان کے بہکانے سے ان بت پرستوں نے یہ بت پرستی اپنی طرف سے تراش لی ہے۔ پھر آخر کو نتیجہ کے طور پر یہ فرمایا کہ ان لوگوں کی نادانی کا یہ حال ہے کہ اللہ کے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتلاتے ہیں۔ اور جس خدا نے سب کچھ پیدا کیا اوس خدا کی عبادت میں اپنے ہاتھ کے بناتے ہوئے بتوں کو شریک کرتے ہیں۔ اور اگرچہ آسمانوں کا حال انکو معلوم نہیں۔ لیکن جب اللہ کے رسول نے تفصیلی حال معراج کا اور آسمانوں کا بیان کیا تھا۔ تو اون کو عقل دوڑانی چاہیئے تھی۔ کہ بغیر تائید غیبی کے اسطرح غیب کا حال کون بیان کر سکتا ہے۔ لیکن بجائے اس عقل دوڑانے کے اونہوں نے یہ کیا کہ ملک شام اور مسجد بیت المقدس کی جو چیزیں ان لوگوں کی دیکھی ہوئی تھیں اور اللہ کے رسول نے معراج کے سفر میں سے ان چیزوں کا مفصل حال ان لوگوں سے بیان کر دیا جب بھی ان لوگوں نے نافہمی سے معراج کو سچا نہ جانا۔ اور طرح طرح کے وہم اور گمان کے شبہات اپنے نکالتے رہے آخر کو فرمایا کہ راہ پر آنے والوں کو اور گمراہ ہونے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے یہ لچن ان لوگوں کے گمراہی کے ہیں اے رسول اللہ کے تمکو ان لوگوں کی باتوں کا کچھ خیال نکرنا چاہیئے۔ یوں تو مکہ میں کچھ اور بھی تین سو بت تھے جن کی پوجا ہوتی تھی لیکن جن تین بتوں کا نام ان آیتوں میں ہے یہ زیادہ مشہور تھے۔ اس لیئے ان ہی کا ذکر فرمایا جس میں یہ تنبیہ ہے کہ اللہ کی قدرت کی تو سینکڑوں نشانیاں اللہ کے رسول نے آسمانوں پر معراج میں دیکھیں اور ہزاروں نشانیاں زمین پر سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں ان بتوں نے کیا پیدا کیا جو یہ بت پرست لوگ ان بتوں کو اللہ کا شریک ٹھیراتے ہیں۔ اول تو مشرکین مکہ قیامت کے قائل ہی نہ تھے۔ لیکن قیامت کا

منزل ۷

قایم ہونا فرضی طور پر مانکر یہ کہتے تھے کہ اگر قیامت قایم ہوئی بھی تو جن بتوں کو ہم پوجتے ہیں۔ یہ نیک لوگوں کی مورتیں ہیں وہ نیک لوگ ہماری شفاعت کرکے ہمکو دوزخ کے عذاب سے چھوڑا لیویں گے۔ اِس کے جواب میں اللہ تعالے نے فرمایا کہ انسان تو انسان اللہ کے فرشتے جو ہر وقت اللہ کی جناب میں حاضر رہتے ہیں وہ بھی مشرک کی شفاعت نہیں کر سکتے کیونکہ شفاعت کے لیئے اللہ کی اجازت ضروری ہے۔ مشرک کی شفاعت کے لیئے اللہ کی اجازت ممکن نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالے نے صاف فرما چکا ہے کہ جو مشرک بغیر توبہ کے مرجاوے گا اوسکی بخشش نہو گی ؛

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں تا وہ بدلا دیوے برائی والوں کو اُنکے کیے کا اور بدلا دیوے

اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

بھلائی والونکو بھلائی سے جو لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بیحیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی بیشک تیرے رب کی

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ

بخشش میں سمائی ہے وہ تمکو خوب جانتا ہے جب بنا نکالا تمکو زمین سے اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں

اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

سو مت بولو اپنی ستھرائیاں وہ بہتر جانے اِس سے جو بچ چلا

منزل ۷

حاصل مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین میں ہر طرح کی حکومت اور بادشاہت اللہ تعالی کی ہے۔ اور اللہ تعالے نے آسمان و زمین کو بے فائدہ کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کیا۔ بلکہ اِس لیئے پیدا کیا ہے۔ کہ اِس جہان کے بعد پھر دوسرا جہان پیدا کیا جائے اور اوسمیں نیک و بد کی جزا و سزا کی جاوے۔ پھر نیکوں کی نشانیاں بتلائی کہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔ کبیرہ گناہ کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جس گناہ پر حد شرعی ہے یا عقبے میں جس گناہ پر عذاب کا وعدہ آیا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔ جس کبیرہ گناہ کی شریعت میں مذمت زیادہ ہے وہ فاحشہ ہے۔ مثلاً ہمسایہ کی عورت سے بدکاری کرنا۔ بالنسبت عام بدکاری کے اسکی مذمت شریعت میں زیادہ ہے۔ غرض فاحشہ کو خاص قسم کے گناہوں میں منحصر کر دینا اکثر علماء کے برخلاف ہے۔ جمہور مفسرین نے لفظ لمم کے معنے صغیرہ گناہ کے لیئے ہیں۔ اور بعضے مفسروں نے لمم کے معنے گناہ کے ارادہ اور قصد کے بھی کیئے ہیں۔ اسواسطے تینوں ترجموں میں یہاں اختلاف ہے۔ فارسی۔ اور اُردو کا مرادی ترجمہ جمہو کے قول کے موافق ہے اور اُردو کا لفظی ترجمہ بعضے مفسروں کے قول کے موافق ہے حضرت عبداللہ بن عباس نے صغیرہ گناہ کی تعریف یہ کی ہے کہ جس گناہ پر حد شرعی دنیا میں اور عذاب کا

وعدہ آخرت میں نہو وہ گناہ صغیرہ ہے۔ حاصل معنے آیتہ کے یہہ ہیں کہ جو لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہونگے اگر اُن سے کچھ صغیرہ گناہ ہوجائیں گے تو اور نیک عملوں کے طفیل سے وہ صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہوجائینگے چنانچہ فرمایا۔ ان الحسنات یذہبن السیئات اور کبیرہ گناہ کرکے کوئی شخص دنیا میں توبہ کرے گا تو اللہ تعالےٰ معاف کرنے والا ہے۔ اور اوسکی رحمت بہت بڑی ہے اور کبیرہ گناہ کرکے بغیر توبہ کے کوئی شخص مرجاوے گا اور وہ کبیرہ گناہ شرک سے کم درجہ کا ہوگا تو بھی اللہ چاہے گا تو بخش دیوے گا۔ غرض انسان کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے جب اولاد آدم کو اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کی پشت سے نکالا تھا۔ اوسیوقت اللہ تعالےٰ نے فرمادیا ہے کہ یہ گروہ جنتیوں کا ہے اور یہ گروہ دوزخیوں کا۔ اور ہر ایک انسان کا بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اوسیوقت اوسکا نیک و بد عمل اور خاتمہ کا حال اللہ کے حکم سے اللہ کا فرشتہ لکھ لیتا ہے۔ اسواسطے فرمایا کہ کسیکو اپنے متقی ہونے پر غرور نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ جسکا انجام اور خاتمہ متقیوں کے ساتھ ہونے والا ہے اللہ تعالےٰ کو ہی خوب معلوم ہے صحیح مسلم میں زینب بنت ابی سلمہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی نے اپنی لڑکی کا نام نیکی رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس لڑکی کا نام بدل کر زینب رکھدیا۔ اور فرمایا جسکا انجام نیک ہونے والا ہے اوسکا حال اللہ کو ہی خوب معلوم ہے صحیح بخاری صحیح مسلم مسند امام احمد ابو داؤد ابن ماجہ وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی شخص کسی شخص کے نیک اور متقی ہونے کی تعریف کرے تو اوسکو چاہیئے یہہ کہہ دیوے کہ میں اپنے گمان میں اوس شخص کو نیک اور متقی جانتا ہوں اور اصل حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ترمذی ابوداؤد موطا وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہہ ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت جب جنتی ہونا اور دوزخی ہونا تقدیر الٰہی پر منحصر ہے تو عمل سے آخر کیا فائدہ ہے۔ آپنے فرمایا جو لوگ علم الٰہی میں جنتی ٹھہر چکے ہیں مرنے سے پہلے وہ کچھ بدعمل بھی کرلیویں تو ممکن ہے لیکن خاتمہ اون لوگوں کا ضرور نیک حالت پر ہوتا ہے۔ اور جو لوگ علم الٰہی میں دوزخی ٹھیر چکے ہیں بیچ میں وہ لوگ کچھ نیک عمل بھی کرلیویں تو ممکن ہے۔ لیکن خاتمہ ایسے لوگوں کا ضرور بری حالت پر ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہی کہ شریعت میں خاتمہ کا بڑا اعتبار ہے اور خاتمہ ہی کو علم الٰہی کا نتیجہ شرع میں قرار دیا گیا ہے اس لیے اس آیتہ میں اللہ نے خاتمہ سے پہلے متقی ہونے کے غرور سے منع فرمایا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کسیکو اپنا آخری وقت معلوم نہیں کہ موت کب اور کونسی گھڑی آجاوے۔ اسواسطے جہانتک ہوسکے آدمی کو ہر وقت نیک کام میں لگا رہنا چاہیئے تاکہ جب آخری وقت ایک دم کے دم میں آجاوے وہ ہی نیک حالت کا ہو ۞

منزل ۷

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ۝ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ۝ أَعِندَهُۥ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ۝

بھلا تو نے دیکھا اسے جسنے منہ پھیرا اور لایا تھوڑا سا اور سخت نکلا کیا اُس کے پاس خبر ہے غیب کی سو وہ دیکھتا ہے

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۝ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۝ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۝
کیا اسکو خبر نہیں پہنچی جو ہے ورقوں میں موسے کے اور ابراہیم کے جنے پورا اُترا کہ اوٹھاتا نہیں اُٹھانیوالا بوجھ کسی دوسرے کا

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۝ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ۝
اور یہہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا اور یہ کہ اُسکی کمائی اُسکو دکھائی ہے پھر اُسکو بدلا دیا ہے اُسکا پورا بدلا

تفسیر مقاتل تفسیر ابن جریر تفسیر خازن وغیرہ میں جو مجاہد وغیرہ سے روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں سے ایک شخص ولید بن مغیرہ اسلام کی طرف مائل ہوگیا تھا۔ اسکا یہ حال دیکھہ مشرکین مکہ نے اوسکو طرح طرح سے بہکایا اور اون میں سے ایک شخص نے ولید سے یہہ بھی کہا کہ تو مجکو اتنے روپے دیدے اور اسلام سے پھر جا اگر قیامت سچ ہوئی اور اسلام سے پھر جانے کے بدلہ میں ترے اوپر کچھہ عذاب ہوا تو وہ عذاب میں اپنے ذمہ لے لوں گا اس بہکانے سے ولید اسلام سے پھر گیا۔ اور اس بہکانے والے شخص سے جسقدر روپے ٹھہرے تھے اوسمیں سے کچھہ تو اوس شخص کو دیئے اور کچھہ روک رکھے اوس پر اللہ تعالے نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور پہلے تو ولید کے حق میں فرمایا اسے رسول اللہ کے اس شخص کا حال دیکھنے کے قابل ہے۔ کہ یہ راہ راست پر آکر اپنی بے وقوفی سے اوس سے پھر گیا۔ اور پھر وہ بیوقوفی ہی ادھوری چھوڑ دی کہ اوس جھوٹے قرار داد کے روپے بھی پورے ادا نہیں کیئے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اوس قرار داد کے روسے بھی اس نے اپنے آپ کو عذاب سے پورا سبکدوش نہیں کیا اوس کے بعد اوس بہکانے والے شخص کے حق میں فرمایا کہ کیا اسکو علم غیب ہے۔ کہ ایک شخص کا عذاب دوسرا شخص اپنے ذمہ لیلوے تو یہہ ذمہ داری صحیح ہو جاتی ہے۔ شریعت محمدی کے تو اہل مکہ منکر تھے۔ لیکن سوائے شریعت محمدی کے اہل مکہ کے نزدیک اوس زمانہ میں دو شریعتیں مشہور تھیں ایک تو توراۃ کے موافق شریعت موسوی دوسرے مشرکین مکہ برائے نام اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کہتے تھے۔ اسلیئے فرمایا کہ ان دونو مشہور شریعتوں میں بھی اسطرح کی ذمہ داری کے صحیح ہونے کا کہیں پتا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ان دونو شریعتوں میں یہہ ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کے گناہوں کا بوجھہ دوسرا نہ اوٹھاوے گا۔ ہر شخص اپنا کیا خود بھگتے گا۔ اور اپنے کیئے کا پورا پورا بدلہ پاوے گا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پوری پوری کی اس لیئے ابراہیم الذی وفی فرمایا۔ ابو جعفر ابن جریر نے وفی کے یہی معنے قتادہ وغیرہ کی روایت سے بیان کیئے ہیں جنکا ذکر کیا گیا۔ مفسروں نے وان لیس للانسان الا ما سعی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیتہ میں کا فر انسان مقصود ہے۔ کلمہ گو گناہ گاروں کی شفاعت کے باب میں جو صحیح حدیثیں ہیں اون سے اور اس قسم کی اور آیات اور حدیثوں سے اس تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے اسلیئے یہی تفسیر صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس تفسیر سے تمام آیات اور احادیث میں

منزل

مطابقت اچھے طرح ہو جاتی ہے۔ مثلاً اس آیتہ اور حدیث ابوہریرہ سے جو سب صحاح کی کتابوں میں ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی۔ اور استغفار کی اجازت نہیں دی۔ اور آیتہ والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اور حدیث بریدہ جو صحیح مسلم مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قبرستان کی زیارت کے وقت اہل ایمان صاحب قبور کے لیے مغفرت کی دعا کی اجازت دی ہے۔ ان سب آیات اور حدیثوں کو ایک جگہ کیا جاوے تو انمیں ایک طرح کا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے لیکن مغفرت کی دعا کی آیات اور حدیثیں اہل اسلام کے حق میں اور مما لغت کی آیات اور حدیثیں غیر اہل اسلام کے حق میں سمجھی جاویں تو پھر یہہ اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔ اور سب آیات اور احادیث میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور حاصل مطلب یہ ٹھہرتا ہے کہ اہل اسلام کو مرنے کے بعد دوسرے شخص کے نیک عمل کا فائدہ پہونچتا ہے۔ غیر اہل اسلام کو نہیں پہونچتا۔ کیونکہ اوس کے کفر کے سبب سے خود اوسکی ذات کو نیک عمل کا نہ کچھ ثواب اوسکو ملتا ہے نہ دوسرے شخص کے عمل کا چنانچہ سورہ فرقان میں گذر چکا ہے کہ قیامت کے دن اہل کفر اور ریاکاروں کے عمل کچھ کام نہ آویں گے ✣

منزل ۷

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا ۝

اور یہہ کہ تیرے رب تک پہنچنا ہے اور یہہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رولاتا اور یہہ کہ وہی ہے ماتا اور جلاتا

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی ۝ وَاَنَّ عَلَیْهِ

اور یہہ کہ اُسنے بنایا جوڑا نر اور مادہ ایک بوند سے جب ٹپکائی اور یہہ کہ اسپر

النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ۝ وَاَنَّهٗ

لازم ہے دوسرا اُٹھانا اور یہہ کہ اُسنے دولت دی اور پونجی اور یہہ کہ وہی ہے رب شعری کا اور یہہ کہ

اَهْلَكَ عَادَا ِ الْاُوْلٰی ۝ وَثَمُوْدَا فَمَاۤ اَبْقٰی ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ

کیا ویسے عاد اگلے اور ثمود پھر باقی چھوڑا اور نوح کی قوم پہلے اس سے وہ تو تھے اور ہی

اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ۝ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ۝ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ۝

ظالم اور سرکش اور اُلٹی بستی کو پٹکا پھر اسپر چھایا جو چھایا اب تو کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلائیگا۔

تیرے رب کی طرف پہونچنا ہے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اور انسان کی تمام ضرورت کی چیزوں کو جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا یہ سب تو ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے ہے اب جبکہ دنیا میں ہر صاحب عقل۔ مثلاً

سکان کا بنانا باغ کا لگانا۔ اور اس قسم کے جو کام کرتا ہے وہ کسی نتیجہ کو پیش نظر رکھ کر کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی شان اور حکمت سے یہ بعید ہے کہ اوس نے دنیا کے اتنے بڑے کارخانہ کو بغیر کسی نتیجہ کے یوں ہی بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ دنیا کا سارا کارخانہ اسلئے پیدا کیا گیا ہے کہ دنیا بھر کے نیک و بد کے حساب اور جزا و سزا کے لیئے تمام مخلوق کو ایک دن اللہ تعالےٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا تاکہ دنیا کا پیدا کیا جانا بے ٹھکانے نہ رہے جو لوگ اس کے منکر ہیں اون کی عقل ٹھکانے نہیں ہے مسند بزار اور طبرانی کی معاذ بن جبل کی صحیح حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ عمر اور جوانی کس کام میں صرف کی عمل کیا کیا کیئے۔ روپیہ پیسا کیونکر کمایا۔ اور کہاں خرچ کیا۔ ان باتوں کے جواب کے لیئے ہر ایک انسان کو ضرور قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا۔ یہ حدیث آیت کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ وہی ہنساتا رولاتا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خوشی اور غمی کے سبب ایسے پیدا کیئے ہیں جن سے اوسکی بہت بڑی قدرت ظاہر ہوتی ہے اور انسان کو اون سے اللہ تعالےٰ کے پہچاننے کا بڑا موقع ملتا ہے مثلاً بڑے سے بڑے امیر شخص کو عزیزوں کے مرنے یا کسی سخت مرض وغیرہ کے سبب سے کبھی ایسا رنج و غم پیش آجاتا ہے کہ ہر گھڑی اوسے رونے سے کام رہتا ہے اوسکا مال اوسکے یار مددگار اوس کے ہنسی خوشی رہنے کی کوئی صورت نہیں نکال سکتے۔ اور کبھی غریب سے غریب آدمی کو ایسی ہنسی خوشی سے رہنے کا ایسا سامان غیب سے پیدا ہو جاتا ہے کہ جو بیان سے باہر ہے مگر اتنی بات ہے کہ خود دنیا ناپائدار اور اوسکی خوشی اور رنج یہ سب ہرتی پھرتی چھاؤں ہے وہ شخص بڑے ٹوٹے میں ہے جسنے یہاں کے عارضی ہنسی خوشی سے رہنے کے خیال میں عقبےٰ کا ہمیشہ کا رونا مول لیا۔ ابن ماجہ میں انس بن مالک سے اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن قیس سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب روتے روتے اہل دوزخ کے آنسو سوکھ جاویں گے تو آنسوؤں کی جگہ اون کی آنکھوں سے خون بہنے لگے گا۔ مگر وہاں کا رونا کچھ کام نہ آئیگا۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابان رقاشی ہے جسکو بعضے علماء نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن ابن معین اور ابن عدی نے اسکو ثقہ کہا ہے۔ وہی ہے۔ مارتا اور جلاتا کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی عمر پوری ہو جانے کے بعد اوسکا مرنا اور اوسیں انسان کا لاچار ہونا یہ توسب کی آنکھوں کے سامنے ہے پھر جس کی قدرت میں یہ ہے وہ اسپر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد نیک و بد کے حساب و کتاب کے لیئے انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرے جو لوگ اسکے منکر ہیں وہ خدا کو جھٹلاتے ہیں۔ قیامت کے دن جسکا خمیازہ بھگتیں گے۔ ابوہریرہ کی صحیح حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ انسان نے مجھکو جھٹلایا میں نے اپنے کلام میں اوس کے دوبارہ پیدا کرنے کی خبر دی اور وہ اوسکا منکر ہے ایک قطرہ منی عورت کے رحم میں جاکر کبھی اوس سے

منزل ۷

لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی یہ بھی اللہ کی ایک قدرت ہے جسمیں انسان کا کچھ اختیار نہیں ورنہ جو لوگ لڑکی کے پیدا ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں وہ لڑکی کے نہ پیدا ہونے کا ضرور کوئی علاج کرتے۔ اوسپر لازم ہے دوسرا اوٹھانا کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ پر کوئی چیز لازم نہیں لیکن جب اوس نے اپنے کلام میں انسان کے دوبارہ پیدا کرنے کا وعدہ کیا ہے تو اسپر اوس وعدہ کا پورا کرنا لازم ہے۔ اوسی نے دولت دی اور پونجی کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں امیر و غریب سبھی اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے کہ کسی کے پاس حد سے زیادہ دولت ہے اور کوئی غریبانہ پونجی گذر کے قابل کرتا ہے لیکن دنیا کا وہ امیر بڑا بے نصیب ہے جس نے یہاں کی امیری کے نشہ میں اپنی عقبےٰ خراب کرلی۔ کیونکہ عقبےٰ کی تکلیف کے آگے دنیا کی امیری کی راحت تو کبھی یاد بھی نہ آوے گی۔ اور عقبےٰ کی ناقابل برداشت تکلیف اوس نشہ کے طفیل سے ایسے لوگوں کو اٹھانی پڑے گی۔ چنانچہ صحیح مسلم کی انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے امیر جو دنیا کی راحت میں پھنسکر عقبےٰ سے غافل رہے اور آخر کو دوزخی قرار پائے دوزخ کے پہلے ہی جھونکے میں دنیا کی سب راحت بھول جاویں گے۔ وہی ہے رب شعریٰ کا شعریٰ ایک بہت بڑا تارا ہے۔ جسکو عرب کے بعضے قبیلے اسلام سے پہلے پوجا کرتے تھے اِس تارہ کی چال اوتاروں سے الگ ہے اور تارہ کی چال آسمان کی چوڑائی میں ہے اور یہ تارا آسمان کی لمبائی کو طے کرتا ہے۔ اِس نادر بات کو اِس تارے میں دیکھکر ایک شخص ابوکبشہ نے عرب میں اِس تارے کی پرستش کا رواج پھیلایا جسطرح ابوکبشہ نے شعریٰ کی پرستش کا ایک نیا رواج عرب میں پھیلایا اسیطرح اسلام کو ایک نیا رواج خیال کرکے اہل مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہا کرتے تھے۔ یہ ابوکبشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی پشت پرے کا نانا ہے۔ جو قبیلے شعرے کی پوجا کرتے تھے اونکو اس آیتہ میں یہ تنبیہ فرمائی کہ جسکی قدرت میں شعرے کا پیدا کرنا اوسکا طلوع و غروب اوسکی انوکھی چال کا مقرر کرنا ہے عبادت کے قابل وہ وحدہ لاشریک ہے شعریٰ کو خدا کی خدائی میں کچھ دخل نہیں جو اوسکو خدا کا شریک قرار دیا جائے۔

منزل ۷

اب آگے چند پچھلی قوموں کے عذاب میں پکڑے جانے اور ہلاک ہوجانے کا ذکر فرماکر قریش کو یہ تنبیہ فرمائی کہ اگر یہ لوگ اپنی سرکشی اور اللہ کے رسول کی مخالفت سے باز نہ آویں گے تو ان ہی قوموں کا سا انجام انکا ہوگا۔ ان قوموں کے قصے تفصیل سے اوپر گذر چکے ہیں۔ فبای الآء ربک تتماری میں پچھلی امتوں کی ہلاکت کے ذکر کو نعمت شمار کرنے کا یہ مطلب ہے کہ پچھلے لوگوں کی بری عادت سے حال کے لوگوں کو آگاہ کردینا بھی حال کے لوگوں کے لئے ایک بھاری نصیحت کی نعمت ہے ✣

هٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولٰى ۝ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ

یہ ایک ڈر سنانیوالا ہے پہلے سنانے والوں میں کا آپہنچی آنے والی کوئی نہیں اُسکو اللہ کے سوائے ٹھول کر دکھانیوالا

أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۝ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ ۝
کیا تم اس بات سے اچنبھا کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو

فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا ۝
سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی

مشرکین مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کا رسول اور صحف ابراہیمی کو وحی آسمانی اور اپنے آپکو ملت ابراہیمی کا پابند جانتے تھے اسلیئے فرمایا کہ جب تم لوگ انسان کا اللہ کا رسول ہونا اور اسپر اللہ کے کلام کا نازل ہونا مانتے ہو تو پھر نبی آخر الزماں کے رسول اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں تم لوگوں کو تعجب کس بات کا ہے۔ اللہ کے انتظام میں ہر چیز کی دنیا میں عمر مقرر ہے اسلیئے دنیا کی جو عمر مقرر کی گئی ہے وہ اب ختم ہونے کو ہے اور اسکے ختم پر قیامت آنیوالی ہے جسطرح اسوقت دنیا کے کاروبار میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں اوسطرح لگے رہیں گے۔ کہ ایک دفعہ ہی دنیا کے اوجڑنے کا صور پھونک دیا جاوے گا۔ عقبہ بن عامر کی حدیث معتبر سند سے طبرانی میں ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خرید و فروخت کے لیئے کپڑے کے جو تھان بازار میں دوکاندار کھولکر پھیلاوے گا اوسکو اوسے لپیٹنا۔ اور دودھ والے جانوروں کا دودھ دوہکر اوسکا پینا اور آب نوشی اور آب پاشی کے نہریعوں کی مرمت کیجا کر اون کے پانی کا برتنا نصیب نہوگا کہ آن واحد میں قیامت قایم ہوجائے گی۔ قیامت کی سختیاں جب سر پر آجاویں گی تو سوا اللہ تعالےٰ کے اونکو کوئی ٹال نہ سکیگا۔ مشرک کے لیئے خدا کا وعدہ ہے کہ اوس دن اوسکی کوئی سختی نہ ٹالی جاویگی۔ ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر اہل مکہ نے گھر گھر بت پرستی کا شرک پھیلا رکھا ہے اوسکی اصلاح کے لیئے اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے نبی آخر الزماں کو آخری شریعت دیکر بھیجا ہے۔ مگر ازلی کمبختوں کی کمبختی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ کی شریعت کو ہنسی کھیل میں اوڑاتے ہیں۔ پھر جو لوگ راہ راست پر آگئے تھے اونکو فرمایا کہ ان ازلی کمبختوں کو بتوں کے آگے سر جھکانے دو تم خالص دل سے اللہ کے آگے سر جھکاؤ بدنی مالی ہر طرح کی عبادت میں نیت کا خالص رکھنا نہ چھوڑو۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس کی جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ والنجم پڑھی اور اوس کے آخر پر سجدہ کیا۔ اور اسوقت مسلمان جو آپکے پاس موجود تھے سب نے سجدہ کیا فقط قریش میں کے ایک عمر رسیدہ شخص نے بجائے سجدہ کے اپنی ہتیلی پر ذرا سی مٹی لیکر اوس مٹی پر اپنی پیشانی ٹیک لی عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ یہہ شخص حالت کفر میں مارا گیا بخاری کی عبداللہ بن مسعود کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ سجدہ کی سورتوں میں والنجم پہلی سورۃ ہے اور جس شخص نے سجدہ نہیں کیا وہ امیہ بن خلف تھا

صحیحین میں زید بن ثابت سے روایت ہے کہ میں نے سورہ والنجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھکر سنائی۔ اور آپنے سورہ کے آخر پر سجدہ نہیں کیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اِس سورہ میں سجدہ کا جو حکم ہے وہ سجدہ تلاوۃ کا حکم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوۃ واجب نہیں ہے۔ بخاری کی عبد اللہ بن عباس کی روایتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین مکہ کے سجدہ کرنے کا جو ذکر ہے اوسکا تفصیلی قصہ سورۃ حج میں گذر چکا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جسوقت سورہ والنجم مکہ میں نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سورۃ کو مشرکین کے روبرو پڑھا۔ اور اُس آیتہ تک پہونچے جس میں لات وعزے اور مناۃ بتوں کا نام ہے تو شیطان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے سکتہ کے وقت کچھ کلمے ایسے پڑھ دیئے جن سے اِن بتوں کی تعریف اور اونکی شفاعت کا ذکر نکلتا تھا۔ مشرکین مکہ نے جب اپنے بتوں کی تعریف سنی تو اوس سے خوش ہوکر آخر سورۃ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا اِس کے بعد فوراً حضرت جبرئیل اللہ تعالےٰ کے حکم سے آئے اور اُنہوں نے شیطان کی اِس شرارت کا حال کھولدیا۔ شیطان کی یہ شرارت ایسی تھی جیسے اوس نے جنگ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہوجانے کی خبر لوگوں کے کان میں پھونک دی تھی۔ محی الدین ابن عربی قاضی عیاض اور بعضے اور علماء نے اگرچہ اِس قصہ کے صحیح ہونے میں کلام کیا ہے۔ مگر اِس قصہ کو کئی سندوں سے معتبر راویوں نے مرسل طور پر روایتہ کیا ہے۔ بغیر صحابی کے ذکر کے تابعی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایتہ کرے تو اوسکو مرسل کہتے ہیں۔ اِس مرسل روایتہ کے تین طریقہ صحیح کی شرط پر ہیں جس سبب سے ایک روایتہ کو دوسری روایتہ سے تقویت ہوکر اِس قصہ کو بے اصل نہیں ٹھیرایا جاسکتا

منزل ۷

سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّخَمْسُوْنَ	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝	اٰیَاتُھَا وَثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ کی ہے
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝

پاس آلگی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی ٹالدیں اور کہیں یہ جادو ہے چلا آتا

وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ

اور جھٹلایا اور چلے اپنے چاؤ پر اور ہر کام ٹھہر رہا ہے وقت پر اور پہنچ چکے ہیں اُنکو احوال جتنے میں

مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِکْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝

دانٹ ہوسکتی ہے پوری عقل کی بات ہے پھر کام نہیں کرتے ڈر سنانیوالے

مسند امام احمد صحیح بخاری صحیح مسلم ترمذی مستدرک حاکم میں چند صحابہ کی روایتوں سے جو شانِ نزول اِن آیتوں

بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے۔ کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ چاہا۔ اوسپر چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ اور یہ آیتیں نازل ہوئیں بعضے علما۔ نے اِس آیتہ کے معنے میں یہہ جو لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شق القمر کا معجزہ جو ہوا ہے اوسکا ذکر اِس آیتہ میں نہیں ہے۔ بلکہ جس شق القمر کا اِس آیتہ میں ذکر ہے وہ ایک قیامت کی نشانی ہے جب اور نشانیاں قیامت کی ظاہر ہونگی اوسوقت یہہ نشانی بھی ظاہر ہوگی یہہ قول قرآن شریف اور صحیح حدیثوں کے مضمون کے مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن شریف اور صحیح حدیثوں کا مضمون یہہ ہے کہ یہہ معجزہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوا اور مشرکوں نے اوسکو جادو بتلایا۔ اور یہہ کہا کہ ہماری آنکھوں پر تو جادو کا اثر چھایا ہوا ہے۔ باہر کے آنے والے مسافروں سے اوسکا حال پوچھنا چاہیے اِس صورت میں اگر اوسوقت یہہ معجزہ ظاہر نہیں ہوا تو پھر اُن لوگوں نے جادو کس چیز کو بتلایا اور مسافروں سے اونہوں نے کس بات کی تصدیق چاہی۔ بعضے روایتوں میں دو دفعہ شق القمر ہونے کا جو ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسکا یہہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ راوی کا سہو ہے جو دو ٹکڑوں کو دو دفعہ کا لفظ روایتہ کر دیا ہے یہہ جو ایک اعتراض مشہور ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں شق القمر کے معجزہ کا انکار کیا ہے یہ غلط ہے۔ شاہ صاحب نے تو تفہیمات میں یہہ لکھا ہے کہ اِس آیتہ میں اللہ تعالےٰ نے قرب قیامت کے ساتھ شق القمر کا ذکر فرمایا ہے اِس لیئے اِس لحاظ سے یہہ قیامت کے قریب ہونے کی ایک نشانی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ نشانی بتلا کر لوگوں کو اوس نشانی سے آگاہ کیا ہے اِسواسطے یہہ آپکا ایک معجزہ ہے اِس سے معجزہ کا انکار کب نکلتا ہے۔ بلکہ جس لحاظ سے شق القمر معجزہ ہے اوسکی تفہیمات الٰہیہ کی اِس عبارت میں ایک تفصیل ہے۔ اور یہہ تفصیل کچھ شق القمر پر منحصر نہیں قیامت کی ہر ایک نشانی کے حق میں یہی بات کہی جاسکتی ہے۔ شاہ صاحب نے شق القمر کے حق میں کہی ہے۔ مثلاً حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں آنا قیامت کی ایک نشانی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِس نشانی سے لوگوں کو آگاہ کرنا یہ آپکا معجزہ ہے شق القمر اور قیامت کی اور نشانیوں میں فرق اتنا ہی ہے کہ اور نشانیوں کے بیان فرمانے کا معجزہ تو آپکا ظاہر ہوچکا۔ اور وہ نشانیاں اپنے وقت پر ظاہر ہوکر اون نشانیوں کے ظاہر ہونے کے معجزہ کی تصدیق اوقت ہوگی۔ اور شق القمر میں یہہ دونوں باتیں ہوچکیں۔ اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی۔ نشانی سے مقصود یہی شق القمر ہے۔ جادو چلا آتا کا مطلب یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جسطرح اور جادو کی باتیں ہیں ویسی ہی ایک بات یہہ بھی ہے۔ اور ہر کام ٹھہرا ہے کا مطلب یہہ ہے کہ علم الٰہی میں نیک و بد قرار پا چکے ہیں اِسلیئے بدلوگ اپنی بدی سے باز نہ آئے اور معجزہ کو جادو بتلایا۔ اب

منزل ۷

آگے فرمایا کہ رسولوں کے جھٹلانے والی پچھلی امتوں کے عذاب میں گرفتار ہونے کا حال جو جگہ جگہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے اوس میں بہوت بھٹکے کے راہ پر لانے اور سرکشی سے باز آنے کے لیئے بڑی حکمت سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن علم الٰہی کے موافق ازلی کمبختی جن کے سر پر سوار ہے ڈرانے والوں کی ڈر کی باتوں کا اون کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اسلیئے وہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جیسی باتیں یہ لوگ کر رہے ہیں۔ ان باتوں کی قدر ان لوگوں کو اسوقت معلوم ہوگی جب انکو آگ میں جھونک دیا جاویگا اور انہیں ذلت دینے کے لیے اللہ کے فرشتے ان سے گھڑی گھڑی پوچھیں گے کہ جن چیزوں سے تم لوگ دنیا میں نہیں ڈرتے تھے بلکہ اون کے ڈرنے کو جادو کی سی وہمی باتیں بتلاتے تھے۔ اب ذرا خوب آنکھیں کھولکر دیکھو کہ اس آگ میں ان سانپ بچھوؤں میں کچھ اثر ہے یا یہہ جادو کی سی وہمی خیالی چیزیں ہیں۔ چنانچہ سورہ والطور میں یہہ ان لوگوں کے ذلت دینے کا ذکر گذر چکا ہے۔ ابوداؤد نسائی اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالےٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے دوزخ کے عذاب کی سختیوں کو دیکھکر اللہ تعالےٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ جب دنیا میں بنی آدم تیرے رسولوں کی معرفت اس عذاب کا حال سن لیویں گے تو وہ اسسے بچنے کی ایسی کوشش کریں گے کہ شاید دوزخ خالی رہے اور انمیں سے ایک شخص بھی اس میں نہ جاوے پھر اللہ تعالےٰ نے دنیا کی وہ خواہشیں۔ اور لذتیں جبرئیل علیہ السلام کو دکھلائیں جن کے سبب سے لوگ دوزخ میں جاویں گے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھکو یہ خوف ہے کہ شاید بنی آدم میں سے بہت کم لوگ دوزخ سے نجات پاویں گے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اسسے معلوم ہوا کہ دنیا کی خواہشوں میں پھنس کر عقبےٰ سے غافل ہوجانا ہی گویا دوزخ کا سیدھا رستہ ہے۔ مسند بزار میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سورج کے غروب ہونے کے قریب خطبہ پڑھا جسمیں لوگوں کو طرح طرح کی نصیحت کی اور فرمایا جسطرح اب تھوڑا سا دن باقی ہے اسیطرح قیامت کے آنے میں اب تھوڑا سا عرصہ باقی ہے عقبےٰ کے لیئے جو کچھ کرنا ہے وہ جلدی سے کیا جاوے۔ ان آیتوں میں قیامت کے قریب ہونے کا جو ذکر ہے یہہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن موسیٰ بن خلف ہے جسکو بعضے علماء نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن ابن حبان نے اوسکو ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے ۞

منزل ۷

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ
سو تو ہٹ آ اُن کی طرف سے جبدن پکارے پکارنیوالا ان دیکھی چیز کو نیویں آنکھیں نکل پڑیں قبروں سے
كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝
جیسے ٹڈی بکھر پڑی دوڑتے جاویں پکارنے والے پاس کہتے منکر یہ دن مشکل آیا

اوپر ذکر تھا کہ علم الٰہی کے موافق ازلی کمبختی جنکے سر پر سوار ہے ڈرانے والوں کی ڈر کی باتوں کا اون کے دلپر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اسلیئے اِن آیتوں میں فرمایا کہ ایسے لوگوں کے دلپر معجزہ اور نصیحت کا کچھ اثر نہو تو اونکو راہ پر لانے کی زیادہ کوشش نہ کیجائے بلکہ ایسے لوگوں کو اون کے حال پر چھوڑ دیا جائے دوسرے صور کی آواز سے جب یہہ لوگ قبروں سے نکل کر ٹڈیوں کی طرح میدان محشر کیطرف شرمندہ شکل نیچی نگاہ کیئے ہوئے دوڑینگے اوسوقت انکا کیا سب انکی آنکھوں کے سامنے آجاوے گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے بعضے علما کے قول کے موافق۔ جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوسرے صور کے وقت بدلوگوں کی قبروں پر ایک آگ تعفیات ہوجاوے گی جو اونکو گھیر کر حساب و کتاب کیلیئے محشر کے میدان میں لیجاوے گی۔ بعضے علما نے ابوہریرہ کی اِس حدیث کو علامات قیامت کے احوال کی تفصیل قرار دیا ہے اِس صورت میں یہہ آگ وہ ہے جسکا ذکر حذیفہ بن اسید کی صحیح مسلم کی روایتہ میں ہے کہ قیامت سے پہلے عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر شام کے ملک کی طرف لیجاوے گی پھر وہیں وہ لوگ مریں گے اور حشر کے وقت وہیں سے اوٹھیں گے۔ ترمذی میں ابوہریرہ کی دوسری حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھے لوگ تو حشر کے دن قبروں سے اوٹھکر اپنے اپنے عملوں کے موافق بعضے تو سواریوں پر محشر کے میدان تک جاویں گے۔ اور بعضے پیدل اور برے لوگوں کو فرشتے اون بدلوگوں کے مونہہ کے بل گھسیٹتے ہوئے محشر کے میدان تک لیجاویں گے۔ ترمذی نے اِس حدیث کو حسن کہا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ محشر کے میدان کی ذلتوں کے سوا بدلوگوں کو قبروں سے اوٹھنے کے ساتھہ ہی ذلت کے وہ سامان پیش آجاویں گے جس سے وہ شرمندہ شکل ہوجاویں گے اور اونکی نگاہ نیچی ہوجاوے گی۔ اوسیکا ذکر ان آیتوں میں ہے اور یہہ حدیثیں آیتہ کے اِس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہیں۔ اِن سختیوں کو دیکھکر بدلوگ یہہ کہوینگے کہ آج کا دن مشکل آیا +

منزل ۷

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝
جھٹلا چکے ہیں اُنسے پہلے نوح کی قوم پھر جھوٹا کہا ہمارے بندے کو اور بولے دیوانہ ہے اور جھڑک دیا

فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ
پھر پکارا اپنے رب کو کہ میں دب گیا ہوں بدلا لے پھر ہم نے کھول دیئے دہانے آسمان کے ریلے سے پانی کے اور بہا دیئے زمین
عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ
چشمے پھر ملگیا پانی ایک کام پر جو ٹھہرا تھا۔ اور سوار کیا اسکو ایک تختوں اور کیلوں والے پر بہتی ہماری
بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَیْفَ كَانَ
آنکھوں کے سامنے بدلا اسکی طرف سے جسکی قدر پہچانی تھی اور اسکو چھوڑ رہنے دیا نشان پھر کوئی ہے سوچنے والا پھر کیسا تھا
عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ
میرا عذاب اور میرا ڈر کا اور ہم نے آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلایا عاد نے پھر کیسا ہوا
كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾
میرا عذاب اور میرا ڈر کا ہم نے بھیجی انپر باؤ سیری سنانے کی ایک نحوست کے دن جو رہ گئی
تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ
اکھاڑ مارتی لوگوں کو جیسے وہ جڑیں کھجور کی ہیں اکھڑی پڑی پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈر کا اور ہم نے
یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْۤا
آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلائے ثمود نے ڈر سنانے والے پھر کہنے لگے
منزل ۷
اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ
کیا ایک آدمی ہے ہم میں کہ اسکا ہم اس کے کہے پر چلیں گے تو ہم غلطی میں پڑے اور سودا میں کیا اتری اسی پر سمجھوتی
مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾
ہم سب میں سے کوئی نہیں یہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا اب جان لیں گے کل کو کون ہے جھوٹا بڑائی مارتا
اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ
ہم بھیجتے ہیں اونٹنی اُن کے جانچنے کو سو دیکھتا رہ انکو اور ٹیرا رہ اور سنا دے ان کو کہ پانی کا بانٹا ہی انمیں
كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ
ہر باری پہنچتا ہے پھر پکارا انہوں نے اپنے رفیق کو پھر ہاتھ چلایا اور کاٹا پھر کیسا ہوا میرا عذاب
وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ
اور میرا ڈر کا ہم نے بھیجے انپر ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسے روندی باڑ کانٹوں کی اور ہم نے
یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا
آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلائی لوط کی قوم نے ڈر سناتے ہم نے بھیجی

عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ۝ نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي
اُنپر باؤ پتھراؤ کی سوائے لوط کے گھر کے انکو بچا دیا پچھلی رات سے فضل سے اپنی طرف کے ہم یوں بدلا دیتے ہیں
مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝
اسکو جو حق مانے اور وہ ٹھیرا چکا انکو ہماری پکڑ سے پر لگے مکرانے ڈر کا

تفسیر عبدالملک بن جریج اور تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہمیشہ معمولی مینہ تو بادلوں سے برستا ہے قوم نوح کے طوفان کے وقت بغیر بادلوں کے اللہ تعالےٰ نے آسمان کے دروازے کھول دیئے تھے جس سے طوفان کا عذاب آیا صحیح حدیث میں اوپر گذر چکا ہے کہ نیک روحوں کے آسمان پر لیجانے کے لیئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بدرُوحوں کے لیے نہیں کھلتے اور معراج کی صحیح حدیثوں میں آسمان کے دروازوں کا ذکر ہے۔ غرض قرآن شریف اور صحیح حدیثوں میں آسمان کے دروازوں کا ذکر موجود ہے۔ پھر باوجود اس کے فلسفی اصول پر بعضے مفسروں نے آسمان کے دروازوں کی جو تاویل کی ہے وہ تاویل قرآن شریف اور صحیح حدیثوں کے مخالف ہے جن رسولوں کے قصے اس سورۃ میں ہیں اونکی تفصیل تو اور سورتوں میں گذر چکی ہے یہاں اسقدر بیان کر دینا کافی ہے کہ جب قریش میں کے منکر لوگوں نے ایسا بڑا ظاہر معجزہ چاند کے دو ٹکڑے ہوجانے کا دیکھا اور پھر بھی اوس معجزے پر ایمان نہ لائے اور اُسکو جادو بتلایا تو اللہ تعالےٰ نے قوم نوح سے لیکر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ تک پچھلی قوموں کا طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوجانے کا ذکر فرما کر اخیر کو فرمایا ہے کہ اے رسول اللہ کے ان منکروں سے پوچھو کہ ان منکروں میں کونسی خصوصیت ہے کہ یہ لوگ پچھلے عذاب الٰہی میں پکڑی ہوئی قوموں کے سے کام کریں گے اور پھر اللہ تعالےٰ اونکو کسی عذاب میں نہ پکڑے گا کیا اللہ کی طرف سے اِن کے پاس کوئی نوشتہ آگیا ہے کہ یہ لوگ جو جاہیں گے سو کریں گے اور اللہ اِن سے کچھ مواخذہ نہ کرے گا۔ انکو اپنے جتھے کا بڑا گھمنڈ ہے کہ اِن کے جتھے کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر کے عذاب الٰہی کو ٹال دیں گے پھر فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں انکا یہ جتھا شکست کھا کر بھاگ جاویگا حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کے دن منکروں کے جتھے کی شکست کھانے اور بھاگنے کا مطلب اچھی طرح میری سمجھ میں آیا۔ فرعون اور اوسکی قوم کے غرق ہوکر ہلاک ہوجانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اور یہ سورۃ قصص میں گذر چکا ہے کہ آیت کے نازل ہونے کے بعد عام عذاب سے پھر کوئی قوم ہلاک نہیں ہوئی۔ اسلیئے پہلے صاحب شریعت رسول نوح علیہ السلام کی قوم سے اسطرح کی قوموں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو عام عذاب سے ہلاک ہوئی ہیں اور فرعون اور اوسکی قوم پر

منزل ۷

یہ سلسلہ ختم ہوتا جاتا ہے ان آیتوں میں قریش کی تنبیہ مقصود ہے۔ اس سبب سے اسطرح کی قوموں کا سلسلہ وار ذکر فرمایا لیکن اختصار کی نظر سے اہل مدین کے ذکر کو یہاں محذوف فرمایا۔ یہ جو فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے اونکو جھڑکا اسکی تفسیر سورۃ شعراء میں گذر چکی ہے کہ اون کی قوم نے اونکو پتھروں سے کچل ڈالنے کی دھمکی دے کر جھڑکا تھا۔ ولقد انذرہم بطشتنا فتماروا بالنذر کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر چند عذاب الہی سے ڈرایا۔ مگر اون کی قوم نے اونکی نصیحت نہ سنی اور اس نصیحت کو جھٹلاتے رہے

وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ
اور اوس سے بیٹے لگے اسکے مہمان پھر ہمنے مٹادیں انکی آنکھیں اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈر کا اور پڑا
صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ۝ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا
اپنر صبح کو سویرے عذاب جو ٹھیرا رہا تھا اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈر کا اور ہمنے آسان کیا
الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوا
قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا اور پہنچے فرعون والوں پاس ڈر کے جھٹلائیں
بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ۝ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ
ہماری نشانیاں ساری پھر پکڑی ہنے ان کو پکڑ زبردست کے قابو میں پکر اب تم میں جو منکر ہیں کچھ بہتر ہیں ان سب سے یا تمکو
بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ
فارغطی لکھی گئی ورقوں میں کیا کہتے ہیں ہم سب کا میل ہے بدلا لینے والے اب شکست کھا جائیگا میل اور بھاگیں گے
الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۝ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي
پیٹھ دے کر بلکہ وہ گھڑی ہے ان کے وعدے کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی جو لوگ گنہگار ہیں
ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝
غلطی میں ہیں اور سودائی جبدن گھسیٹے جاویں گے آگ میں اوندھے منہ چکھو مزہ آگ کا۔

منزل

سورۂ اعراف سورۂ ہود سورۂ شعراء۔ سورۂ نمل سورۂ والصافات وغیرہ میں حضرت لوط اور انکی امت کے لوگوں کا قصہ گذر چکا ہے کہ حضرت لوط کی امت کے لوگوں میں لڑکوں سے بدفعلی کرنیکی عادت تھی جسکو اعلام کہتے ہیں اس عادت کے چھوڑا دینے کے لیے مدتوں حضرت لوط علیہ السلام نے اون لوگوں کو سمجھایا۔ مگر اونمیں سے ایک شخص بھی راہ راست پر نہ آیا۔ یہاں اس سورۃ میں اون لوگوں کے اندھے ہونے کا جو ذکر ہے اوسکی تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل تو عمر

خوبصورت لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط کے پاس مہمان بنکر آئے۔ حضرت لوط نے اون فرشتوں کو نہیں پہچانا اور امت کے لوگوں کی عادت سے خوف زدہ ہوکر اون مہمانوں کی خبر کو اون لوگوں سے چھپایا۔ مگر حضرت لوط کی بی بی نے قوم کے لوگوں کو اون مہمانوں کی خبر کردی۔ وہ لوگ حضرت لوط کے گھر پر چڑھ کر آئے حضرت لوط نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا اون لوگوں نے دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھسنے کا ارادہ کیا اوسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک پر مار کر جتنے وہ لوگ آئے تھے سبکو اندھا کردیا یہ رات کا وقت تھا یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کو یہہ دھمکی دے کر چلے گئے کہ صبحکو تم سے ہم سمجھ لینگے آخر صبحکو وقت مقررہ آتے ہی وہ تمام بستی جبرئیل علیہ السلام نے اولٹ دی اور پہر پتھروں کا مینہ برسا۔ اور سب ہلاک ہوگئے۔ اب اونکی بستی کی جگہ ایک بودار پانی کا چشمہ ہے ذوقواعذابی ونذر کو گھڑی گھڑی تاکید کے لیے فرمایا۔ تاکہ قریش اِس بات کو خوب سمجھ لیویں کہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے اور اونکی نصیحت کے نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہے۔ آیۃ سیہزم الجمع ویولون الدبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی بڑی دلیل ہے کیونکہ بدر کی لڑائی سے سات برس پہلے مکہ میں یہہ آیۃ نازل ہوئی اور بدر کی لڑائی میں بالکل اُسکے موافق ظہور ہوا چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی کے میدان جنگ میں لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی فتح کی دعا کی اور پھر آپ یہہ آیۃ پڑہتے ہوئے اوس جھونپڑی میں سے نکلے جو میدان جنگ میں صحابہ نے آپکے لیئے ڈالدی تہی۔ حاصل یہہ ہے کہ لشکر اسلام کی فتح کا عام وعدہ تو اللہ نے اپنے رسول کیا تہا۔ مگر یہہ بات معلوم نہ تہی کہ کون سی لڑائی میں اِس وعدہ کا ظہور ہوگا بدر کی لڑائی کے وقت مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کم اور دشمنوں کے لشکر کی تعداد زیادہ دیکھکر جب آپنے فتح کی دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے آپکے دلمیں یہہ بات ڈالدی کہ اُس لڑائی کے وقت اِس آیۃ کے وعدہ کا ظہور ہوگا۔ اسلئے اپنے یہہ آیۃ پڑہی اور آپکے اس آیۃ کے پڑہنے سے حضرت عمر اور صحابہ کو آیۃ کا مطلب خاص طور پر معلوم ہوگیا۔ مسلم کی سند میں اِس بات کی صراحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے یہہ حدیث حضرت عمر سے سنی ہے اسلیئے اب اِس بات کا وہم باقی نہیں رہا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس تو بدر کے قصے کے وقت موجود نہیں تہے پہر اونہوں نے یہہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر سنی۔ اب آگے فرمایا کہ دنیا میں جو قریش کی شکست کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اوسکا ظہور تو ہوگا۔ لیکن اصل وعدہ تو اِن سے آخرت کے عذاب کا ہے۔ جسکے ظہور کا وقت قیامت ہے جو بڑی آفت کا دن ہے اور نہایت کڑوی گھڑی ہے جسمیں اِسطرح کے نافرمان لوگ آگ میں اوندہے مونہہ منزل ۷

گھسیٹے جاویں گے اور اون کے ذلیل کرنے کو اللہ کے فرشتے یہہ کہوینگے لو آج اوس آگ کا مزہ چکھو جسکو دنیا میں تم لوگ جھٹلاتے تھے۔ طبرانی میں معتبر سند سے انس بن مالک کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری دنیا میں لائی جاکر مشرق میں رکھی جاوے تو ملک مغرب کے شہروں میں اوسکی حرارت پائی جائے گی۔ اِس مضمون کی حدیثیں اوپر گذر چکی ہیں کہ دوزخ کی آگ تین ہزار برس تک دہکائی گئی ہے اور اوسکی حرارت دنیا کی آگ سے اونہتر حصے زیادہ ہے غرض جن آیتوں میں دوزخ کی آگ کا مبہم طور پر ذکر آیا ہے یہہ حدیثیں اور اِس قسم کی اور حدیثیں اون آیتوں کی تفسیر ہیں۔ اور یہہ بھی اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لوگوں کی کولی بھر بھر دوزخ کی آگ سے اونکو بچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن لوگ اپنی خواہش نفسانی میں پھنس کر اوس آگ میں گر جانے کی ایسی جرأت کر رہے ہیں جسطرح کیڑے پتنگے روشنی پر گرتے ہیں۔ اللہ تعالے ہر شخص کو اِس آگ سے بچنے کی توفیق دیوے۔ اور ہر شخص کے دلمیں اپنے رسول کی کوشش کا اثر پیدا کرے ✣

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ

ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھہراکر اور ہمارا کام یہی ایکدم کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا کی اور ہم کہہ چکے ہیں

منزل ۷

أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ

تمہارے ساتھ والوں کو پھر ہے کوئی سوچنے والا اور جو چیز اُنہوں نے کی ہے لکھی گئی ورقوں میں اور ہر

صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ

چھوٹے اور بڑے لکھے ہیں آچکے جو لوگ ڈر والے ہیں باغوں میں اور نہروں میں بیٹھے سچی بیٹھک میں

عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

نزدیک بادشاہ کے جسکا سب پر قبضہ ہے۔

مسند امام احمد اور صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے جو شان نزول اِن آیتوں کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ قریش لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قضا و قدر کی باتیں سنکر اون باتوں میں طرح طرح کی بحث کرتے تھے اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں حاصل کلام یہہ ہے کہ قریش میں کے دین اسلام کے منکر لوگ قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کے اور ضروریات دین کے جسطرح منکر تھے اوسی طرح قضا و قدر کے بھی منکر تھے جو لوگ جو منکر تھے یہ انکار اور ہے اور صحابہ کے آخر زمانہ میں بصرہ کے ایک شخص معبد الجہنی سے سب سے

اہل قبلہ میں ایک اختلاف قضا و قدر کے مسائل میں جو پڑا ہے یہ اختلاف اور ہے۔ حاصل اس اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا کے پیدا کرنے سے پہلی جو کچھ نیک و بد دنیا میں ہونے والا تھا اوس سب کو اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اب جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ اللہ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق ہو رہا ہے یہ قول عام صحابہ اور تابعین کا آیات قرآنی اور صحیح حدیثوں کے موافق ہے۔ مگر فرقہ معتزلہ میں سے ایک گروہ معبد جہنی کا پیرو اسکے مخالف ہے اس فرقہ کا نام فرقہ قدریہ ہے اونکا کہنا یہ ہے کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے وہ مستقل طور پر خود کرتا ہے۔ بندہ کے کسی کام کے کرنے سے پہلے بندے کے کام سے اللہ کے علم ازلی کو کچھ تعلق نہیں ہے قدریوں میں کے بعضے متاخرین تقدیر الٰہی کے تو قایل ہیں۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ نیکی اللہ تعالےٰ کی تقدیر کے موافق ہے اور بدی بندہ خود کرتا ہے۔ تقدیر الٰہی کو بدی میں کچھ دخل نہیں ہے اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ بدی کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور بد کام کرنے والا بندہ ہے۔ اسی بات میں اہل سنت نے فرقہ قدریہ کے رد میں صدہا کتابیں لکھی ہیں۔ غرض جسطرح اللہ کی توحید اور آنحضرت صلعم کے رسول برحق ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے اسیطرح قضا و قدر پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ کی اوس حدیث میں جسمیں جبرئیل علیہ السلام نے لوگوں کی تعلیم کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دین کے چند مسئلے پوچھے ہیں اوس حدیث میں قضا و قدر پر ایمان لانے کا ذکر بھی اوسیطرح ہے جسطرح اللہ و رسول پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔ اسیواسطے ابو داؤد و مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخیر زمانہ میں قضا و قدر کے منکر لوگ پیدا ہونگے وہ اس امت کے مجوس ہیں اونکی بیمار پرسی کو اور اون کے جنازہ کے ساتھ دینداروں کو نہیں جانا چاہئے علماء نے لکھا ہے کہ جسطرح مجوس لوگ کہتے ہیں کہ نیکی کا تعلق نور سے ہے اور بدی کا تعلق اندھیرے سے ہے قدریہ فرقہ کا مذہب بھی اس کے قریب ہے اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرقے کو اس امت کا مجوس فرمایا ایک فرقہ جبریہ ہے جس فرقہ نے قضا و قدر کے مسئلہ سے یہ بات نکالی ہے کہ بندہ بالکل مجبور ہے جو کچھ نیک و بد بندہ کرتا ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہے بندہ کا اسمیں کچھ اختیار نہیں اہل سنت نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ کسی شے کے موجود ہونے سے پہلے اوسکا حال صحیح اندازہ سے معلوم کر لینا اور بات ہے اور کسی شخص کو کسی کام پر مجبور کرنا اور بات ہے۔ قضا و قدر کے مسئلہ سے یہ بات کیونکر نکل سکتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے بندہ کا اختیار اور ارادہ سلب کر کے بندہ کو مجبور کر دیا ہے رہی یہ بات کہ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے علم ازلی سے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ بنی آدم کو اختیار

منزل ۷

وارادہ دیا جاکر دنیا میں پیدا کیا جاوے گا تو اتنے آدمی اپنے اختیار اور ارادہ کو نیک کاموں میں مصروف کریں گے۔ اور اتنے بد کاموں میں پھر آخر اون بد آدمیوں کو نیک پیدا کرنا بھی تو خدا کی قدرت میں تھا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ خدا کی قدرت میں تو سب کچھ ہے مگر یہہ صورت جبر کی تہی کہ اللہ تعالےٰ اپنے اختیار اور ارادہ کے موافق بد کو مجبور کرکے نیکی پر لگاتا اسطرح کا مجبوری کا ایمان خدا کی جناب میں مقبول نہیں اسیواسطے جب قیامت کی علامتیں نمودار ہوجاویں گی تو پھر کسیکا ایمان اور کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی اور نامہ اعمال کے کاغذ لپیٹ کر فرشتے آسمان پر چلے جاویں گے اور توبہ کے دروازے بند ہوجاوینگے بعضے علمارنے تو قضا و قدر کے ایک ہی معنے بتلائے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قدر اور تقدیر کے معنے تو اوس ازلی اندازہ کے ہیں جو اپنے علم ازلی کے موافق اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ میں لکھدیا ہے اور قضا وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق اب دنیا میں روزانہ ہورہا ہے آیۃ فقضاھن سبع سموات سے اِس قول کی تائید نکلتی ہے اور ان آیتوں کی ترتیب بھی اِسی قول کے موافق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے پہلے انا کل شی خلقناہ بقدر میں تقدیر کا ذکر فرماکر پھر وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر میں اوس ایجاد کا ذکر فرمایا ہے جسکا ظہور روزانہ دنیا میں ہورہا ہے

منزل ۷ حاصل مطلب اِن دونو آیتوں کا یہہ ہے کہ دنیا میں جو کچھہ ہورہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے موافق اور اللہ تعالےٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ ایک ذرہ بھی اوسکی تقدیر اور اوسکی پیدا کی ہوئی چیزوں سے باہر نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت ایسی زبردست ہے کہ ایک کلمہ کن کے کہنے سے پلک جھپکانے میں جو کچھہ وہ چاہتا ہے وہ ہوجاتا ہے۔ کسی چیز کے پیدا ہونے میں کچھہ دیر نہیں لگتی اور آدمی میں اللہ تعالےٰ نے ایک صفت پیدا کی ہے جسکا نام اختیار ہے اِس اختیار میں آدمی ایسا بے بس نہیں ہے جیسطرح عرشہ والا آدمی اپنے ہاتھکی لغزش میں بے بس ہے بلکہ رغبت کی چیز کیطرف رغبت اور نفرت کی چیز سے نفرت آدمی اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ اِس اختیار کو اللہ تعالےٰ نے اپنے علم ازلی سے معلوم کیا اور اِس معلوم کرنے پر تقدیر کی بنا اور بندہ کے اختیار پر عذاب وثواب کی بنا رکھی ہے۔ پھر فرمایا اِسی بنا پر قریش کے ہمخیال جن پچھلے لوگوں نے اپنا اختیار اللہ کے رسولوں اور اللہ کے کلام کے جھٹلانیمیں صرف کیا طرح طرح کے عذابوں سے اللہ تعالےٰ نے دنیا میں اُنکو ہلاک کردیا۔ اور عقبی کا سخت عذاب جدا اونکو بھگتنا پڑے گا۔ ہر نصیحت پکڑنے والے کو اِس سے نصیحت پکڑنی چاہیئے۔ تاکہ حال کے لوگونکا بھی وہی انجام نہو جو اون کے ہم خیال لوگوں کا ہوا کسواسطے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہر انسان کے پیچھے دو کاتب مقرر ہیں جو اوسکا چھوٹا بڑا نیک وبد سب قول وفعل لکھتے رہے اور یہہ انتظام سزا دہی

کے لیئے ہے جو اگلے پچھلے سب لوگوں سے متعلق ہے اب آگے اللہ کے عذاب سے ڈر کر اللہ کے کلام سے نصیحت پکڑنے والوں کا ذکر فرمایا کہ اون کے نیک عملوں کی جزا میں اون کے رہنے کو باغ ملیں گے جنمیں پانی و دودھ شراب اور شہد کی نہریں جاری ہونگی اور طرح طرح کے میوے اور ہر طرح کی راحت کے سامان مہیا ہونگے اور اوس فی اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں اونکی بڑی عزت ہوگی کہ وہ بادشاہ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کے خاص اقتدار کیطرح اوسکی اقتدار کی کوئی حد نہیں ہے صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنی اہل جنت کو دنیا کی بادشاہت سے دس گونا ساز و سامان راحت کا جنت میں دیا جائے گا۔ اس قسم کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ بارگاہ الہی میں قیامت کے دن اہل جنت کی جو عزت و توقیر ہوگی اوسکی یہہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں +

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	
اگرچہ سلف نے اس سورہ کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ لیکن معتبر سند سے مسند امام احمد میں اسمار بنت ابی بکر سے جو حدیث ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ سورہ مکی ہے کیونکہ وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں یہ سورہ پڑھتے ہوئے سنا	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	

منزل ۱

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ

رحمن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی پھر سکھائی اسکو بات سورج

وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ

اور چاند ایک حساب ہے اور گھاس اور درخت لگے ہیں سجدے میں اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی

الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا

ترازو کمت زیادتی کرو ترازو میں اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے اور مت گھٹاؤ

الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝

قول اور زمین کو رکھا واسطے خلق کے اسمیں میوہ ہے اور کھجوریں جنکے میوہ پر غلاف ہے

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

اور اناج جن کے ساتھ بھس ہے اور پھول خوشبو کے پھر کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی جھٹلاؤ گے تم دونو

اگرچہ سورہ نحل میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے بندوں پر اسقدر احسان کیئے ہیں کہ ان احسانات

اور اوسکی نعمتوں کا شکر یہ کرنا تو درکنار اللہ تعالےٰ کے مخلوق میں کا ہر ایک شخص اگر اللہ تعالےٰ کے احسانات اور اوسکی نعمت کی گنتی بھی کرنی چاہے تو یہ بات بھی اللہ تعالےٰ کی مخلوق کی طاقت سے باہر ہے۔ لیکن جن و انسان کے فقط یاد دلانے کے لیے اللہ تعالےٰ نے اس سورۃ میں اکتیس قسم کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور ہر ایک قسم کی نعمت کے ذکر کے بعد جن و انسان سے تنبیہ کے طور پر یہ پوچھا ہے کہ تم دونو اللہ تعالےٰ کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے مطلب یہ ہے کہ جس اللہ نے انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا اوسکی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ کسی دوسرے کو اوسکی عبادت میں شریک ہونے کا حق نہیں ہے۔ ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت جابر سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدن صحابہ کرام کے روبرو یہ سورۃ پڑہی صحابہ اس سورۃ کو سنکر چپکے بیٹھے رہے اوسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ بہ نسبت تم لوگوں کے جن لوگ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کے زیادہ قدردان ہیں کیونکہ جنات کے روبرو میں نے ایک رات یہ سورۃ پڑہی تھی تو اُنہوں نے ہر دفعہ آیۃ فبای الاء ربکما تکذبان کے بعد یہ کہا تھا کہ ولا بشیٔ من نعمتک ربنا نکذب فلک الحمد۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کی بنا پر علماء نے لکھا ہے کہ ہر دفعہ اس آیۃ کے بعد یہ دعا پڑہنی سنت ہے۔ کیونکہ جناب نے آپکے روبرو یہ دعا پڑہی اور آپ نے اوسکو پسند کیا۔ اسیکا نام تقریری حدیث ہے منزل ۷ علماء نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کے شروع سے آٹھ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عجائبات قدرت کو ذکر فرمایا ہے پہر سات آیتوں میں دوزخ کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر پندرہ آیتوں میں جنت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس صورت میں دوزخ کا ذکر نعمتوں میں اسطرح سے شامل ہوا کہ جو شخص پہلی کی آٹھ آیتوں پر یوں عمل کرے گا کہ دنیا کی عجائبات قدرت سے خدا کو پہچانے گا۔ اور اللہ کے کلام اور اللہ کی مرضی کے موافق نیک کام کرے گا وہ دوزخ کی آفتوں کے بچنے کی نعمت اور جنت کے حاصل ہونیکی نعمت کو پاویگا۔ غرض یہ ہے کہ بعض مفسروں نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ دوزخ کا ذکر نعمتوں میں کیونکر شامل ہو سکتا ہے اس اعتراض کا جواب اوپر تقریر سے جواب پر بیان کیا گیا ہے اچھی طرح نکل سکتا ہے۔ سورہ نحل میں گزر چکا ہے کہ مشرکین مکہ ایک شخص غلام کا نام لیتے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں سکھاتا ہے اسکا ایک جواب تو اللہ تعالےٰ نے اوس سورہ میں دیا ہے اور دوسرے جواب سے یہاں مشرکین کو جھٹلایا ہے کہ یہ قرآن اسمیں کے رسول کو کسی بشر نے نہیں سکھایا بلکہ یہ قرآن اللہ تعالےٰ کا سکھایا ہوا ہے جسکا نام رحمان بھی ہے یہ نام اسلیئے فرمایا ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالےٰ کے اس نام کے منکر تھے چنانچہ اسکا ذکر سورہ فرقان میں گذر چکا ہے۔ قرآن کے سکھانے کا ذکر انسان کی پیدائش کے ذکر سے پہلے فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ انسان کا پیدا کرنا بھی دین سیکھنے اور اوسکے موافق عمل کرنے کے لیے ہے آیۃ وما خلقت الجنۃ والانس

الا لیعبدون گویا اس آیتہ کی تفسیر ہے۔ بیان سے مقصود بات چیت اور زبان کی گویائی ہے جسکے سبب سے انسان قرآن کی تلاوت اور اسکے یاد کرنے کے قابل ہوا۔ سورج چاند اپنے برجوں اور منزلوں کو حساب سے طے کرتے ہیں جسکے سبب سے دن رات پیدا ہوکر سال اور مہینہ معلوم ہوتا ہے۔ جسپر لوگوں کے ہزاروں کام منحصر ہیں۔ نجم کے معنے وہ بیٹر جو بیل کیطرح زمین پر ہی پڑ رہتے ہیں۔ زمین سے اونچے نہیں ہوتے۔ سورہ نحل میں گذر چکا ہے کہ ان چیزوں کا سجدہ ان کے سایہ کا ڈھلنا ہے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ اللہ کے گناہ جیسے مثلاً نماز نہ پڑھنا یہ حق اللہ کہلاتے ہیں اور یہ خالص دل کی توبہ سے معاف ہوجاتے ہیں اور بندوں کے گناہ جیسے کسیکا مال چرا لینا یہ حق العباد کہلاتے ہیں فقط توبہ سے یہ گناہ معاف نہیں ہوتے جبتک صاحب حق سے اوسکے حق کی معافی یا کچھ تلافی نہ ہوجائے کم تولنا۔ یا کم ناپنا بھی حق العباد میں ہے اسلیے پورا تولنے کی تاکید فرمائی زیادہ تفصیل اسکی ویل للمطففین میں آوے گی۔ مگر حق العباد سے ڈرنے کے لیے صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی وہ حدیث کافی ہے جو اوپر گذر چکی کہ حق العباد میں لوگوں کی نیکیاں ہر صاحب حق کو اوس کے بدلے میں مل جاوینگی اور یہ لوگ نیکیوں کے ثواب سے محروم ہوکر سیدھے جہنم کو چلے جاویں گے۔ کھجور عرب کا ایک خاص میوہ ہے اسلیے میووں کے عام ذکر کے بعد اسکا ذکر علیحدہ فرمایا۔ اکمام وہ غلاف ہیں جنمیں کھجور کا خوشہ پھوٹنے کے وقت چھپا ہوا ہوتا ہے۔ عصف کے معنے ہر طرح کے اناج کا بیج۔ علی بن طلحہ کی روایت سے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ عصف کے معنے گھاس کے ہیں۔ ریحان کے معنے خوشبودار درخت کے ہیں ✣

منزل ۷

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝
بنایا آدمی کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا اور بنایا جان کو آگ کی ٹیگ سے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
پھر کیا کیا نعمتیں اپنی رب کی جھٹلاؤ گے تم دونو مالک دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ۝ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
چلائے دو دریا بہہ چلتے اون میں ہے ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ
نکلتا ہے ان میں سے موتگا اور موتی پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور اسکے ہیں جہاز

الْمُنْشَاٰتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا
اونچے کھڑے دریا میں جیسے پہاڑ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے جو کوئی ہے زمین کے

الربع ۲۵ ع ۱۱

فَاِنْ ۚ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

نیست ہونیوالا ہو اور رہیگا منہ تیرے رب کا بزرگی اور تعظیم والا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

ترمذی نسائی مسند بزار وغیرہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کا پتلا بنانے کے لیے پہلے مٹی لی پھر اوسمیں پانی ملا کر چھوڑ دیا کہ سیاہ رنگ کا بودار گارا ہو گیا۔ اور یہانتک سوکھا کہ ٹھیکرے کی طرح ہو گیا۔ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے سورۂ آل عمران سورہ حج سورۂ والصافات اور اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کے پتلے کی مختلف حالتیں جو فرمائی ہیں یہ حدیث اُن سب حالتوں کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان سورتوں کی آیتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ ان چند حالتوں میں سے کسی آیۃ میں کوئی حالت ہے اور کسی میں کوئی اور حقیقت میں وہ سب حالتیں ایک ہی پتلے کی ہیں۔ ان آیتوں میں پتلے کی آخری حالت کا ذکر ہے اور سورۂ آل عمران میں ابتدائی حالت کا اور سورۂ حجر اور والصافات میں درمیانی دو حالتوں کا۔ مارج دہکتی ہوئی آگ کا وہ شعلہ ہے جسمیں دھواں نہو۔ جاڑے کا مشرق و مغرب الگ ہے جس سے دن چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور گرمی کا الگ جس سے دن بڑھ جاتا ہے۔ ان آیتوں میں دونوں کا ذکر ہے۔ دریا سے مقصود میٹھی ندیاں اور نہریں ہیں اور یہی حال زمین کے اندر کا ہے کہ کہیں دونے سے کہیں میٹھا پانی نکلتا ہے اور کہیں کھاری اور قدرت کی روک کے سبب سے ایک دوسرے پر غالب نہیں آتا۔ سورۂ فرقان میں اسکی تفصیل زیادہ ہے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ سمندر میں جہاں میٹھی ندیاں گرتی ہیں وہاں موتی اور مونگا پیدا ہوتا ہے اسلیے دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے کا نکلنا فرمایا۔ جہازوں اور کشتیوں کو پہاڑوں سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ جسطرح خشکی میں پہاڑ قدرت کا نمونہ ہیں اسی طرح دریا میں جہاز اور کشتیاں۔ پھر فرمایا زمین پر جو کچھ ہے وہ ہمیشہ رہنے والا نہیں۔ اس سب کے پیچھے فنا لگی ہوئی ہے باقی رہنے والی وہی ایک ذات وحدہ لاشریک ہے۔ اب بھی قدرت میں انسان کا پیدا کرنا اور فنا کرنا ہے اوسی نے یہ حیلا بنایا ہے کہ دنیا کا یہ سب کارخانہ اوس نے بیفائدہ نہیں پیدا کیا۔ بلکہ اسلیے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں جو نیکی و بدی ہو رہی ہے ہر نیک و بد کے مر جانے کے بعد پھر انسان کو دوبارہ پیدا کیا جاکر نیکی و بدی کی جزا و سزا کا فیصلہ ایک دن کیا جاوے گا جو لوگ اس کے منکر ہیں اونہوں نے دنیا کی حالت پر اچھی طرح غور نہیں کیا۔ صاحب غور وہی ہیں جنہوں نے دنیا کو چند روزہ سمجھکر یہاں کچھ ایسا کر لیا جس سے دوبارہ زیست میں اذکو سرخروئی حاصل ہو ترمذی اور ابن ماجہ کی شداد بن اوس کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ سمجھدار وہی شخص ہے جو دنیا میں موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
جس سے مانگتے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں ہر دن اسکو ایک نیا کام ہے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

یہ تو سورہ دخان میں گذر چکا ہے کہ ہر شب قدر کو سال بھر کے انتظام کی لوح محفوظ سے اللہ تعالے فرشتوں کو نقل اتروا دیتا ہے اوسکے موافق سال بھر کا انتظام دنیا کا چلتا رہتا ہے اس انتظام الٰہی کے سبب سے ہر روز دنیا میں ہزاروں باتیں ایسی پیش آتی رہتی ہیں جن سے روز اللہ تعالے کی ایک نئی شان اور نئی قدرت معلوم رہتی ہے کوئی چلتا پھرتا بھلا چنگا دم بھر میں مرجاتا ہے کوئی اسطرح کی بیماری سے کہ جسکے کسیطرح بچنے کی اُمید نہ تھی تندرست ہوجاتا ہے کوئی امیری سے غریبی کے حال کو پہونچ جاتا ہے۔ کوئی غریبی سے امیر ہوجاتا ہے صحیح بخاری ابن ماجہ طبرانی وغیرہ میں مرفوع اور موقوف روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی آپنے فرمایا۔ اللہ تعالے کسی کا گناہ بخشتا ہے کسیکی تکلیف دور کرتا ہے کسیکو امیر کرتا ہے کسیکو غریب کرتا ہے اسیطرح سب باتیں اللہ کی شان اور قدرت کی نشانیاں ہیں زمین پر اللہ تعالے کے روز مرہ طرح طرح کے انتظامات جو جاری ہیں جس سے اللہ تعالے کی شان معلوم ہوتی ہے۔ یہانتک زمین پر کے اون انتظامات کی تفسیر ہوئی اب اسیطرح آسمان پر ہر گھڑی فرشتونکو اللہ تعالے کے طرح طرح کے احکامات سے اللہ تعالیٰ کی شان معلوم ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ طبرانی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ ہمیشہ پچھلی رات کو اللہ تعالے لوح محفوظ پر نظر ڈالتا ہے۔ اور بہت سے حکموں کو جو لوح محفوظ میں لکھے ہیں بحال رکھتا ہے اور بہت موقوف اور منسوخ فرما دیتا ہے اور اوسکے موافق ملائکہ کو طرح طرح کے حکم اللہ تعالے ہر وقت دیتا ہے جس سے ملائکہ کو طرح طرح کی اللہ کی شان اور قدرت معلوم ہوتی رہتی ہے صحابہ کے اس اختلاف کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ بعضے صحابہ کے نزدیک نیک بختی اور بدبختی اور موت اور حیات کے احکام میں کچھ ردوبدل نہیں ہوتا لیکن حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ اس کے مخالف ہیں اور مسند امام احمد نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں جو روایتیں کہ صلہ رحم سے عمر بڑھ جاتی ہے دعا کی اور قضا و قدر کے حکم کی لڑائی ہوتی ہے اور سوا دعا کے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو قضا و قدر کے حکم کو پھیر دیوے اور ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ دارمی کی دعا قنوت کی روایتیں میں یہ ہے کہ قضا و قدر کے مضر حکم سے یا اللہ مجھکو بچا ان سب روایتوں سے اون صحابہ کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے جنکا قول یہ ہے کہ اللہ تعالے لوح محفوظ کے تمام حکموں میں ردوبدل فرماتا ہے کسی حکم کی کچھ خصوصیت نہیں ہے لیکن علم الٰہی میں کچھ ردوبدل نہیں ہوتا۔ بلکہ سال بھر کے انتظام کا نوشتہ جو فرشتوں کو

منزل ۷

دیا جاتا ہے۔ علم الٰہی کے موافق صلہ رحمی یا دعا کے سبب سے اوقیمیں رد و بدل ہو جاتا ہے جو رد و بدل علم الٰہی کا پورا نتیجہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کے لوح محفوظ کے چند سال کے حسابی اتارے میں بد عمل لکھے ہیں جس سے وہ شخص بد بخت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چند سال کے بعد علم الٰہی کا یہ نتیجہ لکھا ہوا ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بخیر ہوگا۔ اس نتیجہ کے ظاہر ہونے کے بعد لوح محفوظ اور اعمال نامہ کے پچھلے حساب میں رد و بدل ہوتا ہے۔ علم الٰہی کے نتیجہ کے وقت سے پہلے فرشتوں کا علم اس رد و بدل سے قاصر ہے۔ سورہ رعد میں اسکی تفصیل زیادہ گذر چکی ہے ۞

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

ہم بہت جلد فارغ ہوتے ہیں تم تاریخ آ دو دو جھل قافلو پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اے فرقے جنوں کے اور انسانوں کے

إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ

اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو نہیں نکل سکو گے

إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ ۝ ۱۵

بن سند پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے چھوٹتے ہیں تم پر شعلے آگ کے صاف

منزل ۷ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

اور دھواں سے پھر تم بدلا نہیں لے سکتے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

اللہ تعالےٰ کی شان تو اس سے بہت عالی اور برتر ہے کہ اوسکو کسی کام سے فرصت اور فراغت حاصل کرنے کی ضرورت ہو کیونکہ یہ تو مخلوق کی شان ہے کہ ایک کام سے فارغ ہوں تو دوسرا کام کریں۔ لیکن جسطرح اُردو کے محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ سو کام چھوڑ کر یہ کام کیا جاوے گا حالانکہ ایسے موقع پر نہ سو کام ہوتے ہیں نہ اونکا چھوڑنا حقیقت میں مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ جس کام کے کرنے کا ارادہ ظاہر کرکے یہ محاورہ کی بات کہی جاتی ہے۔ اصل میں اسبات سے اوس کام کا ضروری ہونا جتلایا جاتا ہے اسیطرح قیامت اور اوسکے حساب و کتاب اور سزا و جزا کے جو لوگ منکر ہیں اونکی تنبیہ کے لیئے عربی کے محاورہ کے طور پر یہ فرمایا ہے کہ جس حساب اور سزا و جزا کے یہ لوگ منکر ہیں ہمارے نزدیک وہ ایسا ایک اہم کام ہے کہ وقت مقررہ پر خاص توجہ سے ہم اوسکو کریں گے اب آگے جنات اور انسان کے منکر حشر گروہ کو فرمایا کہ اوس حساب و کتاب اور سزا و جزا سے بھاگ کر آسمان و زمین کے کسی کونے میں یہ لوگ جا سکتے ہوں تو چلے جاویں اور حساب و کتاب اور سزا کے مخمصے سے چھوٹ جاویں پھر فرمایا کہ بھلا اللہ کی حکومت اور بادشاہت سے

نکل کر کوئی کہاں جاسکتا ہے صحیح بخاری و مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ قبروں سے اٹھتے ہی ایک آگ اسطرح کے لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر کر محشر کے میدان تک لیجاوے گی۔ آگے اوسی آگ کے شعلوں اور دھوئیں کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ اس آگ سے بچنے کیلئے اونکی مدد کرکے کوئی اونکو بچا نہیں سکتا اور نہ یہ خود کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ قیامت کے دن کی باتوں سے لوگوں کو دنیا میں خبردار کردینا یہ بڑا کا احسان ہے اسلئے ان باتوں کے ذکر کو نعمت فرمایا۔ اوپر گذر چکا ہے کہ ابوہریرہ کی اسی حدیث کو بعضے علماء نے قبروں کے اوٹھنے کے وقت کا حال قرار دیا ہے۔ اور بعضے علماء نے اسکو علامات قیامت میں شمار کیا ہے ۔

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝
پھر جبکہ پھٹ جاوے آسمان تو ہوجاوے گلابی جیسے تیل کی تلچھٹ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝
پھر اس دن پوچھ نہیں اسکے گناہ کی کسی آدمی سے نہ جن سے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
پہچانے جاویں گے گنہگار اپنے چہرے سے پھر پکڑا جاوے گا ماتھے کے بال سے اور پاؤں سے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبَانِ ۝ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ
جھٹلاؤ گے یہ دوزخ ہے جسکو جھوٹ بتاتے گنہگار پھرتے ہیں بیچ اسکے اور کھولتے

حَمِيمٍ آنٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝
پانی گے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

منزل ۷ الرحمٰن مدنی

پہلے صور سے جب ساری دنیا اجڑے گی۔ ایک دفعہ تو آسمان اوسی وقت پھٹے گا۔ اور پھر حشر کے لیے دوسرا صور پھونکا جاویگا جسکی آواز سے سب لوگ قبروں سے اوٹھینگے۔ اوسوقت نیا آسمان بنے گا۔ اور اوس میں دروازے ہوجاویں گے جن دروازوں سے حشر کے انتظام کے فرشتے زمین پر اوتریں گے ان آیتوں میں آسمان کی اوسی دوسری حالت کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس کے بعد مجرموں کے دوزخ میں ڈالے جانیکا حال ہے جو دوسرے صور کے بعد ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی صحیح مسلم اور ترمذی کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ستر ہزار زنجیریں لگاکر دوزخ کو محشر کے میدان میں لایا جاوے گا اوسوقت کی دوزخ کی پہلی آسمان کا طرح طرح کا رنگ بدلنے گا۔ اوسیکا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ کبھی

آسمان کا رنگ گلابی ہوجاوے گا۔ اور کبھی سنا صحیح مسلم کی انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ جو گنہگار اپنے گناہوں کا انکار کرینگے تو اون کے مونہہ پر مہر لگائی جاکر اونکو گونگا کردیا جاوے گا اور اونکے ہاتھ پیروں سے اونکے گناہوں کی گواہی ادا کرائے جاوے گی اس گواہی کے بعد اُن گونگوں سے پھر کچھ نہ پوچھا جاوے گا۔ بلکہ اون کے سیاہ چہرے اور کبھی آنکھوں کی نشانی سے فرشتے اونکو پہچان لینگے کہ یہ دوزخی ہیں پھر اونکی پیشانی کے بال اون کے پاؤں کے پنجوں میں باندہ دیویں گے اور اسطرح اونکی ایک گٹھری بناکر اونکو دوزخ میں جھونک دیویں گے۔ جب اونکو دوزخ میں جھونک دیا جاوے گا تو اونکو ذلیل کرنے کے لیئے فرشتے کہوں گے کہ یہ وہی آگ ہے جسکو دنیا میں تم جھٹلاتے تھے پھر آگ میں جلنے اور پیاس کے وقت نہایت درجہ کا کھولتا ہوا پانی پینے میں اون کی ہمیشہ کی زندگی بسر ہوگی۔ کبھی کبھی عذاب کے طور پر یہ کھولتا ہوا پانی اون کے سر پر بھی ڈالدیا جاوے گا۔ اِس پانی کے پینے اور سر پر ڈالنے سے اون کی انتڑیاں باہر نکل پڑینگی ابوسعید خدری ابوہریرہؓ اور ابوامامہ کی حدیثیں مسند امام احمد ترمذی وغیرہ کی روایتہ کی جو اس باب میں ہیں سورہ محمد میں وہ گذر چکی ہیں۔ حاکم نے ان حدیثوں کو صحیح کہا ہے۔ دنیا میں ان باتوں کو نصیحت کے طور پر ذکر کرکے انسان کو ان باتوں سے ڈرا دینا یہ اللہ کا ایک احسان ہے اسلیئے ان باتوں کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا

منزل ۳ ع ۲۰ ۱۳

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَآ

اور جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اسکو ہیں دو باغ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے جنمیں بہت سی

اَفْنَانٍ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

ٹہنیاں ہیں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں دو چشمے بہتے ہیں پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں ہر میوے قسم قسم کے ہیں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

جن لوگوں کے دلمیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب و کتاب کا خوف ہے اور وہ لوگ اِس خوف کے سبب سے فرض اور نفل عبادت کے بجالانے اور گناہوں سے بچنے میں احکام شرع کے پابند ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اون کی بڑی عزت فرماوے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں حشر کی گرمی اور پسینے کے وقت سات شخصوں کو عرش کے سایہ میں جگہ ملنے کی عزت کا ذکر ہے۔ اِن سات شخصوں میں ایک شخص وہ ہے جسکو کوئی مالدار حسین عورت بدکاری کا پیغام دیوے

اور وہ شخص اللہ کے خوف سے بدکاری نہ کرے۔ اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں۔ ان آیتوں میں بھی ایسے لوگوں کی عزت کا یہ ذکر ہے کہ ایک جنت اون کے نیک عمل کے بدلے میں اور ایک اونکے خوف کے بدلے میں اسطرح اونکو دو جنتیں ملیں گی۔ بعضے مفسروں نے یہ جو لکھا ہے کہ فقط آیتوں کے قافیہ کے لیے بصیغہ تثنیہ فرمایا تاکہ قرآن میں تکذبان وغیرہ کا قافیہ ملجاوے ورنہ جنت سب کو ایک ہی ملے گی اس قول کو اور علماء نے چند طرح سے غلط ٹھیرایا ہے۔ جن پیڑوں میں ٹہنیاں زیادہ ہونگی۔ اونکا سایہ بھی بہت ہوگا۔ اور ٹہنیوں پر میوہ زیادہ ہوگا اسلیئے ان پیڑوں کی ٹہنیوں کا ذکر فرمایا۔ درختوں کی پرورش پانی سے ہوتی ہے اسلیئے چشموں کا ذکر فرمایا۔ سلف کا بیان ہے کہ ان دو چشموں میں ایک پانی کا ہوگا۔ اور ایک شراب کا جس سے یہ میوے نہایت مزہ دار ہوجاوینگے قسم قسم کے میوہ کا یہ مطلب ہے کہ خشک و تر جسطرح کے میوے کو جی چاہے وہ ان پیڑوں میں لگا ہوا ہوگا۔ بیہقی کی روایت کی حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ جنت کی چیزوں کے دنیا میں فقط نام ہی نام ہیں۔ اسلیئے جنت کے میووں کے دنیا کے میووں سے تشبیہ دیکر کچھ زیادہ تفسیر نہیں کی جاسکتی اسی لحاظ سے صحیح بخاری و مسند امام احمد وغیرہ کی ابوہریرہ کی روایتوں میں ہے کہ جتنی جگہ میں گھوڑے کا کوڑا رکھا جاتا ہے جنت کی اتنی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے ✣

منزل

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
گے بیٹھے بچھونوں پر جنکے استر تانتے کے اور میوہ ان باغوں کا جھک رہا ہے پھر کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں نہیں ساتھ ملایا انکو کسی آدمی نے اپنے پہلے اور نہ کسی جن نے
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے وہ جیسے جیسے لعل اور مونگا پھر کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور کیا بدلا ہے نیکی کا مگر نیکی پھر کیا کیا نعمتیں
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

معتبر سند سے بیہقی میں عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ جس بچھونے کا استر ریشمی کپڑے بیش قیمت کا ہوگا

اوس بچھو نے کے ابرے کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیسا ہوگا۔ استبرق دلدار ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں مجاہد کے
قول کے موافق جنت کی میوہ دار شاخیں ایسی حالت پر ہوں گی کہ کھڑے بیٹھے لیٹے سب طرح اون شاخوں میں
کا میوہ جنتی لوگ کھا سکیں گے صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن اوفی سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک کر دیکھ
لیوے تو مشرق سے مغرب تک ساری زمین پر اوسکی خوبصورتی کی چمک پھیل جاوے۔ بعض روایتوں میں
یوں بھی ہے کہ اوس کے حسن کی چمک سے سورج اور چاند کی روشنی ماند ہو جاوے آیتہ کانہن الیاقوت
والمرجان کی یہہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ طبرانی میں حضرت ام سلمہ کی بہت بڑی حدیث ہے اوس کے ایک
ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ حضرت ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ دنیا کی ایماندار عورتوں کا
درجہ جنت میں بڑھکر ہوگا یا جنت کی عورتوں کا آپنے فرمایا نیک عملوں کے اجر کے سبب سے دنیا کی عورتوں کا
درجہ جنت میں بڑھکر ہوگا۔ اونکی چہرونپر اللہ کے حکم سے عجب طرح کا نور آجاوے گا۔ طبرانی کی اس حدیث
کی سند میں ایک راوی سلیمان بن ابی کریمہ ہے جسکے ثقہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ مسند ابی یعلیٰ
اور بیہقی میں بھی اس مضمون کی روایتیں ہیں جن سے ام سلمہ کی حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے بیہقی کی سند
میں ایک راوی اسمٰعیل بن رافع کو اگرچہ بعضے علماء نے ضعیف بتلایا ہے لیکن امام بخاری نے اوسکو ثقہ کہا ہے
جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ دنیا کی عورتیں حسن اور درجہ میں حوروں سے جنت میں بڑھکر ہونگی۔
اون کے قول کی بنیاد اس حدیث پر ہے اور جو علماء حوروں کے بڑھکر ہونے کے قائل ہیں اون کے قول کی بنیاد
عوف بن مالک کی صحیح مسلم کی اوس حدیث پر ہے جس میں آپنے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور یہہ دعا کی کہ یا اللہ تو اس
میت کو بہ نسبت دنیا کے گھر کے اور دنیا کی بی بی کے عقبیٰ میں اچھا گھر اور اچھی بی بی دے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ عقبیٰ کی بیبیاں دنیا کی بیبیوں سے اسطرح اچھی اور بہتر ہونگی جسطرح وہاں کا گھر دنیا کے گھر سے اچھا اور بہتر ہوگا
ظاہر ایسی آخری قول قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکی بنیاد ایک قوی حدیث پر ہے۔ لیکن یہہ حدیث عام ہے
اسمیں سے زیادہ نیک عمل والی دنیا کی عورتوں کو خاص ٹھہرانا چاہیئے۔ کیونکہ دوسرے قول کی بنیاد جن حدیثوں پر
ہے اون کے باہمی تقویہ کا حال بھی بیان کیا جا چکا ہے نیچی نگاہ والیوں کا مطلب حضرت عبداللہ بن عباس
کے قول کے موافق یہہ ہے کہ سوائے اپنے شوہر کے دوسرے غیر مرد کیطرف نگاہ اوٹھا کر نہ دیکھیں گی۔ نہیں سانہ
سُلایا اون کو کسی آدمی نے اون سے پہلے نہ کسی جن نے اسکا مطلب حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر
کے موافق یہہ ہے کہ وہ کواری ہونگی۔ آیتہ کے اس ٹکڑے کو علماء نے اس بات کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ جنات
بھی جنت میں جاویں گے صحیح بخاری و مسلم المعاذ بن جبل کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ اللہ کا

بندوں پر یہ ہے کہ وہ خالص دل سے اللہ کی عبادت کریں۔ اور اس حق کے ادا ہونے کے بعد بندوں کا حق اللہ پر ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کرے۔ آیتہ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُدْهَامَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
اور ان دو کے سوا اور دو باغ ہیں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے گہرے سبز جیسے سیاہ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ
جھٹلاؤ گے انمیں دو چشمے ہیں اُبلتے ہوئے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے انمیں میوے
وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝
اور کھجوریں اور انار ہیں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے نیک عورتیں ہیں خوبصورت
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

منزل ۷

صحیحین ترمذی وغیرہ میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں اور ہر درجہ کا فاصلہ دوسرے درجہ تک سو برس کے راستہ کا ہے ہر درجہ میں اسقدر گنجائش ہے کہ تمام دنیا کے لوگ ایک درجہ میں رہ سکتے ہیں جس جنت کا نام فردوس ہے وہ سب درجوں میں اعلیٰ درجہ کی جنت ہے۔ اسیواسطے آپنے اِن ہی روایتوں میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے جنت الفردوس کی خواہش کرنی چاہیے میٹھے پانی کی اور شہد اور دودھ اور شراب کی نہریں۔ اِس جنت الفردوس سے جاری ہوکر اور جنتوں میں گئی ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے یہ جو لکھا ہے کہ یہہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہے شاید صاحب مشکوٰۃ کا مطلب یہہ ہے کہ عبادہ بن صامت کی روایتہ سے یہہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں نہیں ہے ورنہ صحیح بخاری کی کتاب الجہاد اور صحیح مسلم کے مجاہدین کے ثواب کے باب میں یہہ حدیث موجود ہے بخاری کی روایتہ ابوہریرہ کی ہے اور مسلم کی روایتہ ابوسعید خدری کی ہے۔ اسی جنت الفردوس کے اوپر اللہ تعالےٰ کا عرش ہے جنتیوں کے درجوں سے مقصود جنت کی منزلیں اور جنت کے مکانوں کے قطعات ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ابوسعید خدری کی روایتہ میں ہے کہ جو جنتی لوگ جنت کی نیچی کی منزل میں ہوں گے۔ اونکو جنت کے اوپر کے منزل کے لوگ تاروں کی طرح نظر آویں گے۔ غرض اِن آیتوں میں پہلے تو یہہ فرمایا کہ جن لوگوں کے دلمیں خدا تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا۔ اونکو جنت کی دو منزلیں ملیں گی۔ ایک اون کے نیک عمل کے بدلہ میں

اور ایک خوف الٰہی سے بُرے کاموں سے بچنے کے بدلہ میں پھر اون منزلوں کے ساز و سامان کا ذکر فرمایا کہ بعض منزلوں میں اعلیٰ درجہ کا ساز و سامان۔ اور بعض میں اون سے کم درجہ کا مثلاً ایک جگہ فاکہۃٌ فرمایا۔ اور دوسری جگہ کل کا لفظ نہیں فرمایا۔ ہر طرح کی منزلوں کے ساز و سامان کا ذکر اسلیے فرمایا۔ تاکہ معلوم ہوجاے کہ جقدر خوف الٰہی انسان کے دلمیں ہوگا اوسیقدر ساز و سامان والی جنت کی دو منزلیں اوسکو ملیں گے۔ امت کے سب لوگوں سے بڑھکر اللہ کا خوف تو اللہ کے رسول کے دلمیں ہوتا ہے۔ چنانچہ انس بن مالک کی صحیح بخاری و مسلم کی حدیث جسمیں بعضے صحابہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو کم سمجھکر آپسے بڑھکر عبادت کرنے کا قصد کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس حدیث میں فرمایا ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اب اللہ کے رسول کے بعد جسقدر خوف الٰہی امت کے علماء اور صلحاء کے دل میں ہوگا۔ اوسیقدر ساز و سامان کی جنت کی دو منزلیں اونکو ملیں گی۔ ابو سعید خدری کی حدیث میں یہہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کے اعلیٰ منزلوں کا ذکر فرمایا تو بعضے صحابہ نے آپسے پوچھا کہ وہ منزلیں اللہ کے رسولوں کی ہونگی۔ آپنے فرمایا۔ ہاں۔ لیکن جن لوگوں کا یقین اللہ کے احکام موپر پورا ہے اونکو بھی یہہ منزلیں ملیں گی اِس سے یہہ بات صاف ہوگئی کہ امت کے علماء اور صلحاء میں سے اون کے ایمان اور عقبےٰ کے خوف کے موافق جنت کے منزلوں کی درجہ بندی ہوگی اِس درجہ بندی کا ذکر سورۃ النساء کی آیۃ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین میں گذر چکا ہے۔ مدہامتان کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس نے اوس گھرے سبز کی فرمائی ہے جسکی سبزی میں سیرابی کی زیادتی سے سیاہی کی جھلک پیدا ہوجاوے۔ پہلے دو جنتوں کے پیڑوں میں ٹہنیوں کی زیادتی کا ذکر تھا جو یہاں نہیں ہے۔ نضاختان کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس نے ابالب کی فرمائی ہے۔ پہلے کے دونو چشموں میں ابالب ہونے کے بعد بہنے کا ذکر تھا جو یہاں نہیں ہے۔ خیرات حسان کے معنے خوبصورت خوش اخلاق عورتیں پہلے کا نہیں الیاقوت والمرجان فرمایا تھا جو یہاں نہیں ہے۔ یہاں حورٌ مقصورات فی الخیام ہے۔ وہاں فیہن قاصرات الطرف فرمایا تھا۔ جو عورتیں غیر مرد سے خود اپنی نگاہ کو روکیں اور جن عورتوں کی نگاہ کسی روکنے والے کے حکم سے روکی جاوے۔ ان دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ متکئین علی رفرف خضر کے معنے سبز قالین وہاں ایسے بچھونے فرمائے تھے جنکے استر ولدار ریشمی کپڑے کے تھے اور ابرے کی تعریف بیان سے باہر تھی یہاں فقط سبز قالین فرمائے۔ ہر نفیس چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں۔ مفسرین نے اگرچہ اسمیں بڑا اختلاف کیا ہے کہ اِس رکوع میں جنت کی جن دو منزلوں کا پہلے ذکر فرمایا ہے۔ وہ اعلیٰ ہیں یا پچھلی دونو منزلیں اعلیٰ ہیں لیکن ساز و سامان کے مقابلہ سے تو اول کی دونو منزلیں اعلیٰ معلوم ہوتی ہیں جسطرح امیر آدمی

دنیا میں دو مکان بنا کر دل بہلانے کے لیئے کبھی ایک میں رہتے ہیں کبھی دوسرے میں اسیطرح خدا کے خوف سے بُرا کام چھوڑنے والوں کو عقبیٰ میں دل بہلانے اور نقل مکان کرنے کے لیئے جنت میں دو مکان دیئے جائینگے۔

حُورٌ مَّقْصُورٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ

حوریاں روکی رہتیاں خیموں میں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے نہیں چھوا ان کو کسی آدمی نے

قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

نہ کسی جن نے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے بیٹھے سبز چاندنیوں پر اور قیمتی بچھونوں پر خوش طرح پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

ع ۳ ۲۳ ۱۳

صحیح بخاری صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ جنت کے خیمے دنیا کے خیموں کیطرح کپڑے کے نہیں ہونگے بلکہ ساٹھ میل کی چوڑائی کے اندر سے خالی موتی ہونگے۔ اون موتیوں کے وہ خیمے ہونگے۔ ایک ایک خیمہ کے ستر ستر دروازے ہونگے تفسیر حسن بصری میں لکھا ہے کہ یہی دنیا کی نیک عورتیں اچھی صورت کی ہوکر جنت میں پیدا ہونگی۔ اونکو قرآن شریف میں حور فرمایا ہے لیکن اور مفسروں نے اِس قول پر اعتراض کیا ہے کہ حوریں اولاد آدم میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک مخلوق ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جنت میں پیدا کی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت معاذ بن جبل کی جو حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے خاوند کو دنیا میں کچھ ایذا دیتی ہے تو وہ حور جو جنت میں اِس مرد کو ملنے والی ہے اِس عورت کو اپنی جگہ پر بُرا کہتی ہے اور یہ بھی کہتی ہے کہ اِس مرد کو کیوں ایذا دیتی ہے یہ تو تیرے پاس چند روزہ مہمان ہے۔ پھر ہمارے پاس آنے والا ہے۔ اِس حدیث سے اور اِس قسم کی اور احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حوریں دنیا کی مخلوق سے جدا ہیں ✣

منزل ۷

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کی جو بزرگی رکھتا ہے تعظیم والا

ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت انس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان کو لازم ہے کہ یا ذالجلال والاکرام کا وظیفہ کبھی نہ چھوڑے صحیح مسلم میں ثوبان سے

روایتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام۔ معنے ان دونوں ناموں کے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ بڑا صاحب عظمت ہے اوسکی عظمت کے آگے کیسکو کسیطرح کی بزرگی کا حق حاصل نہیں ہے اسواسطے اوسکی عبادت میں کسی طرح کیسکو شریک نہیں کیا جاسکتا اور جو باتیں اللہ کی ذات کے لایق نہیں ہیں اون سے اللہ کی پاکی اور اکرام بندوں کو لازم ہے ۔

سورۃ الواقعہ مکیۃ وھی ستّ وتسعون اٰیۃ وثلث کوعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت عبداللہ بن عباس کے شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا قول کیموافق یہ سورۃ مکی ہے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ اِذَا رُجَّتِ

جب ہو پڑنے والی نہیں اسکے ہو پڑنے میں جھوٹ اُتارتی ہے پٹھاتی جب لرزے

الْاَرْضُ رَجًّا ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝ وَّكُنْتُمْ

زمین کپکپاکر اور ٹکڑے ہوں پھاڑ ٹوٹ کر پھر ہوجائیں گرد اُڑتی اور تم

اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ

ہو جاؤ تین قسم پھر داہنے والے کیسے داہنے والے اور بائیں والے

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

کیسے بائیں والے اور اگاڑی والے وہ لوگ ہیں پاس والے باغوں میں نعمت کے

منزل

مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے اسواسطے اللہ تعالےٰ نے چند سورتوں میں قیامت کا حال بیان فرماکر اون کے انکار کو توڑا ہے حاصل معنے اِن آیتوں کے یہ ہیں کہ اب تو یہ لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں لیکن جب قیامت قایم ہوجاوے گی۔ اور دوسرے صور کی آواز سنکر یہ لوگ قبروں سے ٹڈیوں کیطرح نکل کھڑے ہونگے اور ان کے قبروں سے نکلتے ہی ایک آگ انپر تعینات ہوجاوے گی جو انکو محشر کے میدان تک گھیر کر لیجاوے گی۔ ابوہریرہ کی حدیث میں اِس آگ کا ذکر ہے۔ اگرچہ اوس حدیث کے معنے میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ آگ علامات قیامت میں سے ہے جو قیامت سے پہلے عدن سے نکلے گی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت کے دن قبروں سے اوٹھنے کے وقت یہ آگ بدلوگوں کے ساتھ ہوگی۔ یہ دونو قول اوپر بیان کیے جا چکے ہیں۔ لیکن ابوہریرہؓ کی اوس حدیث میں یوم القیامہ کا لفظ موجود ہے جس سے دوسرے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ غرض اِس آگ سے

اِن لوگوں کو میدان محشر میں اور دوزخ میں طرح طرح کی تکلیفیں پیش آویں گی۔ اوسوقت انکو اس انکار کی حقیقت کھل جاوے گی کہ اوسوقت یہہ اپنی کسی تکلیف کو ٹال نہ سکیں گے۔ قیامت کے حال میں اوتارتی چڑھاتی جو فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اسکا مطلب یہہ ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ جو چڑھ بڑھکر گزران کرتے اور اپنی اس دنیا کی خوش حالی کے سبب سے عقبےٰ سے بالکل غافل تھے قیامت کے دن وہ خوار و ذلیل ہو جاوینگے اور دنیا کی جس خوشحالی نے اونکے عقبےٰ سے غافل کر دیا تھا اوسدن اوسکے عذاب کے آگے وہ دنیا کی چند روزہ خوشحالی اونکو یاد بھی نہ رہیگی۔ اسیطرح جو ایماندار لوگ دنیا میں گری ہوئی حالت سے اپنی گذر کرتے تھے وہ اوسدن نہایت چڑھی بڑھی حالت سے ہو جاویں گے اور دنیا کی وہ اپنی گری ہوئی حالت اون کو یاد بھی نہ ہوگی۔ صحیح مسلم کی اسی مضمون کی انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے اوس سے حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ زمین کا ہلنا اور پھٹنا اور پہاڑوں کا غبار کیطرح اوڑنا اگرچہ یہہ پہلے صور کے وقت ہوگا۔ لیکن یہہ قیامت کے شروع ہو جانے کی باتیں ہیں اسلیئے دوسرے صور کے بعد کی باتوں کے ساتھہ انکا بھی ذکر فرمایا اب قیامت کے دن سب لوگوں کی تین قسمیں جو ہونگی اونکا ذکر فرمایا۔ داہنی ہاتھہ والوں کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے روحیں نکالنے کے وقت حضرت آدم کی سیدھی طرف تھے اور بائیں ہاتھہ والے وہ لوگ ہیں جو حضرت آدم کی بائیں جانب تھے۔ یہہ مسلم بن یسار کی حضرت عمر والی حدیث کا مضمون ہے جسکے موافق حضرت عبداللہ بن عباس نے داہنے اور بائیں ہاتھہ والوں کی تفسیر کی ہے۔ یہہ حدیث موطا ترمذی اور ابوداؤد میں ہے۔ اگرچہ بعضے علماء نے اس حدیث کی سند پر یہہ اعتراض کیا ہے کہ مسلم بن یسار نے حضرت عمر کو نہ دیکھا نہ اُن دونوں کی کبھی ملاقات ہوئی پھر یہہ روایت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن موطا مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کی سندیں ایسی ہیں جنمیں یہہ اعتراض نہیں ہے اسلیئے یہہ حدیث معتبر ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس نے جو تفسیر کی ہے وہ صحیح ہے اس حدیث کا حاصل مطلب یہہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اونکی پشت سے اون روحوں کو نکالا جو قیامت تک دنیا میں آنے والی تھیں اور داہنی جانب کی روحوں کو جنتی لوگوں کی روحیں اور بائیں جانب کی روحوں کو دوزخی لوگوں کی روحیں فرمایا صحیح مسلم کی ابوذر کی اوس حدیث سے بھی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کے داہنے ہاتھہ کی طرف اہل جنت کی اور بائیں ہاتھہ کی طرف اہل دوزخ کی روحیں دیکھیں۔ بعضے مفسروں نے داہنے ہاتھہ والوں کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نیک عمل لوگ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ وہ لوگ جنکے نامہ اعمال داہنے ہاتھہ میں دیئے جائینگے

منزل ۷

مگر حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر ان سب باتوں کو شامل اور سب پر صادق آتی ہے کیونکہ جو لوگ پیدا ہونے کے پہلے جنتی قرار پا چکے ہیں وہ مرضیٔ دنیا میں عمل بھی نیک کرینگے اور قیامت کے دن اونکا اعمال نامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا۔ داہنے ہاتھ والوں میں سے جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول کیا یا امتوں میں سے کہ وہ لوگ جو نیک عملوں میں پیش قدمی کرتے رہے اونکو آگے والے اور مقرب فرمایا مقرب وہ جن کے درجے جنت میں بڑے بڑے ہوں گے +

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا

انبوہ ہے پہلوں میں اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں بیٹھے ہیں پلنگوں پر تکیہ دیئے اوپر ایک دوسرے کے

مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ

سامنے اُن کے پاس لڑکے سدا رہنے والے آبخورے اور گلاس اور پیالہ

مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ

نتھری شراب کا سر نہ دکھے جس سے اور نہ بہکا کرے اور میوہ جو پسند آچن لیویں اور گوشت

طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَآءًۢ بِمَا

اُڑتے جانوروں کا جس قسم کو جی چاہے اور گوریاں بڑی آنکھوں والیاں کئی برابر پلٹے موتی کے بدلا اس کا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝

جو کرتے تھے نہیں سنتے وہاں بکنا اور نہ جھوٹھ لگانا مگر ایک بولنا سلام سلام

منزل ۷

یہ مقربین کی تفصیل ہے کہ وہ پہلے لوگوں میں بہت ہیں اور پچھلوں میں تھوڑے۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ پہلوں سے مقصود حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کے لوگ ہیں یا اسی امت کے پہلے لوگ۔ اکثر سلف کا یہی قول ہے کہ اولین و آخرین اسی امت کے پہلے اور پچھلے لوگوں کو فرمایا ہے آیت کنتم خیر امۃ سے اور اسی مضمون کی بہز بن حکیم کی اوس حدیث سے جسکو ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ جب یہ امت اور امتوں سے بہتر ہے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ مقربین کی تعداد بہ سبت اس امت کے اور امتوں میں زیادہ ہو۔ بہز بن حکیم کی حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔ یہ بہز بن حکیم بن معاویہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں اگرچہ صحیح بخاری و مسلم میں انکی کوئی روایت نہیں ہے۔ لیکن ابن عدی نے اس سند کو قابل اعتبار ٹھہرایا ہے۔ مقربین کی جنت میں ساز و سامان یہ ہوگا کہ سونے کے تاروں کے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے

نوعمر خوبصورت خادم پانی کے آبخورے شراب کے جام طرح طرح کے میوے کے طباق اور کباب کی رکابیاں لیئے ہوئے حاضر ہونگے۔ شراب وہ ہوگی کہ جس سے دنیا کی طرح نہ سر میں درد ہوگا نہ حواس میں کچھ فتور پڑے گا آبدار موتی کی صورت حوریں ہم نشینی کے لیے موجود ہونگی۔ مخلدون کا یہ مطلب ہے کہ وہ نوعمر خادم ہمیشہ نوعمری کی حالت پر رہونگے صحیح قول یہی ہے کہ وہ نوعمر لڑکے حوروں کی طرح جنت میں جدا پیدا کیئے گئے ہیں اولاد آدم میں سے نہیں ہیں۔ پھر یہ فرمایا کہ جنتی لوگ آپس میں سلام علیک جو کریں گے اوسی کی آواز چاروں طرف سے آوے گی۔ اور اسیطرح کی ایسی بیہودہ کوئی بات چیت نہوگی جس سے جنت کے عیش میں کچھ خلل پڑے۔ سورہ رحمٰن میں گذر چکا ہے۔ کہ مقربین کی جنت کی منزلیں بھی بلند ہونگی۔ اور اون کا ساز و سامان بھی اعلیٰ درجہ کا ہوگا ۞

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَّظِلٍّ
اور داہنے والے کیسے داہنے والے رہتی بیری کے درختوں کا ٹہنیاں ہوونہیں اور کیلے تہ پر تہ اور چھاؤں
مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝
لمبی اور پانی بہایا ہوا اور میوے بہت نہ ٹوٹا اور نہ روکا
وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝
اور بچھونے اونچے ہمنے وہ عورتیں اٹھائیں ایک اٹھان پر پھر کیا ان کو کنواریاں پیار دلاتیاں ایک عمر کیاں
لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝
واسطے داہنے والوں کے

منزل ۱ ع ۳۸ ۱۴

مقربین کے حال کے بعد یہ داہنے ہاتھ والوں کا حال فرمایا۔ طائف کے پاس ایک جگہ ہے جسکا نام فج ہے۔ وہاں بیری اور کیلے کے درختوں کا سایہ بہت ہے اوسجگہ کو سایہ اور ٹھنڈک کے سبب سے اہل مکہ بہت پسند کرتے تھے۔ اسلیے فرمایا کہ جنت میں بھی یہ سایہ دار درخت ہونگے۔ بلکہ اتنی بات بڑھکر ہوگی کہ دنیا کی بیریوں کانٹے ہوتے ہیں جنت کی بیریوں میں سایہ ہوگا۔ پھل ہونگے۔ مگر کانٹے نہ ہونگے۔ دنیا کے لمبے درختوں کا نیچے کا حصہ پھل سے خالی ہوتا ہے۔ جنت کے درخت ایسے نہیں ہیں اونمیں جڑ کے پاس سے ہی میوے کی شاخیں شروع ہو جاتی ہیں معتبر سند سے بیہقی کی عبداللہ بن عباس کی یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ جنت کی چیزوں کے فقط نام دنیا کی چیزوں سے ملتے ہوئے ہیں ورنہ جنت کی چیزوں کے آگے دنیا کی چیزوں کی کچھ حقیقت نہیں اسلیے ان بیروں اور کیلوں کے مزہ کو دنیا کے بیر اور کیلو پر قیاس

نہ کرنا چاہیئے صحیح بخاری مسلم اور ترمذی میں ابو سعید خدری سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بعضے سایہ دار درخت ایسے ہیں کہ اونکا سایہ سوار آدمی سے سی سو برس کے عرصہ میں طے نہیں ہو سکتا۔ ترمذی نے اِس حدیث کو ظل ممدود کی تفسیر قرار دیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کی معتبر روایتوں کے موافق جنت میں نہ سورج ہے نہ دھوپ وہاں تو ہمیشہ ایسا وقت رہے گا جیسا وقت دنیا میں طلوع فجر سے سورج کے نکلنے تک رہتا ہے۔ اسلئے وہاں کا سایہ فقط تفریح کے لیے ہوگا۔

مسند امام احمد اور ترمذی میں جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں دو وہ شہد شراب اور میٹھے پانی کے دریا ہیں جنمیں سے یہ چیزیں بہکر جنت کے ہر ایک مکان کی نہروں میں آوینگی۔ اور ہمیشہ وہ نہریں جاری رہوینگی۔ ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور یہی حدیث مارمسکوب کی تفسیر ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ میٹھے پانی کے دریا میں سے جنت کی نہروں میں پانی کرے گا۔ اور ہمیشہ جاری رہوے گا حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق جنت کی نہروں کے کنارے اور اُن میں گہرائی نہیں ہے بلکہ اللہ کے حکم سے سطح زمین پر وہ نہریں جاری ہونگی تاکہ بغیر وقت کے اونمیں سے دودھ شہد شراب پانی ہر چیز لی جاسکے صحیح بخاری و مسلم کی حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث مشہور ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑہنے میں جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ اور جنت کی انگور کی بیل میں سے ایک خوشہ توڑنا چاہا اور پھر اللہ کا حکم نہ ہونے سے وہ خوشہ آپ نے نہیں توڑا۔ اور فرمایا کہ اگر میں اُس خوشہ کو توڑ لیتا تو قیامت تک لوگ اوسکے انگور کھایا کرتے یہ حدیث۔ وفاکہۃ کثیرۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے میوے کا ایک ایک خوشہ ہزاروں آدمیوں کے ہزارہا برس کے کھانے کے قابل میوے سے لدا ہوا ہے۔ لامقطوعۃ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ جسطرح دنیا کے میوے خاص خاص موسم پر ہوتے ہیں اور موسم کے بعد اونکی پیداواری کا سلسلہ مقطوع اور منقطع ہو جاتا ہے جنت کے میووں کا یہ حال نہیں ہے بلکہ وہاں ہر موسم میں کل میوے موجود ہونگے۔ لامنوعۃ کی تفسیر اونہی کے قول کے موافق یہ ہے کہ لیٹے بیٹھے ہر حالت میں جنتی لوگ جنت کے پیڑوں کا میوہ کھا سکیں گے کسی حالت میں کچھ روکاوٹ نہوگا۔ فرش مرفوعہ کا یہ مطلب ہے کہ کئی کئی بچھونے اوپر تلے بچھانے سے وہ بچھونے اونچے ہو جاوینگے ترمذی میں ابو سعید خدری کی جو روایتہ ہے اوس سے اون بچھونوں کی اونچائی پانسو برس کے راستہ کی معلوم ہوتی ہے۔ ترمذی نے اِس حدیث کو حسن غریب کہکر یہ کہا ہے کہ رشدین سعد اِس حدیث کی روایتہ عمرو بن الحارث سے تن تنہا کرتا ہے۔ یہ رشدین سعد اگرچہ ضعیف ہے لیکن صحیح ابن حبان

منزل ۷

اور بیہقی کی سند میں عبداللہ بن وہب نے بھی اس حدیث کو عمرو بن الحارث سے روایت کیا ہے اور عبداللہ بن وہب کے ثقہ ہونے میں کیسکو کلام نہیں ہے۔ اسلیے یہ حدیث حسن کے درجہ سے کسیطرح کم نہیں ہے انشاء اللہ ہن انشاء کا مطلب حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ ہے کہ جنت کی عورتیں ہمیشہ نا کتخدا عورت کی حالت میں رہونگی۔ عربا کے معنے اپنے شوہر سے الفت کرنے والیاں۔ اترابا کے معنے ہم عمر۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝

انبوہ ہے پہلوں اور انبوہ ہے پچھلوں میں

ترمذی میں حضرت بریدہ کی حدیث ہے جسکو ترمذی نے حسن کہا ہے حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی کل ایکسو بیس صفیں ہونگی۔ اونمیں سے اسّی صفیں امت محمدیہ کی ہونگی اور چالیس صفیں اور امتوں کی ہونگی۔ اس حدیث سے یہ حساب تو صحیح معلوم ہوگیا کہ بہ نسبت اور امتوں کے اس امت کے جنتی لوگ دوگنے ہونگے اب جنتی لوگوں کی اللہ تعالےٰ نے اس سورۃ میں اور سورہ فاطر میں دو قسمیں فرمائیں ہیں۔ ایک تو اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں جنکو نیک کاموں میں سبقت لیجانے والے اور مقرب فرمایا ہے دوسرے بیچ کی راس کے لوگ جنکو سیدھے ہاتھ والے فرمایا ہے ان دونو قسموں کے ذکر میں یہہ جو فرمایا ہے کہ مقرب لوگ پہلے لوگوں میں بہت ہونگے اور پچھلوں میں تھوڑے اسکی تفسیر میں تابعیوں کے زمانے سے اب تک یہہ اختلاف چلا آتا ہے کہ پہلے اور پچھلے لوگوں سے اس امت کے اگلے اور پچھلے مراد ہیں یا پہلے لوگوں سے پہلی امتیں مراد ہیں۔ اور پچھلے لوگوں سے یہہ امت مراد ہے اوپر آیۃ ثلۃ من الاولین وقلیل من الاخرین کی جو تفسیر گذر چکی اسمیں اس اختلاف کو تو رفع کردیا گیا رہی اس آیۃ کی تفسیر اس تفسیر کی بابت طبرانی میں ابی بکرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آیۃ میں اولین اور آخرین سے مقصود اسی امت کے لوگ ہیں اس حدیث کی سند میں ایک راوی علی بن زید ہیں۔ اگرچہ بعضے علماء نے کلام کیا ہے۔ لیکن صاحب مجمع الزوائد نے ہو سکو ثقہ کہا ہے۔ بعضے مفسروں نے اس آیۃ سے آیۃ ثلۃ من الاولین وقلیل من الاخرین کو منسوخ جو کہا ہے وہ قول صحیح نہیں ہے ۔

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ

اور بانوے والے کیسے بانوے والے آگ کی بھاپ میں اور جلتے پانی میں اور چھاؤں میں دھوئیں کی

لَا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ
نہ ٹھنڈی اور نہ عزت کی وہ لوگ تھے اس سے پہلے آسودہ اور ضد کرتے تھے
عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۝ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا
اس بڑے گناہ پر اور تھے کہتے تھے کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں کیا ہمکو
لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ
پھر اٹھانا ہے کیا ہمارے باپ دادا اگلے تو کہہ اگلے اور پچھلے سب اکٹھے ہونے ہیں
اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ ۝ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ
ایک دن مقرر کے وقت پر پھر تم جو ہوئے بہکے ہوئے جھٹلانے والو البتہ کھاؤ گے
مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝
ایک درخت سینڈ کے سے پھر بھرو گے اس سے پیٹ پھر پیو گے اوپر ایک جلتا پانی
فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝
پھر پیو گے جیسے پیوں اونٹ تو ہے مہمانی ان کے انصاف کے دن

مقربین اور دائیں ہاتھ والوں کے بعد بائیں ہاتھ والوں کے حال کا ذکر فرمایا۔ سموم اوس گرم ہوا کو کہتے ہیں جو آدمی کے جسم کے اندر گھس جاتی ہے اور دل اور جگر کو جلا دیتی ہے۔ یحموم کے معنے دھواں۔ زقوم وہ کانٹوں دار درخت دوزخ میں ہوگا۔ جو بھوک کے وقت دوزخیوں کو کھلایا جاوے گا ترمذی نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تھوڑا سا زقوم بھی زمین پر آن پڑے تو اوسکی بدبو سے تمام اہل دنیا کی زندگی تلخ ہو جاوے ترمذی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ معتبر سند سے بیہقی مسند امام احمد وغیرہ میں ابی امامہ اور ابی درداء سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب زقوم اہل دوزخ کو کھلایا جاوے گا۔ اور اس کے کانٹے اونکے حلق میں پھنسیں گے تو ایسا گرم پانی اونکو پلایا جاوے گا جس سے اونکی انتڑیاں کٹ کر نکل پڑیں گی سورہ والمرسلات میں آوے گا کہ حساب سے فارغ ہونے تک ایسے لوگوں پر دوزخ کی آگ کا دھواں سایہ کی طرح چھایا رہے گا جس سے بڑی بڑی چنگاریاں آگ کی اون لوگوں پر جھڑتی رہیں گی۔ اوسی کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا کہ اوس دھوئیں کے سایہ میں نہ تو کچھ ٹھنڈک ہے نہ وہ سایہ کچھ اونکی عزت بڑھانے کے لیئے ہوگا۔ بلکہ وہ تو ان پر آگ کی چنگاریاں برسانے کا گویا ایک بادل ہوگا۔ ان آیتوں میں ایسے لوگوں کے عذاب میں پکڑے جانیکا

سبب بھی بتلایا کہ یہ لوگ اپنی خوشحالی میں ایسے بدمست ہو گئے تھے کہ اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے اور دنیا کی خوشحالی کے نشہ میں عقبےٰ کے منکر تھے۔ حالانکہ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ اسطرح کے سب اگلے پچھلوں کو جمع کیا جاکر انکو زقوم اور کھولتا پانی اسطرح کھلایا پلایا جاکر رہے گا جسطرح اصرار سے مہمان کو کھانا پانی کھلایا پلایا جاتا ہے۔ ہیم اون اونٹوں کو کہتے ہیں جنکو تونس ہو جاتی ہے اور کتنا ہی پانی وہ پی جاویں۔ لیکن اون کی پیاس نہیں بجھتی۔ نزل اوس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کے سامنے رکھا جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ دوزخ کا تفصیلی حال جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ تم لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو تمہاری ہنسی کم ہو جاوے اور ہر وقت تم روتے رہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کا انتظام قایم رہنے کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ کے حکم کے موافق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا جو کچھ حال بیان فرمایا ہے وہ مختصر ہے تفصیلی بیان دوزخ کا اس سے بہت زیادہ ہے

نزل

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ
ہمنے تمکو بنایا پھر کیوں نہیں سچ مانتے بھلا دیکھو تو جو پانی ٹپکاتے ہو اب تم
تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ
اسکو بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں ہمنے ٹھیرادیا تم میں مرنا اور ہم
بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝
ہار نہیں رہے اِس سے کہ بدل لاویں تمہاری طرح کے اور اٹھا کھڑا کریں تمکو جہاں تم نہیں جانتے

اوپر ذکر تھا کہ بائیں ہاتھ والے نافرمان لوگ اسلئے عقبےٰ کے عذاب میں پکڑے جاوینگے کہ دنیا میں یہ لوگ حشر اور قیامت کی باتوں کو جھٹلاتے تھے۔ ان آیتوں میں ان منکرین حشر کے انکار کو ضعیف کرنے کی چند باتیں ذکر فرمائی ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ اگرچہ ان لوگوں کو زبانی اس بات کا اقرار ہے کہ انکو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ لیکن ان کے دل میں اسکا پورا یقین نہیں ہے۔ ورنہ یہ کسی عقلمند کا کام نہیں ہے کہ ایک دفعہ ایک کام کا ہو جانا آنکھوں کے سامنے دیکھے زبان سے اوسکے ہو جانے کا اقرار کرے اور پھر دوبارہ اوسی کام کے ہو جانے کا منکر ہو۔ سورۃ الزمر میں گذر چکا ہے ولئن سالتہم من خلق السموٰت والارض لیقولن اللہ جسکا مطلب یہ ہے کہ

اللہ تعالےٰ کے خالق ہونے کے اقرار پر یہہ لوگ اِس لیے مجبور ہیں کہ اوس کے انکار کا کوئی راستہ یہہ لوگ نہیں پاتے اسیواسطے یہاں فرمایا کہ جس بات کے انکار کرنے کا کوئی راستہ یہہ لوگ نہیں پاتے اوسکا اقرار بھی یہہ لوگ دل سے نہیں کرتے اتنا نہیں سمجھتے کہ مرد عورت کی صحبت کے بعد عورت کے رحم میں منی جاتی ہے تو خلاف عقل اوس ایک قطرہ پانی سے انکو ان کے بڑوں کو کس نے پیدا کیا پھر ایک قطرہ پانی کے قطرہ سے سب پیدا کیے اون میں کوئی بڈھا ہو کر مرتا ہے اور کوئی اِس عمر کو نہیں پہونچتا۔ کہیں میاں بی بی کی بارہا صحبت ہوتی ہے ہزارہا منی کے قطرے رحم میں جاتے ہیں اور ایک چوہے کا بچہ بھی نہیں پیدا ہوتا۔

جس صاحب قدرت نے آدم علیہ السلام کے مٹی کے ایک پتلے میں سلسلہ بہ سلسلہ قیامت تک کے یہ سب حالتیں پیدا کیں جو تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہارے سمجھ سے باہر ہیں۔ اوس کو قدرت سے یہہ کیا بعید ہے کہ تمہاری سمجھ سے باہر پھر دوبارہ جس حالت میں چاہے تمکو پیدا کر دیوے۔ ترمذی ابوداؤد صحیح ابن حبان میں ابوموسےٰ اشعری سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کا پتلا بناتے وقت تمام زمین کی مختلف قسم کی مٹی لی ہے اسلیے بنی آدم میں کوئی گورا ہے کوئی کالا۔ کوئی نیک مزاج کوئی بدمزاج۔ ترمذی اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اِس حدیث سے بھی انسان کی سمجھ سے باہر اللہ کی قدرت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک مٹی کے پتلے میں مختلف قسم کی مٹی ملا کر ایک کر دیا۔ اور پھر سلسلہ بسلسلہ قیامت تک اوسکا اثر مختلف رکھا گیا۔ دنیا میں کوئی طبیب ایسا ہے کہ مختلف تاثیر کی چند دواؤں کا ایک نسخہ تجویز کرے اور پھر ہر مفرد دوا کا جدا جدا اثر بھی باقی رکھے۔

منزل

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور جان چکے ہو پہلا اُٹھان پھر کیوں نہیں یاد کرتے

دنیا میں جب کوئی آدمی ایسا بڈھا یا ایسا بیمار ہو جاتا ہے کہ اوسکو اپنی زیست کا بھروسہ کم ہوتا ہے تو زندگی کی راحت سے بسر کرنے کے جو سامان ہیں مثلاً مکان کا بنانا یا نوکری تجارت یا کسی اور دھندے کا کرنا اسطرح کا زیست سے ناامید اور بے بھروسہ آدمی پھر اون راحت کے سامانوں میں زیادہ دل نہیں لگاتا کیونکہ یہ سمجھتا ہے کہ جب جینا ہی بے بھروسہ ہے تو زیست کو راحت سے بسر کرنے کے سامان کی کیا ضرورت ہے کسیلئے کہ جب زیست ہی نہیں تو زیست کو راحت سے بسر کرنے کا موقع کہاں ہے یہی حال

منکرین حشر کا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زیست پر اون لوگوں کو پورا یقین نہیں ہے۔ اِس لیے دوبارہ زیست کو راحت سے بسر کرنے کے جو سامان اونکو تبلائے جاتے ہیں کہ اللہ کو ایک جانو اللہ کی مرضی کے موافق کام کرو۔ کوئی کام اللہ تعالےٰ کی خلاف مرضی ہو جاوے تو اللہ تعالےٰ سے اوسکی معافی کی التجا کرو تو یہہ باتیں اون لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اِس خرابی کے دفع کرنے کے لیئے شروع میں مرنے کے بعد پھر جینے پر ایمان لانا ضروری ٹھہرا ہے۔ اور منکرین حشر کو قرآن شریف میں جگہ جگہ طرح طرح کی مثالوں سے اللہ تعالےٰ نے قایل کیا ہے تاکہ پہلے اون لوگوں کے جی میں مرنے کے بعد پھر جینے کا یقین پوری طور پر پیدا ہو جاوے تو پھر اُس دوبارہ زیست کی راحت سے بسر کرنے کے جو سامان اون لوگوں کو تبلائے جاویں گے۔ اون سامانوں کے بہم پہونچانے کا فکر بھی اُنکے دلمیں خود بخود پیدا ہو جاوے گا اِس آیتہ میں ایک سیدھی سی مثال سے اللہ تعالےٰ نے اون لوگوں کو سمجھایا ہے کہ پہلے تم بالکل نیست و نابود تھے ہم نے تمکو پیدا کیا تم مروگے تو اوس سے بڑھکر اور کونسی بات ہو سکتی ہے کہ پہلے کی طرح تم بالکل نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ پھر کیا اِتنی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی جسطرح تمنے پہلی دفعہ تمکو پیدا کیا۔ دوبارہ اوسیطرح تمکو پیدا کرنا کیا مشکل ہے اگرچہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے آگے مشکل اور آسان کام سب ایکساں ہیں۔ لیکن یہہ دنیا کے تجربہ کی ایک بات ہے کہ ایک دفعہ جو کوئی ایک کام کر لیوے تو دوسری دفعہ اوسکو وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ اسیواسطے سورہ روم میں اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو یہہ بھی سمجھایا ہے کہ جب ایک دفعہ ہم نے تمکو پیدا کر دیا تو اپنے دنیا کے تجربہ کے موافق تمیں یہہ سمجھنا چاہیے کہ بہ نسبت پہلے دفعہ کے ہمکو دوسری دفعہ تمہارا پیدا کرنا بہت آسان ہے قرآن شریف کی اکثر آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے خالق اور رازق ہونے کے یہہ مشرک لوگ قایل تھے اِس لیے اِن لوگوں کی مانی ہوئی بات سے اونکو قایل کیا گیا ہے کہ بغیر کسی نمونہ کے جب ایک کام کا ایک دفعہ ہو جانا تم لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے جسکا تم لوگوں کو بھی اقرار ہے تو پھر اوسی نمونہ کے موافق اوس کام کے دوبارہ ہو جانے کو کوئی صاحب عقل مشکل نہیں تبلا سکتا ۔

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ
بلا دیکھو تو بوتے ہو کیا تم اسکو کرتے ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کرنے والے اگر ہم چاہیں
لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ
کو ڈالیں اسکو روندن پھر تم سارے دن رہو باتیں بناتے ہم تاوان پڑ گیا بلکہ ہم بے نصیب ہوئے

أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِى تَشْرَبُونَ ۝ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ

بھلا دیکھو تو پانی جو تم پیتے ہو کیا تم نے اُتارا اسکو بادل سے یا ہم ہیں

الْمُنزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۝ أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ

اُتارنے والے اگر ہم چاہیں تو کردیں اسکو کھاری پھر کیوں نہیں حق مانتے بھلا دیکھو تو آگ

الَّتِى تُورُونَ ۝ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ الْمُنشِـُٔونَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا

جو سلگاتے ہو کیا تمنے اٹھایا اس کا درخت یا ہم اُٹھانے والے ہمنے وہ بنائی

تَذْكِرَةً وَمَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ۝ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ۝

یاد دلانے کو اور برتنے کو جنگل والوں کی سو بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا ہے

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے خالق ہونے کا ذکر فرماکر ان آیتوں میں اپنے رزاق ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ حاصل معنے ان آیتوں کے یہ ہیں کہ انسان کے رزق کا دارمدار زمین کی پیداوار پر اور زمین کی پیداوار کا دارومدار مینہ کی برسنے پر ہے اور یہ سب کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ کھیتی کرنے والے لوگ زمین میں بیج ڈالکر ایسے بے بس ہوجاتے ہیں کہ ایک سال بھی بیج ڈالنے کے بعد مینہ برسے یا برسے تو سمندر کا سا کڑوا پانی بیج کا جلادینے والا برسے تو بجائے ڈھیر کے ڈھیر اناج کے ایک دانہ بھی پیدا نہو اور پانی پینے تک کو لوگ ترس جاویں اور بیج کے نقصان پر طرح طرح کے افسوس وحسرت کی باتیں مونہہ سے نکالنے لگیں۔ اسیطرح رزق انسان کے مونہہ تک پہونچنے کے سامانوں میں ایک بڑا سامان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آگ کو دنیا میں پیدا کیا جس سے اناج طرح طرح سے پکایا جاکر کھایا جاتا ہے۔ اگر بالفرض ایک سال زمین کی پیداوار حسب دلخواہ ہو لیکن اوس سال تمام روئے زمین کی آگ بجھ جاوے تو جانوروں کی طرح کوئی انسان بھی کچا اناج کھاکر تندرست نہ رہ سکے اوپر کی آیتوں کے اور ان آیتوں کے نازل فرمانے سے مشرکوں کو یوں قایل کرنا مقصود ہے کہ اپنے خالق اپنے رزاق کی تعظیم اور عبادت میں یہ لوگ غیروں کو جو شریک ٹھہراتے ہیں تو ان غیروں کو یہ رتبہ ان لوگوں نے آخر کس استحقاق سے دیا ہے کچھ تبلائیں تو سہی۔ آخر کو اپنے رسول کو فرمایا کہ یہ کم عقل لوگ بتوں کی پوجا میں لگے رہیں تو تم اونکی کچھ پروا نہ کروگے اور ہر وقت اللہ کی عبادت میں لگے رہو وقت مقررہ آنے پر انکا کیا خود ان کے آگے جاوے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کی ابوموسےٰ اشعری کی حدیث اوپر گذر چکی ہے

جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے سے زیادہ بڑبار کون ہوگا کہ مشرک لوگ شرک کرتے ہیں اور وہ رزق پہونچاتا ہے۔ اللہ تعالے نے مشرکوں کو جو اپنی رزاقی کی صفت ان آیتوں میں جتلائی ہے۔ یہہ حدیث گویا اوس کی تفسیر ہے۔ اِس ملک میں جسطرح بانس کا پیڑ ہے کہ دو بانسوں کے رگڑنے سے آگ نکلتی ہے اسیطرح عرب میں بھی بعضے درخت ہیں کہ اون کی دو لکڑیوں کے رگڑنے سے آگ نکلتی ہے ہری چیز میں سے آگ کا نکلنا یہہ بھی اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے اسطرح کی آگ سے جنگل میں مسافروں کو بہت کام نکلتے ہیں اِس لیئے مسافروں کا ذکر فرمایا۔ دنیا کی آگ کو جہنم کی آگ کی یاد دہی اسواسطے فرمایا کہ آدمی جب دنیا کی آگ کی بھی برداشت نہیں کر سکتا تو جو آگ اِس سے اونچہ درجہ بڑھکر تیز ہے اوس سے بچنے کی تدبیر سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۝ وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝ إِنَّهُۥ لَقُرْآنٌ
سو میں قسم کہاتا ہوں تارے ڈوبنے کی اور یہہ قسم ہے اگر سمجھو تو بڑی قسم بیشک یہہ قرآن ہے
كَرِيمٌ ۝ فِى كِتَٰبٍ مَّكْنُونٍ ۝ لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ
عزت والا لکھا چھپی کتاب میں اسکو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں اُتارا ہے یہاں کے
ٱلْعَٰلَمِينَ ۝ أَفَبِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ۝ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ
صاحب نے اب کیا اِس بات میں تم سستی کرتے ہو اور اپنا حصہ یہی لیتے ہو
أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ۝
کہ تم جھٹلاتے ہو۔

منزل

صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عباس کی روایت ہے جو شان نزول اِن آیتوں کی بیان کیگئی ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ مینہ برسا اِس مینہ کے برسنے کے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی قدرت سے اِس مینہ کا برسنا اپنے دلمیں سمجھتے ہیں وہ اللہ کی نعمت کے شکر گذار ہیں اور جو لوگ یہہ سمجھتے ہیں کہ تاروں کی گردش کے اثر سے یہہ مینہ برسا ہے۔ اونہوں نے اللہ کی نعمت کی کچھہ قدر نہ جانی۔ اوسپر اللہ تعالے نے فلا اقسم سے ولا تجعلون رزقکم انکم تکذبون تک کی یہہ آیتیں نازل فرمائیں بغیر ذکر شان نزول کے یہہ حدیث ابوسعید خدری وغیرہ کی روایتہ سے صحیحین میں بھی ہے۔ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ قسم کے پہلے ایک لا آیا کرتا ہے جسطرح لا واللہ میں ہے معنے اِس لا کے یہہ ہوتے ہیں کہ جس بات پر قسم کہائی گئی ہے وہی

بات صحیح ہے۔ اس قسم کی بات کے مقابلے میں جو کوئی کچھ اور بات کہتا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ حاصل معنے اِن آیتوں کے یہ ہیں کہ دہریہ لوگوں کے اعتقاد کی طرح جن تاروں کے اثر سے یہ اللہ کی قدرت کے منکر لوگ مینہ کے برسنے کے قایل تھے اونہیں تاروں کی قسم کھا کر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن کلام الٰہی ہے۔ اور جسطرح جگہ جگہ اس کلام الٰہی میں ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کی قدرت اور اللہ کے حکم سے ہوتا ہے بے اوسکی قدرت اور حکم کے نہ تاروں کے اثر سے کچھ ہوتا ہے نہ چاند کے اثر سے اِس کے سوا جن لوگوں کا جو کچھ اعتقاد ہے اِس سے کلام الٰہی کا جھٹلانا اون کی قسمت میں ہے ورنہ اِن لوگوں کو یہہ سمجھنا چاہئے تھا کہ جسکی قدرت میں تاروں کا طلوع غروب ہے اوس کے حکم سے مینہ برستا ہے تاروں میں کوئی مستقل تاثیر ہوتی تو وہ خود ایسی متغیر حالت پر کیوں ہوتے غرض جو خود اپنی ذات سے متغیر ہو اوسمیں ہمیشہ کے لیئے کوئی مستقل تاثیر کہاں سے آسکتی ہے کتاب مکنون سے مقصود لوح محفوظ ہے۔ قرآن کو عزت والا اسلیئے فرمایا کہ اوسکی عزت اور آسمانی کتابوں سے بلند ہے۔ جسکے سبب سے اوس سے اور پچھلی سب آسمانی کتابیں نسخ ہیں۔ تاروں کے طلوع غروب کی قسم کو بڑی قسم اسلیئے فرمایا کہ تاروں کے روز کے طلوع غروب سے اللہ کی بڑی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اِس قدرت نے توحید کا راستہ بتلا دیا۔ جسکا ذکر سورہ انعام میں گزر چکا ہے۔ اوس قصہ سے جو لوگ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر کہتے ہیں اگر وہ سمجھیں تو اُن کے لیئے یہ بڑی قسم ہے اِن آیتوں میں یہہ جو فرمایا کہ قرآن شریف کو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ اور اور علما نے اِس سے یہ بات نکالی ہے کہ بے وضو آدمی قرآن کو ہاتھ نہ لگاوے۔ اور اِس مذہب کی تائید میں چند روایتیں بھی اون علما نے ذکر کی ہیں لیکن کوئی روایۃ ضعف سے خالی نہیں ہے۔ اسواسطے امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس اور بعضے تابعیوں کا مذہب یہہ ہے کہ بلا وضو قرآن شریف کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جن علما نے لایمسہ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرا ہے اور مطہرون کے معنے قرآن کے چھونے والے آدمیوں کے کیئے ہیں انہوں نے بے وضو آدمی کے قرآن کو ہاتھ نہ لگانے کا مسئلہ اِس آیۃ سے نکالا ہے۔ اور جن علما نے اِس ضمیر کو لوح محفوظ کیطرف پھیرا ہے۔ اور مطہرون کے معنے فرشتوں کے کیئے ہیں۔ اون کے نزدیک آیۃ کو اِس مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں اب آگے فرمایا۔ جب بڑی قسم کے بعد تم لوگوں کو یہہ جتلا دیا گیا کہ یہہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور تم کو یوں بھی اس کے کلام الٰہی ہونے کی تصدیق ہو گئی۔ کہ تم ایسا کچھ کلام بنا کر پیش نہیں کر سکتے تو پھر تم کو اِس کلام کے جھٹلانے پر کمر باندھ کر اوس کے جھٹلانے کو اپنے نصیبوں کا نوشتہ ٹھہرانا اوس کے مان لینے میں سستی کرنا ہرگز جایز نہیں +

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ
پھر کیوں نہیں جبکہ جان پہنچے حلق کو اور تم اسوقت دیکھتے ہو اور ہم اسکے پاس ہیں تمسے زیادہ
وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ
پر تم نہیں دیکھتے پھر کیوں نہیں اگر تم نہیں کسیکے حکم میں کیوں نہیں پھیر لیتے اسکو اگر
صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۝ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝
ہو تم سچے سو جو اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا
وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ
اور جو اگر وہ ہوا دہنے والوں میں۔ تو سلامتی پہنچے تجھکو دہنے والوں سے اور جو اگر وہ ہوا
مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا
جھٹلانے والوں بہکوں میں سے تو مہمانی ہے جلتا پانی اور بھڑکانا آگ میں بیشک
لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝
یہ بات ہی ہے لائق یقین کے سو بول پاکی اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا ہے۔

اوپر ذکر تھا کہ جن لوگوں نے محض عقل سے حشر کا انکار کیا ہے اور اس انکار کے سبب سے عقبےٰ کا کچھ سامان وہ لوگ نہیں کرتے یہ اون لوگوں کی کم عقلی اور اونکی سمجھ کا فتور ہے کیونکہ عقلی تجربہ سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کو دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بہ نسبت پہلی دفعہ کے پیدا کرنے کے زیادہ آسان ہے ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اور طرح اون لوگوں کو سمجھایا ہے کہ عقلی تجربہ سے حشر کے ہونے میں شک باقی نہ رہنے کے بعد اگر ان کے دلمیں یہ وہم بس گیا ہے کہ یہ انتظام الٰہی جو ان لوگوں کو جتلایا اور بتلایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہوگا۔ اور سزا اور جزا ہوگی۔ اس انتظام میں جو بات انکی مرضی کے خلاف ہوگی اوسکو یہ لوگ روک سکتے ہیں تو عقلی تجربہ سے انکا یہ وہم بھی یوں رفع ہوسکتا ہے کہ جسوقت حشر کا موقع پیش آوے گا۔ اوسوقت تو یہہ لوگ مٹی کا ڈھیر ہوکر پڑے ہونگے۔ اب دنیا میں انکا زور اور انکی طاقت سب کچھ قایم ہے۔ اور انتظام الٰہی کے موافق ان کی اولاد اور ان کے عزیز و اقارب کی روح ان کی آنکھوں کے سامنے قبض ہوتی ہے۔ اور مریض کے سرہانے اِن اوپر والوں کے پاس اللہ کے فرشتے قبض روح کے لیئے موجود ہوتے ہیں۔ لیکن نہ اونکو وہ اللہ کے فرشتے نظر آتے ہیں نہ اون لوگوں میں یہہ قدرت ہے کہ اپنے رشتہ داروں کی روح کو یہہ لوگ نہ نکلنے دیویں اسیطرح

حشر کے خلاف مرضی انتظام کا روکنا انکی طاقت سے باہر ہے اور یہ یاد رہے کہ جب یہ لوگ اپنی عزیزوں کے اور اپنے مرنے کو نہیں روک سکتے تو مرنے کے بعد حشر ضرور ہوگا۔ تاکہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے غرض جب عقلی بحث سے حشر کے قایم ہونے میں یہ لوگ شک کر سکتے ہیں نہ انتظام الٰہی کے روکنے کی انکو طاقت ہے تو یہ یقینی باتیں قصے کے پاک کرنے کی ان لوگوں کو انتظام الٰہی کے موافق جو تبلائی جاتی ہیں اونکو نہ ماننا اور اوپر عمل نہ کرنا ان لوگوں کی کم عقلی کی نشانی ہے اب اس فہمایش کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا کہ باوجود اسقدر فہمایش کے اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو اس کا تم کچھ اندیشہ نکرو وقت مقررہ آجانے کے بعد جنکو اللہ کی طرف سے ہدایت ہونی ہے۔ وہ خود ہو جائے گی۔ تم اللہ کے حکم کے موافق اللہ کی عبادت میں مصروف رہو۔ مسند امام احمد صحیح مسلم ابو داؤد۔ ابن ماجہ نسائی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ سبحان رب العظیم کو رکوع میں اور سبحان ربی الاعلےٰ کو سجدہ میں آپنے پڑھنے کو فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کے ایک دفعہ کے کہنے سے ایک پیڑ جنت میں لگایا جاتا ہے۔ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سورہ واقعہ کے پڑھنے سے فقر و فاقہ دفع ہوتا ہے۔ اس باب میں اور بھی روایتیں ہیں جس سے ایک روایت سے دوسری کو قوت ہوجاتی ہے۔ موت کے وقت اچھے لوگوں کو جنت کی خوشخبری اور برے لوگوں کو دوزخ کی غمناک خبر جو فرشتے سناتے ہیں اوسکا حال براء بن عازب کی حدیث کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔

سورۃ الحدید مدنیۃ وھی تسع وعشرون | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا واربع رکوعاتہا

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا اسیکو راج ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ

آسمانوں کا اور زمین کا چلاتا ہے اور بلاتا ہے اور وہ سب چیز کر سکتا ہے وہ ہے پہلا

وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور پچھلا اور باہر اور اندر اور وہ سب چیز جانتا ہے

یہ تسبیح کی سورتیں بعض تو سبح کے لفظ سے شروع ہوئی ہیں۔ اور بعض یسبح کے لفظ سے جس سے

یہ مطلب کہ زمین و آسمان کی کل چیزیں ہر زمانہ میں ہر وقت اللہ کو یاد کرتی اور اوس کے نام کی تسبیح پڑھتی ہیں سورہ بنی اسرائیل میں گذر چکا ہے کہ پہاڑ پیڑ۔ ان سب بے جان چیزوں کی ایک طرح کی خاص تسبیح ہے جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے اوسیں متاخرین مفسروں نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس تفسیر میں نہیں لکھا جا سکتا کیونکہ تفسیر بالکل سلف کے اقوال کے تابع ہے۔ عزیز کے معنے یہ ہیں کہ اوسکی قدرت کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔ حکیم کے یہ معنے ہیں کہ اوسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے لہ ملک السمٰوٰت والارض کا مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اوسکا محتاج ہے اور اوسکے حکم کا تابع ہے۔ یحی ویمیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک دفعہ اوس نے انسان کو پیدا کیا۔ اور وقت مقررہ پر اوسکی قبض روح کرے گا اور نیک و بد کے حساب و کتاب کے لیئے پھر وہ انسان کو زندہ کرے گا۔ وھو علی کل شئ قدیر کا یہ مطلب ہے کہ یہ سب باتیں اوسکی قدرت میں ہیں۔ کوئی چیز اوسکی قدرت سے باہر نہیں۔ سورہ حدید سورہ حشر۔ سورہ صف سورہ جمعہ اور سورہ تغابن ان سورتوں کو مسبحات کہتے ہیں مسند امام احمد ترمذی۔ نسائی۔ وغیرہ میں عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ان سورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ان سورتوں میں ایک آیتہ ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی بقیہ بن ولید ضعیف ہے۔ لیکن اوس کی روایتہ مقبول ہے۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے جس آیتہ کا ذکر اس حدیث میں ہے وہ آیتہ ھو الاول والآخر والظاہر والباطن ہے صحیح مسلم ترمذی بیہقی وغیرہ میں ابو ہریرہ سے جو روایتہ ہے۔ اوسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الاول کے معنے یہ ہیں کہ اللہ کی ذات سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی الآخر کے معنے یہ ہیں کہ تمام مخلوقات کے فنا ہو جانے کے بعد اوسکی ذات باقی رہے گی۔ الظاہر کے معنے یہ ہیں کہ اللہ کا حکم سب پر غالب ہے اور سب اوس کے زیر حکم ہیں۔ الباطن کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالے ہر ایک کے دل کا حال جانتا ہے۔ وھو بکل شئ علیم کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک چیز اوسکی پیدا کی ہوئی ہے اسلیئے کسی چیز کا ظاہر باطن کوئی حال اوس کے علم سے باہر نہیں ہے +

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

وہی ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں پھر بیٹھا تخت پر

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا

جانتا ہے جو پیٹھتا ہے زمین میں اور جو اسسے نکلتا ہو اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو اسمیں چڑھتا ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ جو کرتے ہو دیکھتا ہے اسیکو ہے راج آسمانوں کا
وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ
اور زمین کا اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو
فِي اللَّيْلِ ۖ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝
رات میں۔ اور اسکو خبر ہے جیوں کی بات کی

تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور صحابہ سے پیدائش عالم کے باب میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ عرش کے بعد سب سے پہلے پانی پیدا ہوا اور اللہ تعالےٰ کا عرش پانی پر تھا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کو زمین و آسمان اور سب مخلوقات کا پیدا کرنا منظور ہوا تو اتوار سے لیکر جمعہ تک چھ روز میں سب کچھ پیدا کیا۔ زیادہ تفصیل اسکی سورہ اعراف اور سورہ دخان میں گذر چکی ہے۔ استوی علی العرش کے جو معنے ترجمہ میں بیان کیے گئے ہیں وہ حضرت عبد اللہ بن عباس کے ایک قول کے موافق ہیں۔ لیکن یہ استوی وہ ہے جو اوسکی ذات پاک کو سزاوار ہے۔ کیونکہ اوسکی ذات کو مخلوقات میں سے کسی کی ذات کے ساتھ کچھ مناسبت ہے نہ اوسکی صفات کو کسی کی صفات کے ساتھ اسیواسطے سلف نے اسطرح کی آیتوں کی تفسیر میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان آیتوں کے ظاہر معنے کو مدار تلاوت اور ایمان قرار دیتے ہیں۔ اور ان کی تفصیل کو اللہ کے علم پر سونپتے ہیں۔ مخلوقات میں عرش بڑی چیز ہے۔ چنانچہ معتبر سند سے تفسیر سعید بن منصور میں مجاہد کا قول ہے کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جسطرح ایک جنگل کے میدان کے مقابلہ میں ایک آدمی کے ہاتھ کا چھلہ اور یہی حال کرسی کا عرش کے مقابلہ میں ہے۔ مجاہد کے اس قول کی تائید ابوذر کی اس مضمون کی اوس حدیث سے ہوتی ہے جسکو ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح کہا ہے۔ اب آگے جو فرمایا۔ اوسکا حاصل یہ ہے کہ مثلاً زمین میں اناج کا بیج یا میوہ کی گٹھلی جو کچھ بویا جاتا ہے۔ اور آسمان سے مینہ برس کر جو اوسکا پودا زمین سے نکلتا ہے۔ یا جو نیک عمل آسمان پر جاتا ہے وہ ذرا ذرا۔ اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے۔ اور ان چیزوں کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق ان سب چیزوں کا حال لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے وہو معکم اینما کنتم کا مطلب حضرت عبد اللہ بن عباس کے اور اکثر سلف کے قول کے

کے موافق یہ ہے کہ انسان کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اسیواسطے فرمایا کہ جو عمل انسان کرتا ہے وہ اللہ دیکھتا ہے۔

حضرت عمر کی صحیح حدیث گذر چکی ہے جسمیں یہ ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اسطرح دل لگاکر کرے کہ گویا عبادت کے وقت اللہ تعالےٰ انسان کو دیکھ رہا ہے۔ لہ ملک السموات والارض ایک دفعہ انتظام دنیا اور دوسری دفعہ انتظام آخرت کے ساتھ فرمایا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ دنیا میں جلانا مارنا اور عقبے میں جزا و سزا سب اوسکے اختیار میں ہے۔ کوئی اوس کے اختیار میں اوسکا شریک نہیں۔ آسمان کے پیدا کرنے کے ذکر میں آسمان کی حرکت سے رات دن جو پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اون کا ذکر فرمایا کہ اون میں بھی قدرت کا یہ بڑا نمونہ ہے کہ کبھی دن بڑا ہوجاتا ہے اور کبھی رات اور کبھی دونو برابر ہوجاتے ہیں پھر فرمایا کہ اسطرح ان انتظامات میں سے کوئی شے اللہ کے علم سے باہر نہیں۔ اسیطرح انسان کے ظاہری کاموں کے علاوہ انسان کی دلی نیت تک کا حال اوس سے چھپا ہوا نہیں۔ اسیواسطے اوس غیب داں نے دلی ارادہ اور نیت کی بنا پر نیک کاموں کے قبول اور نامقبول کو اور اون کی زیادتی اور کمی کو نیت پر منحصر رکھا ہے۔ مسند امام احمد میں معتبر سند سے محمود بن ابید کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جن نیک عملوں میں انسان کی نیت دنیا کے دکھاوے کی ہوگی۔ ایسے عملوں کا اجر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کچھ نہ ملیگا۔ بلکہ ایسے ریاکار لوگوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جن لوگوں کے دکھانے کو تم نے یہ عمل دنیا میں کیئے تھے اِن ہی لوگوں سے اِن عملوں کا اجر مانگ لو۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث قدسی ہے جسمیں نیت کے پوری خالص ہونے اور نہ ہونے پر دس سے لیکر سات سو درجہ تک نیک عملوں کے ثواب کا ذکر ہے۔ یہ حدیثیں آیتہ وھو علیم بذات الصدور کی تفسیر ہیں۔ کیونکہ انہیں اللہ تعالےٰ کے انسان کے دل کا حال جاننے اور اوسپر عمل کے قبول نا قبول کی اور اجر کی کمی و زیادتی کی بنا قرار دینے کی تفصیل ہے ✣

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
یقین لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور خرچ کرو جو تمھارے ہاتھ میں دیا نائب کرکر کہ جو لوگ تم میں یقین
مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۙ وَالرَّسُوْلُ
لائے ہیں اور خرچ کرتے ہیں انکو نیک بڑا ہے اور تمکو کیا ہوا کہ یقین نہیں لاتے اللہ پر اور رسول پر
يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
بلاتا ہے تمکو کہ یقین لاؤ اپنے رب پر اور لے چکا ہے تم سے تمہارا قرار اگر ہو تم ماننے۔

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ
وہی ہے جو اُتارتا ہے اپنے بندہ پر آیتیں صاف کہ نکال لاوے تمکو اندھیروں سے اُجالے میں
وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ
اور اللہ تم پر نرمی رکھتا ہے مہربان اور تمکو کیا ہوا ہے کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور اللہ
مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ
کو بھی پہنچ رہتا ہے ہر کچھ آسمانوں اور زمین میں برابر نہیں تم میں جسنے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑائی کی
اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ
ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے اُنسے جو خرچ کریں اُس سے پیچھے اور لڑیں اور سبکو وعدہ دیا ہے اللہ
الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
خوبی کا اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو کون ہے ایسا جو قرض دے اللہ کو اچھی طرح قرض۔
فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۝
پھر وہ اُسکو دونا کرے اُسکے واسطے اور اُسکو ہے نیک عزت کا

سورۃ کے شروع سے یہاں تک اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت اور توحید اور بندوں کے ذرا ذرا حال سے اپنے واقف ہونے کا ذکر کرکر یہاں سے قریش کو اللہ تعالےٰ کے احکام پر اور اللہ کے رسول کے سچے ہونے پر ایمان لانے اور دنیا کی الفت چھوڑنے اور خدا کی راہ میں کچھ مال خرچ کرنے کی نصیحت شروع کی ہے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ دنیا میں جسقدر مال ہے وہ سب اللہ تعالےٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اسلیے اصل مالک سب چیزوں کا اللہ تعالےٰ ہے عارضی طور پر چند روز دنیا کے مال اور دنیا کی چیزوں کے لوگ مالک اور وارث بنجاتے ہیں اور رفتہ رفتہ یہہ عارضی قبضہ دے لوگ سب مرجاویں گے تو اللہ کا پیدا کیا ہوا مال اللہ کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ اور حسن بصری وغیرہ تابعین نے لکھا ہے کہ دنیا کا مال و ملک جسطرح ہر تا پھرتا پہلے لوگوں کے قبضہ سے موجودہ لوگوں کے قبضہ میں آتا ہے۔ اسیطرح موجودہ لوگوں کے فنا ہوجانے کے بعد یہی مال و ملک پچھلے لوگوں کے قبضہ میں چلا جاوے گا حقیقت میں اِن دونو قولوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ مال و ملک والے خاص خاص لوگوں کے مرجانے کے بعد دوسرے قول کے موافق ظہور ہوگا۔ اور ساری دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد اول قول کے موافق ظہور ہوگا۔ آیتہ انا نحن نرث الارض ومن علیہا سے

پہلے قول کی تائید ہوتی ہے۔ اور دوسرے قول کی تائید ابو ہریرہ کی صحیح مسلم کی اوس حدیث سے ہوتی ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار آدمی نے جو کچھ کہایا پہنا وہ تو گیا گزرا ہوا۔ جو اللہ کے نام پر دیا وہ عقبیٰ کا ذخیرہ ہے۔ اور جو چھوڑ مرا وہ وارثوں کے نصیب کا ہے دنیا میں کوئی تجارت ایسی نہیں کہ جسمیں ایک کے سات سو ہوں عقبیٰ میں صدقہ خیرات کا اجر ایک کا سات سو تک اور کبھی اِس سے بھی زیادہ ہے چنانچہ اسکا ذکر سورہ بقر میں گذر چکا ہے اسلیئے عقبیٰ کے اجر کو بڑا فرمایا۔ قرآن شریف کا کلام انہی ہونا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا اکثر آیتوں میں طرح طرح سے اللہ تعالےٰ نے اہل مکہ کو سمجھا دیا۔ اِس لیے صدقہ خیرات کے ذکر کے بعد پھر ایمان کا ذکر دوبارہ فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ بغیر شرک سے باز آنے اور خالص ایماندار ہو جانے کے صدقہ خیرات کا کچھ اجر عقبےٰ میں نہیں مل سکتا بنی آدم کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سب بنی آدم سے توحید پر قایم رہنے کا عہد جو لیا ہے اوسکا ذکر سورہ اعراف میں گذر چکا ہے۔ یہاں اوس عہد کے ذکر کے ساتھ یہ فرمایا کہ تم لوگ اوس عہد پر قایم ہو تو اللہ تعالےٰ نے اوس عہد کے یاد دلانے کے لیئے اپنے رسول کو بھیجا ہے جنپر اپنا کلام نازل فرمایا ہے۔ اور وہ اللہ کے رسول اللہ کا کلام تم لوگوں کو ہر وقت سنا کر وہ عہد تمہیں یاد دلاتے ہیں۔ اور توحید پر قایم رہنے کا راستہ تم کو بتلاتے ہیں تو پھر تم کو اب شرک سے باز آنے اور اللہ تعالےٰ کے وحدہ لاشریک مان لینے میں کیا عذر ہے پھر فرمایا یہ اللہ کی تم لوگوں پر ایک مہربانی ہے کہ وہ اپنے رسول پر صاف صاف طرح طرح کی فہمایش کی آیتیں نازل فرما کر تمہیں شرک کے اندھیرے سے نکالتا اور تمہارے دل کو ایمان کے نور سے روشن کرنا چاہتا ہے۔

ایمان کے دوبارہ ذکر کے ساتھ صدقہ خیرات کا ذکر تاکید کے طور پر پھر اون لفظوں میں فرمایا جنکی تفسیر اوپر گذر چکی ہے فتح مکہ سے پہلے اسلام کو ہر طرح کی مدد کی زیادہ ضرورت تھی۔ پھر فتح مکہ کے بعد غنیمت کا مال آن کر اہل اسلام غنی ہو گئے اسواسطے فتح مکہ سے پہلے عین ضرورت کے وقت جن صحابہ نے اپنا مال اسلام کی مدد میں خرچ کیا اونکو بہت بڑا اجر مل گیا۔ پھر فرمایا یوں تو فتح مکہ سے پہلے اور پیچھے جس کسی نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اوسکا اجر رائگاں نہ جاوے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو اپنے بندوں کے سب کاموں کی خبر ہے۔ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جاوے اللہ تعالےٰ نے اوس کے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اِس لیے اوسکو قرض سے مشابہت دی۔ قرضًا حسنًا کے یہ معنے ہیں کہ اسمیں دنیا کا کچھ دکھاوا اور نمود بلکہ جو کچھ خرچ کیا جاوے خاص عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے ہو۔ جو علماء اِس بات کے قائل ہیں کہ سنہ ۹ میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے۔ اور اِس بات کے بھی قائل ہیں کہ یہ سورۃ مدنی ہے اون کے نزدیک اِس سورۃ کی صدقہ خیرات کی آیتوں میں زکوٰۃ بھی شریک ہے۔ اور جو علماء اس سورۃ کو

مکی اور زکوۃ کی فرضیت ہجرت کے بعد کہتے ہیں اون کے نزدیک ان آیتوں میں زکوۃ کا حکم نہیں ہے فقط نفلی صدقہ کا حکم ہے۔

اس باب میں کسیکا اختلاف نہیں ہے کہ رمضان کے روزے ہجرت کے بعد مدنی آیتہ سے فرض ہوئے ہیں اور مسند امام احمد نسائی ابن ماجہ صحیح ابن حبان مستدرک حاکم میں قیس بن سعد بن عبادہ کی جو حدیث ہے اوسمیں ہے کہ صدقہ فطر کی تاکید زکوۃ کے فرض ہونے تلک تھی زکوۃ کے فرض ہونے کے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدقہ فطر کا نہ کیسکو حکم کرتے تھے نہ کیسکو منع کرتے تھے اس حدیث کے باقی کے راوی سب ثقہ ہیں فقط ایک راوی ابو عمار کوفی میں بعضے علماء نے کلام کیا ہے۔ لیکن امام احمد۔ اور ابن معین نے اوسکو ثقہ کہا ہے۔ اس سے زکوۃ کے ہجرت کے بعد فرض ہونے کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے سنہ ۹ ہجری میں زکوۃ کے وصول کا انتظام کیا گیا ہے۔ شاید اسی سبب سے بعضے علما کو سنہ ۹ میں زکوۃ کے فرض ہونے کا شبہ پڑا ہے ورنہ ضمام بن ثعلبہ کا قصہ جو صحیح بخاری وغیرہ کی روایتہ میں ہے۔ جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ضمام کو ارکان اسلام بتلائے ہیں اوسمیں زکوۃ کا ذکر ہے۔ حالانکہ وہ قصہ سنہ ۵ ہجری کا ہے نماز اور روزوں کے بعد زکوۃ فرض ہوئی ہے اسلیئے زکوۃ کو اسلام کا تیسرا رکن کہتے ہیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ

جسدن تو دیکھے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو دوڑتے چلتے ہیں ان کی روشنی ان کے آگے اور داہنے خوشخبری ہے تمکو

الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

آج کے دن باغ ہیں بیچے بہتی جن کے نہریں سدا رہیں ان میں یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد ملنی

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ

جسدن کہیں گے دغاباز مرد اور عورتیں ایمان والوں کو ہماری راہ دیکھو ہم بھی لگالیں تمہاری روشنی سے

قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ

کیسنے کہا لوٹے چلے جاؤ پیچھے پھر ڈھونڈو روشنی پھر گڑی کر دی ان کے بیچ میں ایک دیوار جسکو ایک

فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ

دروازہ اس کے اندر میں مہر ہے اور باہر کیطرف عذاب یہ اونکو پکارتے ہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى
وہ بولے کیوں نہ تھے لیکن تم نے بچلا دیا آپ کو اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے اور بھکی خیالوں نے
جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ
آ پہونچا حکم اللہ کا اور تمکو بہکایا اللہ کے نام سے اس دغاباز نے سو آج تم سے نہیں قبول پھڑوائی کوئی اور نہ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰىكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰىكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝
منگروں سے تم سب کا گھر دوزخ ہے رفیق تمہارے اور بری جگہ جا پہنچے۔

معتبر سند سے طبرانی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پلصراط پر گذرنے کے وقت اندھیرا ہوگا۔ اسلیے ہر ایماندار مرد اور عورت کو اون کے عملوں کے موافق میدان محشر میں نور دیا جاکر پلصراط پر گذرنے کا حکم ہوگا۔ اور فرشتے اونکو پلصراط سے گذرتے ہی جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دیویں گے غرض اسی نور کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور یہ حدیث اوسکی تفسیر ہے۔ منافقوں کے دل میں نور ایمان نہیں ہے۔ اسیواسطے اونکو یا تو سرے سے نور نہ دیا جاوے گا یا دیا جاوے گا تو ایسا کہ جلدی سے بجھ جاوے گا اسلیئے کچھ دور تک تو یہ منافق لوگ ایماندار لوگوں کے نور کی جھلک میں راستہ چلیں گے پھر ایماندار لوگ کے سواریوں پر اور اون کے پیدل ہونے کے سبب سے جب یہ منافق لوگ اندھیرے میں پیچھے رہ جائیں گے تو اوسوقت یہ منافق ایماندروں سے کہویں گے کہ ذرا ٹھہر جاؤ تاکہ تمہاری روشنی سے ہم بھی کچھ جھلک پاکر اس اندھیرے کو طے کرلیویں۔ فرشتے ان منافقوں کو جھڑک کر جواب دیویں گے کہ پیچھے پلٹ جاؤ اور وہاں روشنی تلاش کرو۔ فرشتوں کے اس جواب کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ کہ پلٹ کر میدان محشر میں جاؤ۔ جہاں سب کو نور ملا ہے۔ دوسرا مطلب یہ کہ پلٹ کر دنیا میں جاؤ اور نفاق سے توبہ کرو جب کچھ نور لے۔ فرشتوں کا یہ جواب ایک جھڑکی کے طور پر ہوگا۔ ورنہ اون کو معلوم ہے کہ میدان محشر میں اب کچھ نور مل سکتا ہے نہ دوبارہ دنیا میں جانا ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی ہونگی کہ اتنے میں ایماندار لوگوں اور منافقوں کے درمیان میں اللہ تعالے کے حکم سے دیوار کھڑی کردی جاوے گی جس کے پرلی طرف جنت ہوگی اور ورلی طرف جہنم یعنے سلف کا قول ہے کہ یہہ دیوار وہی اعراف ہے جسکا ذکر سورہ اعراف میں گذرا۔ اس دیوار کے حائل ہو جانے کے وقت منافق لوگ ایماندار لوگوں سے پکار کر کہویں گے کہ اسوقت ہمارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیئے کیونکہ دنیا میں تم ہمارے ساتھی تھے اس کے جواب میں ایماندار لوگ کہویں گے کہ تم اوپری طور پر ہمارے

ساتھ تھے دل سے تو تم بچلے ہوئے تھے اور اہل اسلام کی برائی چاہتے تھے۔ اور دین کی باتوں کی طرف سے ایک شک کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اور طرح طرح کی بے اصل آرزوں میں اپنی عمر گذارتے تھے مثلاً یہ خیال کرتے تھے کہ اہل اسلام کو کافروں کے ہاتھ سے کچھ ضرر بھی پہونچا تو ہم امن میں رہیں گے۔ کیونکہ ہمارا میل جول دونو جانب سے ہے یہانتک کہ اسی شیطانی بہکاوے میں تم مرگئے اسلیئے آج تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے جس سے کچھ بدلا دیگر بھی تمہارا چھٹکارا نہیں ہوسکتا۔ سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے کہ قیامت کے دن سارے زمین بھر کے سونا بھی نجات کے لیئے کافی نہوگا۔ مسند امام احمد صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت سے جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ گو آدمی خالص نیت سے ایک کھجور بھی اللہ کے نام پر دیوے گا تو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے نجات پانے کے لیے یہ تھوڑی سی خیرات بھی اوس کے کام آوے گی اسکا حاصل یہ نکلا کہ شرک و نفاق ایسی چیز ہے کہ اوس کے سبب سے قیامت کے دن زمین بھر کے سونا بھی نجات کے لیے کارآمد نہیں اور توحید ایسی چیز ہے کہ جس کے سبب سے قیامت کے دن ایک کھجور بھی نجات کے لیے کارآمد ہے۔ صحیح حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاکاری کو چھوٹا شرک فرمایا ہے اسلیئے جسطرح آدمی کو شرک و نفاق سے بچنا چاہیئے اوسیطرح ریاکاری سے بھی اوسے بچنا چاہیئے +

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا یَكُوْنُوْا

کیا وقت نہیں پہونچا ایمان والوں کو کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا سچا دین اور نہ ہوں

كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ

اُن جیسے جن کو کتاب ملی اِس سے پہلے پھر لمبی گزری اونپر مدت پھر سخت ہوگئے اِن کے دل اور بہت ان میں

فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ

بے حکم ہیں جان رکھو کہ اللہ جلاتا ہے زمین کو اسکے مرے پیچھے ہم نے کھول کر سنائے تمکو نشانے اگر تم

تَعْقِلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ

بوجھو والے جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں اور جو عمدہ دیتے ہیں اللہ کو اچھی طرح قرض تو اُن کو ملتے ہیں دونی

لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ

اور اونکو نیگ ہے عزت کا۔ اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور سب اس کے رسولوں پر وہی ہیں سچے ایمان والے

وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

اور احوال بتانے والے اپنے رب کے پاس ان کو ہے انکا بدلہ اور ان کی روشنی اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں وہ دوزخ کے لوگ

اگرچہ تفسیر سدی وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور معنے یہ ہیں کہ جو لوگ ظاہر میں اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں اور اون کے دل کفر اور نفاق کے سبب سے سخت ہو رہے ہیں۔ باوجود قرآن کے ہر روز نازل ہونے کے ابھی وہ نوبت نہیں پہونچی کہ ان لوگوں کے دل نرم ہوں اور ان لوگوں کے دلمیں خوف الٰہی سماوے۔ لیکن صحیح شان نزول وہی ہے جسکا ذکر صحیح مسلم نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایتہ سے ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مہاجرین لوگ آپس میں کچھ ہنسی اور دل لگی کی باتیں کرنے لگے تھے اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور ہنسی دل لگی اور دنیا میں زیادہ ہنسنے سے منع فرمایا۔ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا خوف آدمی کے دل میں سمانے کی یہی نشانی ہے کہ آدمی کے دل سے ہنسی دل لگی اور دنیا کی الفت کا خیال جاتا رہتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری۔ ترمذی مسند امام احمد ابن ماجہ کی حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر کی روایتیں اوپر گذر چکی ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ جسقدر اللہ کا خوف میرے دل میں ہے اوس کا حال اگر تم لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو تم لوگ عورتوں بچوں میں رہنا بسنا چھوڑ کر جنگل میں نکل جاؤ۔ اور اپنا ہنسنا کم اور رونا زیادہ کر دو۔ اِس حدیث کی روایتہ کے بعد حضرت ابوذرؓ کہا کرتے تھے کہ بجائے انسان ہونے کے میں درخت ہوتا اور اوس درخت کی لکڑی کسی کام میں آجاتی تو اچھا ہوتا ان آیتوں میں صدقہ خیرات دینے والے مسلمان مرد اور عورتوں اور صدیق اور شہیدوں کا ایک ساتھ جو ذکر ہے اِس سے بعضے مفسروں نے یہ بات نکالی ہے کہ صدیق اور شہدا کا ایک ہی درجہ ہے۔ لیکن صحیح مذہب یہی ہے کہ صدیق کا درجہ شہید سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ صحیحین کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا کہ نیچے کے درجہ کی جنت کے لوگوں کو اوپر کے درجہ کی جنت کے لوگ ایسے نظر آویں گے جسطرح زمین پر سے تارے نظر آتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت اتنا بلند درجہ ہم لوگوں کو کب نصیب ہوگا۔ یہ تو شاید انبیا کا درجہ ہوگا۔ آپنے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکموں کی تصدیق زیادہ ہے۔ اور مسند امام احمد میں حضرت عمر سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید دل کے چار درجے ہیں۔ پہلا درجہ وہ ہے کہ کامل ایمان دار شخص ہے اور اوسنے درجہ شہادت کا دشمن سے مقابلہ کر کے پایا۔ دوسرا درجہ

وہ ہے کہ ایمان دار شخص ہے اور اتفاقاً کوئی تیر اوسکے آنکر لگ گیا اور وہ شہید ہوگیا۔ تیسرا درجہ وہ ہے کہ ایک ایمان دار بیقدر گنہ کار شخص ہے اور اوس نے درجہ شہادت کا پایا۔ چوتھا درجہ وہ ہے کہ نہایت درجہ کا گنہگار شخص درجہ شہادت کا پاوے۔ حضرت عمر کی حدیث کی سند کو علی بن مدینی نے صالح کہا ہے۔ اور شرح جامع صغیر میں اس حدیث کو حسن اور ترمذی نے اسکو حسن غریب کہا ہے۔ اگرچہ اسکی سند میں عبداللہ ابن لہیعہ ہے۔ لیکن یہہ روایت ابن مبارک کی ابن لہیعہ سے ہے جو حسن کے درجہ کی ہے ابن لہیعہ خود بھی صدوق ہے۔ ان دونوں روایتوں کے مضمون کے ملانے سے یہہ بات نکلتی ہے کہ بعضے شہیدوں اور صدیق کے درجہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ +

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي
جان رکھو کہ دنیا کا جیا یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرتے آپس میں اور بہتات ہونے
الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا
مال کی اور اولاد کے مانند مینہ کے جو خوش لگا کسانوں کو اسکا سبزہ اگتا پھر زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے زرد ہوگیا
ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ
پھر ہو جاتا ہے روندن اور پھیلے گھر میں سخت مار ہے اور معافی بھی ہے اللہ سے اور خوشنودی
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ
اور دنیا کا جینا تو یہی ہے جنس دغا کی دوڑو بڑھنے اپنے رب کی معافی کو اور
جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ
بہشت کو جسکا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا رکھی ہے واسطے انکے جو یقین لائے اللہ پر
وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○
اور اسکے رسولوں پر بڑائی اللہ کی ہے دیوے اسکو جسکو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

اوپر کی آیتوں میں دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہو کر سستی نداق میں پڑ جانے کی مذمت تھی اور صدقہ خیرات کی رغبت ان آیتوں میں کھیتی کی مثال دیکر دنیا کی زندگی کی ناپائداری کا حال سمجھایا گیا ہے کہ بسطرح مہینہ کے برس جانے سے اول اول کھیتی خوب سرسبز ہوتی ہے۔ جس سے کاشتکاروں کا دل بہت خوش ہوتا ہے۔ پر چند روز میں وہ سب سرسبزی جاکر اون سرسبز بیٹیوں پر زردی چھا جاتی ہے آخر کو وہ سب کٹ جاتے ہیں۔ اور اونکا نام و نشان بھی زمین پر کہیں باقی نہیں رہتا یہی حال انسان کی زندگی کا ہے

کہ بچہ پنے سے خیر جوانی تک قوت جسمانی بڑھتی جاتی ہے۔ اور مال اور اولاد کی زیادتی کا آپس کا فخر دن بدن زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر اس سب کی وہی حالت ہے۔ جسطرح بچے کھیل کی کوئی چیز بناتے ہیں اور دم بھر میں اوسکو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیتے ہیں اسیطرح کوئی دن میں انسان کی نہ وہ قوت جسمانی رہتی ہے نہ مال اولاد کی زیادتی کا کچھ ثمرہ باقی رہتا ہے۔ کیونکہ مال و اولاد دنیا میں ہی رہ جاتے ہیں اور مال و اولاد پر فخر کرنے والے دنیا سے خالی ہاتھہ اوٹھہ جاتے ہیں اسواسطے اِس دھوکے کی ٹٹی دنیا میں جنھوں نے کچھہ عقبےٰ کا سامان کر لیا۔ اون سے اونکا خدا راضی و خوش رہے گا۔ اور اون کے گناہ معاف فرما کر اونکو جنت میں داخل کرے گا۔ ورنہ سخت عذاب کا سامنا ہے۔ اب آخر کو فرمایا کہ جب دنیا کی زندگی ایسی بے بنیاد ہے تو اوسپر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اِس چند روزہ زندگی میں ہمیشہ کی راحت کا کچھہ سامان کر لینا اور اسی دوڑ دھوپ میں تازیست لگے رہنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ بڑا صاحبِ فضل ہے۔ تھوڑی سی عمر کی دوڑ دھوپ کے اجر میں وہ بہت کچھہ دے سکتا ہے۔ بعض آیتوں اور حدیثوں میں جنت کا ذکر اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت کے ساتھہ ہے اور بعض میں نیک عملوں کی جزا کے ساتھہ اسکا سبب یہ ہے کہ پیدا کرنے کی صحت سے رہنے اور رزق دینے کی اللہ تعالےٰ کی تعمتیں انسان پر اسقدر ہیں کہ اون بے شمار نعمتوں کے مقابلہ میں انسان کی تھوڑی سی عمر کے نیک عمل جنت کے مستحق ہونے کے لیے کافی نہیں۔ اسلئے جنت میں داخل ہونے کا حق تو ہر ایک کو محض اللہ کے فضل اور اوسکی رحمت سے ہوگا۔ رہا جنت کے عالی درجہ اور متوسط اور ادنیٰ درجہ کا ملنا یہ درجہ بندی عملوں کے موافق ہوگی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے عمل کے سبب سے جنت میں نہیں داخل ہو سکتا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی آپنے فرمایا جب تک اللہ کا فضل اور اوس کی رحمت میرے شاملِ حال نہو میں بھی فقط عملوں کے سبب سے جنت میں نہیں جا سکتا اور یہ تو سورہ واقعہ میں گزر چکا ہے کہ عملوں میں سبقت کرنے والے لوگوں کو عالی درجہ کی جنت ملے گی اور داہنے ہاتھہ والے عام نیک لوگوں کو اوسسے نیچے کے درجہ کی جنت ملے گی۔ اِس قسم کی آیتوں۔ اور حدیثوں سے یہ بات صاف کھل جاتی ہے کہ جنت کا داخل ہونا اللہ کی رحمت سے ہوگا۔ اور جنت کی درجہ بندی عملوں کے موافق ہوگی اور اسبات کے کھل جانے کے بعد جن آیتوں اور حدیثوں میں جنت کا ذکر اللہ کے فضل اور رحمت کے ساتھہ ہے اونمیں اور عملوں کی جزا میں جنت کے ملنے والی آیتوں اور حدیثوں میں پوری مطابقت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ بخاری و مسلم میں بھی ابوسعید خدری کی شفاعت کی بہت بڑی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ جب

ملائکہ انبیاء صلحاء سب کی شفاعت سے گنہگار لوگ جنت میں داخل ہوچکیں گے اور سوقت اللہ تعالےٰ فرمائیگا سب کی شفاعت تو ہوچکی۔ اب ارحم الراحمین باقی ہے۔ یہ فرماکر اپنے کلہ گود دوزخیوں کو ایک لپ بھر کر دوزخ سے جنت میں ڈالیگا۔ جنہوں نے عمر بھر کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ اب بعض آیتوں اور حدیثوں میں جنتیوں کے ذکر کے ساتھ ایمان اور نیک عمل دونوں کا جو ذکر ہے اور بعض میں محض ایمان کا اونہیں اس صحیح حدیث سے پوری مطابقت ہوجاتی ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جسطرح ایک جنگل کے میدان کے مقابلہ میں آدمی کی اونگلی کا ایک چھلہ۔ اوسلف کی روایتوں کے موافق جنت کرسی میں ہے۔ اسلیے جنت کا عرض آسمان وزمین کے برابر ہونا اور طول کا اس سے بھی بڑا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے ✣

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ
کوئی آفت نہیں پڑی ملک میں اور نہ آپ تم میں جو نہیں لکھی ایک کتاب میں پہلے اس سے
اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ
کہ پیدا کریں ہم اسکو بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔ تاتم غم نہ کھایا کرو اسپر جو ہاتھ نہ آیا
وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ
اور نہ ریجھا کرو اوسپر جو تمکو اوسنے دیا اور اللہ نہیں چاہتا ہے کسی اترانے بڑائی مارنے کو وہ جو آپ نہ دیں
وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝
اور سکھاویں لوگوں کو نہ دینا اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ آپ ہی بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا

اِس آیتہ کی تفسیر میں علماء مفسرین کے چار قول ہیں۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ جو جانی یا مالی کوئی آفت یا مصیبت لوگوں پر دنیا میں آتی ہے اوس مصیبت کے پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اوس مصیبت کے پہونچنے کا سارا حال لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جن لوگوں پر وہ مصیبت اور آفت آتی ہے۔ اون کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اوس مصیبت کا حال لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے اوس مصیبت کا حال لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اوس مصیبت کے اور مصیبت والوں کے اور تمام دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے اوس مصیبت کا حال لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ بعضے مفسروں نے لکھا ہے کہ یہ آخری قول سب قولوں سے اچھا ہے۔ یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت

عبداللہ بن عمر کی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالے نے تمام چیزوں کا حال لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے آخری قول جو اوپر بیان کیا گیا ہے وہی قول اس صحیح حدیث کے مضمون کے موافق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ ایسا آدمی تو دنیا میں کوئی نہیں ہے کہ راحت سے کسیقدر خوشی اور مصیبت سے کسیقدر رنج اوس کے دل پر نہ ہوتا ہو اسلئے مطلب آیتہ کا یہ ہے کہ رنج اور مصیبت کے وقت بالکل بے صبر ہو جانا اور راحت کے وقت اترانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر طرح کا رنج اور ہر طرح کی راحت تقدیر الٰہی کے موافق ہے۔ بندہ کی بے صبری اور بندہ کا اترانا بے فائدہ ہے اسلئے اللہ تعالے نے اس آیتہ کے آگے اترانے والوں کی مذمت فرمائی ہے حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس آیتہ میں دنیا میں کی مصیبت اور برائی کا ذکر ہے شیطان کے بہکانے سے دین کی کوئی برائی آدمی کو پیش آجائے تو اوسپر ضرور بڑا قلق کرنا چاہیئے حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول حضرت ابی امامہ کی اوس حدیث کے موافق ہے۔ جو مسند امام احمد کی روایتہ سے اوپر گذر چکی ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ ایماندار شخص کی نشانی یہہ ہے کہ اوسکو دین کی بری بات بری اور بھلی بات بھلی معلوم ہونے لگتی ہے۔ فرقہ قدریہ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ وہ لوگ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلی سب چیزوں کا اندازہ ہونے اور لوح محفوظ میں لکھے جانے کے قایل نہیں ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے وہ بغیر کسی ازلی اندازہ اور علم الٰہی کے اوسکو ہوتا ہے اور پھر ایک چیز کے ہو جانے کے بعد اوس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہو جاتا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیتہ سے فرقہ قدریہ کی مذہب کی پوری غلطی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیتہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ میں علم ازلی الٰہی کے موافق پہلے سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اب دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اوسی کے موافق ہوتا ہے۔ تمام ملک کی آفت جیسے عام قحط یا عام وبا۔ جان کی آفت جیسے عزیز و اقارب کا مر جانا انسان کو آیندہ کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے اس لیئے اللہ تعالے نے ان آیتوں میں انسان کو سمجھایا ہے کہ اللہ کا علم ایسا نہیں ہے اوس کے علم میں حال کی موجود چیزیں اور آیندہ کی موجود ہونے والی چیزیں دونو برابر ہیں۔ اسواسطے اوسکو دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے تمام دنیا کا حال لوح محفوظ میں لکھ لینا کچھ مشکل نہیں اور یہ بھی سمجھایا کہ اوس لوح محفوظ کے نوشتہ کے حال سے تم لوگوں کو اس لیے خبردار کیا گیا ہے تاکہ تم آفت کے وقت بہت رنج اور بے صبری نہ کرو۔ اور یہ سمجھ لو کہ جو آفت آئی وہ تقدیر کے نوشتہ کے موافق ہے جو کبھی ٹلنے والی نہیں معتبر سند سے ابوہریرہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعضے بندوں کا درجہ عقبیٰ میں بڑھانا

چاہتا ہے اور جب اون بندوں کے عمل اوس درجہ کے قابل نہیں ہوتے تو اوپر کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے جبر اونکو صبر کی توفیق دیتا ہے جس صبر کے اجر میں وہ اوس درجہ کے قابل ہو جاتے ہیں اس قسم کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے نصیب میں جو مصیبت۔ اور آفت لکھی گئی ہے وہ حکمت سے خالی نہیں مصیبت کے بعد راحت کے باب میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ راحت کے وقت اترا کو نہیں۔ کیونکہ دنیا کی راحت دنیا کی راحت والے سب ناپائیدار چیزیں ہیں ایسی ناپائیدار حالت ہرگز اترانے کے قابل نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ دنیا کی چند روزہ راحت پر اترانے سے تکبر۔ بخل۔ غرض ایسی ایسی باتیں انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں جو اللہ کو پسند نہیں پھر فرمایا کہ جو شخص اللہ کی نصیحت پر عمل کرنے سے مونہہ موڑے گا تو اللہ کو اوسکی کچھ پروا نہیں۔ لیکن اوسکے سب کام حکمت سے بھرے ہوئے لایق حمد وثنا کے ہیں جو کسی طرح مونہہ موڑنے کے قابل نہیں معتبر سند سے طبرانی کی کبیر اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اترانے والے لوگ جب قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو کھڑے ہونگے تو اللہ تعالےٰ اونپر بہت غصہ سے نگاہ ڈالے گا۔ اِن آیتوں میں اترانے کی جو ممانعت ہے یہ حدیثیں گویا اوسکی تفسیر ہیں ✣

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ

ہنے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اوتاری اون کے ساتھ کتاب اور ترازو کہ لوگ

النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

سیدھے رہیں انصاف پر اور ہنے اوتارا لوہا اوسمیں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

اور تا معلوم کرے اللہ کون مدد کرتا ہے اوسکی اور اُسکے رسولوں کی بن دیکھے بیشک اللہ زور آور ہے زبردست

اوپر جنت کے لیے ووڈر وہوپ کرنے کا ذکر تھا ان آیتوں میں اِس ووڈر وہوپ کا طریقہ سمجھانے کے لیے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام سے لیکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک ہم نے رسول بھیجے جن کی تصدیق کے لیے اون کو طرح طرح کے معجزے دیئے اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں۔ پھر ہر زمانہ کے لوگوں میں سے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو مانا۔ اور اللہ کے حکم کے موافق عمل کیا۔ وہ جنت کی ووڈر وہوپ کے طریقہ میں کامیاب ہوئے اور جو اسی طریقے کر

برخلاف رہے وہ دنیا میں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئے اور عقبےٰ میں اون کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نبی آخر الزماں کے عہد کے لوگوں کا انجام بھی اسی عادت الٰہی کے موافق ہوگا۔ معتبر سند سے بیہقی وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ جسطرح نماز روزہ وغیرہ آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے اللہ کی امانتیں ہیں اسیطرح ترازو کے ذریعہ سے پورا تولنا بھی اللہ کی ایک امانت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول آسمانی کتابوں کے ساتھ ترازو کے ذکر کئے جانے کی گویا تفسیر ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں بریدہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کم تولنے اور کم ناپنے سے اکثر قحط کی آفت آتی ہے کم تولنے کی زیادہ مذمت ویل للمطففین میں آوے گی۔ حاصل یہ ہے کہ کتاب آسمانی اور ترازو اس لیئے ہیں کہ جن سے لوگ سیدھے راستہ پر رہ کر جنت کی دوڑ دھوپ میں کامیابی حاصل کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر توراۃ کے نازل ہونے تک اللہ کے رسولوں کو مخالف لوگوں سے لڑنے کا حکم نہیں تھا اسلیئے مخالف لوگوں کی مخالفت اور نافرمانی جب بہت بڑھ جاتی تھی تو وہ ایک عام عذاب سے ہلاک ہوجاتے تھے توراۃ کے نزول کے زمانہ سے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولوں کو مخالف لوگوں کے ساتھ ہتھیاروں سے لڑنے کا بھی حکم دیا ہے اسواسطے ان آیتوں میں رسولوں کے ذکر کے ساتھ لوہے کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ حال کے لوگوں میں سے جو لوگ اللہ کے رسولوں کی زبانی نصیحت کو نہ مانیں گے تو وہ لوگ تلوار سے نصیحت کی جاوے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ اس لوہے سے سوا لڑائی کے ہتھیاروں کے دنیا میں اور بھی طرح طرح کے کام چلتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ ایسا زبردست ہے کہ اوس کو لڑائی کا حکم دینے کی کچھ ضرورت نہیں بغیر لڑائی کے اوس نے پچھلی بہت سی سرکش قوموں کو ہلاک کردیا۔ لیکن شریعت موسوی۔ عیسوی۔ اور محمدی میں جو اوس نے لڑائی کا حکم فرمایا ہے اوسمیں طرح طرح کی مصلحتیں ہیں مثلاً یہ مصلحت کہ علم الٰہی میں جو لوگ اللہ کے دین اور اللہ کے رسولوں کے حامی اور مددگار قرار پائے ہیں اون کا ظہور دنیا میں ہوجاوے اور جب یہ لوگ اللہ کے دین کے پھیلانے میں اپنی جان دینے پر مستعد ہوجاتے ہیں تو عقبےٰ میں جو درجے اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے لیئے رکھے ہیں اون درجوں کے پانے کے یہ لوگ پورے مستحق ہوجاویں۔ چنانچہ مسند امام احمد صحیح بخاری وغیرہ میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز روزے کے پابند ہیں ایسے لوگ دین کی لڑائی میں شریک نہ بھی ہوں تو ضرور وہ جنت میں جائیں گے یہ

یہ حدیث سنکر بعضے صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت اِس مطلب کو عام طور پر مشہور کر دیا۔ جاوے۔ آپ نے فرمایا دین کی لڑائی کی جزئیات والوں کو اون کے حال پر چھوڑ دیا جاوے۔ کیونکہ نبت کے سو درجہ ہیں جن میں سے دین کی لڑائی والوں کے لیئے اللہ تعالےٰ نے بڑے عالی درجے رکھے ہیں۔ بخاری کی بھینی شرح میں یہ جو لکھا ہے کہ اِس حدیث میں فقط نماز اور روزہ کا ذکر اسواسطے ہے کہ زکوٰۃ اور حج اوسوقت تک فرض نہیں ہوئے تھے۔ یہہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کِس لیے کہ ترمذی کی معاذ بن جبل کی روایت میں حج کا بھی ذکر ہے اور یہہ بھی ہے کہ شاید زکوٰۃ کا لفظ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اِس سبب سے یہی قول صحیح ہے کہ ابو ہریرہ کی حدیث میں راوی نے اختصار کی نظر سے فقط نماز روزہ کا ذکر کیا ہے جس سے مطلب سوائے جہاد کے اور ارکان دین کا ہے ✣

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

اور بھیجے نوح اور ابراہیم اور رکھی دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَّكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا

پھر کوئی اُن میں راہ پر ہے اور بہت اُن میں بے حکم ہیں پھر پیچھے بھیجے اون کے پچھاڑی پر اپنے رسول

وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

اور پیچھے بھیجا عیسےٰ مریم کا بیٹا اور اوسکو دی انجیل اور رکھی اوس کے ساتھ چلنے والوں کے دلیں

اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا

نرمی اور مہر اور ایک دنیا چھوڑنا اونہوں نے نیا نکالا ہمنے اونپر نہ لکھا تھا اگر

ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ

رضامندی اللہ کی پھر نہ نباہا اوسکو جیسا چاہیئے نباہنا تھا پھر دیا ہمنے اونکو جو اونمیں ایمان دار تھے

اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اونکا نیگ اور بہت اون میں بے حکم ہیں۔

اوپر رسولوں کا ذکر مبہم طور پر تھا اِن آیتوں میں اون کے سلسلہ کا ذکر ہے۔ صاحب شریعت نبیوں کا سلسلہ نوح علیہ السلام سے شروع ہو کر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ اس لیئے فرمایا کہ نبوت اور کتاب آسمانی کا سلسلہ ان ہی دو رسولوں کے خاندان میں رکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جن دو خاندانوں میں نبوت رکھی گئی ہے اون خاندانوں کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کچھ تو

اونہیں سے راہ راست پر رہے اور اکثر بے راہ اور نافرمان ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل اور اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسمٰعیل کہتے ہیں یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم کے پوتے اور اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم کے بیٹے ہیں۔ بنی اسمٰعیل میں فقط بنی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور بنی اسرائیل میں حضرت ابراہیم کی اولاد کی ایک شاخ کے اور انبیاء رہوئے ہیں۔ بنی اسرائیل کی نبوت کا سلسلہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت مریم کے خاندان کیطرف سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں لہٰذا اسواسطے خاص طور پر عیسےٰ علیہ السلام کا نام بھی فرمایا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ چلنے والوں سے مقصود حضرت عیسےٰ کی پیروی کرنے والے حواری اور حواریوں کے قدم بقدم چلنے والے وہ سچے عیسائی ہیں جو اسی اکاسی برس تک قریب تک حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد انجیل کے پورے پابند رہے۔ کیونکہ اس کے بعد پولس یہودی نے فریبی عیسائی بنکر عیسائی دین میں طرح طرح کا اختلاف ڈالدیا۔ چنانچہ اسکی تفصیل سورۃ توبہ میں گذر چکی ہے۔ حواری حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے وہ بارہ اصحاب ہیں جو پہلے پہل حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور دین عیسائی کے پھیلانے میں اونہوں نے کوشش کی حواری کے معنے مددگاروں کے ہیں۔ انجیل میں خوش اخلاقی اور بنی آدم کو کسیطرح کی ایذا نہ پہونچانے کی تاکید ہے اسواسطے جبتک عیسائیوں کے چند فرقے نہیں ہوئے تھے تو یہ لوگ بڑی نرم دلی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ آپس میں رکھتے تھے۔ جب پولس یہودی کے بہکانے سے انمیں چند مختلف فرقے ہوگئے تو پھر یہ بات جاتی رہی اور انمیں بڑی خونریزی آپس میں ہوئی جسکا ذکر اوسوقت کی تاریخ کی کتابوں میں ہے۔ رہبانیت کے معنے عبادت الٰہی میں مصروف ہونے اور ترک دنیا کر دینے کے ہیں۔ معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم مستدرک حاکم وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عیسےٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی دین میں طرح طرح کی خرابی پڑگئی اور ظالم بادشاہوں نے دیندار عیسایوں کو طرح طرح سے تنگ کیا تو ان دیندار عیسائیوں نے جنگل کا رہنا اور ترک دنیا کر کے سخت عبادت میں مصروف رہنا اختیار کیا۔ اس عبادت میں بعضے طریقے ایسے سخت تھے جسکا حکم انجیل میں نہیں تھا۔ پھر آخر کو یہ لوگ اپنے قرار داد پر قایم نہیں رہے اور ظالم بادشاہوں سے میل جول رکھنے لگے۔ آیتہ کے جس ٹکڑے میں عیسائیوں کی رہبانیت کا اور پھر اون کے اوسپر قایم نرہنے کا ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔ شریعت محمدی میں اسطرح کی عبادت کی ممانعت ہے جو آدمی پر شاق ہو اور شاق ہونے کے سبب سے آدمی ہمیشہ اوس کو نباہ نہ سکے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو اپنی طاقت کے موافق ایسی عبادت کرنی چاہیئے جسکو وہ ہمیشہ نباہ سکے کیونکہ جو عبادت ہمیشہ کیجاوے وہ اللہ تعالےٰ کو بہت پسند ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس عبادت میں ایسی مشقت ہو جسکے سبب سے اوسکا ہمیشہ جاری رہنا دشوار ہو ایسی عبادت اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اب اگر فرمایا کہ ان لوگوں میں سے اکثر لوگ تو بے راہ ہو گئے۔ لیکن جو لوگ راہ راست پر رہے وہ پورا اجر پاوینگے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اوسکے رسول پر دیوے تمکو دو بوجھ

رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ لِئَلَّا

اپنی مہر سے اور رکھے تم میں روشنی جسکو لیے پھرو اور تمکو معاف کرے اور اللہ معاف کرنیوالا ہے مہربان تاکہ نہ جانیں

يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ

کتاب والے کہ پا نہیں سکتے کچھ اللہ کا فضل اور یہ کہ

الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

بزرگی اللہ کے ہاتھ ہی دیتا ہے جسکو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ آیتہ ایماندار اہل کتاب کی شان میں ہے۔ حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ جو لوگ موسیٰ علیہ السلام پر اور توراۃ اور انجیل پر ایمان لا چکے ہیں اور اوسکے دل میں خدا کا خوف بھی ہے اونکو قرآن اور نبی آخر الزماں پر بھی ضرور ایمان لانا چاہیئے۔ کیونکہ بغیر اس کے توراۃ و انجیل میں جو اللہ کا عہد ہے وہ پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ عہد ہے جسکا ذکر سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ ایسا کریں گے تو ان کے دونو زمانے کے عمل قابل اجر قرار پاکر انکو دوہرا اجر دیا جائے گا۔ ورنہ عہد شکنی کے گناہ میں اون سے مواخذہ کیا جاوے گا۔ صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اہل کتاب میں سے جو شخص میرا حال سنے گا اور پھر شریعت محمدی کا تابع نہوگا اوسکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ابوموسےٰ اشعری کی صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث بھی اوپر گذر چکی ہے جسمیں اہل کتاب کے دوہرے اجر کا ذکر ہے۔ یہ حدیثیں اہل کتاب کے اعمال کے دوہرے اجر۔ اور اعمال کے اکارت ہو جانے کی تفسیر میں ہیں نور سے مقصود وہی پلصراط پر کی روشنی ہے جسکا ذکر اوپر گذرا۔ اب آگے فرمایا ایماندار اہل کتاب کو یہ دوہرا اجر اسواسطے دیا گیا کہ اہل کتاب میں سے

جو لوگ بنی آخرالزماں پر اور قرآن پر ایمان نہیں لائے اونکو قیامت کے دن اپنی حالت پر افسوس ہو کہ یہ اللہ کے فضل کا دوہرا اجر اونہوں نے اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ اِس تفسیر کی صورت میں لئلا یعلم میں لا زائد ہے جو اکثر کلام عرب میں زاید آیا کرتا ہے۔ سو حضرت عبداللہ بن عباس کے اور سلف کا قول اِس آیتہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ آیتہ اولئک یوتون اجرہم مرتین میں اور ابو موسےٰ اشعری کی حدیث میں مومنین اہل کتاب کے دوہرے اجر کا جو ذکر ہے اوسکو مومنین اہل کتاب اپنے فخر کے طور پر مومنین امت محمدیہ کے روبرو اکثر بیان کیا کرتے تھے اوسپر اللہ تعالےٰ نے مومنین امت محمدیہ کے حق میں یہ آیتہ نازل فرمائی۔ اِس قول کے موافق حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ جسطرح مومنین اہل کتاب دو شریعتوں کی پابندی کے معاوضہ میں دوہرا اجر پاوینگے اسیطرح مومنین امت محمدیہ کو اللہ تعالےٰ ایک ہی شریعت کی پابندی کے معاوضہ میں دوہرا اجر عطا فرماوے گا تاکہ اہل کتاب یہہ نہ جان لیویں کہ دوہرے اجر کو اونہیں کے ساتھہ خصوصیت ہے مومنین امت محمدیہ اِس خصوصیت کے حاصل کرنے کی کسیطرح قدرت نہیں رکھتی۔ اور یہ اللہ کا ایک فضل ہے جسکو کوئی روک نہیں سکتا۔ اِس تفسیر کی بنا پر لئلا یعلم میں لا زائد نہیں ہے۔ مسند امام احمد صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے زمانہ کو ایک دن فرض کیا ہے جس دن کے عصر کے وقت سے شام تک کے عملوں کے معاوضہ میں امت محمدیہ کو دوہرے اجر کے ملنے کا ذکر ہے اِس حدیث سے اِس آخری قول کی بڑی تائید ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مرکب شان نزول کے طور پر مومنین اہل کتاب و مومنین امت محمدیہ دونوں کے حق میں آیتہ کا نزول ٹھہرایا جاوے۔ اِن دونوں حالتوں میں فرق اسقدر ہے کہ اہل کتاب کا دوہرا اجر دو شریعتوں کی پابندی کے معاوضہ میں ہوگا۔ اور امت محمدیہ کا دوہرا اجر فقط ایک ہی شریعت کی پابندی کے معاوضہ میں اور یہ اللہ کا ایک فضل ہے ✣

تمام شد

سورۃ مجادلہ مدنیہ ہے

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع　اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

موافق یہ سورۃ مدنی ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

سُن لی　اللہ نے بات　اس عورت کی جو جھگڑتی ہے　تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں اور جھینکتی ہے اللہ کے آگے　اور اللہ سنتا ہے

تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝

سوال جواب تم دونوں کا　بے شک　اللہ سنتا اور دیکھتا ہے

مسند امام احمد نسائی ابوداؤد مستدرک حاکم وغیرہ میں خولہ اور حضرت عائشہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص اوس بن الصامت نے اپنی بی بی خولہ کو ظہار کے طور پر طلاق دیدی تھی خولہ اس طلاق سے ناراض تھی اسلیئے اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آن کر اس طلاق کی طرح طرح کی خرابیاں بیان کیں - اسی جھگڑے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں ظہار کا طریقہ یہ تھا کہ لوگ اپنی بی بی کو اپنی ماں کی پُشت کے ساتھ تشبیہ دے کر انت علی کظہر امی کہا کرتے تھے - حاکم نے اس شان نزول کو صحیح کہا ہے - ایلا اور ظہار زمانہ جاہلیت کی دونوں طلاقیں ہیں - ایلا کا ذکر تو سورۂ بقر میں گزر چکا ظہار کا اس سورۃ میں ہے جس طرح ماں کے ساتھ بی بی کو شباہت دینے سے ظہار ہو جاتا ہے اسی طرح بہن بھانجی وغیرہ کے ساتھ بھی شباہت دینے سے ظہار ہوتا ہے یا نہیں - اسیں اور ظہار کے متعلق اور بعضے مسئلوں میں علماء کا اختلاف ہے جسکی تفصیل شرح حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ہے -

منزل

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا

جو لوگ　ماں کہہ بیٹھیں　تم میں سے　اپنی عورتوں کو　وہ نہیں　انکی مائیں نہیں　مگر انکی مائیں ہیں جنھوں نے　ان کو

وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ

جنا　اور وہ　بولتے ہیں　ایک ناپسند بات　اور جھوٹ　اور اللہ معاف کرتا ہے بخشنے والا

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ

اور جو　ماں کہہ بیٹھیں　اپنی عورتوں کو　پھر وہی کام چاہیں　جسکو کہا ہے　تو آزاد کرنا ایک بردہ پہلے اس سے

اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

کہ آپس میں ہاتھ لگاویں　اس سے تم کو نصیحت ہوگی　اور اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو　پھر جو کوئی نہ پاوے

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ۚ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ
تو روزے دو مہینے کے لگاتار پہلے اس سے کہ آپس میں چھوئیں پھر جو کوئی نہ کرسکے تو کھانا دینا

سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۗ وَلِلْكَافِرِينَ
ساٹھ محتاج کا یہ اسواسطے کہ حکم مانو اللہ کا اور اُسکے رسول کا اور یہ حدیں باندھی ہیں اللہ کی اور منکروں کو

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ
دُکھ کی مار ہے جو لوگ مخالف ہوتے ہیں اللہ کے اور اُسکے رسول کے وہ رد ہوئے جیسے رد ہوئے ہیں اُن سے

قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ
پہلے اور بھیجے ہیں آیتیں صاف اور منکروں کو ذلت کی مار ہے جس دن اُٹھاویگا

اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝
اللہ اُن سب کو پھر بتاویگا اُنکو اُن کے کیے اللہ نے وہ گن رکھے ہیں اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز

ع ۱

متعبر سند سے طبرانی تفسیر ابن مردویہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اوس بن الصامت کا ظہار اسلام میں پہلا ظہار ہے جسکا بہیم طور پر شروع سورہ میں مذکور ہے اس پہلے ظہار کے بہیم ذکر کے بعد جو حکم ظہار کے متعلق اللہ تعالیٰ کو اسلام میں قائم رکھنا منظور تھا اُسکا ذکر ان آیتوں میں ہے یہ اُوپر گزر چکا ہے کہ ظہار میں لوگ بی بی کو ماں کہہ بیٹھا کرتے تھے جس سے ساری عمر وہ عورت ظہار والے مرد پر حرام ہوجاتی تھی اسلیئے فرمایا کہ اُس ماں کہہ بیٹھنے سے وہ عورت ماں نہیں ہوسکتی ماں تو وُہی ہے جسکے پیٹ سے آدمی پیدا ہوتا ہے یہ ایک گھڑا ہوا غلط رواج ہے کہ غیر عورت کو ماں کہا جاتا ہے مگر یہ طریقہ اُن لوگوں میں انجانی سے تھا اس واسطے جو کچھ پہلے ہوچکا اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے اُسکو معاف کیا پھر فرمایا جس طرح ان لوگوں میں بی بی کو ماں کہہ بیٹھنے کا رواج ہے اُسی طرح یہ بھی رواج ہے کہ اپنے اُس قول پر نادم ہوکر اُس سے پھر جاتے ہیں اور پھر اُس عورت کو بی بی کی طرح رکھنا چاہتے ہیں لیکن اسلام میں آیندہ حکم دیا جاتا ہے کہ ایسے نادم لوگ ایسی عورت کو بی بی بناکر رکھنے سے پہلے کفارہ کے طور پر ایک بردہ آزاد کریں اگر اتنا مقدور نہ ہو تو دو مہینے کے پئے در پئے روزے رکھیں اگر مرض وغیرہ کے سبب سے روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاویں امام شافعی علیہ الرحمۃ وغیرہ اس کفارہ کے بردہ کے بھی قتل کے کفارے کے طرح بردہ کے صاحب اسلام ہونیکے قائل ہیں اور بعضے علماء اسکے قائل نہیں کفارہ کے روزے پُورے ہونے سے پہلے کسی رات کو یہ کفارہ والا شخص اس اظہار والی عورت سے مباشرت کرے تو پھر از سر نو روزے رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے جو شخص کفارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلانے امام مالک کے نزدیک وہ شخص کفارہ سے پہلے ظہار والی عورت سے مباشرت کرسکتا ہے کیونکہ آیت میں اسکی ممانعت کفارہ کی اس قسم میں نہیں ہے۔ غلہ ناپنے کے پیمانے اہل حجاز اور اہل عراق کے بڑے چھوٹے

منزل ۱

ہیں اسمیں بھی اختلاف ہے کہ ایک مسکین کو کسقدر غلہ دیا جاوے کچھ تفصیل تو اسکی سورۂ مائدہ میں گزر چکی ہے اور اُس سے زیادہ تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔ اب آگے فرمایا ہر ضرورت کے وقت یہ اُمّی رسول ایک ایسا مناسب حکم تم لوگوں کو سُنا دیتے ہیں جسطرح کے حکم کی ایجاد سے تم میں کے پڑھے لکھے لوگ عاجز ہیں تو ہر عقلمند کو اس سے یہ یقین کرنا چاہیے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اس قرآن میں جو احکام ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حد بندی ہے جس سے آگے بڑھنا جائز نہیں پھر فرمایا اس طرح کی کھلی کھلی باتوں سے اللہ کی شریعت اور اللہ کے رسول کی صداقت معلوم ہو جانے کے بعد جو کوئی اللہ کی اس حد بندی کو نہ مانے گا اور اُسکی شریعت اور شریعت کے لانے والے رسول کی مخالفت کے درپے رہے گا دُنیا میں وہ پچھلے مخالف قوموں کی طرح کسی آفت میں پھنس جاویگا اور عقبےٰ میں اُس سے سخت مواخذہ ہوگا اور یہ لوگ تو حشر کے انکار کے سبب سے بُرے کاموں کی پروا نہیں کرتے لیکن حشر کے دن کی سزا کے ارادہ سے اِنکے چھوٹے بڑے سب کام اللہ کی نگاہ میں ہیں کیونکہ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں

منزل

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ
تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں کہیں نہیں ہوتا مشورہ تین کا

اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا
جہاں وہ نہیں انمیں چوتھا اور نہ پانچ کا جہاں وہ نہیں انمیں چھٹا اور نہ اس سے کم نہ زیادہ جہاں وہ نہیں

هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ
ان کے ساتھ جہاں کہیں ہوں پھر جتاوے گا انکو جو انھوں نے کیا قیامت کے دن بیشک اللہ کو

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ
معلوم ہے ہر چیز تو نے نہ دیکھے جنکو منع ہوئی کانا پھوسی پھر وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے

وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۭ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا
اور کان میں باتیں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی بے حکمی کی اور جب آویں تیرے پاس تجکو دعا دیں

لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ
جو دُعا نہیں دی تجکو اللہ نے اور کہتے ہیں اپنے دل میں کیوں نہیں عذاب کرتا ہمکو اللہ اسپر جو ہم کہتے ہیں بس ہے انکو دوزخ

يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنٰجَيْتُمْ فَلَا تَتَنٰجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
پیٹھیں گے اسمیں سو بُری جگہ ہے اے ایمان والو جب کان میں بات کرو تو مت بات کرو گناہ کی اور زیادتی کی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ
اور رسول کی بے حکمی کی اور بات کرو احسان کی اور پرہیزگاری کی اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس جمع ہوگے یہ چوری کا کانا پھوسی

الشَّيْطٰنُ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

سو شیطان کا کام ہی وہ تو یہ کرے ایمان والوں کو اور وہ انکا کچھ نہ بگاڑ سکے گا بن حکم اللہ کے اور اللہ پر چاہیئے بھروسہ کریں ایمان والے

خولہ بنت ثعلبہ اور اوس بن صامت کا قصہ جو اُوپر گزرا ابن ماجہ اور مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ اس قصہ کی روایت کے بعد فرمایا کرتی تھیں اللہ اکبر کسقدر ذرا ذرا سے اپنے بندوں کے قول و فعل کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے کہ جس مکان میں خولہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند کی شکایت کی باتیں کیں اُسی مکان میں میں بھی تھی میں نے بعضی باتیں خولہ کی نہیں سُنی لیکن اللہ تعالیٰ نے سب باتیں اُسکی سُنکر اُسکی شکایت رفع کی اور سورۂ مجادلہ کی اول کی آیتیں خولہ کے اُٹھنے سے پہلے نازل فرمائیں حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اُس قصہ سے اللہ تعالیٰ کے علم باطنی کا ایک نمونہ لوگوں پر ظاہر ہوا تھا اُسی مناسبت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اُس قصہ کے بعد اپنے علم باطنی کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ یہ منافق اور یہود لوگ ملکر مسلمانوں کی بدخواہی کی باتیں جو کانوں میں کرتے ہیں اور یہود لوگ سلام کے بہانہ سے اللہ کے رسول کو بددعا دیتے ہیں اللہ تعالےٰ کو سب معلوم ہے وقت مقررہ آتے ہی ان سے اُنکا بدلہ لیا جاوے گا آخر پر ایماندار لوگوں کو فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اپنا بھروسہ رکھیں کیونکہ بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے کسی بدخواہ کی بدخواہی کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والے لوگ قیامت کے دن بلا حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ حدیث اللہ پر بھروسہ رکھنے کے اجر کی گویا تفسیر ہے

منزل

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ

اے ایمان والو جب تم کو کہیئے کھل بیٹھو مجلسوں میں تو کھل جاؤ اللہ کشادگی دے تم کو

تفسیر مقاتل میں ہے کہ یہ آیت خاص جمعہ کی نماز کی مجلس کے باب میں نازل ہوئی ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں جگہ تنگ ہو تو لوگوں کو چاہیئے اس طرح دبکر بیٹھیں کہ پہلے سے بیٹھنے والوں کو اور پیچھے آنے والوں کو سب کو جگہ ہو جاوے مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں دب کر بیٹھنے کی حضرت جابر کی حدیث ہے اُس سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اسمیں جمعہ کا بھی ذکر ہے لیکن صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر کی جو حدیث ہے اُسمیں جمعہ کا ذکر نہیں ہے اسلیئے قتادہ وغیرہ کا قول ہے کہ آیۃ ذکر خیر کی سب مجلسوں کو شامل ہے اس قول میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اسلیئے یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے اب شب باقی رہا کہ ایسے وقت پر نئے آدمیوں کو آتے دیکھ کر کھڑے ہو کر بھی جگہ خالی کی جا سکتی ہے یا یہ کھڑا ہونا تعظیم کے کھڑے ہونے میں داخل اور منع ہے اس شبہہ کا رفع یہ ہے کہ جو علما تعظیم کے لیئے کھڑے ہونے کو منع کہتے ہیں وہ بھی اس کھڑے ہونے کو اور مسافروں کے معانقہ کے لیئے کھڑے ہونے کو جائز بتلاتے ہیں تفصیل اسکی حدیث کی شرح کی کتابوں میں ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا
اور اللہ جب کہیے اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو اللہ اُونچی کرے اُن کے جو ایمان رکھتے ہیں تم میں
الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝
علم پڑھے درجے کا ہے اور اللہ خبردار رکھتا ہے جو کرتے ہو

تفسیر مقاتل تفسیر خازن تفسیر خطیب وغیرہ میں اس آیت کی شان نزول کی جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ ایک مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اور آپ کے ساتھ ایسے چند صحابہ بھی تھے جو اہل مدینہ میں سے نہیں تھے۔ اس مجلس میں شریک ہونے کی نیت سے اب مابعد میں چند بدری صحابہ بھی آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدری صحابہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے اسلیئے پہلے سے جو صحابہ آپ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے اُنکو اپنے پاس سے اُٹھا کر بدری صحابہ کو وہاں بٹھایا اور جن صحابہ کو آپ نے اُٹھایا تھا اُنھیں اپنا اُٹھایا جانا شاق گزرا اُسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ بنظر ضرورت اللہ کے رسول کسیکو اپنے پاس سے اُٹھ جانے کا حکم دیں تو اُسکو کسر شان نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ رسول کے حکم کی تعمیل کا ایسیں اجر ہے جس سے عقبیٰ میں ایماندار آدمی کا درجہ بڑھے گا لیکن اللہ کی نظر سب کے درجوں پر ہے اس لیئے ایماندار عالم کا درجہ اللہ کے نزدیک بے علم ایماندار سے بڑھکر ہے اور اسی درجہ کے لحاظ سے اللہ کے رسول نے تم میں سے بعضے لوگوں کو اپنے قریب بٹھایا بے علم ایمانداروں کو اسپر کچھ رنج نہ کرنا چاہیئے ترمذی وغیرہ میں ابی امامہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار عابد اور ایماندار عالم میں اتنا فرق ہے جیسے نبی اور اُمت کے عام لوگوں میں فرق ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں یہ سب حدیثیں آیۃ والذین اوتوا العلم درجات کی تفسیر ہیں۔

منزل ۷

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ
اے ایمان والو جب تم کان میں بات کرو رسول سے تو آگے دھر لو اپنی بات کہنے سے پہلے خیرات یہ بہتر ہے تمہارے حق میں ستھرا ہے
فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ
پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے کیا تم ڈر گئے کہ آگے رکھا کرو کان کی بات سے پہلے خیراتیں سو جب
تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝
نہ کیا اور اللہ نے معاف کیا تو کو تو اب کی پڑھو رکعت نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو اللہ اور اُسکے رسول کے اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو

اوپر گزر چکا ہے کہ بڑی تحقیقات کے بعد علماء مفسرین نے قرآن شریف بھر میں فقط پانچ آیتیں منسوخ قرار دی ہیں یہ آیت بھی اُن پانچ آیتوں میں کی ایک آیت ہے تفسیر عبدالرزاق میں مجاہد سے روایت ہے کہ اس آیت کا عمل ایک دن کچھ دیر تک رہا پھر آگے کی آیت سے یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ اور سوا حضرت علیؓ کے اور کسی صحابی کو اس آیت پر عمل کرنے کا

موقع نہیں ملا اسواسطے حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف میں ایک ایسی آیت ہے کہ نہ مجھ سے پہلے کسی نے اُسپر عمل کیا نہ میرے بعد کوئی اُسپر عمل کریگا اس آیت پر حضرت علیؓ کے عمل کرنے کی حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے اوپر گزر چکا ہے کہ مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس کے خاص شاگردوں میں ہیں اور اُن کے قول کا تفسیر کے باب میں بڑا اعتبار ہے اسواسطے اس قول کے مخالف بعضے مفسروں نے اور کچھ قول جو اس آیت کی تفسیر میں بیان کیے ہیں وہ مجاہد کے قول کے مقابلہ میں معتبر قرار نہیں پاسکتے بعضی تفسیروں میں ہے کہ یہ آیت منافقوں کے آنحضرتؐ سے زیادہ باتیں کرنے پر نازل ہوئی لیکن تفسیر ابن ابی حاتم کی روایت کے موافق صحیح قول یہ ہے کہ مسلمان لوگ زیادہ باتیں کرکے آنحضرتؐ کو تنگ کرتے تھے اُسپر یہ آیت نازل ہوئی ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ

تو نے نہ دیکھے جو رفیق ہوئے ہیں ایک لوگوں کے جنپر غصے ہوا ہے اللہ نہ وہ تم میں ہیں نہ ان میں ہیں اور جھوٹ کھاتے ہیں

عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

جھوٹ بات پر اور خبر رکھتے ہیں رکھی ہے اللہ نے اُنکے لیے سخت مار بیشک وہ بُرے کام ہیں

يَعْمَلُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ ۔ منزل ۷

جو کرتے رہتے ہیں بنایا ہے اپنی قسموں کو ڈھال پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے تو اُنکو ذلت کی

مُّهِيْنٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

مار ہے کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال نہ ان کی اولاد اللہ کے ہاتھ سے کچھ وہ لوگ ہیں

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ

دوزخ کے وہ اسی میں رہ پڑے جسدن جمع کریگا اللہ اُنکو سارے پھر قسمیں کھاویں گے اُسکے آگے جیسے کھاتے ہیں تمہارے آگے

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ

اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں سنتا ہے اصل جھوٹے قابو کرلیا ہے اُنپر

الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ

شیطان نے پھر بھلائی اُنکو اللہ کی یاد وہ لوگ ہیں جتھا شیطان کا سنتا ہے جو جتھا ہے شیطان کا

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝

وہی خراب ہوتے ہیں جو لوگ کہ مخالفت ہوتے ہیں اللہ سے اور اُسکے رسول سے وہ لوگ ہیں سب سے بیقدر لوگوں میں

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

اللہ لکھ چکا کہ میں زبر ہونگا اور میرے رسول بیشک اللہ زور آور ہے زبردست تو نہ پاویگا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور

اَلْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ
پچھلے دن پر پھر دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اُسکے رسول کے پڑے وہ باپ دادوں یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا
عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
اپنے گھرانے کے ان کے دلوں میں لکھ دیا ہے ایمان اور اُنکی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا اُنکو باغوں میں
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ع ۳
جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں سدا رہیں گے انہیں اللہ اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی وہ ہیں حزب اللہ کا اللہ سچا ہے جو حزب اللہ ہے وہی مُراد کو پہنچے

معتبر سند سے مسند امام احمد تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار مشہور ہے اسکے علاوہ منافقوں میں ایک شخص کنجی آنکھوں کا عبد اللہ بن نبتل بڑا فسادی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آن کر اکثر بیٹھا کرتا اور پھر آنحضرت کی مجلس کی باتیں بُرائی کے طور پر اپنے دوست یہودیوں سے بیان کیا کرتا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں ایک شخص کنجی آنکھوں کا بڑا فسادی آنیوالا ہے جب وہ آئے تو تم میں سے کوئی شخص اُس سے بات نہ کرنا اتنے میں عبد اللہ بن نبتل آیا آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اور چند شخص اور ملکر مجکو بُرا بھلا کیوں کہا کرتے ہو عبد اللہ بن نبتل نے انکار کیا اور جن لوگوں کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نام لیا تھا اُنکو بھی بُلا لیا اور سب نے ملکر بہت قسمیں جھوٹی کھائیں اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ان منافقوں کا حال دیکھنے کے قابل ہے کہ اِدھر تو اُنھوں نے اپنے ظاہری اسلام سے مُسلمانوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور اسی طرح مدینہ کے گرد نواح میں جو یہود رہتے ہیں اُنکو اپنی دوستی اور رفاقت کے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور حقیقت میں یہ لوگ اِدھر ہیں نہ اُدھر انکی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ اسلیئے یہ دل سے کسی کے بھی ساتھی نہیں ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح ان منافق لوگوں نے اپنی جان اپنا مال مسلمانوں کے ہاتھ سے بچانے کی غرض سے دنیا میں اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال ٹھیرا رکھا ہے اسی طرح قیامت کے دن اللہ کے سُوبرو بھی یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھاویں گے کہ دنیا میں یہ لوگ دل سے مُسلمان تھے لیکن وہاں اُنکی جھوٹی قسمیں اللہ عالم الغیب کے رُوبرو کچھ کام نہ آویں گے پھر فرمایا یہ لوگ شیطان کے قابو میں ہیں اسواسطے شیطان اُنکے بُرے کاموں کو اچھا کرکے اُنکو دکھلاتا ہے پھر فرمایا ایسے لوگ شیطانی جتھے کے لوگ ہیں اور یہ شیطانی جتھے کے لوگ اخیر کو بہت خراب ہوں گے اور اللہ کے رسول اور رسول کے ساتھیوں کو اخیر کو غلبہ ہوگا اور ان منافقوں کی بدخواہی کچھ کارگر نہ ہوگی پھر اللہ کے واسطے جو مُسلمان لوگ بدر کی لڑائی کے دن اپنے رشتے داروں سے لڑے اُنکو قتل کیا تھا اُن کی تعریف فرمائی تاکہ منافقوں کو عبرت ہو کہ کھوٹے رشتہ داروں کے دشمن بن جاتے ہیں ایسے مُسلمان ایسے ہوتے ہیں جو خدا اور خدا کے رسول کی خدمتی لوگ مُسلمان کیونکر ہو سکتے ہیں جو اللہ کے رسول کی بدخواہی کے لیئے غیر قوم کے لوگوں یہودیوں سے میل جول پیدا کرتے

ہیں بدر کی لڑائی کے دن حضرت ابوبکر صدیق اپنے بیٹے عبدالرحمن کے قتل کرنے کی تاک میں تھے اور حضرت عمر نے اُس دن اپنے ایک رشتہ دار کو اور حضرت علی نے اپنے چچا کے بیٹے بھائی اور اور صحابہ نے اسیطرح اپنے رشتہ داروں کو قتل کیا اس واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر ایمان نقش کیطرح خدا کی طرف سے لکھا گیا ہے اور تائید غیبی انکی مدد کرتی ہے وہم یتقلبون کا یہ مطلب ہے کہ جن باتوں پر یہ منافق لوگ قسمیں کھاتے ہیں ان کے دل جانتے ہیں کہ وہ باتیں بالکل جھوٹی ہیں منافقوں کے عذاب کی تفسیر سورۂ نساء میں گزر چکی ہے کہ انکو جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں جھونکا جاویگا جسکا عذاب بہت سخت ہے۔ یہ لوگ منافق پنے کی باتیں کرتے تھے اور اُن باتوں کو اچھا سمجھتے تھے اسلیئے فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہرگز اچھے کام نہیں بلکہ وہ سراسر بُرے کام ہیں۔ پھر فرمایا جس مال و اولاد کی حفاظت کے لیے اُن لوگوں نے ظاہری اسلام اور یہود سے میل جول اختیار کیا ہے عنقریب کیوقت وہ مال و اولاد اُن کے کام نہ آویگا۔ معتبر سند سے مسند بزار میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اور اُسکے مال اولاد اور عمل کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے تین بھائی ہوں انمیں دو بھائی تو میتے جی کے ساتھی ہوں اور ایک مرنے کے بعد کا بھی ساتھی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عنقریب میں جو کارآمد چیز آدمی کا عمل ہے اب جسکے نیک عمل وہاں قابل نجات ہوں گے اُسکو مال و اولاد سے بھی کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے ان منافقوں کے بداعمال جو عنقریب میں اُنکے ساتھ ہونگے وہ ایک ایسی بُری چیز ہے جسکے سبب سے اُنکی نجاۃ ممکن نہیں اسی واسطے اُنکا مال اُنکی اولاد سب اُنکے حق میں بے کار ہے صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاص کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان عثمان نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ اُن کے دل میں شیطان طرح طرح کے وسوسے اکثر ڈالا کرتا ہے آپ نے انکو اعوذ باللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی اس قسم کی اور بھی حدیثیں اور سلف کے قول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی سے شیطان بھاگتا ہے اور یہ سورۂ زخرف میں گزر چکا ہے کہ جو آدمی ذکر الٰہی سے غافل ہوا اُسکے دل پر شیطان تسلط ہوجاتا ہے سورۂ النساء میں یہ علامت منافقوں کی گزر چکی ہے کہ لا یذکرون اللہ الا قلیلا۔ اسلیئے بیان فرمایا کہ یہ لوگ شیطان کے قابو میں آن کر شیطانی جتھے کے لوگ بن گئے ہیں۔ منزل ۷

سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

یہ سورۂ مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور وہی ہے زبردست حکمت والا وہی ہے جس نے نکال دیئے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ

جو منکر ہیں کتاب والوں سے ان کے گھروں سے پہلے ہی جمع ہوتی تم نہ جانتے تھے کہ وہ

يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا
نکلیں گے اور وہ خیال رکھتے تھے کہ ان کا بچاؤ ہے ان کے قلعے اللہ کے ہاتھ سے پھر پہنچا ان پر اللہ جہاں سے انکو خیال نہ تھا
وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا
اور ڈالی ان کے دل میں دہاک اجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں تو دہشت مانو
يَا أُولِي الْأَبْصَارِ وَلَوْلَا أَن كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي
اے آنکھ والو اور اگر نہ ہوتا کہ لکھا تھا اللہ نے انپر اُجڑنا تو ان کو مار دیتا دنیا میں اور
الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ
آخرت میں ہے انکو آگ کی مار یہ اسپر کہ وہ مخالف ہوئے اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور جو کوئی مخالف ہو اللہ سے تو
اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ
اللہ کی مار سخت ہے جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا پیڑ یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر سو اللہ کے حکم سے اور تاکہ رسوا کرے بے حکموں کو

مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عائشہ سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی کے چھ مہینے بعد بنی نضیر کا محاصرہ ہوا اور پھر انکی جلاوطنی ہوئی اسی پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے بنی نضیر کے تشریف لے جانے کا سبب مکہ اور مدینہ کے منافقوں سے مسلمانوں کی بدخواہی کی غرض سے میل جول پیدا کرنے میں تو اللہ اور اللہ کے رسول کی مخالفت کی تھی مگر بنی نضیر کی ایک بہت بڑی مخالفت یہ بھی کہ بیر معونہ کی بدعہدی کے جھگڑے میں جب بڑے بڑے عالم ستر صحابہ شہید ہوئے اور ان صحابیوں میں سے عمرو بن امیہ ایک صحابی بچکر مدینہ کو آرہے تھے راستہ میں انکو بنی عامر قبیلہ کے دو شخص ملے ان دونوں شخصوں کو عمرو بن امیہ نے قتل کر ڈالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معاہدہ والے ان دو شخصوں کی قتل کی خبر ہوئی تو آپ نے چاہا کہ ان دونوں شخصوں کا خون بہا بنی نضیر کے مشورہ سے ادا کر دیا جاوے کیونکہ بنی نضیر اور بنی عامر کی دوستی تھی اسی خون بہا کے مشورے کے لیے چند صحابہ کو ساتھ لے کر آنحضرت بنی نضیر کی گڑھی میں تشریف لے گئے۔ اور خون بہا کے باب میں بات چیت کی ظاہر میں تو بنی نضیر کے لوگوں نے آنحضرت سے اچھی طرح بات چیت کی لیکن باطن میں ان لوگوں کا یہ قصد ہوا کہ جس دیوار کے پاس آنحضرت بیٹھے تھے اس دیوار کی آڑ میں سے ایک بہت بڑا پتھر آپ پر نیچے گرا دیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ارادہ سے اپنے رسول کو آگاہ کر دیا اور آپ ان لوگوں کے ارادہ سے آگاہ ہو کر مدینہ کو واپس تشریف لے آئے اور آپ نے بنی نضیر پر چڑھائی کا ارادہ کیا چڑھائی سے پہلے آنحضرت کے فرمانے کے موافق محمد بن مسلمہ ایک صحابی نے کعب بن اشرف بنی نضیر کے سردار کو قتل کیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر پر چڑھائی کی اور ان کی گڑھی کو گھیر لیا اور انکو جلاوطن کر دیا ان آیتوں میں اللہ نے وہی قصہ ذکر فرمایا ہے کہ بنی نضیر پر اللہ اور اللہ کے رسول کی مخالفت کے سبب سے آفت آئی۔ بیر معونہ کا قصہ اور کعب بن اشرف کے قتل کا قصہ صحیح بخاری اور حدیث کی کتابوں میں تفصیل

منازع

سے ہے بیر معونہ کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بیر معونہ مکہ اور عسفان کے بیچ میں ہذیل کی بستیوں میں کی ایک بستی ہے رعل وذکوان قبیلہ کے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کی مدد کے لیے کسیقدر آدمیوں کی خواہش ظاہر کی اور آپ نے انصار میں کے ستر آدمی اُنکے ساتھ کردیئے - رعل وذکوان قبیلہ کے لوگوں نے عہد شکنی کرکے ان انصار کو اس بیر معونہ مقام پر شہید کرڈالا کعب بن اشرف کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ شخص بڑا شاعر تھا اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا اسی طرح طرح کی شرارت اُسکی عادت میں تھی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدن صحابہ کے روبرو اُسکی شرارتوں کا تذکرہ کیا اِسپر محمد بن مسلمہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں اُسکو قتل کرڈالوں آپ نے اسکی اجازت دی اور محمد بن مسلمہ نے موقع پاکر کعب بن اشرف کا کام تمام کردیا - بنی قینقاع - بنی نضیر - بنی قریظہ یہود کے یہ تین قبیلے مدینہ کے گرد ونواح میں رہتے تھے اور اُن تینوں قبیلوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صلح قائم رکھنے کا معاہدہ تھا لیکن رفتہ رفتہ ان تینوں قبیلوں نے عہد شکنی کی جس کی سزا میں بنی قینقاع اور بنی نضیر ان دونوں قبیلوں کو تو جلاوطنی نصیب ہوئی اور بنی قریظہ قتل کیے گئے چنانچہ اُن کے قتل کا قصہ سورۂ احزاب میں گزرا سب مفسروں کا اسپر اتفاق ہے کہ اس سورہ میں یہود کے بنی نضیر قبیلہ کا ذکر ہے فقط حسن بصری اسکے مخالف ہیں اُنکا قول یہ ہے کہ اس سورہ میں بنی قریظہ کا ذکر ہے لیکن یہ قول اس سبب سے مردود طلب ہے کہ اس سورہ میں جلاوطنی کا ذکر ہے اور بنی قریظہ کی جلاوطنی نہیں ہوئی بلکہ انکو تو قتل کیا گیا ہے اس جلاوطنی میں بنی نضیر نواح مدینہ سے اُجڑ کر خیبر میں جاکر آباد ہوئے اور پھر حضرت عمر کی خلافت میں وہاں سے جلاوطن ہوکر ملک شام میں جاکر بسے اسلیئے اُنکی اس پہلی جلاوطنی کو پیشین گوئی کے طور پر اول حشر فرمایا حاصل سنے ان آیتوں کے یہ ہیں کہ بنی نضیر کی گڑھی کی مضبوطی کے سبب سے نہ اہل اسلام کو یہ گمان تھا کہ ایسی مضبوط گڑھی اس طرح جلدی سے خالی ہوجائیگی نہ بنی نضیر کو یہ خیال تھا کہ اس طرح وقت پر گڑھی سے انکو پناہ نہ ملیگی مگر اللہ کی حکمت ایسی زبردست ہے کہ اسکی قدرت اور حکمت سے جو کچھ ہوا وہ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا - حشر کے معنے کسیکو ایک جگہ سے دوسری جگہ نکال دینا - اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے دل میں لشکر اہل اسلام کی ایسی ہیبت پیدا کردی کہ وہ لڑائی کی جرأت نہ کرسکے بلکہ جلاوطنی پر راضی ہوگئے جلاوطنی کے وقت یہ امر قرار پایا کہ تین آدمیوں میں ایک اُونٹ باربرداری کو دیا جاوے اور ایک مشک پانی پینے کو دی جاوے اور اُس ایک اُونٹ پر جو چیز لادی جاسکے وہ یہ لوگ اپنے ساتھ لیجا سکتے ہیں اس واسطے گھروں میں کا کڑی تختہ اور جو چیز انکو اچھی معلوم ہوتی تھی اُسکو وہ اُونٹوں پر لادنے کے لیے گھروں کو توڑ پھوڑ کر نکال رہے تھے اور گڑھی کے باہر جو بنی نضیر کا کھجور وں کا باغ تھا اہل اسلام اُسکے کچھ پیڑ جلا دیئے تھے اور کچھ کاٹ ڈالے تھے اُسکو قابل عبرت ذلت اور ویرانی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ جلاوطنی کی ذلت اور ویرانی ان لوگوں کی قسمت میں نہ لکھی ہوتی تو اللہ اور رسول کی مخالفت کے سبب سے اسپر کوئی اور آفت آتی پیڑوں کو پہلے تو اہل اسلام نے اسلیئے کاٹا اور جلایا کہ اُس جلن سے بنی نضیر گڑھی کے باہر نکل آویں لیکن پھر اہل اسلام کے دل میں خیال گزرا کہ کہیں اسکا کچھ گناہ نہ ہو اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کی یہ تسکین فرمائی کہ یہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ نے وہ

منزل ۷

تمہارے دل میں ڈالا ہے کہ تمہارے دشمنوں کی دولت ہمیں ملتی یعنی کھجور کی ایک قسم ہے یا کھجور کے پیڑ کو کہتے ہیں۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ

اور جو ہاتھ لگایا اللہ نے اپنے رسول کو اُن سے سو تم نے نہیں دوڑائے اوپر گھوڑے اور نہ اُونٹ ولیکن اللہ جتا دیتا ہے

رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى

اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب چیز کر سکتا ہے جو ہاتھ لگائے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً

سو اللہ کیواسطے اور رسول کے اور ناتہ والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کو اور مسافر کے تا نہ آئے لیتے بیچ میں

بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا

دولتمندوں کے تم میں سے اور جو دے تم کو رسول سو لیلو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو اور ڈرتے رہو

وقف لازم

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

اللہ سے بے شک اللہ کی مار سخت ہے واسطے اُن مفلسوں وطن چھوڑنیوالوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ

ڈھونڈھتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی اور مدد کرتے کو اللہ کی اور اُسکے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں سچے

منزل

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً

اور جو لوگ جگہ پکڑ رہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ آئے اُن کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں غرض

مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اسچیز سے جو انکو ملا اور اول رکھتے ہیں انکو اپنی جان سے اور اگر ہو اپنے اُوپر بھوک اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مُراد پانیوالے

شروع سورہ سے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے جلاوطن ہونے کا ذکر فرما کر اس جلاوطنی کے بعد بغیر لڑائی اور بغیر مقابلہ کے جو مال ہاتھ آیا اُن آیتوں میں اُسکا یہ حکم فرمایا کہ جس طرح بغیر لڑائی کے بنی نضیر کا مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلوایا اس مال میں اُور آگے کو اسی طرح جو مال بغیر لڑائی کے ہاتھ لگے ایسے سب مال میں وہ پانچ حصے نہ ہونگے جو پانچ حصے لڑائی کے بعد غنیمت کے مال کے سورۂ انفال میں بیان ہوئے کہ اُن پانچ حصوں میں سے چار خمس لشکر اسلام میں تقسیم کیے جاوینگے اور ایک خمس اللہ کے رسول کے اختیار میں رہے گا بلکہ یہ بغیر لڑائی کے ہاتھ آیا ہوا تمام مال اللہ کے رسول کے اختیار میں رہے گا اور اللہ کے رسول اسکو اُن سو قعوں پر صرف کریں گے۔ جو موقعے اس سورہ میں بتلاتے ہیں صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بنی نضیر کا مال و متاع بغیر لڑائی کے ہاتھ آیا ہوا اللہ کے رسول کے خاص اختیار میں رہنے کا مال تھا غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اختیار کا مال نصف حصہ تو خیبر کا تھا اور بنی نضیر کے اور فدک کے کھجور کے پیڑ تھے ابو داؤد وغیرہ میں حضرت عمرؓ

سے جو روایتیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے درختوں کی آمد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالائی ضروری اخراجات کے لیئے خاص کر رکھی تھی اور باغ فدک کی آمد مسافروں کے خرچ کے لیئے خاص تھی اور خیبر کی آمد میں ازواج مطہرات کا کھانا پینا ہوتا تھا اور جو کچھ بچتا تھا وہ مہاجر ضرورت مندوں کو خیرات کے طور پر دیا جاتا تھا اس حدیث کی سند پر ابوداؤد اور منذری دونوں نے کچھ اعتراض نہیں کیا اسلیئے اسکی سند قابل اعتبار ہے کیونکہ یہ بات قرار پا چکی ہے کہ جس حدیث کی سند پر ابوداؤد اور منذری دونوں سکوت اختیار کریں اُس حدیث کی سند قابل اعتبار ہوتی ہے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کی خلافت میں بھی یہی عمل رہا حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں باغ فدک مروان کو دیدیا تھا حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں حضرت فاطمہ نے اور حضرت عمر کی خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس نے اس مال کے تقسیم کی درخواست پیش کی تھی مگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اس تقسیم کو حدیث لانورث ماترکنا صدقۃ کے مخالف سمجھکر جائز نہ رکھا تفصیل اسکی حدیث کی کتابوں میں ہے اس طرح کے بغیر لڑائی کے طے ہوئے مال کو فئی کہتے ہیں جمہور علما کا مذہب اس طرح کے مال کے باب میں یہی ہے کہ اس مال کا خرچ کرنا امام کی رائے اور مصلحت پر ہے امام مالک اور امام شافعی کا مذہب جمہور کے مخالف ہے تفصیل اس اختلاف کی فقہ کی کتابوں میں ہے فدک - خیبر اور مدینہ کے مابین میں ایک جگہ ہے فتح خیبر کے بعد فدک کے یہود جلا وطن ہوگئے اور بغیر لڑائی کے یہ جگہ فتح ہوگئی صحیح قول یہی ہے کہ آیتہ ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری پہلی آیت سے متعلق ہے

منزل ۷ اور مطلب یہ ہے کہ بنی نضیر کے مال و متاع کی طرح جو مال بغیر لڑائی اور مقابلہ کے ہاتھ آوے اُس سب کا ایک ہی حکم ہے اللہ کے حصہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ کا حکم اُس مال کی تقسیم کا ہے اُسکے موافق عمل ہونا چاہیئے اب آگے فرمایا کہ یتیم مسکین اور مسافر کا نام اس تقسیم میں اسلیئے خاص طور پر جتلا دیا گیا ہے کہ مال دار لوگ موروثی مال کی طرح اُس مال کی تقسیم آپس میں نسل بعد نسل نہ ٹھیرالیویں جس سے یتیم مسکین اور مسافر بالکل محروم ہو جاویں پھر فرمایا کہ اس مال میں سے اللہ کے رسول جو تم کو دیویں وہ لیلو اور جو نہ دیویں اُسمیں کچھ اصرار نہ کرو اور اللہ کے رسول کی نافرمانی عین اللہ کی نافرمانی ہے اس لیئے اُس سے بچتے رہو کہ اُسمیں عذاب الٰہی کا خوف ہے جو بہت سخت اور انسان کی برداشت سے باہر ہے - اگرچہ اس آیت کا نزول فئے کے مال کے باب میں ہے لیکن حکم اسکا عام ہے چنانچہ صحیح بخاری کی ابوہریرہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری نافرمانی کی وہ جنت میں نہیں جاسکتا اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں جو آیت کے حکم کے عام ہونے کی تفسیر ہیں اس تفسیر کی بنا پر سلف نے لکھا ہے کہ صحیح حدیث کے معلوم ہو جانے کے بعد جو شخص اُسکے موافق عمل نہ کریگا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس مواخذہ کے قابل قرار پاویگا جس مواخذہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں کو ڈرایا ہے - فئے کے مال کے حقداروں کے بیان میں اطاعت رسول کا ذکر آگیا تھا اب آگے وہی سلسلہ پھر شروع فرمایا کہ اس مال کے حقدار تنگدست مہاجر اور انصار بھی ہیں - مہاجروں کی تعریف فرمائی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے دین اور اللہ کے رسول کی مدد کے جوش میں اپنا گھر بار اور مال و متاع سب کچھ چھوڑا ہے اور دنیا میں اللہ کے فضل سے رزق ملنے کی

اور عقبےٰ میں اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کی اُنکو آرزو ہے اِن لوگوں کا ظاہر و باطن یکساں ہے اسلیئے یہ سچے ایماندار ہیں اہل مکہ کی طرح طرح کی ایذا اور مخالفت کے سبب سے حکم الٰہی کیموافق اللہ کے رسول نے جو مکہ اور اہل مکہ کو چھوڑا اُسکو ہجرۃ کہتے ہیں۔ اُسی ہجرۃ کے زمانہ سے ہجری سنہ قرار پایا ہے جسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی سکونت کے ارادہ سے مکہ کو چھوڑا اس وقت تو فقط حضرت ابوبکر اور عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکر کا پروردہ یہ دو ہی صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پھر رفتہ رفتہ اور بہت سے صحابہ مدینہ آگئے۔ ہجرت کے حکم کی تعمیل میں جن صحابہ نے اپنا گھر بار چھوڑا اُنکو مہاجر کہتے ہیں مشرکین مکہ کی ایذا سے گھبرا کر کچھ صحابہ حبشہ کو چلے گئے تھے پھر مدینہ کی ہجرت کا حال سُنکر وہ بھی مدینہ کو آگئے اِن صحابہ کو اصحاب الہجرتین کہتے ہیں کیونکہ اُنھوں نے پہلی دفعہ حبشہ کی ہجرت کی اور پھر مدینہ کی فتح مکہ تک ہجرت فرض تھی۔ فتح مکہ کے بعد پھر ہجرت کی تاکید باقی نہیں رہی۔ مہاجرین کے ذکر کے بعد انصار کا ذکر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے رسول اور مہاجرین کے مدینہ میں پہنچنے سے پہلے اپنی بستی کو ایماندار لوگوں کا ایک ٹھکانا قرار دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے وہاں اسلام کے پھیل جانے کا قصہ یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن باہر کے لوگوں کو قرآن شریف کی آیتیں سنا کر اسلام کی ترغیب دلایا کرتے تھے جو موسم حج میں مکہ کو ادھر اُدھر سے آتے تھے۔ ایک سال قبیلہ خزرج کے کچھ لوگوں نے قرآن شریف کی آیتیں سُنیں اور مدینہ میں آکر اپنی قوم میں اُسکا ذکر کیا۔ اِس خزرج قبیلہ اور مدینہ کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے اُنکی اکثر لڑائی ہوا کرتی تھی اُس لڑائی میں یہود کو کبھی شکست ہو جاتی تھی تو وہ کہا کرتے کہ نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کا وقت اب قریب آگیا ہے وہ پیدا ہو کر نبی ہو جاویں گے تو اُن کے ساتھ ہم مخالف لوگوں سے دل کھول کر لڑیں گے اور اس شکست کا بدلہ لیں گے اب جو قبیلہ خزرج کے عام لوگوں نے اپنی قوم کے مکہ سے آنیوالے لوگوں کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سُنا تو اُنکو یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں جنکا ذکر یہود کیا کرتے تھے اسلیئے اُس سال اُنہیں کے بارہ شخص حج کو آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منی کے پہاڑ کی گھاٹی کے پاس اُنھوں نے اسلام کی بیعت کی اسی کو عقبہ اولیٰ کہتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ مقام منی کے پہاڑ کی گھاٹی کی یہ پہلی بیعت ہے منی میں عقبہ وہ جگہ ہے جہاں حج میں شیطانوں کو کنکریاں مارتے ہیں اس سال کے بعد پھر اس قبیلے کے بہت سے لوگ حج کو آئے اور اُس گھاٹی میں اسلام کی بیعت ہوئی اُسکو عقبہ ثانی کی بیعت کہتے ہیں۔ اِس بیعت میں اسلام کے پھیلانے والے بارہ نقیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیئے اور اسی بیعت کے بعد اہل مدینہ کا نام انصار قرار پایا جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہیں پھر فرمایا ان انصار میں یہ نیک خصلتیں ہیں کہ اُن کے دل میں مہاجرین کی پوری اُلفت ہے دنیا کا قاعدہ ہے کہ دو حقداروں میں سے ایک حقدار کو کوئی چیز زیادہ پہنچ جاوے تو دوسرے حقدار کی دل شکنی کا باعث ہوتا ہے لیکن اِن انصار کے دل میں مہاجرین کی اسقدر اُلفت اور محبت ہے کہ مہاجرین کی تنگدستی کے لحاظ سے اللہ کے رسول اِس مال میں سے مہاجرین کو کبھی کچھ زیادہ بھی دیویں تو اِن انصار کی اُس سے کچھ دل شکنی نہیں ہوتی۔ اِن انصار کی اعلیٰ درجہ کی سخاوت کی یہ خصلت اللہ کو بہت پسند ہے کہ اپنی ضرورت پر یہ دوسروں کی ضرورت کو مقدم

منزل ۷

رکھتے ہیں جو کمال عالی ہمتی اور دینداری کی بات ہے۔ صحیح بخاری صحیح مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن میں اس آیۃ کی جو شان نزول ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی محل مبارک میں اُس مہمان کے کھانے کا کچھ بندوبست نہ ہوسکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ابوطلحہ انصاری اُس مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر میں فقط بچّوں کے تھوڑے سے کھانے کے سوا اور کچھ نہیں تھا اسلیئے اُنھوں نے اپنے بچوں کو تو بہلا کر بھوکا سُلا دیا۔ اور چراغ بجھا کر اندھیرے میں وہ بچّوں کے حصّہ کا کھانا اس طرح مہمان کو کھلایا جس سے مہمان نے جانا کہ ابوطلحہ اور اُن کی بی بی بھی اُس مہمان کے ساتھ کھاتے ہیں صبحکو جب ابوطلحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطلحہ رات کو تم نے اور تمھاری بی بی نے وہ عالی ہمتی کا کام کیا جس سے خدا تعالیٰ کو ہنسی آئی اور اُس پر اللہ تعالیٰ نے انصار کی تعریف میں یہ آیت نازل فرمائی۔ اِس طرح کی عالی درجہ کی سخاوت کے مقابلہ میں بخیلی کا ذکر فرمایا کہ بخیلی کی بُرائی آدمی کے دل میں خوب جم جانے اور بخیلی سے بچنے میں مراد پانے سے یہ مطلب ہے کہ بخیلی سے بچکر جو شخص اللہ کے نام پر کچھ خالص نیّت سے دیویگا تو ایک کے سات سو اور کبھی اس سے بھی زیادہ پاویگا صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر روز اللہ کی طرف سے زمین پر دو فرشتے اُتر کر ایک اُنمیں سے سخی کا مال بڑھنے کی دعا کرتا رہتا ہے اور دوسرا بخیل کے مال کے ضائع اور تلف ہونے کی۔ صحیح بخاری وغیرہ کی عبداللہ بن مسعود کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے کہ اصل میں انسان کا مال وہی ہے جو اُس نے خیر خیرات میں صرف کیا اور جو جوڑ کر رکھا وہ اُسکا نہیں اُسکے وارثوں کا ہے۔ یہ حدیثیں گویا اِس آیت کی تفسیر ہیں۔ جن مہاجرین نے بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں طرف کے قبلہ کی نمازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں پڑھیں وہ مہاجرین اولین کہلاتے ہیں اسیطرح جو انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے سے پہلے مُسلمان ہوگئے وہ انصار اولین کہلاتے ہیں۔ منزل ۷

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ

اور وہ لوگ اُن کے جو آئے اُن کے پیچھے کہتے ہوئے اے رب بخش ہمکو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہمسے آگے پہنچے ایمان میں

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ع ۱۰

اور نہ رکھ ہمارے دل میں بیر ایمان والوں کا اے رب تو ہی ہے نرمی والا

صحابہ کے ذکر کے بعد یہ تابعین کا ذکر ہے جن لوگوں نے حالتِ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر حالتِ اسلام پر مرتے دم تک قائم رہے وہ صحابہ کہلاتے ہیں اسی طرح جن لوگوں نے صحابہ کو دیکھا وہ تابعین کہلاتے ہیں اور جن لوگوں نے تابعین کو دیکھا وہ اتباع تابعین کہلاتے ہیں سنہ ۲۲۰ ہجری تک اتباع تابعین کا زمانہ دینداری کا رہا پھر فرقہ معتزلیوں اور فلسفیوں کا زور ہوگیا اور لوگوں کے اعتقاد اور قول فعل سلف کے موافق نہیں رہے اسلیئے اگرچہ بعضے مفسروں نے لکھا ہے کہ آیۃ کی تفسیر فقط تابعیوں تک کے عہد سے کیجاوے لیکن صحیح بخاری وغیرہ میں ابوسعید خدری کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا جس لشکر اسلام میں صحابہ اور تابعین کے بعد اتباع تابعین میں سے کوئی شخص ہوگا تو اُس لشکر کو اللہ تعالیٰ دشمن پر فتح دیوے گا اس سے معلوم ہوا کہ ۲۲۰ھ تک کے ابتدائی عہد اتباع تابعین میں بھی زمانہ سلف کی سی خیر و برکت باقی تھی صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا حضرت خیر و برکت کون سے زمانہ کے لوگوں میں زیادہ ہوگی آپ نے فرمایا پہلے تو خیر و برکت کا وہ زمانہ ہے جسمیں میں خود موجود ہوں پھر اس کے بعد کا دوسرا زمانہ اور پھر تیسرا۔ حضرت عائشہ کی اس حدیث سے ابو سعید خدری کی اُوپر کی حدیث کی اور عمران بن حصین کی خیر القرون قرنی کی حدیث کی پُوری صراحت ہو جاتی ہے کہ یہ سب حدیثیں اتباع تابعین تک کے ابتدائی عہد کو شامل ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ صحابہ کے بعد کے دونوں عہدوں میں نیک باتیں زیادہ تھیں اور بُری باتیں کم جس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کے عہد کی طرح کی خیر و برکت تو صحابہ کے بعد کے دونوں عہدوں میں نہ تھی لیکن پھر بھی ۳۲۰ھ ہجری کے مابعد کا سا حال تابعیوں کے سالم عہد اور تبع تابعین کے ابتدائی عہد میں نہ تھا دو سو بیس برس کے بعد وہی حالت ہوگئی۔ جو عمران بن حصین کی بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ امانت میں خیانت کا کرنا جھوٹی گواہی کا دینا اور اس قسم کی باتیں لوگوں میں پھیل گئیں۔ حاصل یہ ہے کہ آیت کی تفسیر تابعیوں اور ابتدائی عہد کے تبع تابعیوں سے کی جاوے تو وہ تفسیر ان صحیح حدیثوں کے موافق ہے۔ صحابہ کے زمانہ میں کچھ ایسی لڑائیاں ہوئیں جن میں طرفین سے ہزارہا صحابہ کے خُون سے تلواریں لال ہوگئیں مثلاً فقط ۳۶ھ ہجری کی معاویہ اور حضرت علی کی صفین کی لڑائی میں ستر ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے اب لڑائیوں میں صحابہ جو کام آئے آخر وہ سب تابعین کے بڑے بُوڑھے تھے اس لیے صحیح حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعضے تابعی لوگ اپنے بڑے بُوڑھوں کے انتقام کے طور پر اپنے بڑے بُوڑھوں کے قاتل صحابہ کو کبھی کبھی کچھ بُرا بھلا کہہ اُٹھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں عروہ بن زبیر کی روایت سے حضرت عائشہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو صحابہ کے لیئے مغفرت کی دعا کا حکم دیا ہے افسوس ہے کہ وہی لوگ صحابہ کو بُرا کہتے ہیں اس قسم کی اَور بھی روایتیں ہیں۔ اللہ کے علم غیب کے آگے تو یہ آیندہ کی سب باتیں عیاں تھیں اسواسطے اللہ تعالیٰ نے تابعیوں کے ذکر میں فرمایا کہ قابل تعریف وہی تابعین ہیں جو صحابہ کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر اپنی مغفرت کی دُعا میں اُن کے لیئے بھی مغفرت کی دعا کرتے ہیں پھر فرمایا اپنے بڑوں کی پچھلی حالت یاد کر کے بعضے صحابہ کے حق میں خالص دل سے مغفرت کی دعا اُنکی زبان پر نہ آوے تو اُنکو یہ دعا بھی مانگنی چاہیے کہ یا اللہ پہلے لوگوں کی طرف سے ہمارے دل میں کچھ بیر اور بغض ہو تو اپنی مہربانی اور رحمت سے اسکو ہمارے دل سے نکال دے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا بڑا ثبوت ہے کیونکہ آیندہ کی جن باتوں کا ذکر اس آیت میں تھا اُسی طرح اُن باتوں کا ظہور ہوا یہی نبوت اُن صحیح حدیثوں میں بھی ہے جن میں اپنے آیندہ پیدا ہونے والے لوگوں کو صحابہ کی بدگوئی سے منع فرمایا ہے۔ اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کے مضمون پر غور کرنے سے فرقہ شیعہ کے اُن لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے جنھوں نے صحابہ کی بُرائی کو اپنا مذہب قرار دے رکھا ہے۔

منزل ۷

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ

تو نے نہ دیکھے وہ جو دغا باز ہیں کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جو منکر ہیں کتاب والوں میں سے اگر تم کو کوئی نکالے گا

لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ

تو ہم بھی نکلیں گے تمہارے ساتھ اور کہانہ مانیں گے کسی کا تمہارے حق میں کبھی اور اگر تم سے لڑائی ہوگی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے وہ

لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ

جھوٹے ہیں اگر وہ نکالے جاویں گے یہ نہ نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر ان سے لڑائی ہوگی یہ نہ مدد کریں گے انکی اور اگر وہ مدد کریں گے

لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ

تو بھاگیں گے پیٹھ دے کر پھر کہیں مدد نہ پاویں گے البتہ تمہارا زور زیادہ ہے ان کے دل میں اللہ سے یہ اس سے

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ

کہ وہ لوگ بوجھ نہیں رکھتے لڑ نہ سکیں گے تم سے سب ملکر مگر بستیوں کے کوٹ میں یا دیواروں کی اوٹ میں انکی لڑائی

بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

آپس میں سخت ہے تو جانے وہ اکٹھے ہیں اور ان کے دل جھوٹ سے ہیں یہ اس سے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے

متراع

یہ آیتیں بھی بنی نضیر کے قصہ کی ایک حالت کے بیان میں ہیں حاصل اُس حالت کا یہ ہے کہ مدینہ کے منافقوں نے بنی نضیر کی تسکین کے طور پر اُن سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ مدینہ کی سکونت چھوڑ دیں گے اور تمہاری جلاوطنی کے بعد مدینہ کی سکونت کا کوئی ہم کو مشورہ بھی دیویگا تو ہم ہرگز اسکا مشورہ نہ سُنیں گے اور اگر تمہاری اور اہل اسلام کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کو تو ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہے اسلیئے اللہ نے فرمایا کہ ان منافقوں کی جس طرح اور سب باتیں زبانی ہیں اُنکے دل میں اُن باتوں کا کچھ اثر نہیں ہے اسیطرح یہ باتیں بھی اُنکی جھوٹی ہیں نہ یہ مدینہ کی سکونت چھوڑیں گے نہ لڑائی کیوقت مدد کریں گے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے جیساکہ اللہ کے کلام میں تھا وہی ہوا کہ بنی نضیر جلاوطن ہوگئے اور منافق آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا منافقوں کی خصلت ہے۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے اُس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جسمیں منافقوں کے جھوٹ بولنے کا ذکر ہے پھر فرمایا کہ اگر یہ منافق سچے ہوتے اور اپنے قول کے موافق مدد کو آتے تو اللہ کو اُن کے دل کا حال معلوم ہے کہ اُن کے دل میں اہل اسلام کا اسقدر خوف ہے کہ یہ لڑائی کے میدان میں ٹک نہیں سکتے تو اُدھر سے بھاگ جاتے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت جابر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لشکر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ رعب دیا ہے کہ ایک مہینے کے راستے پر بھی دشمن ہو تو اُسکے دل پر اُس رعب کا اثر پڑ جاتا ہے۔ منافقوں کے دل پر اہل اسلام کا جسقدر خوف تھا اُسکا اندازہ اس حدیث سے

معلوم ہو سکتا ہے کہ مہینہ بھر کے راستہ پر اثر کرنے والی چیز کا اثر پاس کے پاس کسقدر ہوگا اسی واسطے فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں اہل اسلام کا خوف اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے کیونکہ ان کے منافق بننے کے سبب سے خدا کا خوف تو فقط انکی زبان پر ہے دل میں کچھ بھی نہیں اور لشکر اسلام کا خوف اُن کے دل و زبان دونوں پر ہے پھر فرمایا یہ بات اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ جس اللہ نے اہل اسلام کے لشکر میں یہ رعب کی تاثیر رکھی ہے نفاق کو چھوڑ کر اصل اُس سے ہی ڈرنا چاہیئے پھر فرمایا کہ اُن کی بُرائی آپس کی لڑائی پر ختم ہے لشکر اسلام کا تو ان کے دل پر وہ رعب چھایا ہوا ہے کہ یہود اور منافقین دونو ملکر بھی میدان میں لشکر اسلام سے نہیں لڑ سکتے ہاں اپنے بچاؤ کے طور پر گڑھے یا کسی دیوار کی آڑ میں سے کچھ لڑیں تو لڑیں لیکن یہ بھی جب ہو سکتا کہ ان یہود اور منافقین میں یکدلی ہوتی اور یہ ظاہر بات ہے کہ یکدلی اور آپس کا اتفاق تو عقلمندوں میں ہوتا ہے یہ تو ایسے بے عقل لوگ ہیں کہ انھوں نے اپنے دین کے سنبھالنے میں عقل سے کچھ بھی کام نہیں لیا یہ سیئے ظاہر میں یہ ایک نظر آتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہود اپنے راستہ پر ہیں اور منافق اپنے راستہ پر ہیں اور قصے سے دونوں غافل ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت سے شداد بن اوس کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب عقل وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے ماجد کے لیے کچھ اچھا سامان کر لیوے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ حدیث یہود اور منافقین کے کم عقل قرار پانے کی بابت اس آیہ کی گویا تفسیر ہے۔

مثل كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ
جیسے کہاوت اُن کی جو ہو چکے ہیں اُن سے پہلے پاس ہے چکھے سزا اپنے کام کی اور اُن کو دُکھ کی مار ہے جیسے کہاوت شیطان کی

قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ
جب کہے انسان کو تو منکر ہو پھر جب منکر ہوا کہے میں الگ ہوں تجھ سے میں ڈرتا اللہ سے جو رب سارے جہان کا پھر

ع ۲ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا
آخر ان دونوں کا یہی کردہ دونوں ہیں آگ میں سدا رہیں اسمیں اور یہی سزا ہے گنہگاروں کی اے ایمان والو ڈرتے رہو

اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا
اللہ سے اور چاہیئے دیکھے ہر کوئی جی کہ بھیجتا ہے کل کے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو اور مت ہو جیسے

كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ
جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پھر اُنسے بھلا دیئے اپنے اپنے جی وہ لوگ وہی ہیں بے حکم برابر نہیں لوگ دوزخ

وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ
اور لوگ بہشت کے بہشت کے وہی ہیں کامیابی پہنچے اگر ہم اُتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تو دیکھتا

خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝
وہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے اور یہ کہاوتیں ہم بناتے ہیں لوگوں کو شاید وہ دھیان کریں

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ هُوَ

وہ اللہ جسکے سوائے بندگی نہیں کسی کی جانتا ہے چھپا اور کھلا وہی ہے بڑا مہربان رحم والا وہ

اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ

اللہ ہے جسکے سوائے بندگی نہیں کسی کی وہ بادشاہ ہے پاک ذات چنگا امان دینا پناہ میں لینا زبردست دبا ہوا والا

الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ

صاحب بڑائی کا پاک ہے اللہ اُس سے جو شریک بتاتے ہیں وہ ہے اللہ بنانیوالا ٹھیک کھڑا کرنا صورت کھینچنا سب نام

الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ع ۳

خاصے اُسکی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا

مجاہد کے قول کے حوالہ سے تفسیر سدی اور تفسیر مقاتل بن حیان میں اِس آیت کی تفسیر یُوں کی ہے کہ پہلے وبال میں پھنسنے والوں سے مراد وہ کفار قریش ہیں جو بدر کی لڑائی میں مارے گئے مگر امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اِس تفسیر کے مخالف ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ پہلے وبال میں پھنسنے والوں سے مراد یہود کا قبیلہ بنی قینقاع ہے جنکی جلاوطنی بنی نضیر کی جلاوطنی سے پہلے ہوئی جسکا قصہ حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے ہے حاصل اُس قصہ کا یہ قدر ہے کہ یہ قبیلہ وُہی ہے جسمیں کے عبداللہ بن سلام ہیں۔ اِس قبیلہ سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کا معاہدہ تھا پھر انکی عہد شکنی کے سبب بدر کی لڑائی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انپر چڑھائی کی اور جب یہ لوگ مغلوب ہوگئے تو عبداللہ بن ابی کی سفارش پر ان کی جان بخشی کی جاکر انکو جلاوطن کر دیا گیا۔ غرض جلاوطن والوں کی مشابہت اور تمثیل جلاوطن والوں سے ایک پوری مشابہت اور تمثیل ہے اسواسطے حافظ عمادالدین ابوالفدا ابن کثیر نے عبداللہ بن عباس کی تفسیر کو قوی ٹھیرایا ہے اور اوپر گزر چکا ہے کہ مدینہ کے منافقوں نے پہلے تو بنی نضیر کو بہکایا کہ ہم بھی تمھارا ساتھ دیویں گے اور جب وقت پڑا تو بنی نضیر کا کچھ ساتھ نہ دیا یہی حال شیطان کا ہے کہ اب تو لوگوں کے دل میں طرح طرح کا وسوسہ ڈال کر اُن سے گناہ کراتا ہے جب قیامت کے دن عذاب کا وقت آویگا تو گنہگار لوگوں کو خود ہی ملامت کرنے کو مستعد ہو جاویگا جسکا ذکر سورہ ابراہیم میں گزر چکا پھر فرمایا بہکانے والے اور بہکنے والوں کا انجام دونوں کا دوزخ ہے غرض منافقوں نے شیطان کی طرح بنی نضیر کو بہکایا تھا اِس مناسبت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اِن آیتوں میں منافقوں کے حال کو شیطان کے حال کے ساتھ تشبیہ دی ہے یہاں مفسروں نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا قصہ جو لکھا ہے کہ شیطان نے ستر برس کی عبادت کے بعد اِس عابد سے زنا بھی کرایا اور شرک بھی کرایا اِس قصہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ قصہ آیت کی تفسیر ہے یا شان نزول ہے کیونکہ شیطان تو رات دن یہی کرتا رہتا ہے جو اُس نے اُس عابد کے ساتھ کیا اور ہزاروں قصہ شیطان کے اِس طرح کے مشہور ہیں جس طرح وہ عابد کا قصہ ہے بلکہ مفسروں کی غرض اُس قصہ کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ شیطان رات دن اس طرح کے فریب کے کام کرتا رہتا ہے جس

منزل ۷

طرح فریب اُس نے اُس عابد کو دیا ہر شخص کو اُسکے فریب سے بچنا چاہیئے اسواسطے شیطان کے فریب کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب مُسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان کے فریب میں آکر دنیا کی زیست پر عاقبت کو نہ بھُولنا چاہیئے اور قیامت کو دُور نہ گِنا چاہیئے اور یہ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے نیک و بد سب کاموں کی خبر ہے اور اُس نیک و بد کی جزا اور سزا کا ایک دن آنے والا ہے اُس دن وہی شخص اِتھا رہے گا جسنے دنیا میں اُسدن کی آفت سے بچنے کا کچھ سامان کرلیا کل جو آنے والا دن ہے اُسکو عذ کہتے ہیں تمام دنیا کو ایک دن فرض کیا جاوے تو اُسکے بعد دوسرا دن یہی پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہوگا اِسی واسطے قیامت کو عذ کہتے ہیں ولتنظر نفس ما قدمت لغد کا مطلب یہ ہے ہر ایماندار کو چاہیئے کہ اپنے نیک عملوں پر کبھی کبھی نظر ڈال لیا کرے کہ قیامت کے لیئے اُس نے کیا سامان آگے بھیجا کیونکہ قیامت کے دن جنّت کے درجے نیک عملوں کے موافق تقسیم ہوں گے اسلیئے اُسدن ہر ایک کو نیک عملوں کی بڑی قدر ہوگی چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد میں محمد بن ابی عمرہ صحابی کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو شخص تمام عمر نیک عملوں میں مصروف رہے اُسکو بھی قیامت کے دن یہ پچتاوا رہے گا کہ اُس نے اور زیادہ نیک عمل کیوں نہیں کیئے اِس مضمون کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں نیک عملوں کی ترغیب کے بعد ایماندار لوگوں کو اُن لوگوں کی حالت سے ڈرایا ہے جو دنیا کے مخمصے میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو بالکل بھُول گئے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اُنکو ایسا بھُلا کر دیا ہے کہ کبھی اُنکو یہ یاد نہیں آتا کہ وہ کس کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ معتبر سند سے مسند امام احمد صحیح ابن حبان مستدرک حاکم میں ابودرداء کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے دل سے دنیا کی حرص کم ہوجانے کے لیئے ہر روز دو فرشتے آسمان و زمین کے بیچ میں کھڑے ہوکر پکار کر یہ کہا کرتے ہیں کہ جس خوش حالی سے انسان خدا کو بھُول جاوے اُس خوشحالی سے تنگدستی بہتر ہے یہ حدیث آیتہ کے ٹکڑے فانساہم انفسہم کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیت اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ جن لوگوں کو ایسی خوش حالی ہے جس سے وہ خدا کو بھُول گئے ہیں تو وہ خوشحالی اِس آیت کے موافق اللہ کی خفگی کے سبب سے ہے اِسی واسطے فرشتوں کی اُس آواز کا اثر ایسے لوگوں کے دل پر کچھ نہیں ہوتا کیونکہ کثرت گناہوں سے اُن کے دل پر زنگ چھا جاتا ہے وہ زنگ کسی نصیحت کے اثر کو اِن کے دل تک نہیں پہنچنے دیتا چنانچہ ابوہریرہ کی صحیح حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ بغیر توبہ کے گناہوں کے تو وہ کے سبب سے آدمی کے دل پر زنگ آجاتا ہے اُس گنہگاری کے سبب سے ان لوگوں کو بے حکم فرمایا ہے۔ اب بے حکم لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور فرماں بردار لوگوں کا ٹھکانا جنّت ہے اِس لیئے فرمایا اہل دوزخ اور اہل جنّت دونوں برابر نہیں ہیں اہل دوزخ کو طرح طرح کی کلفت ہے اور اہل جنّت کو طرح طرح کی راحت۔ آگے مثال کے طور پر فرمایا کہ اِن بے حکم لوگوں کے دل پر زنگ آن کر اُن کے دل گویا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوگئے ہیں ورنہ اس قرآن میں تو وہ نصیحتیں ہیں جو پتھر کو بھی موم کردیویں صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پتھر کا ذکر کیا ہے جو اُس وقت جب آپ نبی بھی نہیں ہوئے تھے تو آپ سے

منزل ۷

سلام علیک کیا کرتا تھا یہ تو پتھر کا حال ہوا اور باوجود انسان ہونے کے قریش کا حال تو معلوم ہے کہ وہ معجزے دیکھ کر بھی آپ کی نبوت میں طرح طرح کے شبہات نکالتے تھے غرض پتھر میں انسان سے زیادہ سمجھ کا پیدا کر دینا اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں اب آگے فرمایا کہ قرآن میں یہ مثالیں اسلیئے بیان کیجاتی ہیں کہ شاید یہ بے حکم لوگ کچھ مثالوں سے ہی سمجھنے کی بات کو کچھ سمجھ جاویں تو انکی عقبے پاک ہو جاوے۔ مکہ کے قحط کے بعد مشرکین مکہ کے دل میں توحید کا مسئلہ کسی قدر جم تو گیا تھا مگر شرک مکہ سے دفع نہیں ہوا تھا اسلیئے توحید کے مسئلہ میں گویا یہ فرمایا کہ یہ تو ان لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کے بت بنی مصیبت کے وقت کچھ کام نہ آئے اور جب تک اللہ کے رسول نے رفع قحط کی دعا نہیں کی مکہ کا قحط رفع نہیں ہوا اسواسطے انکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان بتوں کو اللہ کی عبادت میں شریک کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ عبادت کے قابل وہی معبود حقیقی ہے جو اپنے بندوں کا ظاہر و باطن کا حال جانتا ہے اور اپنے اس علم غیب کے موافق دلی تربانی ہر طرح کی انتجا ہر ایک کی معلوم کر کے اپنی رحمت سے اس التجا کو پورا کرتا ہے صحیح بخاری کی عبد اللہ بن مسعود کی روایت سے مکہ قحط کا قصہ جو سورہ دخان میں گزر چکا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جب قریش کی سرکشی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف پہنچنے لگی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے قریش کے حق میں یہ بد دعا کی کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں اہل مصر سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے اسی طرح کے قحط کی بلا اہل مکہ پر بھی نازل فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا قبول کی اور مکہ میں سخت قحط پڑا اور اہل مکہ اپنی زیست سے تنگ آگئے تو آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہی وہ قحط رفع ہوا۔ اس قحط کے زمانہ میں اہل مکہ نے ہر چند اپنے بتوں سے مینہ برسانے کی التجا کی مگر بغیر اللہ کے حکم کے کیا ہو سکتا تھا اس قصہ نے اہل مکہ کو بت پرستی سے کسیقدر بدگمان ٹھیرا دیا تھا اسلیئے اللہ نے اس قصہ کے بعد ان مدنی آیتوں میں توحید کے ذکر کے بعد کوئی تفصیلی دلیل بیان نہیں فرمائی۔ الملک کے معنے بادشاہ وہ ایسا بادشاہ ہے جسکے حکم کو آسمان و زمین میں کوئی ٹال نہیں سکتا۔ القدوس کے معنے ہر عیب سے پاک۔ السلام کے معنے ہر طرح کے نقصان سے سالم۔ المومن کے معنی امن کا پیدا کرنیوالا۔ المہیمن کے معنی ہر چیز سے واقف۔ العزیز کے معنی زبردست۔ الجبار کے معنی صاحب جبروت عظمت۔ المتکبر کے معنی ہے بڑا۔ آگے فرمایا جب خصلتیں کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتیں تو مخلوق میں سے کسیکو اسکی عبادت میں شریک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ الخالق کے معنے پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا اندازہ ٹھیرانے والا۔ البارئ کے معنے اُس اندازہ کے موافق ہر چیز کا پیدا کرنے والا۔ المصور کے معنے کالا گورا جسکو جس صورت میں چاہے بنانے والا۔ اسماء الحسنیٰ کے معنی اچھے معنی والے نام۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں۔ جو شخص انکو یاد کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا ترمذی و ابن ماجہ نے اپنی روایت میں ان ناموں کو ذکر بھی کیا ہے یہی مشہور نام ہیں جو چھپے ہوئے ملتے ہیں۔ یہ ترمذی کی روایت ولید بن مسلم کی ہے اور ابن ماجہ کی روایت موسیٰ بن عقبہ کی اور ان دونوں روایتوں میں کسیقدر اختلاف ہے لیکن حاکم نے ولید بن مسلم کی روایت کو صحیح کہا ہے سورہ بنی اسرائیل اور سورہ حدید میں گزر چکا ہے پہاڑ پیڑ ان سب جان چیزوں

منزل ۷

کی ایک طرح کی خاص تسبیح ہی جو انسان کی سمجھ سے باہر ہی۔ ہاں بغیر مطلب کے اکثر سلف نے اپنے کانوں سے اس تسبیح کی آواز سُنی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہی کہ جو کھانا ہم لوگ کھایا کرتے تھے اُسکی تسبیح کی آواز ہمارے کانوں میں آیا کرتی تھی اسباب میں اور بھی حدیثیں ہیں العزیز الحکیم کے یہ معنی ہیں کہ زبردست وہ ایسا ہے جسکا حکم آسمان و زمین میں کوئی ٹال نہیں سکتا۔ صاحب حکمت وہ ایسا ہی جسنے ہر چیز مناسب حالت میں پیدا کی۔ مسند امام احمد و ترمذی میں معقل بن یسار سے روایت ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تین دفعہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھکر۔ ھو الذی لا الہ ھو عالم الغیب والشہادۃ سے آخر سورہ تک تین دفعہ صبح شام پڑھیگا۔ تو اُس شبانہ روز میں اگر وہ شخص مر گیا تو اُسکو شہادت کا درجہ ملیگا۔ اور ستر ہزار فرشتے اُس شبانہ روز میں اُس شخص کیلئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے اگرچہ ترمذی نے اُس حدیث کی سند کے راویوں کو منفرد بتلایا ہے لیکن وہ راوی ثقہ اور صدوق کے بین میں ہیں اسلیئے اُنکا منفرد ہونا کچھ مضر نہیں۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحَنَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

یہ سورہ مکی ہے

منزل ۶ اس سورہ کے شان نزول کا جو قصہ صحیحین کی حضرت علیؓ کی روایت میں ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت کے بعد ایک مشرکہ عورت جسکا نام سارہ تھا مکہ سے مدینہ آگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پوچھا کہ کیا مسلمان ہوکر ہجرت کرکے آئی ہو اُس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر کیوں آئی ہے اُس نے کہا مانگنے کھانے آئی ہوں عرب میں گانے والی اور نوحہ کرنے والی عورتیں ہوا کرتی تھیں یہ عورت اُس قوم کی تھی کچھ دنوں یہ عورت مدینہ میں رہی جن دنوں میں یہ عورت پھر مکہ کو واپس جانے لگی اُن دنوں مدینہ میں مکہ پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں اسی اطلاع کے لیئے ایک خط حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے نام لکھکر اُس عورت کو دیدیا حضرت جبرئیل نے اُس ماجرے کی خبر آنحضرتؐ کو کردی آپنے میں یہ عورت کچھ دور نکل گئی تھی آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ اور چند صحابہ کو گھوڑوں پر سوار کرکے اُس عورت کے پیچھے بھیجا اور اُن صحابہ نے راستہ میں اُس عورت کو جا پکڑا اور اُس سے اُس خط کا حال پوچھا پہلے تو اُس عورت نے قسم کھاکر اُس خط کا انکار کیا لیکن جب علیؓ نے ننگی تلوار کرکے اُسکو قتل کرنے کا ڈر دلوا دیا تو اُس نے اپنی سر کے بالوں کی چوٹی میں سے وہ خط نکال کر دیدیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ

اے ایمان والو نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست ان کو پہنچاتے ہو دوستی سے اور وہ

كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ

منکر ہوئے اس سے جو تم کو آیا سچا دین نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو اسپر کہ مانو اللہ اپنے رب کو اگر

كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ

تم نکلے ہو لڑائی کو میری راہ میں اور چاہ کر میری رضامندی تم انکو چھپے پیغام بھیجتے ہو دوستی کے دیکھتا ہوں جو

بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ إِنْ يَثْقَفُوكُمْ

جو چھپایا تم نے اور جو کھولا تم نے اور جو کوئی تم میں یہ کام کرے وہ بھولا سیدھی راہ اگر تمکو پاویں

يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝

دشمن ہوں تمہارے اور چلاویں تم پر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کو اور چاہیں کسی طرح تم منکر ہو جاؤ

لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

ہرگز کام نہ آویں گے تم کو تمہارے ناتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن وہ فیصلہ کریگا تم میں اور اللہ جو کرتے ہو

بَصِيرٌ ۝ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ

دیکھتا ہے تم کو چال چلنی ہے اچھی ابراہیم کی اور جو اسکے ساتھ تھے جب کہا اپنی قوم کو

منزل ۴ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

ہم الگ ہیں تم سے اور جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا انسے ہم منکر ہوگئے تم سے اور کھل پڑی ہم میں اور تم میں

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ۚ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ

دشمنی اور بیر ہمیشہ کو جب تک تم یقین نہ لاؤ اللہ اکیلے پر مگر ایک کہنا ابراہیم کا اپنے باپ کو میں تمکو معافی

لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝

تیری اور مالک نہیں میں تیرے بھلے کو اللہ کے ہاتھ سے کسی چیز کا اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسا کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیرا طرف پھر آنا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

اے رب ہمارے نہ جانچ ہم کو کافروں کو اللہ بخشدے ہمکو اے رب ہمارے تو ہی ہے زبردست حکمت والا البتہ تم کو

ع ۴ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

بھلی چال چلنی ہے ان کی جو کوئی اُمید رکھتا ہو اللہ کی اور پچھلے دن کی اور جو کوئی مُنہ پھیرے تو اللہ بے پروا خوبیوں سزا

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اُمید ہے کہ کرے اللہ تم میں اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں دوستی بس کر سکتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

حاطب بن ابی بلتعہ کے بال بچے مکہ میں تھے حاطب نے اس سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی مکہ کی چڑھائی کے حال کا وہ خط

مشرکین مکہ کو آنحضرت سے چھپواں لکھا تھا کہ اہل مکہ سے وہ سختی نہیں ہے اور چڑھائی کیونکہ اہل مکہ کے ہاتھ اُن کے بال بچوں کو کچھ تکلیف نہ پہونچی چنانچہ صحیحین میں حضرت علی کی روایت سے جو حدیث ہے اُسمیں ذکر ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے جو خط اہل مکہ کو لکھا تھا جب وہ خط مکہ کے راستہ سے پکڑا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آنحضرت نے اُس خط کا حال حاطب سے پوچھا تو انھوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے بال بچے مکہ میں تھے فقط اُن کے بچاؤ کی غرض سے میں نے یہ خط لکھا تھا اسلام سے مُرتد ہوکر میں نے یہ خط نہیں لکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات حاطب نے سچی کہی حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ مجھکو حکم دیجئے تو میں حاطب کی گردن ابھی تلوار سے اُڑا دوں حضرت نے فرمایا حاطب بدری صحابہ میں ہے اور تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بدری صحابہ کی کیا کچھ خاطر داری منظور ہے غرض اسی قصہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولاد اور رشتہ داروں کا ذکر فرمایا ہے حاصل معنی اِن آیتوں کے یہ ہیں کہ جس طرح حاطب بن ابی بلتعہ سے اولاد اور رشتہ داروں کی محبت کے جوش میں یہ خط لکھنے کا کام اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف مرضی ہوگیا اسی طرح بہت لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی مرضی کے خلاف بہت سے کام اولاد اور رشتہ داروں کے کارن کر بیٹھتے ہیں مگر یہ اولاد اور رشتہ داری ایسی چیز ہے کہ قیامت کے دن کچھ کام آنیوالی نہیں بلکہ قیامت کے دن اللہ اور اللہ کے رسول کی مرضی کے موافق چلنا ہی کام آویگا اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ اولاد اور رشتہ داروں کی محبت پر اللہ اور اللہ کے رسول کی مرضی کو مقدم رکھے اور یہ بھی فرمایا کہ جب یہ مشرک اللہ کے دشمن مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں تو مسلمانوں کو بھی اُن سے دوستی رکھنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جب اسلام کو بُرا جانکر یہ مشرک لوگ اللہ کے رسول اور مسلمانوں کے مکہ میں رہنے کے روادار نہیں ہوئے اور اب بھی موقع ملے تو مسلمانوں پر دست درازی کرنے کو اپنا دین بگاڑنے کو یہ لوگ سب مستعد ہیں تو پھر ان سے دوستی کا رکھنا علاوہ بے سُود ہونے کے فضیحت ہونے کا سبب بھی ہے جس طرح حاطب کی فضیحتی کا حال سب نے دیکھ لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ غیب دان ہے وہ اپنے رسول پر چھپی ہوئی دوستی کا حال ظاہر کر دیویگا جسکا نتیجہ سوائے فضیحتی کے اور کیا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بے دین باپ اور رشتہ داروں کو اللہ کی مرضی کے موافق جو چھوڑ دیا تھا وہ قصہ ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ جو خصلت اور عادت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بُرتی وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جو خصلت اور عادت حاطب بن ابی بلتعہ نے بُرتی وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ان باتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی نصیحت جو اپنے بندوں کو فرمائی ہے وہ سورۂ آل عمران میں گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے دل میں مال اور بی بی بچوں کی اُلفت بسی ہوئی ہے حالانکہ یہ چیزیں اُن کے حق میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اسکی مرضی کیموافق کام کریں تاکہ عقبیٰ میں اُنکا بھلا ہو مسند امام احمد ترمذی نسائی ابوداؤد ابن ماجہ مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت ابی بریدہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسن اور امام حسین آئے اور بچے پنے کے سبب سے اپنے کُرتہ میں اُلجھ کر گرنے لگے آپ نے خطبہ چھوڑ کر دونوں صاحبزادوں کو اُٹھا لیا اور فرمایا اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو فتنہ فرمایا ہے ان لڑکوں کو گرتا ہوا دیکھ کر مجھکو خطبہ پڑھنا مشکل ہوگیا ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اسکی سند میں

منزل ۷

حسین ابن واقعہ منفرد ہے۔ یہ حسین صحیح مسلم کے راویوں میں ہے اور منذری نے اسکو ثقہ کہا ہے اسلیئے یہ سند معتبر ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ
اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تمکو تمہارے گھروں سے کہ ان سے
تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ
کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو اللہ تو منع کرتا ہے تم کو ان سے
قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ
جو لڑے تم سے دین پر اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور میل باندھا تمہارے نکالنے پر کہ ان سے گروہ دوستی اور
مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
جو کوئی ان سے دوستی کرے سو وہ لوگ وہی ہیں گنہگار

صحیح بخاری مسند امام احمد مسند بزار مستدرک حاکم میں جو روایتیں ہیں اُن سے اُن آیتوں کی شان نزول یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع آیتوں میں مسلمانوں کو کافروں سے میل جول رکھنے کو منع فرمایا تو مکہ میں مسلمانوں کے رشتہ دار جو مشرک عورتیں تھیں مسلمان مردوں اور عورتوں نے اُن سے بھی میل جول ترک کر دیا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق کی طلاق دی ہوئی بی بی قتیلہ اپنی بیٹی حضرت اسماء کے پاس صلح کے زمانہ میں کچھ تحفہ لے کر مکہ سے مدینہ آئیں لیکن حضرت اسماء اپنی مشرک ماں سے نہیں ملیں اور اپنی ماں کا تحفہ بھی نہیں لیا اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمادیا کہ میل جول کی ممانعت اُن ہی مشرک لوگوں سے ہے جو دین پر لڑتے ہیں عورتوں بچوں اور ضعیف لوگوں سے میل جول کی کچھ ممانعت نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ دین کی لڑائی میں شریک نہیں ہیں سورۂ مریم میں گزر چکا ہے کہ بُت پرستی سے بیزار ہوکر جب ہجرت کی نیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے جُدا ہوئے تو اُنھوں نے اپنے باپ سے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے لیئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں مغفرت کی دُعا کرتا رہوں گا اور یہ بات اُنھوں نے اپنے باپ سے اُسوقت کہدی تھی جبکہ اُنکو اپنے باپ کا حالت شرک پر مرنے کا حال معلوم نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کے باپ کا انجام جتلادیا تو اُنھوں نے وہ مغفرت کی دُعا اسکے بعد اپنے باپ کے حق میں نہیں کی چنانچہ اسکی تفصیل سورۂ توبہ میں گزر چکی ہے غرض سورۂ توبہ سورۂ مریم اور اس سورۃ کی آیتوں کو ملانے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے حق میں مغفرت کی دعا کیوں کی اور کب تک کی ملک عراق کو اور قوم کے لوگوں کو چھوڑنے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں ربنا لا تجعلنا فتنة للذين كفروا۔ جو کہا اُسکا مطلب یہی ہے کہ اللہ تو اُن بُت پرست لوگوں کو مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے دور ہی رکھیو تاکہ یہ لوگ قابو پاکر آگ مٹی ڈالنے کی طرح ہمکو کسی طرح کے اور فتنہ میں ڈالدیں جن مہاجرین کے مشرک قرابتدار مکہ میں تھے ان آیتوں کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے اُن مہاجرین کی یہ تسکین فرمائی کہ کچھ جلدی مشرک قرابتداروں سے ملنے کی تم لوگوں کو نہیں کرنی چاہیئے قریب میں اللہ تعالیٰ سب قرابتداروں کے میل جول کی صورت

منزل ۶

اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اسی سفر میں مکہ فتح ہوگیا۔ اور سب اہل قرابت مل جل گئے اور بڑے اسلام کے مخالف اسلام کے پورے مددگار بن گئے چنانچہ ابوسفیان جیسا اسلام کا مخالف شخص فتح مکہ کی رات کو مشرف باسلام ہوکر اسلام کا ایک مضبوط بازو ہوگیا غرض فتح مکہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اہل مکہ کی نجات کیصورت نکالی اسلیئے اس آیت کو غفور رحیم پر ختم فرمایا۔ یہ مکہ پر کی چڑھائی صلح حدیبیہ کے دو برس کے بعد ہوئی۔ اگرچہ حدیبیہ کے صلحنامہ میں دس برس تک کی لڑائی موقوف رکھنے کا معاہدہ تھا لیکن قریش اُس معاہدہ پر قائم نہ رہے بلکہ قبیلہ بنی بکر اور خزاعہ کی لڑائی میں بنی بکر کو قریش نے مدد دی جو صلحنامہ کے بالکل مخالف تھی کیونکہ قبیلہ خزاعہ صلحنامہ کے موافق لشکر اسلام کے عہد حمایت میں تھا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش کی یہ عہد شکنی معلوم ہوئی تو آپ نے قبیلہ خزاعہ کی حمایت میں یہ چڑھائی کی آخر کو فرمایا کہ جو مسلمان مہاجر اپنے اُن مشرک قرابتداروں سے ورپردہ میل جول رکھے گا جن قرابتداروں سے ملنے کی ان آیتوں میں ممانعت کی گئی ہے تو وہ کسی کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا بلکہ خود وہی گنہگار رہوگا اور اس گنہگاری کی سزا میں گرفتار ہونے کا بار اپنے ذمہ لے کر اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ

اے ایمان والو جب آویں تم پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر تو انکو جانچ لو اللہ بہتر جانتا ہے اُن کے ایمان

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ

پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو نہ پھیرو انکو کافروں کی طرف نہ یہ عورتیں حلال ہیں ان مردوں کو اور نہ وہ مرد

يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

حلال ان عورتوں کو اور دیدو اُن مردوں کو جو انکا خرچ ہوا اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کرو ان عورتوں سے جب اُن کو دو

اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ

اُن کے مہر اور نہ رکھو تعلقے میں ناموس کافر عورتوں کے اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا اور وہ مانگ لیں جو انھوں نے خرچ کیا

حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى

اللہ کا فیصلہ ہے تم میں فیصلہ کرتا ہے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا اور اگر جاتی رہیں تمہارے ہاتھ سے کوئی تمہاری عورتیں

الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ

کافروں کی طرف پھر تم کو ہاتھ آویں مارو تو دو اُنکو جن کی عورتیں جاتی رہیں جتنا انھوں نے خرچ کیا تھا اور ڈرتے رہو اللہ سے جسپر تم کو یقین ہے

متن

صلح حدیبیہ کے زمانہ سے مکہ کے لوگوں کی آمد و رفت مدینہ کو جاری ہوگئی تھی۔ اس آمد و رفت میں بعض عورتیں اپنے آپ کو مہاجر بتلاتی تھیں لیکن مسلمانوں کو یہ شبہ رہتا تھا کہ معلوم نہیں ان عورتوں کا بیان کہاں تک صحیح ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اُن عورتوں کے امتحان لینے کا حکم نازل فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے دل کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن

اس امتحان کے بعد اُن عورتوں کو مُسلمان مہاجر سمجھا جائے صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کیموافق اس امتحان کا طریقہ یہ تھا کہ اس طرح کی عورتوں سے اُن کے بیان کی تصدیق انکو قسم دیکر کی جاتی تھی حدیبیہ کے صلحنامہ میں اگرچہ یہ شرط تھی کہ ہجرت کی نیت سے جو کوئی مکہ کو چھوڑکر مدینہ آوے اُسکو مکہ میں واپس بھیجدیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں عورتوں کے لیے وہ شرط قائم نرکھی اور فرمایا کہ مشرک عورت مسلمان مرد کے لیئے اور مسلمان عورت مشرک مرد کے لیئے حلال نہیں ہے اسواسطے اس امتحان کے بعد اگر وہ عورتیں ایماندار نظر آویں تو اُنکو کافروں کے حوالہ نہ کیا جاوے کیونکہ مشرک میاں بی بی دونوں میں سے ایک مسلمان ہوجاوے تو اُنکا حالت کفر کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر فرمایا اس صورت میں جائز ہے کہ یہاں دارالاسلام میں کا کوئی شخص مُسلمان جدید مہر ٹھیراکر اس طرح کی عورت سے نکاح کرلیوے اور پہلے نکاح میں کافر شوہر کا جو کچھ خرچہ پڑا ہو۔ وہ اس جدید نکاح کرنے والے شخص سے دلوادیا جائے۔ جدید مہر کا ذکر اسلیئے فرمایا کہ کہیں پہلے شوہر کے خرچہ کی ادائی کو جدید مہر نہ تصوّر کیا جاوے کیونکہ اسمیں اس عورت کا نقصان ہی۔ مسند امام احمد ابوداؤد مستدرک حاکم وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب کا قصہ جو حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ہے کہ زینب کی ہجرت کے کئی برس کے بعد اُن کے شوہر ابوالعاص اسلام لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کے اسلام تک وہی پہلا نکاح قائم رکھا یہ روایت صحیح ہے اور علماء مفسرین نے اس حدیث اور آیت لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن کے اختلاف کے رفع کرنے میں طرح طرح کی صورتیں بیان کی ہیں مگر بہتر صورت وُہی معلوم ہوتی ہی جو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کی ہے کہ صحیح قول کے موافق ابوالعاص کا اسلام سورۂ ممتحنہ کے نزول کے تو بعد تھا لیکن حضرت زینب کی عادت کے دنوں میں کچھ فرق پڑجانے سے یہ اسلام حضرت زینب کی عدت کے اندر تھا اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکا پہلا نکاح قائم رکھا۔ امام مالک امام شافعی اور امام احمد کا مذہب بھی اسکے موافق ہی کہ عدت کے اندر شوہر اسلام لے آوے تو پہلا نکاح قائم رہتا ہے امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ تجدید کے بعد پہلا نکاح قائم نہیں رہتا۔ زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی فقہ کی کتابوں میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس کی اس حدیث کے برخلاف ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں عمرو بن شعیب کی روایت ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ ابوالعاص کے اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کا جدید نکاح حضرت زینب سے کیا۔ عمرو بن شعیب کی حدیث کی سند میں ایک شخص عزرمی ضعیف ہے اسلیئے امام احمد ترمذی دارقطنی وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اب آگے فرمایا کہ جن مُسلمان مہاجر لوگوں کی بیبیاں مشرک ہیں اور مکہ میں رہ گئی ہیں ان مُسلمان مہاجروں کو اُن عورتوں سے اپنے نکاح کا تعلق باقی نہیں رکھنا چاہیئے اور اُن کے نکاح میں جو خرچہ پڑا ہے وہ ان مشرکوں سے لینا چاہیئے جن کے پاس وہ عورتیں ہیں اسیطرح مہاجر عورتوں کے نکاح میں مشرک لوگوں نے جو خرچ کیا ہے وہ اُن مشرکوں کو دینا چاہیئے۔ پھر فرمایا اللہ کا علم بہت وسیع اور اُسکی حکمت بہت بڑی ہے اُس نے اپنے علم اور حکمت کے موافق یہ احکام نازل فرمائے ہیں جن کی تعمیل میں طرح طرح کی مصلحتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ مُسلمان عورت مشرکوں میں جاملی۔ اور مشرکوں نے اُسکے نکاح کا خرچہ مسلمانوں کو نہیں دیا۔ تو مشرکوں کو جو خرچہ ہوا ہے

منزل ۶

عورتوں کی بابت کا مسلمانوں کو دینا ہے اُسمیں سے یہ خرچہ اس طرح نکال لیا جاوے کہ جب تمھاری باری کا فروں کو کچھ دینے کی آوے تو اُنکو کچھ نہ دیا جاوے یا غنیمت کے مال میں سے یہ خرچہ نکال لیا جاوے۔ عقبیٰ کے معنی پاچھے کے ہیں اور عقبی کے معنی غنیمت کے مال کے ہیں۔ عاقبتم میں دونوں معنے پائے جاتے ہیں۔ اسلیئے سلف نے دونوں معنے لیئے ہیں۔ کلکتہ کے چھاپے کے صحیح قرآن میں عاقبتم کا ترجمہ گھپلا مارو لکھا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اُن مخالف لوگوں سے یہاں تک لڑو کہ وہ مرکھپ جاویں اور اُن کے مرنے کھپنے کے بعد غنیمت کا مال جو ہاتھ لگے اُسمیں سے یہ خرچہ دیا جاوے یہ ترجمہ اُوپر کے دو قولوں میں سے دوسرے قول کے موافق ہے اور یہ قول ابن جریر کی روایت کے موافق امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کا ہے۔ پہلا قول صحیح بخاری کی کتاب الشروط میں زہری سے اس طرح نقل کیا گیا ہے جس سے ایک عملدرآمد معلوم ہوتا ہے۔ ابوجعفر حافظ ابن جریر نے ان دونوں قولوں میں مطابقت یوں بیان کی ہے کہ ان دونوں رقموں میں سے جس رقم میں اس خرچہ کی ادائی کی گنجایش نظر آوے اُسی رقم میں سے یہ خرچہ بھر دیا جاوے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس مطابقت کو ایک اچھی مطابقت قرار دیا ہے۔ آخر پر فرمایا اللہ تعالیٰ کے ان احکام اور عام احکام کی تعمیل اللہ کا خوف دل میں رکھکر پوری پوری کیجاوے کہ یہی ایمان کی نشانی ہے اور اللہ ایمانداروں کے ایمان کو ہر وقت ہر باب میں جانچتا رہتا ہے۔ مسند امام احمد میں والبصہ کی اور صحیح مسلم میں نواس کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اُسوقت تک متقی نہیں ہوتا جب تک جائز چیز کو ناجائز ہونے کے خوف سے نہ چھوڑ دیوے۔ ترمذی میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کا آخرت کے کاموں میں چستی سے مصروف ہونا اسبات کی نشانی ہے کہ اُس آدمی کے دل میں خدا تعالیٰ کے عذاب کا خوف ہے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں انسان کو اللہ کا خوف دلیں رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اور اللہ کے رسول نے اپنے کلام میں انسان کو اللہ کا خوف دل میں رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اوپر اللہ کے رسول نے اپنے کلام میں اُس خوف کی نشانی فرمائی ہے جس سے ہر شخص اپنی حالت کا اندازہ کر سکتا ہے کہ اُسکے دل میں اللہ کے عذاب کا خوف کہاں تک ہے۔

منزل ۶

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا

اے نبی جب آویں تیرے پاس مسلمان عورتیں قرار کر لیکو اسپر کہ نہ شریک ٹھہراویں اللہ کا کسیکو اور چوری نہ کریں اور

يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا

بدکاری نکریں اور اپنی اولاد نہ ماریں اور طوفان نہ لاویں باندھ کر اپنے ہاتھوں پاؤں میں اور

يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

تیری بے حکمی نہ کریں کسی بھلے کام میں تو اسے قرار کر اور معافی مانگ اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اے

اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝

ع ۲ ۸

ایمان والو مت دوستی کرو ان لوگوں سے کہ غصہ ہوا اللہ اُنپر وہ آس توڑ چکے ہیں پچھلے گھر سے جیسے آس توڑی منکروں نے قبر والوں سے

بن مہاجر عورتوں کے امتحان لینے کا ذکر اُوپر تھا اُن ہی کی بیعت کا ذکر ہے یہ بیعت فتح مکہ سے پہلے اور صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ میں لیجاتی تھی اور پھر فتح مکہ کے بعد مکہ کی عام عورتوں سے بھی مکہ میں ہی بیعت لی گئی تھی - بیعت کے معنے معاہدے کے ہیں - یہ معاہدے شریعت میں کئی طرح کے ہیں ایک یہ معاہدہ ہے اُسکو معاہدہ اسلام کہتے ہیں - اسیطرح تنگدست مہاجروں سے ایک معاہدہ یہ لیا گیا تھا کہ وہ کسی سے کوئی چیز مانگا نہ کریں اُنکے سوا اور بھی معاہدے ہیں جنکا ذکر اپنی اپنی جگہ ہے - یہی معاہدہ اسلام - مَردوں سے بھی مکہ میں فتح مکہ کے بعد لیا گیا تھا - بعضے مفسروں نے اِس معاہدہ کو وہ معاہدہ خیال کیا ہے جو منیٰ کی گھاٹی میں انصار کا ہجرت سے پہلے لیا گیا تھا لیکن یہ خیال اسلئے صحیح نہیں ہے کہ صحیح مسلم کی عبادہ بن الصامت کی حدیث میں یہ صراحت ہے کہ مَردوں سے یہ اسلام کی مضبوطی کی بیعت اسی آیت کے موافق تھی اور یہ بات تو اس سورہ کی شان نزول میں بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورہ ہجرت اور صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور سورہ حشر میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ منیٰ کی گھاٹی کی بیعت جو قبیلۂ خزرج کے لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں لی گئی تھی - اور وہ بیعت فقط اسبات پر تھی کہ مہاجر لوگ جب مدینہ میں ہجرت کرکے آویں تو انصار لوگ اُنکی ہر طرح کی مدد کریں چنانچہ صحیح بخاری کی کتاب المغنی میں عبادہ بن صامت کی جو حدیث ہے اُسمیں اسکی صراحت ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ عبادہ بن صامت ان دونوں بیعتوں میں شریک تھے اُنکی ایک روایت میں ایک بیعت کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں دوسری بیعت کا ذکر ہے صحیح قول یہی ہے کہ یہ دونوں بیعتیں الگ الگ ہیں - جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو جیتا گاڑ دیا کرتے تھے اور شوہر کے نطفہ سے لڑکی پیدا ہو تو اُسکی جگہ کسی کا لڑکا لیکر زچہ کے پہلو میں ڈال دیتے تھے تاکہ اُس عورت کے شوہر کو یہ معلوم ہو کہ اُسکے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے اس بیعت میں انہی باتوں کی ممانعت ہے جسوقت عورت کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس عورت کے ہاتھ پیروں کے سامنے آن پڑتا ہے - اسیواسطے بجائے لڑکی کے لڑکے کو ڈال دینے کو ہاتھ پیروں کے مابین کا طوفان فرمایا - پہلے کام میں بے حکمی نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ توحید نماز و روزہ حج زکوٰۃ ان پانچوں ارکان اسلام کو بجالاویں - اور جن باتوں سے اِس معاہدے میں منع کیا گیا ہے اُن سے بچیں کیونکہ جس چیز کے کرنے کا شریعت میں حکم ہے اُسکو نہ کرنا اور جسکے نہ کرنے کا حکم ہے اُسکو کر بیٹھنے کی جرأت کرنا بے حکمی میں یہ سب باتیں داخل ہیں اسیواسطے صحیح بخاری اور مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں اسلام کے ان پانچ ارکان کا جو ذکر ہے وہ ذکر اِس بیعت میں صراحت سے نہیں فرمایا - جہاد فرض کفایہ ہے ضرورت کیوقت بعضے لوگ اُس پر عمل کر لیویں تو کافی ہے اسیلئے عام ارکان اسلام میں اسکا شمار نہیں ہے - جس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر شریعت میں بھلائی آئی ہے اسکو معروف شرعی کہتے ہیں - اب آگے فرمایا کہ وہ مہاجر عورتیں جب ان باتوں پر پکی ہو جاویں تو اے رسول اللہ کے اُن سے اسلام پر قائم رہنے کی بیعت لیجاوے اور اللہ تعالیٰ سے اُن عورتوں کی مغفرت کی دُعا کیجاوے تاکہ سوائے شرک کے ان باقی گناہوں میں اُن سے کچھ کوتاہی ہو تو اللہ غفور الرحیم ہے اُسکو معاف کر دیوے اُوپر

روایتیں گزر چکی ہیں کہ جس شخص کے نامۂ اعمال میں شرک نہ ہوگا اور اُس کے سوائے شرک کے اور گناہ اگر چھوٹے بھی ہوں گے جس سے زمین بھر جاوے تو اللہ تعالیٰ اُن گناہوں کے معاف کرنے میں کچھ دیر نہ فرماوے گا اور جو آدمی حالتِ شرک پر بغیر توبہ کے مرجاویگا تو نہ اُسکی شفاعت کوئی کرسکے گا نہ خود اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی مغفرت فرماوے گا یہ حدیثیں اس آیت کی تفسیر ہیں۔ حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکینِ مکہ کو ایک خط جو لکھدیا تھا شروع سورہ میں تو اُسپر اسلام کے مخالف لوگوں سے دوستی رکھنے کو منع فرمایا تھا اب مدینہ کے گرد و نواح میں کچھ یہود جو رہتے تھے بعضے مسلمان اُن سے دوستی رکھتے تھے اُسپر فرمایا کہ اگرچہ یہ یہود لوگ زبان سے آخرت کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے کام ایسے ہیں جس طرح آخرت سے مایوس لوگ کرتے ہیں۔ کہ دنیا کے ذرا سے لالچ کے سبب سے یہ لوگ عقبےٰ کے بڑے اجر کو کچھ نہیں گنتے ہیں اسلیئے اُنھوں نے عقبےٰ کے اجر سے مایوس ہوکر نبی آخرالزماں کی اوصاف کی آیتوں کو بدل ڈالا۔ تاکہ اُن اوصاف کے ظاہر ہوجانے سے اُنکے جاہل لوگ نبی آخرالزماں کی طرف مائل ہوکر اِن لوگوں کو جو کچھ دیتے تھے وہ بند کردیویں اُنکی ایسی باتوں سے اپنے خدا کا غصہ ہے اور جن لوگوں پر خدا کا غصہ ہے اُن سے دوستی کا نباہنا اللہ کے دوستوں کا کام نہیں ہے۔ کما یئس الکفار من اصحاب القبور کی تفسیر عبداللہ بن مسعود مجاہد عکرمہ وغیرہ کے قول کے موافق یہ ہے کہ جس طرح منکرین حشر مرنے اور قبر میں جانے کے بعد عقبےٰ کی بھلائی سے بالکل مایوس ہوگئے ہیں کیونکہ اُنکی مایوسی قبر میں جانے ہی اُن کے سامنے آگئی ہے اسیطرح ان یہود کے علماء جیتے جی زبان سے تو عقبےٰ کے اجر کا ایسا گہرا اقرار کرتے ہیں کہ سوا اپنی قوم کے کسیکو خبر نہیں بتلاتے۔ مگر کام ایسے کرتے ہیں جن سے انھیں عقبےٰ کے اجر سے بالکل مایوسی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں جانے ہی ہر نیک و بد کو اسکا جنت و دوزخ کا ٹھکانا صبح و شام دکھلا دیا جاکر یہ کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک کو اسی ٹھکانے میں جانا پڑیگا۔ اس آیت میں یہ جو ذکر ہے کہ منکرین حشر قبر میں جاتے ہی عقبےٰ کی بہتری اور بھلائی سے بالکل مایوس ہوجاتے ہیں یہ

سورۃ صف مدنیۃ وھی اربع عشرۃ آیۃ وفیھا رکوعان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

یہ سورہ مدنی ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ

اسکی پاکی بولتا ہو جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا اے ایمان والو کیوں کہتے ہو

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ

جو نہیں کرتے بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں کہ وہ چیز جو نہ کرو اللہ چاہتا ہے اُن کو جو

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ

لڑتے ہیں اُس کی راہ میں قطار باندھ کر جیسے وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں معتبر سند سے جو شانِ نزول اِن آیتوں کی بیان کی گئی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ لڑائی کے

حکم کی نازل ہونے سے پہلے بعضے لوگ لڑائی کی آرزو ظاہر کرتے تھے جب لڑائی کا حکم نازل ہوا تو لڑائی سے گھبرانے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت ناخوش ہے کہ مُنہ سے کوئی شخص ایک بات کہے اور اُسکے موافق عمل نہ کرے اور صحیحین کی حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ زبان سے وعدہ کرکے اُسکے موافق عمل نہ کرنا اور روزمرہ کی بات چیت میں جھوٹ بولنا اور امانت میں خیانت کرنا یہ منافق کی پہچان کی باتیں ہیں جو لوگ نیک کام کا ارادہ ظاہر کرکے پھر اُسکے موافق عمل نہیں کرتے اُن کے ذکر سے پہلے آسمان و زمین میں جو مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اُسکا ذکر اسلیئے فرمایا کہ جبکا فعل اُنکے قول کیموافق نہیں ہوتا تو حکم یہ معلوم ہوجاوے کہ اگر یہ لوگ کسی نیک کام کے کرنیکا ارادہ ظاہر کرکے اُسکے موافق پھر وہ نیک عمل نہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ کو اُنکے نیک عمل کی کچھ پروا نہیں اُنکے سوا اللہ کی ایک بڑی مخلوق اللہ کی مرضی کے موافق نیک کاموں میں لگی ہوئی ہے علاوہ اسکے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت تو ایسی ہے پروا باوشاہت ہے کہ نہ کسی نیک کام سے اُسکی بادشاہت میں کچھ بڑھتا ہے نہ بُرے کام سے کچھ کم ہوتا ہے۔ صحیح مسلم کی ابوذر کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ساری مخلوق نیک ہوجاوے تو اُس سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جاویگا اور بد ہوجاوے تو کچھ گھٹ نہ جاویگا بلکہ جو نیک عمل کرے گا وہ اُسکا اجر پاویگا اور جو بُرا کام کریگا وہ اُسکا خمیازہ بھگتے گا یہ حدیث آیت کے اُس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے آخر آیتوں میں فرمایا اللہ کے دین کو پھیلانے کی لڑائی وہ چیز ہے جسکی مضبوط صف بندی اللہ کو بہت پسند ہے اسمیں جو لوگ اس لڑائی سے گھبراتے تھے اُنکو گویا یہ تنبیہ فرمائی کہ جو کام اللہ کو پسند ہے اُس سے پہلوتہی کرنا ایماندار آدمی کا کام نہیں ہے۔

منزل ۲ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ

اور جب کہا موسےٰ نے اپنی قوم کو اے قوم میری کیوں ستاتی ہو مجھکو اور جانتے ہو کہ میں اللہ کا بھیجا آیا ہوں

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

پھر جب وہ پھر گئے پھیر دیئے اللہ نے اُن کے دل اور اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو

بنی اسرائیل ایک مدت سے مصر میں نہایت ذلت کے ساتھ رہتے تھے کیونکہ فرعون اور اُسکی قوم کے لوگ بنی اسرائیل سے طرح طرح کے ذلیل کام لیا کرتے تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہوئے اور اُن کے سبب سے فرعون اور اُسکی قوم کے لوگ یہ سب ڈوب کر ہلاک ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر حضرت یعقوب اور اُور انبیاء کی سکونت کی جگہ ملک شام کو جاویں اور وہاں کی جو بستیاں قوم عمالقہ کے قبضہ میں آگئی ہیں اُس قوم سے فکر وہ بستیاں اُن سے خالی کرائی جاویں اور اُس ملک میں سکونت اختیار کیجاوے۔ یوں تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت سی شرارتیں کیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری عمر میں بنی اسرائیل نے حضرت موسےٰ علیہ السلام سے یہ بہت بڑی شرارت کی کہ عمالقہ کی لڑائی کیوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہدیا کہ تم اور تمھارا اللہ دونوں قوم عمالقہ سے لڑیں ہم تو ایسی زبردست قوم سے نہیں لڑ سکتے۔ چنانچہ یہ پورا قصہ سورہ مائدہ میں گزر چکا ہے کہ اس شرارت کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جنگل میں چالیس برس تک قید رکھا جس قید میں اس شرارت کے کرنے والے لوگ بے دراور بے گھر اُسی جنگل میں

بھٹکتے پھرے اور آخر اسی جنگل میں سب مرکھپ کر برابر ہو گئے اسلیئے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل کے دل اللہ اور اللہ کے رسول کی فرماں برداری سے پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی انکو راہِ راست پر آنے کی توفیق نہیں دی کیونکہ اس طرح کے نافرمان لوگوں کو مجبور کر کے راہِ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے برخلاف ہے - یہاں جو بعضے لوگوں نے پہلے نیک کاموں کا ولولہ ظاہر کیا اور پھر جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد اُن کا وہ ولولہ پست ہو گیا - اُس سے اور اسی طرح کی مخالفوں کی اور باتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا کرتا تھا اسلیئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر فرما کر اپنے رسول کی یہ تسکین فرمائی کہ اے رسول اللہ کے مخالف لوگوں کی اسطرح کی باتیں تمھارے ساتھ کچھ نئی نہیں ہیں اور انبیاء کو بھی ایسی باتیں پیش آتی رہی ہیں اور آخر انبیاء کا انجام اچھا ہوا ہے تمھارا بھی انجام اچھا ہو گا اس قصہ میں نبی آخر الزماں کے عہد کے مخالف لوگوں کو یہ تنبیہ بھی ہے کہ جس طرح پچھلے مخالف لوگوں کا حال ہوا اگر یہ لوگ اللہ کے رسول کی مخالفت سے باز نہ آئے تو وہی حال اُنکا ہو گا -

وَاِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

اور جب کہا عیسےٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمھاری طرف سچا کرتا اُسکو جو ہے

يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَّاْتِي مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

آگے ہے توریت اور خوش خبری سُناتا ایک رسول کی جو آویگا مجھ سے پیچھے اُسکا نام ہے احمد پھر جب آیا اُنکے پاس

منزل ۴ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

کھلے نشان لیکر بولے یہ جادو ہے صریح

مسند امام احمد کی روایت سے حضرت ابوذر کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں جنمیں تین سو پندرہ رسول ہیں اور سورۂ آلِ عمران میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک نبی سے دوسری نبی کی تصدیق کو اپنی اُمت میں پھیلا دینے کا بڑا سخت عہد ازل میں لیا ہے اُس عہد کو پُورا کرنے کی غرض سے حضرت موسیٰ نے تورات کے لائق بنی اسرائیل میں حضرت عیسےٰ کی نبوت اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے سب سے آخری رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق بنی اسرائیل میں جو پھیلائی اُسیکا ذکر اس آیت میں ہے اگرچہ بنی اسرائیل نے تورات اور انجیل کی آیتوں کو بدل ڈالا ہے لیکن اب بھی تورات اور انجیل کے ترجمے جو موجود ہیں اُن میں سے علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کو اسی طرح تفصیل سے نکالا ہے جس طرح کی تفصیل حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے قول کی اس آیت میں ہے حضرت مریم اور حضرت عیسےٰ کو جو نا یہود نے دی اُسکا بیان سورۃ النساء میں گزر چکا ہے کہ حضرت مریم کا نام اُنھوں نے جادوگرنی اور حضرت عیسےٰ کا نام جادوگر رکھا تھا اور آخر اُن کے قتل پر مستعد ہوئے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُنھوں نے زہر دیا ایک بڑا پتھر آپ پر ڈالنے کا ارادہ کیا خندق کی لڑائی میں مشرکوں کے ساتھ آپ پر چڑھائی کی اسیواسطے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تورات کی عہد شکنی کی اور جان بُوجھ کر عیسےٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صریح معجزوں کو جادو بتلایا اور دونوں نبیوں کی پیروی سے محروم

رہے جس سے تورات کی پیروی بھی قائم نرہی کیونکہ تورات کی پیروی میں ان دونوں شریعتوں کی پیروی ہی

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور اس سے بے انصاف کون ہی جو باندھے اللہ پر جھوٹ اور اُسکو بُلاتے ہیں مسلمان ہونیکو اور اللہ راہ نہیں دیتا

الظَّالِمِينَ ۝ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

بے انصاف لوگوں کو چاہتے ہیں کہ بجھاویں اللہ کی روشنی اپنے مُنہ سے اور اللہ کو پوری کرنی اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانیں منکر

اُوپر یہود کی شرارتوں کا اور توراۃ میں اُن سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کا عہد جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی زبانی لیا گیا تھا اُسکا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا کہ ایسے شخص سے بڑھکر ظالم اور ناانصاف دنیا میں کون ہوسکتا ہے جو تورات کو ماننے اور تورات میں جو عہد ہے اُسکو جھٹلائے اور صاحب اولاد ہونیکا بُہتان تورات کے برخلاف اللہ تعالیٰ پر لگائے اور توراۃ کے عہد کے موافق عیسےٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو معجزے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر آئے انکو جادو بتلائے پھر فرمایا اللہ تعالےٰ ایسے ظالم اور ناانصاف لوگوں کو راہ راست پر آنے کی کبھی توفیق نہ دیگا بلکہ کتاب آسمانی کی مخالفت کیوجہ سے ایسے لوگوں کا حشر ہوکر ہمیشہ کے لیئے اُنکا ٹھکانا دوزخ قرار پاویگا اور دنیا میں اُنکی مخالفت سے اللہ تعالیٰ کا وہ نُور ہدایت کبھی مدھم نہوگا جسکا دنیا میں پُورے طور پر مخلوق الٰہی میں پھیلنا اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں قرار پاچکا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں نبوت کا سلسلہ چلنے کی دعا کی اور وہ دعا قبول ہوئی اور اُسی کے اثر سے ایک مدت دراز تک اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں نبوت رہی اور آخر سلسلۂ نبوت پر اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں نبی آخرالزماں صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ تورات اور انجیل میں نبی آخرالزماں کے جو اوصاف ہیں اُن سے اہل کتاب نبی آخرالزماں کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح ہر شخص اپنی اولاد کو پہچانتا ہے لیکن فقط اس ضد سے اُن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کی کہ نبوت کا خاتمہ بھی اسحٰق علیہ السلام کے خاندان میں کیوں نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کے خاندان کے ساتھ یہ ہمدردی اور دوسرے بیٹے کے خاندان کے ساتھ اس قدر پرلے درجہ کی دشمنی عدو درجہ کی بے انصافی ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو بے انصاف فرمایا یہود میں عبداللہ بن سلام کا قصہ اور نصاریٰ میں ہرقل بادشاہ روم کا قصہ اور اس قسم کے اور صحیح قصے اسبات کے پُورے شاہد ہیں کہ یہود و نصاریٰ میں سے جن لوگوں نے اُس بے انصافی کو تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے دل سے نکال ڈالا اُنکو نبی آخرالزماں کی نبوت میں کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اب اُس ناانصافی کے ساتھ بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ جس تاریخ کی کتابوں کے راویوں کے ثقہ اور مسلسل ہونے کا ٹھکانا کچھ نہیں اُن تاریخ کی کتابوں پر تو پُورا بھروسہ ہو اور صحیح بخاری عیسی کتاب جسکے ایک ایک راوی کے ثقہ ہونے کی حد سے زیادہ چھان بین کی گئی ہے اُسمیں کے عبداللہ بن سلام جیسے عالم کے قصے کو کوئی یہود دیکھتا ہے نہ ہرقل جیسے بادشاہ اور اُس بادشاہ کے دربار کے موجودہ پادریوں کیحالت پر کسی نصرانی کو کچھ عبرت ہوتی ہے یہ خرابی کیا ہے کہ اُس ناانصافی پر

منزل ۷

گویا اور طرف ہے۔ اسلام کے مخالف اہل کتاب اور مشرکین مکہ دونوں گروہ تھے اسلئے ایک جگہ دو لوکرہ الکافرون فرمایا اور دوسری جگہ دو لوکرہ المشرکون فرمایا حاصل مطلب یہ ہوا کہ اہل کتاب یا مشرکین مکہ کسی کی مخالفت اسلام کی ترقی کو روک نہیں سکتی اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا ہے باوجود طرح طرح کی مخالفتوں کے اسلام کی جو ترقی ہوئی وہ ظاہر ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول کی ہدایت کر اور سچا دین کہ اسکو اوپر کرے دینوں سے سب سے اگرچے

كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

برا مانیں شرک کرنے والے

سب سے پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر صاحب شریعت نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان سب شریعتوں میں توحید کی تاکید اور شرک کی ممانعت کا حکم ایسا ہے ہر وقت کی امت کی حالت کے موافق عمل کرنے کی کچھ باتیں ہر شریعت میں بدلتی رہی ہیں مثلاً اور شریعتوں میں نماز کے لیے ایک جگہ جو خاص ٹھیرائی جاتی تھی وہیں نماز ہو سکتی تھی شریعت محمدی میں یہ حکم ہے کہ جنگل گھر مسجد ہر جگہ میں نماز ہو سکتی ہے یا اور شریعتوں میں غنیمت کے مال کا خرچ میں لانا جائز نہ تھا شریعت محمدی میں جائز ہے اسی طرح اور مشکل باتیں جو اور شریعتوں میں تھیں ایک تو وہ اس آخری شریعت میں آسان ہو گئیں اور دوسرے شریعت محمدی کے بعد قیامت تک اب کوئی شریعت اور نہیں ہی اس لیے جو باتیں شریعت محمدی میں قائم ہوئی ہیں وہی قیامت تک قائم رہویں گی۔ غرض شریعت محمدی اور شریعتوں سے سہل اور اور شریعتوں کی باتوں کو منسوخ کرنے والی ہے اور شریعت محمدی کی کوئی بات کسی دوسری شریعت سے نسخ ہے نہ قیامت تک شریعت محمدی کے بعد کوئی دوسری شریعت ہے سب شریعتوں کو ملا کر ایک ناتمام مکان فرض کیا جاوے تو شریعت محمدی اس ناتمام مکان کا ایسا ایک آخری روہ ہے جس سے وہ مکان اس طرح پورا ہو گیا ہے کہ قیامت تک نہ اب اس مکان میں کوئی جدید تعمیر ہونے والی ہے نہ کسی آمد و بدل کی ضرورت ہے صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور اور انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ اور انبیاء کی نبوت ایک خوبصورت عمارت تھی جس میں آخری ایک روہ کی کوتاہی تھی میں خاتم النبیین ہوں میرے سبب سے وہ آخری روہ پورا ہوا اور وہ ناتمام عمارت تمام ہو گئی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اس دین محمدی میں وہ باتیں اور وہ پائداریاں ہیں کہ کسی دین میں نہیں ہیں اس واسطے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ فرمایا کہ یہ دین اور دینوں پر غالب ہے اس دین کے غالب ہونے کی علامت یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن اور امتوں سے اس امت کی تعداد زیادہ ہو گی۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی ابو ہریرہ کی حدیث اسباب میں اوپر گزر چکی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اے ایمان والو میں بتاؤں تم کو ایک سوداگری کہ بچاوے تم کو ایک دکھ کی

اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ

مار سے ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور

اَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ

جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو بخشے وہ تمہارے گناہ اور داخل کرے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں اور ستھرے گھروں میں بسنے کے باغوں میں یہ ہے

الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ

بڑی مراد ملنی اور ایک اور چیز دی جسکو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح شتاب اور خوشی سنا

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ایمان والوں کو

منزل ۶

اُوپر ذکر تھا کہ کچھ لوگ نیک کاموں کے کرنے کا شوق ظاہر کرکے پھر اُسپر قائم نہیں رہے ان آیتوں میں اُسی کے متعلق فرمایا کہ اے ایمان والو اگر تم کو نیک کام کے اجر کمانے کا شوق ہے تو تم کو اُس کمائی کے لیئے ایسی سوداگری بتلائی جاتی ہے جس میں سراپا نفع ہی نفع ہے نقصان کا کہیں نام نہیں ہے پھر اُس سوداگری کی تفصیل فرمائی کہ خالص دل سے اللہ اور اللہ کے رسول کی فرماں برداری قبول کرو اور جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کے نافرمان ہیں اُن کے راہ راست پر لانے میں جان و مال سے کوشش کرو - اللہ کے رسول جو شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اُسکے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا اور زبان سے اُس اعتقاد کے موافق اقرار کرنا اور ہاتھ پاؤں سے شریعت کے موافق عمل کرکے اُس اعتقاد اور اقرار کو مضبوط اور سچا کر دینا سلف کے نزدیک کامل ایمان کی یہی نشانی ہے اسواسطے ایمان کے ساتھ فرض کفایہ جہاد کا ذکر فرمایا اور فرائض کا ذکر نہیں فرمایا کہ گویا وہ ایمان کے ذکر میں آگئے - صحیح بخاری و مسلم میں زید بن خالد کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے اپنا مال خرچ کرکے خدا کی راہ پر لڑنے والے شخص کا کچھ ساز و سامان کر دیا تو اُسکو بھی خدا کی راہ میں لڑنے کا ثواب ملیگا - یہ حدیث آیت کے ٹکڑے وتجاہدون فی سبیل اللہ بموالکم کی تفسیر ہے - صحیح بخاری و مسلم کی انس بن مالک کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی نعمتوں کے لحاظ سے فرمایا کہ جتنی جگہ میں گھوڑے کے سوار کا کوڑا پڑا رہتا ہے جنت میں کی اتنی جگہ تمام دنیا اور اُس کے ساز و سامان سے بہتر ہے اب اِس حساب سے دنیا کی تجارت میں کوئی شخص تمام دنیا بھی نفع کے طور پر کما لیوے

تو عقبیٰ کی تجارت کے نفع سے اُسکو کچھ نسبت نہیں فرمایا کہ عقبیٰ کی تجارت سمجھ دار کیلئے دنیا کی تجارت سے بہتر اور بڑی کامیابی کی تجارت ہے کہ اُس ہمیشہ کے نفع کے طور پر جنت کی نعمتیں ہیں گناہوں کی معافی اور دوزخ کے عذاب سے نجات کا حاصل کرنا اور دنیا میں فتح یابی اور غنیمت کے مال کی خوشی وقتی اس کے بدل نفع کے علاوہ ہے اس واسطے فرمایا اے رسول اللہ کے ایماندار لوگوں کو اس تجارت کے سراپا نفع کی خوش خبری سنادو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ

اے ایمان والو تم ہو مددگار اللہ کے جیسے کہا عیسے مریم کے بیٹے نے یاروں کو کون ہے

أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ

مددگار اللہ کی راہ میں بولے یار ہم ہیں مددگار اللہ کے پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل میں سے

وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝

اور منکر ہوا ایک فرقہ پھر زور دیا ہمنے انکو جو یقین لائے تھے اُنکے دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب

جس طرح بارہ شخص حواریوں نے عیسائی دین کے پھیلانے میں کوشش کی اسی طرح ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دین محمدی پھیلانے کے لیے بارہ شخص نقیب جو قبیلۂ خزرج میں مقرر کیے تھے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کے مدینہ پہنچنے سے پہلے اسلام کے پھیلانے میں کوشش کی چنانچہ یہ قصہ سورۂ حشر میں گزر چکا ہے۔ ہجرت کے بعد سب اہل اسلام اہل مدینہ نے اسلام کی بڑی مدد کی اسیواسطے اہل مدینہ کا نام انصار قرار پایا جس کے معنے مددگار کے ہیں انصار کی تعریف میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں۔ صحیح مسلم میں زید بن ارقم کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار انکی اولاد اولاد کے لیے مغفرت کی دعا مانگی ہے۔ مہاجرین اور انصار میں اتنا فرق ضرور ہے کہ مہاجرین نے اسلام کی مدد میں اپنا وطن اور گھر بار بھی چھوڑا۔ اور انصار نے اپنے وطن میں ہی اسلام کی ہر طرح سے مدد کی اسی فرق کے لحاظ سے صحیح بخاری کی ابوہریرہ کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہجرت میں گھر بار چھوڑنے کی بزرگی نہ ہوتی تو میں اپنی گنتی انصار میں لگاتا۔ اوپر گزر چکا ہے کہ یہود کی ایذا سے بچانے کے لیے جب حضرت عیسے علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔ تو اسی اکاسی برس تو عیسائی دین اچھی طرح چلا بعد اُسکے پولس یہودی کے بہکانے سے حضرت عیسے علیہ السلام کی اُمت میں تین گروہ ہوگئے بعضے تو حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں اور بعضے خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور بعضے حضرت عیسے علیہ السلام کو اللہ کا رسول کہتے ہیں۔ اس آخری گروہ اور پہلے دونوں گروہ کی اسی زمانے میں لڑائی بھی ہوئی اور پہلے دونوں گروہ کی تعداد اُسوقت زیادہ تھی اسلیئے اس لڑائی میں وہی غالب رہے لیکن نبی آخرالزماں کے نبی ہوجانے کے بعد اُس آخری گروہ کے عقیدہ کے اہل اسلام بہت سے ہوگئے اور بہت سی لڑائیوں میں مخالفوں پر غالب آئے چنانچہ روم کے بعضے قلعے تو حضرت عثمان کی خلافت میں فتح ہوئے اور پھر ہشام ابن عبدالملک وغیرہ کی خلافت میں بڑی بڑی فتوحات اہل اسلام کو ہوئیں تاریخ کی صحیح کتابوں میں جن کا

تفصیل وار ذکر ہے اسی طرح آخری زمانہ میں جب عیسےٰ علیہ السلام دنیا میں آویں گے تو اس آخری گروہ کے عقیدہ کے ایماندار لوگ ان کے ساتھ ہوں گے اور یہی لوگ مخالفوں پر غلبہ حاصل کریں گے اسی غلبہ کا ذکر ان آیتوں میں ہے

رکوع ۱۰ سورۃ الجمعۃ مدنیۃ ہے	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے	۱۱ کلمے عشرۃ یعیرفہا ربوع

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ
اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں بادشاہ پاک ذات زبردست حکمت والا وہی ہے جس
بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں کا پڑھتا ان پر اسکی آیتیں اور انکو سنوارتا اور سکھاتا کتاب اور عقلمندی
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
اور اس سے پہلے پڑی تھی وہ صریح بھلاوے میں اور ایک اوروں کے واسطے انہیں میں سے ہوا جو ابھی نہیں ملے انہیں اور وہی زبردست
الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝
حکمت والا یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہے جسکو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے

ع ۱ اس سورہ میں جمعہ کی نماز کا ذکر ہے اسلیے اس سورہ کا نام سورۂ جمعہ ہے بعضے علماء نے جمعہ کی نماز کو فرض کفایہ لکھا ہے لیکن صحیح مذہب یہی ہے کہ اور فرض نمازوں کی طرح جمعہ کی نماز فرض عین ہے۔ چنانچہ اس مذہب کی تائید کا بیان آیندہ کی آیتوں کی تفسیر میں آتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین جمعہ کی نماز کو جو شخص بغیر عذر کے محض سستی سے چھوڑ دیوے تو اسکا دل سخت ہو جاتا ہے بعضی روایات اس حدیث کی متعبر ہیں ضرورت ہو تو اکثر علماء کے نزدیک جمعہ کی نماز سے پہلے جمعہ کے دن سفر کرنا جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں فقط خطبہ کے وقت کی اذان تھی حضرت عثمان کی خلافت میں خطبہ سے پہلے کی اذان کے سوا ایک اور اذان شروع ہوئی اور سب صحابہ نے اسکو جائز رکھا امام کو خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیئے امیر معاویہ نے اپنی خلافت میں بیٹھ کر جو خطبہ پڑھا ہے اسپر اور صحابہ نے اعتراض کیا ہے غسل کرنا جمعہ کے دن بہتر ہے لیکن بغیر غسل کے بھی جمعہ کی نماز ہو جاتی ہے اکثر علماء کے نزدیک جمعہ کی نماز کا وقت وہی ظہر کا وقت ہے صرف امام احمد بن حنبل کے نزدیک جمعہ کی نماز زوال سے پہلے بھی جائز ہے بعض حدیثوں سے اگرچہ اس حنبلی مذہب کی تائید ہوتی ہے لیکن جمہور علماء نے ان حدیثوں کا طرح طرح سے جواب دیا ہے جمعہ کی نماز کے لیئے چالیس آدمیوں کی جماعت کا ہونا اور بڑی بستی کا ہونا جو بعضے علماء نے شرط کے طور پر لکھا ہے یہ روایت صحیح نہیں ہے خطبہ ہوتے وقت دنیا کی بات کرنا منع ہے جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت سنت کا پڑھنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے

صحیح قول یہ ہے کہ جمعہ کے دن قبولیت دعا کی گھڑی عصر سے غروب تک کے وقت میں ہے جمعہ کی نماز کے بعد دو سنتیں اکثر آنحضرت صلے پڑھی ہیں اور چار رکعتوں کا ارشاد بھی آپ نے فرمایا ہے خطبہ چھوڑا پڑھنا اور جمعہ کی نماز لمبی پڑھنا سنت ہے صحیح قول یہی ہے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ سنت ہے جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم سجدہ اور سورۃ دہر کا پڑھنا اور جمعہ کی نماز میں کبھی سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کا اور کبھی سبح اسم اور سورہ غاشیہ کا پڑھنا آنحضرت سے ثابت ہے جمعہ اور عید ایک دن ملکر آویں تو ایک نماز مستحب معاف ہو جاتی ہے خطبہ ہوتے وقت تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنے اور نہ پڑھنے میں علما کا اختلاف ہے لیکن قوی مذہب یہی ہے کہ خطبہ کیونکر ان کا پڑھنا جائز ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحیۃ المسجد کے علاوہ ہیں مسواک کرنا سفید کپڑے پہننا خوشبو لگانا جمعہ کے دن سنت ہے خطبہ شروع ہونے سے پہلے جمعہ کے دن جامع مسجد میں پہنچ جانا بڑا ثواب ہے صفیں چیرنا اور لوگوں کو روندنا منع ہے امام پہنچے آگے احد صف کو چیر کر اپنی جگہ پر جاوے تو جائز ہے ہجرت سے پہلے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ پڑھنا ثابت نہیں ہے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور قرآن شریف کا ذکر کرنے سے پہلے اپنے آسمان و زمین کی بادشاہت کا ذکر اسلیئے فرمایا کہ مکہ کے مشرک لوگوں کو یہ تنبیہ ہو جاوے کہ آسمان و زمین اور انمیں جو کچھ ہے وہ اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اسی واسطے ہر چیز اپنی حالت کے موافق اللہ تعالےٰ کے نام کی تسبیح اور اسکی تعظیم اور عبادت میں لگی ہوئی ہے باوجود اسکے جن وانس میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عبادت میں کسیکو شریک کرتا ہے وہ بڑی غلطی پر ہے منزل ۷
اس تنبیہ سے مقصود یہ ہے کہ شرک کی خرابی سے یہ لوگ آگاہ ہو جاویں گے تو قرآن شریف کے موافق اللہ تعالیٰ کے رسول انکو توحید کا رستہ جو بتلاتے ہیں اُس رستہ کی اُن کے دل میں عظمت پیدا ہو جاوے گی اور توحید کی عظمت کے سبب سے یہ لوگ شرک کو بُرا جاننے لگیں گے اُوپر گزر چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں نبوت کے قائم رہنے کی دُعا کی اور اُن کی وہ دُعا اُن کے دونوں بیٹوں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق کے حق میں قبول ہو کر ایک مدت تک حضرت اسحٰق کی اولاد اور اولاد الاولاد میں نبوت رہی اب اِس دعا کے اثر سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا اثر اُن کے دونوں بیٹوں کی اولاد میں پُورا ہو جاوے اور اُن کی دعا کا کوئی جز ایکجا نہ رہے۔ عرب کی قوم میں سے قلتِ ابراہیمی کا عمل اُٹھ کر اُن میں جہالت اور اُس جہالت کے سبب سے بُت پرستی پھیل گئی تھی۔ اسلیئے عرب کو اُن پڑھ فرمایا اور یہ فرمایا کہ نبی آخر الزماں اور قرآن کی ہدایت سے پہلے یہ لوگ بے راہ ہو رہے تھے یہ اُوپر گزر چکا ہے کہ قرآن کے ساتھ جہاں حکمت کا لفظ آتا ہے اُسکے معنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ہوتے ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور سورۂ سبا کی آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس سے اور صحیح احادیث سے آپ کی نبوت کا جن وانس کے لیے عام ہونا تو ظاہر ہے اسلیئے اِن آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی

پیدائش تو عرب میں ہے لیکن آپ کی نبوت عرب عجم وغیرہ سب مخلوقات کے لیئے قیامت تک عام ہے اسی واسطے جو لوگ اِن آیتوں کے نازل ہونے تک موجود عرب کی قوم سے علیحدہ ہیں۔ واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم فرمایا وقیامت تک کے قرآن پر ایمان لانے والے لوگوں کو آیۃ کے حکم میں داخل کر دیا گیا یہود کو یہ جو حسد تھا کہ نبی آخر الزماں بنی اسمٰعیل میں کیوں پیدا ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے اسکا جواب اِن آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے جو دیا ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ یہ بات اللہ کے فضل اور حکمت کے بالکل برخلاف ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کی اولاد میں تو ایک مدت تک نبوت رہے اور دوسرے بیٹے کی نسل کو اللہ تعالیٰ اپنے اُس فضل وکرم سے محروم رکھے اسواسطے اللہ کے اُس فضل وکرم پر کسی کو حسد کا کوئی موقع نہیں ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

کہاوت اِن کی جنہیں لادے توریت پھر نہ اُٹھائی اُنھوں نے جیسے کہاوت گدھے کی پیٹھ پر لے چلتا ہو کتابیں بری کہاوت ہے اِن لوگوں کی

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ

جنہوں نے جھٹلائیں اللہ کی باتیں اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو تو کہہ اے یہود ہونے والو اگر تم دعوے کرتے ہو

اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ

کہ تم دوست ہو اللہ کے سب لوگوں کے سوائے تو سناؤ مرنے کو اگر ہو تم سچے اور کبھی نہ سناویں گے مرنا

اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ

جو اسلے آگے بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں گنہگار تو کہہ موت وہ ہے جس سے تم بھاگتے ہو

مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۱

سو وہ تم سے ملتی ہے پھر پھیرے جاؤ گے اِس چھپا اور کھلا جاننے والا پاس پھر جتاوے گا تم کو جو کرتے تھے

اُوپر گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے یہود کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیظت تھی کہ لڑائیوں کے وقت ان کے نام کی برکت سے فتح کی دُعا یہ لوگ مانگا کرتے تھے توراۃ میں جو آپ کے اوصاف تھے اُن سے یہ لوگ آپ کو اِس طرح پہچانتے تھے جس طرح ہر شخص اپنی اولاد کو پہچانتا ہے شام کے ملک کی سکونت چھوڑ کر مدینہ کی طرف جس یہ لوگ اِسی ارادے سے آن کر رہے تھے کہ جب نبی آخر الزماں مدینہ کو آویں گے تو توراۃ کے حکم کے موافق انکا ہر طرح ساتھ دیویں گے لیکن توراۃ کے حکم کے موافق عمل کرنے کا وقت جب اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو دکھایا تو ازلی بدبختی کے سبب سے یہ لوگ نبی آخر الزماں کے پورے دشمن ہو گئے اور توراۃ کی اُن آیتوں کو اُنھوں نے بالکل بدل ڈالا جن میں نبی آخر الزماں کے اوصاف تھے اسی واسطے اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ توراۃ کے حکم کے موافق عمل کرنے کا بوجھ جو اِن لوگوں کے ذمہ رکھا گیا تھا اُس بوجھ کو اُنھوں نے آخر کو اِس طرح اُٹھایا جس طرح گدھے کی پیٹھ پر کتابیں لادی جاتی ہیں کیونکہ جیسے کہ وہ نادان جانور

یہ نہیں جانتا کہ اُسکی پیٹھ پر کیا چیز لدی ہے ایسے ہی یہ ناداں لوگ توراۃ بغل میں لیئے پھرتے ہیں اور اسبات کو اُنھوں نے بھلا رکھا ہے کہ توراۃ میں جو لکھا گیا تھا اُسکو اُنھوں نے بدل ڈالا۔ پھر فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو اس طرح جھٹلاویں اور بدلیں اُن کی مثال بُری گویا گدھے سے بھی بدتر ہے کیونکہ گدھا تو نا سمجھ ہے اور اُنھوں نے جو کچھ کیا وہ جان بُوجھ کر کیا اس لئے اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو مجبور کرکے راہ راست پر لانا نہیں چاہتا کس لیئے کہ اس طرح کی مجبوری کی اطاعت اُسکی بارگاہ میں قبول نہیں۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ یہودی لوگ سوا اپنے اور کسی اُمت کو جنتی نہیں قرار دیتے تھے اسواسطے فرمایا اے رسول اللہ کے تم اِن لوگوں سے کہدو کہ اگر تم کو مرتے کے ساتھ جنت میں جانے کا یقین کامل ہے تو پھر دُنیا کے جینے کی اِسقدر حرص تمھیں کیوں ہے جس سے عقبے کو تم نے بھلا رکھا ہے مرتے کے ساتھ ہی جنت کے ملنے کا یقین کامل تو یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ موت کی آرزو جلدی سے کرو تاکہ مرتے ہی سیدھے جنت میں چلے جاؤ پھر پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ایسے بد لوگ اپنی بدیوں کے انجام سے ڈر کر موت کی آرزو ہرگز نہیں کرتے بلکہ وہ تو موت کے نام سے بھاگتے ہیں مگر اُنکو یہ جتلا دیا جاوے کہ جس موت کے نام سے یہ لوگ بھاگتے ہیں وہ ضرور ایک دن اُنکو آن دبا ویگی اور پھر مرتے ہی اُنکا جنت میں جانا تو درکنار بلکہ مرتے ہی فوراً ان کو اپنے کیے کا پورا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کیونکہ جو کچھ دنیا میں یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب اُس غیب دان کو معلوم ہے مسند امام احمد صحیح بخاری نسائی وغیرہ میں انس بن مالک عبادہ بن صامت اور ابوہریرہ سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ بعضے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا تھا کہ حضرت تو ہر انسان کی جلی دت چاہتا ہے کہ وہ موت سے گھبراتا ہے اگر اسی کا نام موت سے بھاگنا ہے تو بڑی مشکل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ آدمی کے آخری وقت کا اس باب میں بڑا اعتبار ہے کیونکہ اُس وقت نیک آدمی کو رحمت کے فرشتے نظر آتے ہیں جو اُسکو جنت کی خوش خبری دیتے ہیں جس سے اُسکے چہرے پر ایک طرح کی بشاشت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور بد آدمی کو اُسوقت عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں اور اُسکو دوزخ کے عذاب میں پکڑے جانے کا حال سُناتے ہیں جس سے اُسکے چہرے پر ایک طرح کے غم کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اِن آیتوں میں موت سے بھاگنے کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں گویا اُسکی تفسیر ہیں جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ایسے گرفتار اور عقبے سے ایسی غافل ہیں کہ حالت صحت میں تو اُنکا موت کو یاد کرنا درکنار بلکہ یہ لوگ تو اپنی بداعمالی کے سبب سے اُس وقت بھی موت سے بھاگتے نظر آویں گے جب موت بالکل انکو آن دبا ویگی اور موت کے وقت کے فرشتے انکو نظر آنے لگیں گے۔ معتبر سند کی ابوہریرہ کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اے لوگو موت کو اکثر یاد کیا کرو کہ موت کے یاد کرنے سے آدمی کا دل دنیا کی راحتوں میں زیادہ آلودہ نہیں رہتا۔ جلی عادت کے موافق حالت صحت میں ہر انسان جو موت سے گھبراتا رہتا ہے طبیب روحانی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جلی مرض کا علاج اور علاج کا فائدہ ہر مسلمان کو بتلایا ہے۔ یہ حدیث بھی اِن آیتوں کی گویا تفسیر ہے۔ منہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی بمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو

وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ

اور چھوڑنا بیچنا بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو پھر جب تمام ہو چکے نماز

فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا شاید تمہارا بھلا ہو

صحیح بخاری نسائی ابوداؤد وغیرہ میں سائب بن یزید سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر عمر اور عثمان کی ابتداء خلافت تک تمام عہد میں جمعہ کے دن کی فقط ایک وہی اذان تھی جو امام کے منبر پر بیٹھنے کیوقت کہی جاتی تھی اسکے بعد جب مدینہ میں آدمیوں کی کثرت ہوگئی تو حضرت عثمان علیہ السلام نے اپنی خلافت میں خطبہ کی اذان سے پہلے ایک اور اذان کا حکم دیا یہ اذان مدینہ کے بازار کے ایک بلند مقام پر دیجاتی تھی جس مقام کا نام زوراء ہے اس حدیث کی بنا پر سلف نے اس آیت کی تفسیر میں اسی اذان کا ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خطبہ کے وقت تھی صحیح مسلم اور ابوداؤد میں ابوہریرہ اور ابن اُم مکتوم سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ ابن اُم مکتوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت میں نابینا آدمی ہوں بستی وقت کوئی آدمی مجھکو مسجد تک پہونچانے والا نہیں ملتا کیا ایسی حالت میں فرض نماز میں اپنے گھر میں پڑھ سکتا ہوں پہلے تو آپ نے انکو گھر میں فرض نماز پڑھنے کی اجازت دیدی پھر فرمایا کہ اذان کی آواز تمہارے گھر تک پہنچتی ہے اسلیئے تم کو جماعت کی نماز میں حاضر ہونا چاہیے۔ اسی مضمون کی بعضی حدیثیں جمعہ کے باب میں بھی ہیں کہ جمعہ کی اذان سننے والوں کو جمعہ کی جماعت میں حاضر ہونا چاہیئے اگرچہ جمعہ کی حدیثوں کی سند میں کلام ہے لیکن صحیح مسلم اور ابوداؤد کی روایتیں جو بیان کی گئیں اُن سے ان جمعہ کی روایتوں کی تقویت ہوجاتی ہے کیونکہ عام جماعت کی نماز اور جمعہ کی جماعت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ سورۂ جمعہ کی اس آیت اور اُن حدیثوں کی بنا پر یعنے سلف کا یہ مذہب ہے کہ جمعہ کی نماز اُسی شخص پر فرض ہے جو جمعہ کی اذان سُنے ترمذی نے یہی مذہب امام شافعی اور امام احمد کا بیان کیا ہے لیکن عراقی نے شرح ترمذی میں امام مالک امام احمد اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ بیان کیا ہے کہ جس بستی میں جمعہ کی اذان ہو سوا غلام بیمار عورتوں اور بچوں کے اُس بستی کے سب لوگوں پر جمعہ فرض ہے اسمیں اذان کے سننے والے اور نہ سننے والے سب برابر ہیں یہ تو بستی کے اندر رہنے والوں کا حال ہوا بستی کے باہر جو لوگ رہتے ہیں اُن کے باب میں سلف کا اختلاف ہے اور کوئی حدیث صحیح اس باب میں نہیں ہے بلکہ قوی سند کی عبداللہ بن اوفی کی حدیث طبرانی کے کبیر میں ہے جسمیں یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کی اذان سنکر پھر بھی تین جمعوں تک جمعہ کی نماز میں حاضر نہ رہیگا تو منافقوں کے دل کی طرح اُسکا دل سخت ہوجاویگا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا

متاع

ہے کہ جمعہ کی نماز کی اصل تاکید اُنہی مُسلمانوں کو ہے جو جمعہ کی اذان کی آواز سُنیں صحیحین وغیرہ میں جو حدیثیں ہیں اُنمیں نماز کو گھبرا کر اور دوڑ کر جانی کی مُمانعت ہی ہے اسلیئے سلف نے فاسعوا الی ذکر اللہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ جمعہ کی اذان سُنتے ہی مُسلمان آدمی کو چاہیئے کہ خرید و فروخت اور دنیا کے اَور کام چھوڑ کر جمعہ کی نماز میں جانے کی تیاری میں لگ جائے ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون - کا یہ مطلب ہے کہ نیک کاموں کے بدلے میں تم سے جو جنت کے ملنے کا وعدہ جگہ جگہ قرآن میں کیا گیا ہے اگر اسکو تم سمجھو اور غور کرو کہ جنت کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے تو یہ بات اچھی طرح سے تمھاری سمجھ میں آسکتی ہے کہ جمعہ کی اذان سے جمعہ کی نماز کے ختم ہوجانے تک خرید و فروخت کے تھوڑے سے نفع کا خیال نہ کرنا اور اذان کے سنتے ہی جمعہ کی نماز کی تیاری میں مصروف ہوجانا تمھارے حق میں بہتر ہے۔ صحیح بخاری و مُسلم کی انس بن مالک کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے سوار آدمی کے گھوڑے کا کوڑا جتنی جگہ میں رکھا جاتا ہے جنت کی نعمتوں کے لحاظ سے جنت کی اتنی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے اِس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ جمعہ کے دن تجارت کی مُمانعت فقط جمعہ کی اذان سے لیکر جمعہ کی نماز کے ختم ہونے تک ہے جمعہ کی شام تک کی نہیں اسواسطے اسکو صاف کھول کر فرمادیا کہ جب جمعہ کی نماز ہوچکے تو ہر مُسلمان جو خرید و فروخت چاہے وہ کرے اور اس طرح کی جائز تجارت میں اللہ کے فضل و کرم سے نفع کی اُمید رکھے۔ اکثر سلف نے یہ اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ جس کسی نے اِن آیتوں کی حکم کی پابندی تجارت میں کی اُسکو ضرور نفع ہوا۔ تجارت بازار میں ہوتی ہے اور بازار دنیا کے بدترمقاموں میں سے ایک مقام ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُنیا کے سب مقاموں میں جو مقام اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں وہ مسجدیں ہیں اور ناپسند مقام بازارات ہیں۔ یہ اسلیئے فرمایا کہ مسجدوں میں اکثر ذکر الٰہی ہوتا رہتا ہے اور بازارات میں اکثر جھوٹ کم تولنا کم ناپنا اسی قسم کی آفتیں رہتی ہیں غرض بازار بڑی غفلت اور آفت کی جگہ ہے اسلیئے فرمایا کہ جو تجارت پیشہ آدمی بازار میں جاوے اُسکو چاہیئے کہ کثرت سے ذکر الٰہی میں مصروف رہے کہ بازار کی آفتوں سے بچنے کی بھلائی اُس کے ہاتھ سے نہ جائے۔ بازار ایک خاص غفلت اور غرابی کی جگہ ہے اسلیئے وہاں ذکر الٰہی میں مصروف رہنے اور اُس کے اُجر کے باب میں صحیح حدیثیں ہیں اور اِس موقع کے خاص خاص ذکر اذکار بھی بعض حدیثوں میں آئے ہیں۔ یہ سب حدیثیں آیت کے اِس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہیں۔ اِس آیت میں جو خطبہ کے سننے کی تاکید ہے اُس سے اور اِس مضمون کی حدیثوں سے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ خطبہ کا سُننا نہایت ضروری اور خطبہ کے وقت بات چیت حرام ہے فقط امام شافعی اور امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو لوگ امام سے اسقدر قریب ہوں کہ اُنکو خطبہ کی آواز سُنائی دیتی ہو یہ خطبہ کے سننے کی تاکید اُن ہی لوگوں کے لیئے ہے دُور والوں کے لیے نہیں اگرچہ بعضے علما کا یہ مذہب ہے کہ جس شخص کو خطبہ کا کچھ بھی حصہ نہ ملے اُسکی جمعہ کی نماز نہیں ہوتی۔ لیکن نسائی ابن ماجہ دارقطنی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کی

حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو جمعہ کی ایک رکعت بھی مل گئی اُس کی جمعہ کی نماز ہوجاتی ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خطبہ سنت ہے اور بغیر خطبہ سنے کے جمعہ کی نماز ہوجاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی اس حدیث کی سند کو بعضے علماء نے اگرچہ ضعیف بتلایا ہے لیکن اس حدیث کی کئی سندیں ہیں جس کے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہوجاتی ہے علاوہ اسکے صحیح بخاری و مسلم کی ابوہریرۃ کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی کو کسی جماعت کی نماز کی ایک رکعت بھی مل گئی تو اُسکو جماعت کی نماز کا ثواب ملتا ہے اس صحیح حدیث سے بھی عبداللہ بن عمر کی حدیث کو تقویت ہوجاتی ہے کیونکہ عام جماعت کی نماز اور جمعہ کی جماعت کی نماز میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جس شخص کی جمعہ کی نماز جاتی رہے اُسپر علماء کا قول یہ ہے کہ جمعہ کے دن کی اصلی فرض نماز ظہر کی نماز ہے جو پانچوں وقت کی نماز کے ساتھ معراج کی رات فرض ہوئی ہے جسکا ذکر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی صحیح روایتوں میں ہے اسلیئے جس شخص کو ایک رکعت بھی جمعہ کی نماز کی نہ ملے یا کسی عذر سے جمعہ کی نماز میں حاضر نہ ہوا ہو تو اسکو ضرور ظہر کی نماز پڑھنی چاہیئے۔ مسند امام احمد ابوداؤد و ابن ماجہ اور صحیح ابن خزیمہ میں کعب بن مالک کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انصار نے جمعہ کی نماز ہجرت نبوی سے پہلے پڑھی ہے اس سے اِس قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس قصہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ مکہ میں فرض ہوگیا تھا لیکن قریش کی مخالفت کے عذر کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تو ظہر پڑھتے رہے اور انصار کو آپ نے جمعہ کی نماز پڑھنے کا حکم دیدیا حاصل یہ ہے کہ آپ کے اس فعل سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کی جمعہ کی نماز کسی عذر سے جاتی رہے وہ ظہر کی نماز پڑھے کعب بن مالک کی یہ حدیث صحیح ہے ابن خزیمہ نے اُسکو صحیح کہا ہے۔ مسند امام احمد صحیح مسلم ابوداؤد وغیرہ میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر جمعہ کے دن دو خطبے پڑھا کرتے تھے۔ پہلا خطبہ پڑھ کر تھوڑی دیر منبر پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور پھر اُٹھ کر دوسرا خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے کہ جمعہ کے دن امام کو دو خطبے پڑھنے چاہئیں۔ باقی تین اماموں کے نزدیک ایک خطبہ بھی کافی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک دونوں خطبوں کے مابین امام کا تھوڑی دیر بیٹھ جانا فرض ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ بیٹھنا سنت ہے خطبے کیوقت یا دونوں خطبوں کے بیچ میں بیٹھنے کیوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دعا کا مانگنا ثابت نہیں ہے ہاں ایکدفعہ کے قحط میں آپ نے مینھ برسنے کی دعا جمعہ کے خطبہ کے وقت ہاتھ اُٹھا کر کی ہے جسکا ذکر انس بن مالک کی حدیث میں صحیح بخاری وغیرہ کی روایت سے ہے۔ قل ما عندہ اللہ خیر من اللھو ومن التجارۃ کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے کہ نیک کاموں کی جزا اللہ تعالیٰ نے جنت ٹھہرائی ہے جسکی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دُنیا سے بہتر ہے واللہ خیر الرازقین کا یہ مطلب ہے کہ آدمی کے رزق کے سب اسباب مثلاً آسمان سے مینھ کا برسانا زمین میں پیداوار کی قوۃ کا عطا کرنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اُسپر آدمی کو رزق کا بھروسا کرنا چاہیئے ایسا آیندہ نہ کرنا چاہیئے کہ اندھا غلہ ملنے کے دھن میں کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر نجارہ کے ٹانڈے میں چلے گئے جسکا ذکر آگے آتا ہے۔ منتخب سند

سے مستدرک حاکم میں معقل بن یسار کی حدیث قدسی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری عبادت میں لگا رہے گا میں اُسکو پورا رزق دونگا۔ واللہ خیر الرازقین کی یہ حدیث قدسی گویا تفسیر ہے قرآن کے علاوہ جو اللہ کا کلام حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول کو پہنچایا ہے اُسکو حدیث قدسی کہتے ہیں جو کوئی دینی بات از خود اللہ کے رسول نے اپنے مُنہ سے فرمائی اُسکو قولی حدیث کہتے ہیں اور جو دینی کام آپ نے کیا اُسکو فعلی حدیث کہتے ہیں آپ کے رُوبرو کسی صحابی نے کوئی بات کہی یا کوئی کام کیا اور آپ نے اُسکو جائز رکھا تو وہ تقریری حدیث کہلاتی ہے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اسلیئے آپ کا قول و فعل تقریر سب واجب الاطاعت ہے لیکن نبوت کا زمانہ ہم لوگوں سے دُور ہوگیا ہے جس کے سبب سے بہت راویوں کے واسطے سے ہم لوگوں تک اللہ کی رسول کی حدیث پہنچتی ہے اور راویوں میں ہر طرح کے لوگ ہیں اسواسطے رُواۃ کے سلسلہ کی صحت کو جانچ لینا ہمارا کام ہے اُردو کی شمایہ یہ پہلی تفسیر ہے جسمیں یہ کام خوب جانچ کر کیا گیا ہے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ

اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا کھسک جاویں اسکی طرف اور تجکو چھوڑ جاویں کھڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے اس

ع ۲ ۱۲

اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

تماشے سے اور سودے سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا

صحیحین وغیرہ میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے اِن آیتوں کی شانِ نزول کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عید کی طرح جمعہ کا خطبہ نماز کے بعد ہوا کرتا تھا نماز کے بعد خطبہ سُننے سے پہلے صحابہ بنجارہ کو دیکھنے چلے گئے تھے اُسپر یہ خفگی کی آیتیں آخر سورہ تک نازل ہوئیں اِس بنجارہ کے ساتھ ایک نقارہ بھی تھا مدینہ میں آنے کے بعد وہ نقارہ بجا دیا جاتا تھا تاکہ بنجارہ کے آنے کی خبر لوگوں کو معلوم ہوجاوے۔ یہ بنجارہ شام کے ملک کی طرف سے ہر طرح کی ضرورت کی چیزیں لایا کرتا تھا اِن آیتوں کے نازل ہونے کے زمانے میں جب یہ بنجارہ آیا تو اُسوقت مدینہ میں بہت گرانی تھی اِس گرانی کے سبب سے بنجارہ کے نقارہ کی آواز سُنتے ہی بہت سے صحابہ خطبہ کے سُننے کی تاب نہ لاسکے صرف بارہ آدمیوں کے قریب مسجد نبوی میں باقی رہ گئے اور سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ پڑھتے ہوئے چھوڑ کر بنجارہ کی طرف یہ خیال کرکے چلے گئے کہ نماز کے بعد خطبہ سُننے کے لیے ٹھیرنا ضروری نہیں ہے بنجارہ کے نقارہ کی آواز کو ہی اِن آیتوں میں تماشا فرمایا ہے۔

سُورَةُ الْمُنَافِقُونَ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ إِحْدَى عَشْرَةَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

یہ سورہ مدنی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَ

جب آویں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تو اسکا رسول ہے اور

اللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں رکھی ہیں اپنی قسمیں ڈھال بناکر پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے

إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ

یہ لوگ بُرے کام جو کرتے ہیں یہ اسپر کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہوگئے پھر مُہر ہوگئی اُن کے دل پر اب وہ نہیں بُوجھتے

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ

اور جب تو دیکھے اُنکو خوش لگیں تجکو اُن کے ڈیل اور اگر بات کہیں سنے تو انکی بات کیسے ہیں جیسے لکڑی لگائے دیوار سے جو کوئی

كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝

چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی وہی ہیں دشمن ان سے بچتا رہ گردن مارے انکی اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں

زبان سے تو منافق لوگ قسمیں کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن اُن کے دل میں کفر اور نفاق بھرا ہوا تھا اسواسطے فرمایا کہ یہ لوگ زبان سے ایمان اور اسلام کی باتیں کرتے ہیں مگر اُن کے دل کے نفاق کے سبب سے جسکا حال اللہ کو معلوم ہے اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں کیونکہ اُن کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے بیچ میں اپنے رسول کی تسکین کے لیئے یہ بھی فرمایا کہ اللہ قسم کھا کر اسبات کی صداقت ادا کرتا ہے کہ اے نبی اللہ کے تم اللہ کے رسول ہو لیکن ان منافقوں کی دودلی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مُہر لگادی ہے کہ جو کچھ زبان سے نیک بات یہ لوگ کہتے ہیں اُس نیک بات کا اثر ان لوگوں کے دل تک نہیں پہونچتا صحیح حدیث اُوپر گزر چکی ہے کہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتے کرتے آدمی کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے جس سے نیک بات اُس کے دل پر اثر نہیں کرتی اس زنگ کو دل کی مُہر فرمایا بعضے مفسروں نے یہ جو لکھا ہے کہ یہ آیت مُرتد لوگوں کی شان میں ہے یہ قول ضعیف ہے صحیح قول یہی ہے کہ جس طرح اور آیتوں میں منافقوں کا ذکر ہے یہ آیت بھی منافقوں کی شان میں ہے کیونکہ جھوٹی قسمیں کھانا منافقوں کی ایک خاص نشانی ہے چنانچہ اسباب میں صحیح حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ نفاق کی ہر بات جھوٹی ہوتی ہے ان منافقوں کی جھوٹی قسموں کا سبب یہ فرمایا کہ انھوں نے اپنے ظاہری اسلام پر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے جان و مال کے بچاؤ کی ایک ڈھال اُن قسموں کو ٹھیرا رکھا ہے جس سے خود بھی یہ گمراہ ہیں اور بعضے اَور نادانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ عبداللہ بن اُبی۔ جد بن قیس معتب بن قشیر منافقوں میں رودار لوگ تھے اُن کی چالیں دیکھ کر اُن کے قوم کے اَور نادان لوگ بھی ان کے ڈھنگ سیکھتے تھے اس لیے یہ فرمایا کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں پھر فرمایا جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ اُن کے حق میں بُرا ہے

کس لیے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے اُن کے دل کا حال کسی کو معلوم نہیں اِسواسطے ایماندارو ں کی مجلس میں اُن کی سی اور بے ایمانوں کی مجلس میں اُن کی سی باتیں کرکے دونوں کو بہکا لیتے ہیں- اور اُن کے دل پر زنگ لگ جانے سے یہ لوگ اپنے کاموں کی بُرائی کو نہیں سمجھ سکتے بلکہ اپنی بدعادت کی بُرائی کے سمجھنے کے بجائے اُن کی یہ بدعادت اُنکو ایسی بھلی معلوم ہونے لگی ہے کہ رات دن اسی میں لگے رہتے ہیں- اور رات دن اِس عادت کے نہ چھوڑنے کے سبب سے اُن کے دل میں یہ عادت ایسی بَس گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے رُوبرو بھی جھوٹی قسمیں کھاکر یہ لوگ اپنے آپ کو ایماندار بتلا دیں گے اور اُس جھوٹے ایمان سے اپنی نجات کی توقع رکھیں گے لیکن اِس غیب داں کے رُوبرو کسی کا دھوکا کیا چل سکتا ہے اِنکا یہ دھوکا اِنکو اسی قسم کی یہ سزا دلوائیگا کہ پُل صراط کے اندھیرے کو طے کرنے کے لیے جب سچے ایماندار لوگوں کو روشنی ملے گی تو اُن کی زبانی ایمان کی مدھم روشنی کے موافق اُنکو بھی کچھ روشنی ملجاوے گی جو پُل صراط کے عین اندھیرے میں بُجھ جاوے گی اور یہ لوگ آخر دوزخ کے نیچے کے طبقے میں گر پڑیں گے منافقوں کے دوزخ کے طبقہ کا حال سورۃ النساء میں اور اُن کی روشنی کے بُجھ جانے کا حال سورۃ الحدید میں اور اللہ تعالیٰ کے رُوبرو اُن کی جھوٹی قسمیں کھانے کا حال سورۃ المجادلۃ میں گزر چکا ہے اب آگے منافقوں کے ایک اَور حال کا ذکر فرمایا کہ اُن کی صورت شکل ڈیل ڈول سے چرب زبانی سے اور مسجد نبوی کی دیواروں سے لگ کر بڑی توجہ کے ساتھ بیٹھ جانے سے تو دیکھنے والے کو اُن کی ظاہری حالت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بات کے سمجھنے کا پورا مادہ ہوگا لیکن اُن کی شامتِ اعمال سے اُن کے دلوں پر وہ زنگ چھایا ہوا ہے کہ اُنکا وہ دیوار سے لگ کر بڑی توجہ کے ساتھ بیٹھنا بالکل ایسا ہے جس طرح کڑی یا شہتیر دیوار سے لگا کر کھڑے کر دیئے ہیں- کہ جن میں بات کے سمجھنے کا کچھ بھی مادہ نہیں ہوتا اور اُن کی دودلی کے سبب سے اُنکا دل کسی طرف سے مطمئن نہیں ہے اِسلیے کوئی صدمہ پیش آجانیکا کھٹکا اِن کے دل میں ہر وقت لگا رہتا ہے مثلاً دو مسلمان آپس میں باتیں کریں تو اُن کو خیال ہوتا ہے کہ شاید اِن ہی کی مذمت میں کوئی نئی آیت اُتری ہے اُسی کا یہ چرچا ہو رہا ہے اور لڑائی چڑھائی کا کچھ تذکرہ ہو تو یہ وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم کو بھی لڑائی پر جانا پڑے گا پھر معلوم نہیں کہ لڑائی کا انجام کیا ہو اگر ہو سکے تو دشمنوں کے فائدہ کی کوئی جاسوسی کی جاوے تاکہ دشمنوں سے بھی میل بنا رہے اسی واسطے فرمایا کوئی بھید کی بات اُن کے روبرو کہنے سے بچنا چاہیئے- آخر کو فرمایا جب باوجود اسقدر فہمایش کے بھی یہ لوگ راہ راست سے پھرے جاتے ہیں اور اپنی بدعادتوں سے باز نہیں آتے تو اِن پر خدا کی پھٹکار ہے مسند امام احمد ترمذی صحیح ابن حبان وغیرہ میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ازل میں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تو اُنکو ایک ہدایت کی روشنی تقسیم کی گئی تھی جو لوگ دنیا میں آنے کے بعد راہ راست پر آنے والے تھے اُن کو اِس روشنی نے نورانی حالت میں کر دیا اور جو لوگ راہ راست پر آنے والے نہیں تھے وہ اندھیرے

میں رہ گئے۔ ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے عالم مثال میں ہر ایک چیز کی خاص خاص صورت ہے اسلیئے اس حدیث کی شرح میں علماء نے لکھا ہے کہ اُجالے اور اندھیرے کی صورت میں وہ نیکیاں اور بدیاں تھیں جنکو اب لوگ دنیا میں اپنے اختیار سے کرتے ہیں باوجود ہر طرح کی فہمایش کے جن لوگوں کے راہ راست پر نہ آنے کا ذکر ان آیتوں میں یا اس قسم کی اور آیتوں میں ہے یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ ازل میں راہ راست پر دنیا میں قائم رہنے کا انکار اقرار خالص طور پر نہ تھا اور دنیا میں آنے کے بعد جس حالت پر یہ لوگ ہیں وہ حالت اُن کی ازلی ہے کسی فہمایش اور نصیحت سے وہ پلٹنے والی نہیں یہ فقط اللہ تعالیٰ کا انصاف ہے جو اُس نے سزا و جزا کا مدار دنیاوی عملوں پر رکھا ہے ازلی حالت پر نہیں رکھا ورنہ ان کا حال تو ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ پیدا ہونے کے بعد یہ لوگ کیا کریں گے رہی یہ بات کہ اُنکو مجبور کرکے راہ راست پر لایا جاوے یہ انتظام آلہی کے برخلاف ہے کیونکہ انتظام آلہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیئے پیدا کی گئی ہے بد لوگوں کو مجبور کرکے راہ راست پر لانے کے لیئے نہیں پیدا کی گئی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ

اور جب کہیے اُنکو آؤ معاف کروا دے انکو رسول اللہ کا شکاتے اپنے سر اور تو دیکھے کہ وہ رکتے ہیں

وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ

اور غرور کرتے ہیں برابر ہے اوپر تو معافی چاہے ان کے یا نہ معافی چاہے ہرگز نہ

يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا

معاف کریگا اللہ انکو مقرر اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو

عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ

اوپر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے جب تک کہ کھنڈ جاویں اور اللہ ہی خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن

الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا

منافق نہیں سمجھتے کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینے کو تو نکال دیگا جسکا زور ہے وہاں سے

الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع ۱ ۱۳

بیقدر لوگوں کو اور زور اللہ کا ہے اور اُسکے رسول کا اور ایمان والوں کا لیکن منافق نہیں سمجھتے

ان آیتوں کی تفسیر قصہ طلب اور وہی قصہ اس سورہ کے نازل ہونے کا سبب ہے حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ ایک صحابی مہاجر اور ایک صحابی انصاری سے کچھ جھگڑا ہوگیا یہ جھگڑا اُسوقت ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کچھ روایتوں کے موافق تبوک کی لڑائی سے اور بعضی روایتوں کے موافق بنی مصطلق کی لڑائی کے سفر میں تھے اس جھگڑے کو سُنکر

عبداللہ بن ابی منافق نے اپنے قبیلہ کے انصار لوگوں سے یہ کہا کہ ہمارے قبیلہ کے لوگوں کی طرف سے ان مہاجرین کی خبر گیری جو کچھ کیجاتی ہے وہ آیندہ بند کر دیجاوے تاکہ یہ مہاجر لوگ خرچ برچ سے تنگ ہو کر ہماری بستی سے چلے جاویں اور اس سفر سے مدینہ واپس پہنچنے کے بعد ان مہاجرین کو مدینہ سے نکال دینے کی اور بھی ہر طرح کوشش کیجاوے زید بن ارقم صحابی نے عبداللہ بن ابی کی یہ باتیں سنیں اور اسکا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عبداللہ بن ابی کو بلا کر ان باتوں کی تصدیق کی تو عبداللہ نے قسمیں کھا کر ان باتوں کے کہنے سے انکار کیا اور زید بن ارقم کو جھوٹا ٹھیرایا۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ مجھکو اپنے جھوٹا ٹھیرنے کا بڑا رنج ہوا آخر اللہ تعالیٰ نے میرے کلام کی تصدیق میں یہ سورہ نازل فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو بلایا اور یہ سورہ پڑھ کر مجھے سنائی اور فرمایا زید بن ارقم اللہ تعالےٰ نے تم کو سچا کیا۔ اس سورہ کی ان آیتوں کے نازل ہونے کے بعد جب عبداللہ جھوٹا قرار پایا تو لوگوں نے عبداللہ سے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر اپنے جھوٹ کی ندامت اور اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعا کی التجا کرنی چاہیئے اسپر غرور سے منکروں کی طرح عبداللہ اپنی گردن مٹکانے لگا اسکا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے خفگی کے طور پر ان آیتوں میں قصہ کے شروع کرنے سے پہلے فرمایا اور اسی ذکر میں یہ بھی فرمادیا کہ اے رسول اللہ کے تم ایسے لوگوں کے لیئے مغفرت کی دعا کر دیا نہ کرو ایسے ازلی گمراہ لوگ اپنے قصد و اختیار سے راہ راست پر آنے والے نہیں اور ان کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا اللہ کو منظور نہیں۔ اللہ تعالےٰ کا اس خفگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس خفگی کے بعد عبداللہ بیمار پڑا اور کچھ دن بیمار رہ کر منافقانہ حالت میں مرگیا یہ آیتیں عبداللہ کی زندگی کی کیحالت میں نازل ہوئیں اور اصلی اعتبار شرع میں خاتمہ کا ہے اور خاتمہ کا حال سوا اللہ تعالےٰ کے کسی کو معلوم نہیں اسلیئے عبداللہ بن ابی کے مرجانے کے بعد عبداللہ کے بیٹے کی خاطر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ عبداللہ کے کفن کے لیئے دیا اور عبداللہ کے جنازہ کی نماز پڑھی جسپر سورۂ توبہ کی آیتیں منافقوں کے جنازہ کی نماز پڑھنے کی ممانعت کی نازل ہوئیں چنانچہ یہ پورا قصہ سورۂ توبہ میں گزر چکا ہے۔ اس سورہ کی شان نزول کا جو قصہ اوپر بیان کیا گیا یہ پورا قصہ صحیح بخاری میں اس سورہ کی شان نزول کے طور پر زید بن ارقم کی روایت سے ہے لیکن اسمیں اس لڑائی کا نام نہیں ہے۔ جس لڑائی کے سفر میں یہ قصہ پیش آیا۔ نسائی کی زید بن ارقم کی روایت میں اس لڑائی کا نام جنگ بنو لک ہے اول مغازی نے اس لڑائی کا نام جنگ بنی مصطلق لکھا ہے۔ جنگ بنی مصطلق ۵ھ میں ہوئی اور جنگ بنو لک ۹ھ میں ہوئی اور عبداللہ بن ابی کا انتقال بھی اگرچہ ۹ھ میں جنگ بنو لک سے بیس یا بائیس دن کے بعد ہوا ہے اس صورت میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ جنگ تبوک کے سفر میں عبداللہ بن ابی شریک تھا اور اس سفر میں اس نے وہ باتیں کہیں جنکا ذکر بخاری کی زید بن ارقم کی روایت میں ہے لیکن یہ مشکل ہے کہ بغوی اور بعضے اور مفسروں نے اسبات کو صراحت سے بیان کیا ہے کہ موسم کی سختی کے سبب سے اسّی آدمی کے قریب جنگ تبوک میں جو نہیں گئے عبداللہ بن ابی

بھی اُن ہی میں سے ہے چنانچہ اسکی تفصیل سورۂ توبہ میں گزر چکی ہے۔ سورۂ توبہ میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ جنگ تبوک کے وقت جلاس بن سوید اُس شخص منافق کا اسی قسم کا قصہ پیش آیا تھا جیسا قصہ عبداللہ بن ابی کا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نسائی کے بعضے راویوں کو جلاس کے قصہ کی جگہ عبداللہ کے قصہ کا دھوکا ہوگیا ہے ورنہ ترجیح اس قول کو معلوم ہوتی ہے کہ عبداللہ کا قصہ بنی مصطلق کی لڑائی کے وقت کا ہے۔ کیونکہ جنگ تبوک میں عبداللہ کا جانا ثابت نہیں ہوتا اور ان آیتوں کے مضمون کے موافق یہ قصہ حالت سفر کا ہے۔ وللہ خزائن السموات والارض ولکن المنافقین لا یفقہون وللہ العزۃ ورسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ ان دونوں آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ منافقوں کی یہ نافہمی اور نادانی ہے جو یہ لوگ مہاجروں کو مفلس کم عزت غریب الوطن خیال کرتے ہیں اتنا نہیں سمجھتے کہ مہاجروں نے اپنا مال و اسباب اور گھر بار سب کچھ اُس اللہ کیواسطے چھوڑا ہے جسکے حکم میں جہان بھر کے خزانے اور جہان بھر کی عزت ہے وہ اُن کی ہجرت کے معاوضہ میں بہت کچھ اُن کو دے سکتا ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے جن لوگوں نے تاریخ کی کتابیں دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت سے لے کر بنی عباس کی خلافت کے خاتمہ تک اللہ تعالیٰ نے اس پیشین گوئی کے موافق مہاجرین اور اُن کی اولاد کو کیا کچھ دیا ان آیتوں میں قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے کا پورا ثبوت ہے کیونکہ جس کلام میں اس طرح کی غیب کی خبریں ہوں وہ بلاشک اللہ کا کلام ہے اور جو یہ کلام اُترا وہ بلاشک اللہ کے رسول ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ

اے ایمان والو نہ غافل کریں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

تو وہی لوگ ہیں ٹوٹے میں آنے اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا اس سے پہلے کہ پہنچے تم میں کسیکو موت

فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَ

تب کہے اے رب کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجکو ایک تھوڑی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہوتا نیک لوگوں میں اور

لَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

ہرگز ڈھیل دیگا اللہ کسی جی کو جب آپہنچا اُسکا وعدہ اور اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو

اوپر عبداللہ بن ابی منافق کا ذکر تھا کہ اُس نے اپنی دنیا داری کی غفلت میں عقبےٰ کو یہاں تک بھلا دیا تھا کہ طرح طرح کے گناہوں کے بعد جب اُس سے اُن گناہوں پر نادم ہو کر اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مغفرت کی دعا کرانے کے لیئے کہا گیا تو اُس نے انکار کیا ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ کسی ایماندار آدمی کو منافقوں کی مانند اس طرح دنیا میں گرفتار نہ ہونا چاہیئے جس سے اللہ کی عبادت میں فتور پڑکر کسی عقبےٰ خراب ہو جاوے۔ ذکر الٰہی میں سب عبادتیں

بدنی داخل ہے پھر فرمایا کہ جو کوئی اس حکم الٰہی کے برخلاف عمل کریگا اسکا بہت نقصان ہوگا۔ صحیح مسلم میں مستورد بن شداد کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخرۃ کی خوبیوں کی مثال ایک دریا کی ہے جس دریا کے مقابلہ میں تمام دنیا ایک قطرے کے برابر ہے۔ یہ حدیث اس آیۃ کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے ایک قطرہ کے پیچھے ایک دریا کو ہاتھ سے کھو دیا اُسکے نقصان کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ اب آگے عباداتِ بدنی کے بعد عباداتِ مالی کا ذکر فرمایا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اُسکا حاصل یہ ہے کہ بڑا اجر اُس صدقہ خیرات کا ہے جو آدمی اپنی تندرستی کے زمانے میں آخری وقت سے پہلے دیدیوے کیونکہ اول تو آخری وقت پر آدمی کہتا کچھ ہے اور اُوپر والے عمل کچھ اور کرتے ہیں دوسرے یہ کہ آخری وقت پر آدمی کا دل دنیا کی چیزوں سے اُٹھ جاتا ہے اور یہ سورۂ بقر میں گزر چکا ہے کہ دل سے اُتری ہوئی چیز کی خیرات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں یہ حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ آدمی کو جو کچھ اپنی عقبیٰ پاک کرنے کے لیے اللہ کے نام پر دینا ہو وہ اپنی تندرستی میں دیوے کیونکہ موت کا وقت اچانک آنے والا ہے اور اس طرح آنے والا ہے کہ پھر وہ مُہل بھی نہیں سکتا اسلیئے ایسے وقت پر یا تو خیرات کا ارادہ پورا ہی نہ ہوگا یا ہوگا تو عقبیٰ میں تندرستی کی خیرات کے برابر فائدہ نہ دیگا آخر کو فرمایا کہ عبادت بدنی یا مالی جس نیت سے انسان کرتا ہے وہ اللہ کو سب معلوم ہے اسلیئے جو کچھ کیا جاوے وہ خالص عقبیٰ کی نیت سے کیا جاوے کہ بغیر اُسکے کوئی عبادت اُسکی بارگاہ میں قبول نہیں معتبر سند سے مسند امام احمد اور مسند بزار وغیرہ میں چند صحابہ کی حدیثیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن سرِ محشر لوگوں کے اعمال نامہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوں گے جن کے ملاحظہ کے بعد اللہ تعالیٰ ہر ایک عمل کے حق میں فرماویگا یہ عمل خالص نیت سے کیا گیا ہے اسلیئے قابل قبول ہے اور یہ عمل ریاکاری کا ہے اسلیئے قبول ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں سے یہ بھی فرماویگا کہ ان ریاکار لوگوں سے کہدیا جاوے کہ جن کے دکھانیکو تم لوگوں نے یہ عمل کیئے ہیں اُنہی سے ان عملوں کا ثواب مانگ لو اللہ کی بارگاہ سے ایسے عملوں کا کچھ ثواب نہیں ملسکتا۔ مسند بزار کی انس بن مالک کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ اعمال ناموں کے ملاحظہ کے بعد بعضے نیک عملوں کو جب اللہ تعالیٰ اعمال ناموں سے خارج کر دینے کا حکم فرماوے گا تو نیک عملوں کے لکھنے والے فرشتے یہ عرض کریں گے کہ یا اللہ ان عملوں میں ظاہری طور پر تو کوئی خرابی نہیں معلوم ہوتی اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ اُن فرشتوں سے فرماوے گا تم کو انسان کی نیت کا حال معلوم نہیں مجکو خوب معلوم ہے ان عملوں میں ریاکاری کا میل ہے اسلیئے یہ عمل اجر کے قابل نہیں ہیں۔ یہ حدیثیں واللہ خبیر بما تعملون کی پوری تفسیر ہیں۔ آیۃ اور ان حدیثوں کے ملانے سے مطلب یہ نکلا کہ اللہ کو انسان کے عملوں کا ذرا ذرا حال معلوم ہے اور نیک عملوں میں قیامت کے دن بعضی بعضی ایسی در پردہ ریاکاری نکلے گی جسکا حال نیک عمل کے لکھنے والے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں مگر اللہ تعالیٰ غیب داں کو یہ سب حال معلوم ہے اُس سے کوئی در پردہ بات یا دل کی بات پوشیدہ نہیں اور قیامت کے دن اجر کے ملنے کا فیصلہ اُسی غیب داں کے علم

منزل ۷

کیموافق ہوگا جسکا خیال ہر نیک عمل کرنے والے آدمی کو نیک عمل کرتے وقت ضرور رکھنا چاہیئے۔ اسی تفسیر میں یہ بھی کسی جگہ گزر چکا ہے کہ جس عمل میں بدعت کا کچھ میل ہوگا ریاکاری کے عمل کی طرح وہ عمل بھی اجر کے قابل نہیں ہے بدعت اُس عمل کو کہتے ہیں جسکا کچھ پتہ دین کی کتابوں میں نہ لگتا ہو۔ معتبر سند سے مسند امام احمد ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں تیمداری کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرض عبادت کا کوئی جز اچھی طرح ادا نہ ہوگا تو قیامت کے دن اُسکی تکمیل نفلی عبادت سے ہوجاوے گی۔ اِس حدیث کو مسند بزار کی انس کی حدیث کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب نکلا کہ ریاکاری ایسی بدتر چیز ہے جس کی نقصان کی تکمیل کسی دوسری نفلی خالص عمل سے بھی نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے میل سے نیک عمل بالکل رائیگاں ہوجاتا ہے اس بلا سے ہر ایک مسلمان آدمی کو بہت بچنا چاہیئے تاکہ قیامت کے دن نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون نہ پیش آجاوے۔ صحیح بخاری وغیرہ کی حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ کسی بُرے کام کا آدمی کے دل میں خیال آجاوے اور پھر اُس خیال کے موافق آدمی وہ بُرا کام نہ کرے تو فقط خیال پر کوئی بدی اُس شخص کے اعمال میں نہیں لکھی جاتی بلکہ اس بُرے خیال کے چھوڑ دینے کے اجر میں ایک نیکی نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی نیک کام کے وقت دُنیا کے دکھاوے کا خیال آدمی کے دل میں آجاوے اور وہ اُس خیال کا میل اُس نیک کام میں نہ ہونے دے بلکہ فوراً اُس خیال کو دل سے دفع کردیوے تو فقط خیال سے وہ نیک عمل اکارت نہیں جاتا۔ متراک

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعٌ

لکثر مفسروں کے قول کے موافق یہ سورہ مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

پاکی بولتا ہے اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اُسیکا راج ہے اور اُسیکو تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر کرسکتا ہے وہی ہے جسنے تمکو بنایا

فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ

پھر کوئی تم میں منکر ہے اور کوئی تم میں دیندار اللہ جو کرتے ہو دیکھتا ہے بنائے آسمان اور زمین تدبیر سے اور صورت کھینچی تمہاری پھر

صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

بنائی تمہاری صورت اور اُسیکی طرف پھر جانا ہے جانتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کچھ کہتے ہو اور اللہ کو معلوم ہے جو چیز جی کی

ربجان چیزوں کی تسبیح کا ذکر اُوپر گزر چکا ہے لہ الملک ولہ الحمد کا یہ مطلب ہے کہ زمین و آسمان میں اُسی کی ساری

بادشاہت ہے اسلیئے ہر ایک چیز زمین و آسمان کی اپنے اپنے حال کے موافق اُسکی حمد و ثنا میں لگی ہوئی ہے وہو علے کل شئے قدیر کا یہ مطلب ہے کہ اُسکی بادشاہت دُنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں ہے کہ بعض باتیں اُن کے اختیار سے خارج ہیں بلکہ وہ اپنی بادشاہت میں جو چاہے سو کر سکتا ہے چنانچہ اُسکی تفصیل سورۂ تبارک الذی میں آویگی ہوالذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مؤمن کی تفسیر اہل سنت کے مذہب کیموافق یہ ہے کہ دُنیا کے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اُس سب کو اور نیک اور بد لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے جان لیا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے پھر انسان کو پیدا کر کے نیک و بد کام کا کرنا انسان کے اختیار پر چھوڑ دیا ہے جیسا کوئی کرے گا ویسا پائے گا اب جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے آخر کو وہ علم ازلی الٰہی کے مطابق پڑتا ہے کیونکہ ہر شخص اپنے اختیار سے وہی کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا غرض دنیا میں پیدا ہونے کے بعد اپنے اختیار سے جو کوئی کچھ کرنے والا تھا اُسکو اللہ تعالیٰ نے لکھ لیا ہے اور علم ازلی سے معلوم کر لیا ہے لیکن اُس علم ازلی کے موافق کسیکو کسی کام پر اللہ تعالیٰ نے مجبور نہیں کیا بلکہ باوجود اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے نیک و بد کو جان لیا تھا اُسپر بھی اللہ تعالیٰ ہر ایک پیدا ہونے والے کو فطرۃ اسلام پر پیدا کرتا ہے پھر شعور پکڑنے کے بعد وہ لڑکا ماں باپ کی صحبت کے سبب سے یا شیطان کے بہکانے سے فطرۃ اسلام کو چھوڑ کر اوڈھنگ سے لگ جاتا ہے چنانچہ اسباب کی صحیح حدیثیں بھی اُوپر گزر چکی ہیں اور تقدیر کے مسئلہ کے ذکر میں اس مسئلہ کی تفصیل بھی گزر چکی ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ ازلی بدکو نیک کر دینا اب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم اور اُسکے رُوبرو ہے اسلیئے فرمایا ہو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ وہ سب دیکھتا ہے اور یہ ہر چیز کا دیکھنا بھالنا اور انسان کی نیت تک کا جاننا اور ہر شخص کے عملوں کے لکھنے کے لیئے دو فرشتوں کا مقرر کرنا اس واسطے ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہو اسکو وہ فرشتے لکھ لیویں خصوصاً اپنی اپنی صورت و شکل میں انسان کو اُس نے اُسی عدل و انصاف کی بنیاد پر اسلیئے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ نیک و بد ہو رہا ہے وہ دنیا کے ختم تک ہو جاوے تو اُسکے بعد انسان کو پھر دوبارہ پیدا کیا جاکر نیکوں کو اُن کی نیکی کی جزا دیجاوے اور بدوں سے اُنکی بدکاموں کا مواخذہ کیا جاوے

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ذٰلِكَ

کیا تمہیں نہیں پہنچا تمکو احوال اُن لوگوں کا جو منکر ہو چکے ہیں پہلے پھر چکھی مزا اپنے کام کی اور انکو دُکھ کی مار ہے

بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى

اسپر کہ نہ لاتے تھے اُن پاس اُن کے رسول نشانیاں پھر کہتے کیا آدمی ہمکو راہ سوجھاویں گے پھر منکر ہوئے اور مُنہ موڑا اور

اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

اللہ نے بے پرواہی کی اور اللہ ہے بے پروا سب طرح سے سراہا

منزل ۷

اُوپر حشر کا ذکر تھا ان آیتوں میں حشر کے منکروں کو ایک اور طرح قائل کرنے کو فرمایا کہ یہ مکہ کے مشرک لوگ حشر کو اور حشر کے سامان کے لیئے نیک کام کرنے کو ان سے کہا جاتا ہے اُسکو ہر وقت جو جھٹلاتے ہیں تو کیا شام کے ملک کی طرف تجارت کے سفر میں انکو پچھلی قومونکی کچھ اُجڑی ہوئی بستیاں نظر نہیں آئیں اور انکو کیا اُن لوگوں کا یہ حال معلوم نہیں ہوا کہ جس طرح ان حال کے لوگوں کو حشر کے قائم ہونے اور اُس کے سامان کرنے کی نصیحت کرنے کو اللہ کے رسول آئے اسی طرح اُن لوگوں کی نصیحت کے لیئے بھی اللہ کے رسول ہر ایک زمانے میں آئے تھے اور طرح طرح سے انکو نصیحت بھی کی لیکن اُن لوگوں نے اُن عقلی باتوں سے کام لیا کہ بشر ہونے میں سب انسان برابر ہیں اللہ کا رسول کوئی بشر نہیں ہو سکتا اور انہی عقلی باتوں سے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا انجام یہ ہوا کہ دنیا میں تو وہ سب طرح طرح کے عذاب سے ہلاک ہوگئے اور آخرت کا عذاب خدا اُن کو بھگتنا پڑے گا اس سے ان اہل مکہ اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانا کتنے بڑے وبال کی بات ہے رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کے جھٹلانے والوں کو رسول کی صداقت پہ مجبور کیوں نہیں کیا اسکا جواب اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتظام کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیئے پیدا کی گئی ہے اسلیئے کسی کے مجبوری کے ایمان و اسلام کی اللہ کو کچھ پروا نہیں اُسکی مخلوقات میں بغیر مجبوری کے اُسکی حمد و ثنا کرنے والے کچھ کم نہیں ہیں لیکن یہ حمد و ثنا کرنے والے تو پیدا ہیں اور اُسکی ذات و صفات قدیمی جب یہ حمد و ثنا کرنے والے موجود نہ تھے اُسوقت بھی اُسکی یہی شان تھی اور جب یہ حمد و ثنا کرنے والے فنا ہو جاویں گے اُسوقت بھی اُسکی یہی شان رہے گی اسواسطے اُسکو کسی کی حمد و ثنا اور عبادت کی کچھ پروا نہیں ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ کی ابوذر کی حدیث قدسی اُوپر گزر چکی ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمام روئے زمین کے انسان و جنات نیک ہو جاویں تو اُس سے اللہ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جاوے گا اور اگر یہ سب بد ہو جاویں گے تو اُس سے اُسکی بادشاہت میں کچھ گھٹ نہ جاویگا۔ یہ حدیث قدسی آیتہ کے آخری ٹکڑے واللہ غنی حمید کی پوری تفسیر ہے

منزل ۷

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ

دعوے کرتے ہیں جھوٹے کہ ہرگز اُنکو اُٹھانا نہیں تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم کو میں اُٹھانا ہے پھر تمکو جتانا ہے جو تم نے کیا اور یہ

عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

اللہ پر آسان ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے اُتارا اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ

جسدن تم کو اکٹھا کرے گا جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار جیت کا اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے کام بھلا اُتارے

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

اُس سے بُرائیاں اور داخل کرے اُسکو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ندیاں رہا کریں اُن میں ہمیشہ یہی ہے

الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

بڑی مراد ملنی اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے رہا کریں وہیں اور بُری جگہ پہنچے

ع ۱۱ الیہ المصیر

جو لوگ حشر کے منکر ہیں قرآن شریف میں طرح طرح سے اللہ تعالیٰ نے انکو قائل کیا ہے کہیں یہ فرمایا ہے کہ ایکدفعہ اللہ تعالیٰ نے جو تمام جہان کو پیدا کیا ہے وہ تو ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے اور یہ ہر انسان کا عقلی تجربہ ہے کہ جو کام ایکدفعہ ہو چکتا ہے دوسری دفعہ اسکا کرنا بالکل نہایت آسان ہو جاتا ہے پھر کونسی عقل سے یہ لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں کہیں یہ فرمایا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کچھ عقل دی ہے وہ جو کام کرتا ہے کسی مصلحت اور فائدہ کے لیئے کرتا ہے وہ خدا جس نے عقل کو عقلمندوں سب کو پیدا کیا اُسکے کام کو یہ لوگ بے فائدہ اور عبث کیوں ٹھیراتے ہیں اتنا نہیں سمجھتے کہ جزا سزا کا ایک دن نہ ہو اور نیک و بد کو ایک ہی حال پر چھوڑ دیا جائے تو جہان کا پیدا کرنا عبث اور بے فائدہ ٹھیرے گا لیکن منکروں کے انکار کا جواب اپنے رسول کو قسم کھا کر یہ دینے کو فرمایا ہے کہ ضرور ایکدن حشر ہوگا اس طرح کا جواب اسلیئے دیا ہے کہ انسان کی عادت میں یہ بات داخل ہے کہ قسم کھا کر جو بات کہی جاوے اُسکا انسان کو اعتبار ہو جاتا ہے اس طرح کی قسم کی آیۃ ایک سورۂ یونس میں اور دوسری سورۂ سبا میں گزر چکی ہے یہ قسم کی تیسری آیۃ ہے اسقدر سمجھانے اور قسم کھانیکے بعد بھی جن لوگوں کو حشر کا انکار ہے یا جو لوگ زبان سے تو حشر کا اقرار کرتے ہیں مگر اپنے اس اقرار کے پابند ہو کر حشر کا سامان پورا نہیں کرتے ایسے لوگوں کا اسقدر حال قابل افسوس ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے حال پر افسوس ظاہر فرمایا ہے جسکا ذکر سورۂ یٰسین میں گزر چکا ہے منکر حشر کو حشر کے قائم ہونے پر طرح طرح سے قائل کر کے فرمایا کہ جب حشر کا قائم ہونا یقینی ہے تو اُس دن کی آفتوں سے بغیر اسکے نجات نہیں ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی فرماں برداری قبول کیجاوے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت قرآن میں جو فرمانبرداری کے طریقے بتلائے ہیں اُن کے موافق عمل کیا جائے اور یہ جان لیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ایک شخص کے ہر طرح کے عمل کی پوری خبر ہے اُسی کے موافق حشر کے دن جزا و سزا کا وہ فیصلہ فرمانے کا صحیح مسلم کی ابو موسیٰ اشعری کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص کے دن بھر کے عملوں کا اعمال نامہ رات ہو جانے سے پہلے اور رات بھر کے عملوں کا اعمال نامہ سورج کے نکلنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ بھی اُوپر گزر چکا ہے کہ وہ اعمال نامے سزا بھر قیامت تک رکھے جاتے ہیں قیامت کے دن وہ کھولے جاوینگے اور ہر ایک عمل کی جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ قرآن شریف کو نور اسلیئے فرمایا کہ جس طرح اندھیرے میں آدمی کو روشنی سے سیدھا راستہ معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح قرآن شریف آدمی کو جہالت کے اندھیرے سے

منزل ۶

نکال کر نجات کا راستہ بتلا دیتا ہے۔ حشر کے دن اگلی پچھلی ساری مخلوقات محشر کے میدان میں جمع ہوگی اسواسطے اس دن کا نام یوم الجمع ہے۔ معتبر سند سے ابن ماجہ میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کے لیئے ایک ٹھکانا جنت میں اور ایک دوزخ میں اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے قیامت کے دن جو لوگ ہمیشہ کے لیئے دوزخی قرار پاویں گے جنتیوں کے اصل مقاموں کے علاوہ ان دوزخیوں کے مقامات بھی جنتیوں کو ملجاویں گے قیامت کا نام یوم تغابن ہونے کی یہ حدیث تفسیر ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے لوگ اُس دن اس ہار میں رہیں گے کہ اپنا جنت کا مقام جنتیوں کے ہاتھ ہار بیٹھیں گے۔ اب نیک و بد لوگوں کا جو نتیجہ اُسدن ہوگا اُس کا ذکر فرمایا کہ نیک لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور بدلوگ ہمیشہ دوزخ میں۔ ابوسعید خدری کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ دوزخ میں وہی شخص رہے گا جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان نہ ہوگا۔ جنتیوں کے حال میں گناہوں کے معاف فرمانے کا جو ذکر فرمایا اسکی تفسیر صحیح بخاری و مسلم کی ابن عمر کی روایت سے اُوپر گزر چکی ہے کہ کلمہ گو بعضے گنہگاروں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ جس طرح میں نے دُنیا میں تمہارے گناہوں کو خلق اللہ پر ظاہر کرکے تم کو رسوا نہیں کیا آج بھی اپنی رحمت سے تمہارے گناہ میں معاف کرتا ہوں۔ اسباب میں اَور بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ وبئس المصیر کا مطلب یہ ہے کہ اَب تو یہ منکرین حشر دوزخ کا حال اس کان سے سُنکر اُس کان سے اُڑا دیتے ہیں۔ لیکن جب دوزخ سے ان کا بالا پڑے گا تو اُن کو معلوم ہو جاویگا کہ ان کے لیے وہ بہت بُری جگہ ہے۔ منزل ۶

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

نہیں پڑتی کوئی تکلیف ن حکم اللہ کے اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر وہ راہ بتاوے اُسکے دل کو اور اللہ کو ہر چیز

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا

معلوم ہے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم مُنہ موڑو تو ہمارے رسول کا کام یہی ہے

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

پہنچا دینا کھول کر اللہ اُس بن کسی کی بندگی نہیں اور اللہ پر چاہیئے بھروسا کریں ایمان والے

اُوپر اللہ اور اللہ کے رسول اور قرآن شریف پر ایمان لانے کا حکم فرما کر ان آیتوں میں تقدیر الٰہی پر ایمان لانیکا ذکر فرمایا معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت علی کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان دار بننے کے لیئے چار باتوں پر ہر آدمی کو ایمان لانا ضرور ہے ایک تو یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے دوسرے یہ کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور جو دین کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں لایا ہوں وہ سب برحق ہیں تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد قیامت کا آنا حق ہے چوتھے تقدیر الٰہی کا دل میں پُورا اعتقاد رکھنا۔ آیۃ اور حدیث

سے یہ مطلب نکلا کہ مثلاً آدمی کو کوئی تکلیف دنیا میں پہنچے تو آدمی دل میں پورا اعتقاد رکھے کہ مجھکو یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے موافق پہنچی ہے جو حکم دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھا ہے اور یہی اعتقاد دنیا کے باقی امور میں رکھنا چاہیئے چنانچہ صحیح مسلم کی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث اسباب میں اوپر گزر چکی ہے اس اعتقاد سے یہ فائدہ ہوگا کہ آدمی کے دل میں صبر کی ہمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوجاویگی جس سے دنیا میں تکلیف کی برداشت آسان ہوجاویگی اور صبر کا اجر ملیگا یہی مطلب ومن یؤمن باللہ یہد قلبہ کا ہے مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ اگر یہ اہل اسلام حق پر ہوتے تو انکو یہ دنیا کی طرح طرح کی مصیبتیں نہ پہونچتیں اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جو لوگ حق پر ہیں انکو دنیا کی مصیبتیں تقدیر الٰہی کیموافق اس مصلحت سے پہنچائی جاتی ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توفیق کی مدد سے ان مصیبتوں پر صبر کریں جسکے اجر میں ان کے ثواب کا درجہ عقبیٰ میں بڑھے ابوہریرہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعضے ایماندار لوگوں کو اللہ تعالیٰ عقبے میں ایسا درجہ دینا چاہتا ہے جو ان کے عملوں سے بڑھ کر ہے اسلیئے ان کو دنیا میں کچھ مصیبتوں میں مبتلا فرماتا ہے اور پھر ان مصیبتوں پر صبر کی توفیق عنایت فرماتا ہے تاکہ اس صبر کے اجر میں وہ لوگ اس بڑے درجہ تک پہنچ جاویں اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں یہ سب حدیثیں ان آیتوں کی گویا تفسیر ہیں واللہ بکل شئی علیم کا یہ مطلب ہے کہ کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں اسلیئے مصیبت کیوقت صبر کرنے والوں کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے اسی کے موافق وہ انکو عقبے میں اجر عنایت فرماویگا۔ طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حشر کے دن مصیبت کے وقت صبر کرنے والوں کو بیحساب اجر ملیگا تو جو لوگ دنیا میں عافیت سے رہے ہیں وہ یہ آرزو کریں گے کہ دنیا میں کوئی قینچی سے ان کی بوٹیاں کاٹتا اور وہ اس تکلیف پر صبر کرتے تو اچھا ہوتا کہ آج اس صبر کا بڑا اجر ملتا۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجاعہ بن الزبیر ہے اگرچہ بعضے علما نے اسکی ثقاہت میں کلام کیا ہے۔ لیکن امام احمد نے اسکو معتبر قرار دیا ہے۔ صبر کے اجر میں اور بھی حدیثیں ہیں جن سے حضرت عبداللہ بن عباس کی اس روایت کو تقویت ہوجاتی ہے۔ مصیبت کیوقت بشریت کے سبب سے آدمی ذرا گھبرا جاتا ہے اسلیئے فرمایا کہ ایسے وقت میں اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کا پورا خیال رکھے کوئی بات خلاف شریعت نہ کی جاوے اور دنیا عالم اسباب ہے اسمیں تکلیف کا اگر سبب ہو تو اس سبب میں کوئی مستقل تاثیر نہ خیال کیجاوے بلکہ ایسے وقت میں پورا بھروسہ اللہ پر رکھنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک ہے کسی سبب کو اسکی قدرت میں کوئی مستقل دخل نہیں ہے بیچ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے رسول کے ذمے احکام الٰہی کا بیان کردینا ہے ان احکام کو جو مانے گا اسی کا بھلا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا
اے ایمان والو بیشک تمہاری جورویں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے سو اُن سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو
وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ
اور درگذر کرو اور بخشو تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان تمہارے مال اور اولاد یہی ہیں جانچنے کو اور اللہ جس
اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ
کے پاس ہے بڑا نیگ سو ڈرو اللہ سے جہاں تک سکو اور سنو اور مانو اور خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جسکو
يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ
بچا دیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہ لوگ وہی ہیں مراد کو پہنچے اگر قرض دو اللہ کو اچھی طرح دینا وہ دونا کرے تم کو
لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
اور بخشے تم کو اور اللہ قدر دان ہے تحمل والا جاننے والا چھپے اور کھلے کا زبردست حکمت والا

ع ۱۶

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ترمذی اور مستدرک حاکم میں روایت ہے جسکو ترمذی اور حاکم دونوں نے صحیح قرار دیا ہے حاصل اُس روایت کا یہ ہے کہ ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے کچھ صحابہ مکہ میں رہ گئے تھے جب اُنھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اُن کی بی بی بچوں نے اُنکو ہجرت سے روکا اور رونا پیٹنا شروع کر دیا جس سے وہ صحابہ جلدی ہجرت نہ کر سکے کچھ دنوں کے بعد جب وہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو اُنکو اسکا بڑا پچھتاوا ہوا کہ جو صحابہ ان سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ کو آگئے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں دین کے بہت سے مسئلوں سے واقف ہو گئے جن مسئلوں سے یہ پیچھے ہجرت کرنے والے لوگ محروم رہ گئے۔ اِس پچھتاوے کے غصہ میں اُن لوگوں نے چاہا کہ اپنی بی بی بچوں کے ساتھ کسی بدسلوکی سے پیش آویں اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ بی بی بچوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کرنی چاہیئے لیکن بی بی بچوں کی اِس طرح کی محبت سے بچنا چاہیئے جسمیں دین کے کسی کام میں فتور پڑے اور یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ بی بی بچے اور مال ومتاع دین کے حق میں دشمن اور بڑی فتنہ میں ڈالنے والی چیزیں ہیں اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کو مال ومتاع اور بی بی بچوں کی اُلفت پر ہمیشہ مقدم رکھنا چاہیئے بعضے مفسروں نے لکھا ہے کہ آیۃ فاتقوا اللہ ما استطعتم سے آل عمران کی آیۃ یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ منسوخ ہے لیکن امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اُسکے مخالف ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ دونوں آیتوں میں بطاقت بشری کیموافق تقوے کا اور عبادت کا حکم ہے اسلیئے دونوں آیتوں میں سے کوئی آیۃ منسوخ نہیں ہے بلکہ سورۂ تغابن کی آیۃ سورۂ آل عمران کی تفسیر ہے بی بی بچوں کے ذکر میں صدقہ خیرات کا ذکر بھی فرمایا تاکہ بی بی بچوں کے خرچ کیوقت یہ عقبیٰ کی بہتری خرچ بھی ہر ایماندار شخص کو یاد رہے دنیا کے خرچ اخراجات میں آدمی جو کچھ آپ دیگا وہ تو گیا گزرا اور جو جیسا مراد اور نوکر ہو گیا آدمی کے ساتھ جانیکا وہی وبیسا ہے

مترجم

جو اُس نے حلال کی کمائی میں سے عقبے کے ثواب کے لیے اللہ کے نام پر دیا اسیواسطے صدقہ خیرات کے خرچ کو خرچ کرنے والے کی بہتری اور بھلائی کا خرچ فرمایا صحیح مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی نے دنیا میں جو کچھ کھالیا یا پی لیا تو وہ گیا گزرا اور جو چھوڑ مرا وہ دوسروں کا ہو گیا ماں نیک نیتی سے جو کچھ اُس نے اللہ کے نام پر دیا وہ اُسکے ساتھ جاویگا - اسباب میں اَور بھی صحیح حدیثیں ہیں - یہ سب حدیثیں انفقوا خیرا لانفسکم کی تفسیر ہیں - اُوپر گزر چکا ہے کہ صدقہ خیرات کیوقت شیطان آئندہ کی تنگدستی سے آدمی کو ڈراتا ہے اسلیئے فرمایا کہ جو شخص صدقہ خیرات کیوقت ایسے شیطانی وسوسوں سے بچا وہ اپنی مُراد کو پہنچا - کہ اُس نے ایک ایک کے سات سات سو کھائے آدمی صدقہ خیرات میں جو کچھ خرچ کریگا اُسکا عوض مع نفع کے اُسکو عقبے میں ملجاویگا - اسواسطے صدقہ خیرات کو قرض فرمایا اچھی طرح قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ اُسمیں دنیا کے دکھاوے کا اور دیکر پھر احسان جتلانے کا دخل نہ ہونا چاہیئے - اجر کے بڑھنے کی تفسیر سورۂ بقر میں گزر چکی ہے - مستدرک سند سے مسند ابی یعلے میں حضرت جابر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ آدمی کے صغیرہ گناہوں کو اُسکے اعمال نامہ میں سے اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے - صدقہ کے ذکر میں گناہوں کے معاف ہوجانے کا ذکر جو ان آیتوں میں فرمایا یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے اللہ تعالے کے قدردان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اُس نے اپنی قدردانی سے تھوڑے سے صدقہ پر بہت سے اجر کا وعدہ فرمایا جسکی تفسیر سورہ رعد میں گزر چکی - اللہ تعالی کے صاحب تحمل ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح اُس نے اپنے تحمل سے ان آیتوں میں اُن لوگوں کو روکا جو اپنی بی بیوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا چاہتے تھے اسی طرح وہ ہر گنہگار کے مواخذہ میں تحمل کا برتاؤ کرتا ہے ورنہ اگر وہ ہر گناہ پر گنہگاروں کو فورا پکڑے تو دنیا تباہ ہوجاوے چنانچہ سورۃ النحل میں اسکی تفصیل آیہ ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمہم ما ترک علیہا من دابۃ کی تفسیر میں گزر چکی ہے عالم الغیب والشہادۃ وہو العزیز الحکیم کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اُسکے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے صدقہ خیرات اور کوئی نیک عمل جس نیت سے ہر شخص کرتا ہے اُسکو سب معلوم ہے اُسی کے موافق قیامت کے دن فیصلہ ہوگا زبردست وہ ایسا ہے کہ اُس نے پچھلی قوموں کو جب ہلاک کرنا چاہا تو کوئی اُنکو اُس کے عذاب سے بچا نہ سکا لیکن وہ اپنے تحمل سے درگزر کا برتاؤ کرتا ہے صاحب حکمت وہ ایسا ہے کہ آسمان و زمین و انسان احکام شریعت وغیرہ یہ سب اُس کی حکمت کے گواہ موجود ہیں

سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّۃٌ وَّہِیَ اِثْنَتَا عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیْہَا رُکُوْعَانِ

یہ سورۃ مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ

اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو انکو طلاق دو انکی عدت پر اور گنتے رہو عدت اور ڈرو اللہ سے جو رب ہے تمہارا

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ

مت نکالو انکو گھروں سے اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بے حیائی اور یہ حدیں ہیں باندھی

اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝

اللہ کی اور جو کوئی بڑھے اللہ کی حدوں سے تو اُسنے بُرا کیا اپنا اُسکو خبر نہیں شاید اللہ نیا نکالے اس پیچھے کچھ کام

اللہ تعالیٰ نے پہلے تو شروع سورہ میں اپنے رسول کو مخاطب کیا اور پھر طلاق کا مسئلہ جب بتلایا تو اُمت کے لوگوں کو بھی اُسمیں شریک کر لیا تاکہ اُس مسئلہ کا حکم سب اُمت کے لوگوں سے متعلق ہو جاوے فطلقوھن لعدتھن کا یہ مطلب ہے کہ عورتوں کو اگر طلاق دیجاوے تو وقت مقررہ پر دیجاوے بے وقت نہ دیجاوے۔ مسند امام احمد صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کیوقت مقررہ کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ طلاق ایسے طہر کے دنوں میں دیجاوے جس طہر میں عورت سے صحبت نہ کیگئی ہو۔ اِس طلاق کو سُنّی کہتے ہیں اور جو طلاق اسوقت مقررہ میں نہ ہو اُسکو بدعی کہتے ہیں اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ بدعی طلاق سے بھی عورت مطلقہ ہو جاتی ہے اگر ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دیجاویں تو اکثر علماء کے نزدیک تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ کی تین طلاقوں کی ایک ہی طلاق شمار کیجاتی تھی اور یہی حال حضرت ابوبکر صدیق کی ساری خلافت اور حضرت عمر کی خلافت کے شروع دو برس کا تھا لیکن جب لوگوں نے تین طلاقوں کی کثرت کا برتاؤ کیا تو حضرت عمر نے اپنے خلافت کے تیسرے سال میں یہ فتوے دیا کہ ایک وقت کی تین طلاقیں تین ہی شمار کیجاویں گی اب علماء کے اختلاف کا یہی سبب ہے کہ کچھ علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عملدرآمد کو لیتے ہیں اور کچھ حضرت عمر کے فتوے کو لیتے ہیں واحصوا العدۃ کا یہ مطلب ہے کہ طلاق کے بعد عدت کے دنوں کی گنتی اور اُنکا حساب خوب یاد رکھو عدت کی مدت کے اندر طلاق سے رجوع کر کے میل جول کر لینے کا یہ مطلب ہے کہ گویا طلاق کو فسخ کر کے طلاق سے پہلے جو نکاح تھا اُسکو قائم رکھا گیا۔ یہ پہلا نکاح عدت کے ختم تک رہتا ہے اور بعد ختم عدت کے عورت بالکل اجنبی ہو جاتی ہے اسلیئے پہلے طلاق کے عدت کے دنوں کے حساب یاد رکھنے کی تاکید فرمائی۔ عدت کے معنی گنتی کے ہیں اور جو چیز گنی جاوے اُسکو بھی عدت کہتے ہیں آیت میں یہ آخری معنی مقصود ہیں چنانچہ آیت کے پہلے ٹکڑے میں طہر کے دنوں کو اور دوسرے ٹکڑے میں تین حیض کے دنوں کو عدت فرمایا ہے حیض والی عورت کی عدت تین طہر ہیں یا تین حیض اسکی تفصیل سورۂ بقر میں گزر چکی ہے لیکن تین حیض کا قول قوی ہے کیونکہ خود قرآن شریف میں آگے ذکر ہے کہ چھوٹی عمر یا بڑی عمر ہونے کے سبب سے

منزل ۷

جن عورتوں کو حیض نہیں آتا اُنکی عدّت کی مدّت تین مہینے ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ طلاق والی عورتوں کی عدّت تین حیض ہیں اگر چھوٹی عمر یا بڑی عمر ہونے کے سبب سے اُنکو حیض نہ آتا ہو تو ہر حیض کے معاوضہ میں ایک مہینا لیا جاکر ایسی عورتوں کی عدّت تین مہینے قرار دیجاوے - امام ابوحنیفہ اور امام احمدؒ کا مذہب یہی ہے کہ طلاق والی عورتوں کی عدّت تین حیض ہیں - بعضے لوگ عورتوں کے ستانے کے لیئے عدّت کے اندر ہی اُنکو گھر سے باہر نکال دیتے تھے اس لیئے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو خدا کا خوف کرنا چاہیئے اور آیندہ سے نہ مرد عورتوں کو عدّت کے اندر گھر سے باہر نکالیں نہ خود عورتیں نکلیں مگر ہاں کوئی عورت اگر عدّت کے اندر بے حیائی کا کوئی کام کرے یا سُسرال والوں سے لڑے تو ایسی عورت کو عدّت کے اندر گھر سے نکال دیا جاسکتا ہے پھر فرمایا شروع سورہ سے یہاں تک طلاق اور عدّت کے بارہ میں جو حکم دیئے گئے ہیں وہ اللہ کی باندھی ہوئی حدّیں ہیں ہر ایماندار شخص کو اُن کی پابندی ضرور ہے جو کوئی اس حد سے قدم باہر رکھے گا اُسکے لیئے بُرا ہے کیونکہ قیامت کے دن اُسکو اپنے کیئے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اَب آگے عدّت کے اندر عورتوں کو گھر میں رکھنے کا فائدہ سمجھایا کہ طلاق دینے والے شخص کے دل میں شاید اللہ تعالیٰ طلاق سے رجوع اور میل جول کا ارادہ پیدا کردیوے اور عورت کے گھر میں موجود ہونے کے سبب سے یہ ارادہ آسانی سے پُورا ہوجاوے ورنہ عورت کے گھر سے بے گھر ہوجانے کیصورت میں طرح طرح کی دقتیں پیش آسکتی ہیں اس آیۃ اور آیۃ للمطلقات متاع بالمعروف سے جمہور علماء نے یہ بات نکالی ہے کہ جس طلاق میں رجوع ممکن ہے اُسمیں عدّت کی مدت تک عورت کا روٹی کپڑا اور رہنے کا مکان طلاق دینے والے شوہر کے ذمہ ہے مسند امام احمد اور نسائی میں اسی مضمون کی فاطمہ بنت قیس ایک حدیث بھی ہے اگرچہ اُسکی سند میں علماء کو کچھ کلام ہے لیکن ان آیتوں کے مضمون سے اُس حدیث کی تقویت ہوجاتی ہے جس طلاق میں رجوع ممکن نہیں جیسے تین طلاقیں ایک ہی دفعہ مثلاً دیدی جاویں تو ایسی عورت کے روٹی کپڑے اور رہنے کے مکان میں سلف کا اختلاف ہے جسکی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے صحیح مسلم وغیرہ میں فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں والی عورت کی روٹی کپڑے اور رہنے کے مکان کے حق کو ساقط کیا ہے اُس سے اُن علماء کے قول کی پُوری تائید ہوتی ہے جنکا قول اِس حدیث کے موافق ہے صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت جابر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی خالا کو کھجوروں کے پیڑوں کی خبرگیری کے لیئے دن کو عدّت کے اندر گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے کیونکہ اُن کی خالا کے سوا اُن پیڑوں کی خبرگیری کرنے والا کوئی نہ تھا یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ولا یخرجن کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت دن دن میں عورت کو عدّت کے اندر گھر سے نکلنا جائز ہے - امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بھی اسکے موافق ہے امام مالک امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک بغیر عذر کے بھی دن کو نکلنا جائز ہے دلیلیں ہر ایک مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہیں -

متاع

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ
پھر جب پہنچیں اپنے وعدے کو تو رکھ لو اُن کو دستور سے یا چھوڑ دو اُن کو دستور سے اور گواہ کرلو دو معتبر اپنے میں کے
مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
اور سیدھی کہو گواہی اللہ کیواسطے یہ بات جو ہے اُس سے سمجھاویگا جو کوئی یقین رکھتا ہوگا اللہ پر اور
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ کرے اُسکا گزارہ اور روزی دے اُسکو جہاں سے اُسکو خیال نہ ہو اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر
فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝
تو اُسکو بس ہو اللہ مقرر پورا کرلیتا ہے اپنا کام اللہ نے رکھتا ہے ہر چیز کا اندازہ

سورۂ بقر میں صحیح روایتوں کے حوالے گزر چکا ہے کہ بعضے لوگ عدت کے ختم ہونے کے قریب طلاق سے رجوع کرکے برائے نام میل جول کرلیتے تھے اور تھوڑے دنوں میل جول قائم رکھ کر پھر طلاق دیدیتے تھے اور پھر برائے نام میل جول کرلیتے تھے اور عورتوں کے ستانے کے لیے ایک عرصہ تک یہی سلسلہ جاری رہتا تھا۔ سورہ بقر میں بھی اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو اس عادت سے روکا اور یہاں بھی فرمایا کہ عدت کے ختم ہونے کے قریب یا تو دو گواہوں کی گواہی سے ہمیشہ کے لیے میل جول کیا جاکر حسن سلوک سے اُسکو قائم رکھا جاوے یا عدت گزر جانے کے بعد بغیر کسی بد زبانی اور سختی کے اُس عورت کو چھوڑ دیا جاوے تاکہ وہ دوسرا نکاح کرسکے اور کرے۔ غرض عورتوں کے ستانے کا طریقہ جو بعضے لوگوں نے نکال رکھا ہے وہ بالکل بند کردیا جاوے میل جول کے لیے دو گواہوں کی گواہی کا حکم دینے سے یہ حیلہ کہ میل جول آیندہ کے لیے مضبوط ہو جاوے پہلی کی عادت کی طرح برائے نام نہ ہے ایک قول ہیں امام شافعی رح کے نزدیک یہ گواہی فرض ہے اور علماء کے نزدیک مستحب ہے دلیلیں ہر ایک مذہب کی بڑی کتابوں میں ہیں لیکن اس گواہی کے مستحب ہونیکا مذہب قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث جو اوپر گزری اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گواہی کا ذکر نہیں فرمایا۔ گواہوں کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اگر اس گواہی کے بعد میل جول میں کچھ خلل پڑ کر جھگڑے کی نوبت آوے تو گواہوں کو چاہیے کہ اللہ کے واسطے پوری شہادت پنچوں یا حاکم کے روبرو ادا کریں کہ میل جول کے وقت کن شرطوں پر میل جول قرار پایا تھا۔ پچھی گواہی کی تعریف ہیں اور جھوٹی گواہی کے مواخذہ میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں۔ آگے فرمایا کہ گھڑی گھڑی کی طلاق اور گھڑی گھڑی کے رجوع سے جو ممانعت کی گئی ہے اور طلاق سے رجوع کرنے کیوقت دو شخصوں کی گواہی کا جو حکم دیا گیا ہے ان حکموں کی اور شریعت کے تمام احکام کی پابندی وہی شخص کریگا جسکے دل میں ایمان کا نور ہے اور قیامت کے دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا اُس کے دل میں خوف ہے پھر فرمایا اس طرح کے پرہیزگاروں کو دین و دنیا دونوں جہان میں بھلائی پہنچنے والی ہے عقبیٰ

ہیں اللہ تعالیٰ ہر طرح کے مواخذہ سے اُنکو بچا دیگا اور دنیا میں اپنی پرہیزگاری کے سبب جو ناجائز کمائی کا خیال چھوڑ دیویں گے تو اُن کی گزران کا سامان اللہ تعالیٰ غیب سے ایسا کر دیویگا جو اُن کے قیاس میں بھی نہ آویگا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے تاریخ کی کتابیں دیکھی جاویں تو معلوم ہو جاویگا کہ جب تک مُسلمانوں میں دینداری اور پرہیزگاری رہی اُسوقت تک اللہ تعالیٰ کے اِس وعدہ کا کیسا ظہور ہوا۔ اُوپر گزر چکا ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے اِس تقدیر آلٰہی کے موافق راحت و تکلیف تو ہر ایک شخص کے ساتھ لگی ہوئی ہے فرق فقط اتنا ہی ہے کہ جو لوگ تقدیر آلٰہی پر شاکر ہیں اور اپنا ہر کام اللہ کو سونپتے ہیں وہ تکلیف کیوقت صبر کرتے ہیں اور اُس تکلیف کی کشائش اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں اور کچھ شکوہ و شکایت زبان پر نہیں لاتے ایسے لوگوں کی دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ ہر طرح مدد کرتا ہے وقت مقررہ آتے ہی اُن کی وہ تکلیف راحت سے بدل جاتی ہے اور وہ لوگ اِس راحت کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھ کر اُسکی شکر گزاری کرتے ہیں مثلاً بیماری کی تکلیف صحت کی راحت سے بدل جاوے تو وہ اُسکی شکر گزاری اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کرتے ہیں اور تنگدستی کی تکلیف خوش حالی کی راحت سے بدل جاوے تو وہ شرع کے حقوق مالی ادا کرتے ہیں نتیجہ اُسکا یہ ہوتا ہے کہ اُنکو دنیا و عقبیٰ دونوں جگہ کی بھلائی حاصل ہوتی ہے دنیا میں تو ہر تکلیف آخر کو راحت سے بدل جاتی ہے کیونکہ دنیا کی کسی حالت کو قیام نہیں اور عقبےٰ میں اُن کے صبر اور شکر کا اجر قائم ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کا حال اُسکے برخلاف ہے اُنکا معاملہ بالکل برعکس ہے وہ تکلیف کے وقت بے صبری کرتے ہیں طرح طرح کی شکایت ہر وقت اُن کی زبان پر رہتی ہے اور انتظام دنیا کے موافق جب اللہ تعالیٰ اُن کی وہ تکلیف راحت سے بدل دیتا ہے تو بجائے اللہ کی شکر گزاری کے اُس راحت کے نشہ میں وہ بالکل اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں اور عقبیٰ کی باتوں کو خواب خیال جانتے ہیں نتیجہ اُسکا یہ ہوتا ہے کہ وقت مقررہ پر اُن کی تکلیف رفع ہو کر دنیا میں تو اُنکو کچھ راحت کی شکل نظر آجاتی ہے مگر اُن کی عقبےٰ بالکل خراب ہو جاتی ہے پرہیزگار شخص کو تقدیر پر شاکر رہنا اور توکل کرنا ضروری ہے اسلیئے پرہیزگاری کے بعد اس آیۃ میں توکل اور تقدیر کا ذکر فرمایا صحیح حدیثوں کے موافق آیۃ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیئ قدرا کا یہی مطلب ہے جو بیان کیا گیا۔ صحیح مسلم میں صہیب رومی کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر پر شاکر ایماندار شخص کی ہر طرح بھلائی ہے تکلیف کیوقت صبر کا اجر ہے اور راحت کیوقت شکر گزاری کا آپنے اِس حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ سوائے تقدیر پر شاکر ایماندار شخص کے دوسرے شخص کو یہ مرتبہ نہیں حاصل ہو سکتا یہ حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے

وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ

اور جو عورتیں ناامید ہوئیں حیض سے تمہاری عورتوں میں اگر تم کو شبہ ہو گیا تو اُنکی عدت تین مہینے اور جنکو ابھی

لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ

بلکہ حیض نہیں آیا اور جن کے پیٹ میں بچہ ہے اُن کی عدت یہ کہ جن میں پیٹ کا بچہ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے کرے

لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۝

وہ اُسکے کام میں آسانی یہ حکم ہے اللہ کا جو اُتارا تمہاری طرف اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے اُتاری اُس اُسکی برائیاں اور بڑھائے اُسکو نیگ

مستدرک حاکم مسند اسحاق بن راہویہ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب کی صحیح سند سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب سورۂ بقر میں یہ حکم نازل ہوا کہ طلاق والی عورتوں کی عدت تین حیض ہیں تو بعضے صحابہ نے کہا کہ کم عمر یا حاملہ ہونے کے سبب سے جن عورتوں کو حیض نہیں آتا یا بڑی عمر ہو جانے سے جن عورتوں کی حیض کی عادت جاتی رہتی ہے اِس کی طرح عورتوں کی عدت کی مدت کا کچھ حکم قرآن شریف سے نہیں معلوم ہوتا اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اَب سورۂ بقر اور اِس سورہ کی آیتیں اور اِن آیتوں کی تفسیر میں جو حدیثیں آئی ہیں اُن سب کے ملانے سے عدت کے مسئلہ کا حاصل یہ ہوا کہ ایسی طلاق والی عورت جس سے نکاح ہوا اور صحبت نہیں ہوئی ایسی عورت کی تو کچھ عدت نہیں ہے اور آزاد طلاق والی عورت کی عدت کی مدت تین حیض ہیں اور لونڈی کی عدت دو حیض اور چھوٹی عمر یا بڑی عمر ہونے کے سبب سے جن عورتوں کو حیض نہیں آتا اُن کی عدت کی مدت تین مہینے کی ہے اور حاملہ طلاق والی عورت کی مدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے اور جس عورت کا خاوند مر جاوے اور وہ عورت حاملہ نہ ہو تو اسکی عدت کی مدت چار مہینے دس روز کی ہے اور اگر ایسی حالت میں کسی عورت کا خاوند مرے کہ وہ عورت حاملہ ہو تو جمہور علماء مفسرین کے نزدیک ایسی عورت کی عدت کی مدت بھی بچہ کا پیدا ہونا ہے لیکن حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن عباس سورۂ بقر اور اس سورہ کی دونوں آیتوں پر عمل ہو جانے کی غرض سے یہ فرماتے ہیں کہ اگر چار مہینے دس روز کے اندر بچہ پیدا ہو جاوے تو ایسی عورت کی عدت کی مدت چار مہینے دس روز ہیں اور اگر چار مہینے دس روز تک بچہ پیدا نہ ہو تو بچہ پیدا ہونے کا انتظار کیا جاوے حضرت عبد اللہ بن عباس نے تو اِس قول سے آخر کو رجوع کر کے جمہور کے ساتھ اتفاق کیا ہے مگر حضرت علی کا رجوع کسی روایت سے ثابت نہیں ہوا صحاح میں صحیح روایتیں جو ہیں اُن سے جمہور کے مذہب کی پوری تائید ہوتی ہے عدت کے مکان کی اور کھانے پینے کے ملنے کی اور خاوند کی وفات کی عدت میں بناؤ سنگار کی چیز اور کپڑے کے استعمال نہ کرنے کی تفصیل حدیث کی شرح اور فقہ کی کتابوں میں ہے مجاہد کے قول کے موافق اِن باتوں کا یہ مطلب ہے۔ بڑی ہو جانے کے سبب سے اگر عورت کے حیض کی عادت جاتی رہی ہو اور پھر خون آنے لگے جس میں حیض اور استحاضہ دونوں کا شبہ پڑے تو اِس صورت میں تین مہینے کی عدت قرار دیجاوے۔ عدت کے ذکر کے بعد فرمایا کہ یہ عدت کے امر و نہی کے احکام اور اِسی طرح شریعت کے اور احکام جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں جو شخص اللہ سے ڈر کر اِن احکام کی پابندی میں لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے شریعت پر قائم رہنے کی توفیق دیوے گا چنانچہ

منزل

جمعتی کی آیۃ من کان یرید حرث الآخرۃ نزولہ فی حرث کی تفسیر میں اسکی تفصیل گزر چکی ہے پھر فرمایا یہ خاتمہ سورت کے سبب ایسا شخص اگر سوا شرک اور گناہ کرکے بغیر توبہ کے مرجاوے گا تو اللہ تعالے اُسکے وہ گناہ قیامت کے دن معاف فرمادیگا اور اُسکے نیک عملوں کا اجر بڑھاکر اسکو جنتی ٹھیراوے گا۔ صحیح بخاری و مسلم کی عبداللہ بن عمر کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بعضے کلمہ گو گنہگاروں کو اللہ تعالے اُن کے گناہ یاد دلاوے گا اور جب وہ اپنے گناہ یاد کرکے عذاب میں پکڑے جانے کا خوف کرینگے تو اللہ تعالی فرماوے گا جس طرح دنیا میں تمہارے یہ گناہ لوگوں پر ظاہر کرکے تم کو رسوا نہیں کیا اسی طرح آج بھی میں تمہارے گناہ معاف کرتا ہوں یہ حدیث آیت کے ٹکڑے یکفر عنہ سیاتہ کی تفسیر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہے جسمیں نیک عمل کے اجر کا ذکر دس سے لیکر سات سو تک اور بعضے عملوں کا اس سے بھی زیادہ کا ہے۔ یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے ویعظم لہ اجرا کی تفسیر ہے

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَإِن كُنَّ

گھر دو انکو رہنے کو جہاں تم آپ رہو اپنے مقدور کے موافق اور اگر ایذا نہ چاہو اُن کی تنگ پکڑو انکو اور اگر

أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

رکھتے ہوں پیٹ میں بچہ تو اُنپر خرچ کرو جب تک جنیں پیٹ میں بچہ پھر اگر دودھ پلاویں تمہاری خاطر تو دو انکو اُن کے نیگ

وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ

اور کھاؤ آپس میں نیکی اور اگر آپس میں ضد کرو تو دودھ پلاوے گی اُسکی خاطر اور کوئی عورت چاہیئے خرچ کرے کشائش والا اپنی کشائش سے

وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا

اور جسکو تنگی ملی ہے اُسکی روزی تو خرچ کرے جیسا دیا اُسکو اللہ اللہ کسی پر تکلیف نہیں رکھتا مگر اتنا جو اسکو دیا اب کردیگا اللہ سختی پیچھے کچھ آسانی

جس طلاق میں عدت کے اندر خاوند پھر اپنی بی بی کو بغیر نکاح جدید کے رکھ سکے اُس طلاق کو رجعی کہتے ہیں اور طلاق بائن طلاق پوری ہوگئیں اور بغیر کسی دوسرے اجنبی شخص کے نکاح کرنے کے یہ طلاق دینے والا پہلا خاوند اُس عورت کو نہیں رکھ سکتا تو ان دونوں کو قطعی کہتے ہیں طلاق والی عورت کو نان و نفقہ رہنے کا مکان دینے پر سلف کا اتفاق ہے مگر طلاق قطعی کے مسئلہ میں صحابہ کے زمانے سے اب تک اختلاف چلا آتا ہے کہ عدت کے زمانے میں طلاق والی عورت کو کھانا اور رہنے کا مکان دینا جو خاوند کے ذمہ ہے وہ فقط طلاق رجعی میں ہے یا طلاق رجعی اور قطعی دونوں میں ہے اس اختلاف کے سبب سے اس آیۃ کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے جو مفسر یہ کہتے ہیں کہ طلاق قطعی میں خاوند کے ذمہ عدت کے زمانہ میں عورت کا کھانا اور رہنے کا مکان نہیں ہے وہ اس آیۃ کو رجعی طلاق والی عورتوں کے بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقط حمل کی حالت میں بچہ کے پیدا ہونے تک اس طرح کی عورتوں کا کھانا اور رہنے

خاوند کے ذمہ ہے بغیر حمل کے قطعی طلاق والی عورتوں کے کھانے یا رہنے کے مکان کا بوجہ زمانہ عدت میں ہرگز خاوند کے ذمہ نہیں ہے امام احمد کا مذہب اُسکے موافق ہے اور جو مفسّر یہ کہتے ہیں کہ رجعی اور قطعی دونوں طلاقوں کی عدت میں عورت کا کھانا اور رہنے کا مکان خاوند کے ذمہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اسلیئے حمل کیصورت میں شوہر کو بچہ کے پیدا ہونے تک عورت کا خرچ اپنے ذمہ لینا چاہیئے یہ آیۃ قطعی اور رجعی طلاق والی عورتوں کے حق میں ہے۔ ان دونوں قولوں میں صحیح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ قطعی طلاق کی عدت میں خاوند کے ذمہ حاملہ عورت کا کھانا اور رہنے کا مکان بچہ کے پیدا ہونے تک ہے اور اگر بغیر حمل والی عورت ہو تو خاوند کے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث ہے جو صحیح مسلم ابوداؤد نسائی اور مسند امام احمد وغیرہ میں ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ جب فاطمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ فاطمہ کے خاوند نے تین دفعہ طلاق دیدی ہے اور اس ذکر کے بعد آنحضرت سے عدت تک اپنے کھانے اور رہنے کے مکان کا خاوند کے ذمہ ہونے نہ ہونے کا مسئلہ پوچھا تو آپنے یہی فرمایا کہ جب طلاق قطعی ہے اور حمل نہیں ہے تو خاوند کے ذمہ نہ کھانا ہے نہ رہنے کا مکان ہے ہاں اگر حمل ہوتا تو بچہ کے پیدا ہونے تک خاوند کے ذمہ رہنے کا مکان اور نان نفقہ تھا لیکن اس آیۃ کے موافق جمہور سلف کا قول یہ ہے کہ طلاق قطعی کی عدت میں اگر عورت حاملہ نہ ہو تو عدت کی مدت تک طلاق دینے والے مرد کے ذمہ عورت کے رہنے کا فقط مکان ہے کھانا پینا نہیں ہے اور اگر ایسی عورت حاملہ ہو تو مرد کے ذمہ رہنے کا مکان اور کھانا دونوں چیزیں ہیں۔ فاطمہ بنت قیس کی حدیث کا جواب جمہور کی طرف سے وُہی ہے جو جواب اُسکا حضرت عائشہ نے دیا ہے کہ فاطمہ کے شوہر کا مکان تنہائی کے سبب سے رہنے کے قابل نہ تھا اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اُس مکان میں عدت گزارنے کی تاکید نہیں کی۔ حضرت عائشہ کے اس جواب کا ذکر صحیح بخاری ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس نے آیۃ کی تفسیر جمہور کے قول کے موافق کی ہے امام مالک اور امام شافعی رح کا مذہب بھی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس طرح کی عورت حاملہ نہ ہو جب بھی عدت کی مدت تک طلاق دینے والے مرد کے ذمہ عورت کے رہنے کا مکان اور کھانا دونوں چیزیں ہیں تفصیل ہر ایک مذہب کی بڑی کتابوں میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے موافق آیۃ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی عورت اگر حاملہ نہ ہو تو عدت کی مدت تک طلاق دینے والا مرد اپنے مقدور کے موافق اُس عورت کے رہنے کو مکان دیوے اور مکان کے دینے میں ایسی تنگی نہ کرے جس کے سبب سے وہ عورت گھبرا کر عدت کے اندر ہی اُس گھر سے نکل کھڑی ہو ایسی عورت حاملہ ہو تو اُسکو مکان کے علاوہ کھانا بھی پہنچایا جاوے۔ بچہ پیدا ہو جانے کے بعد عدت کے گزر جانے سے یہ عورت بالکل اجنبی ہو جاویگی اسلیئے اگر وہ معمولی خرچ پر بچہ کو دُودھ پلاوے تو اُس سے پلوایا جاوے اور اگر وہ طلاق کی رنجش کے سبب سے معمولی خرچ پر راضی نہ ہو اور مرد سے مقدور سے بڑھ کر کچھ طلب کرے تو غیر آنا سے بچہ کو دُودھ پلوایا جاوے اللہ تعالےٰ ہر شخص کی حیثیت کے موافق انسان پر بوجھ ڈالتا ہے اس لیئے زیادہ

متن

متقدور والا اپنے مقدور کے موافق اور کم مقدور والا اُس کے موافق اِس باب میں خرچ کا بوجھ اُٹھائے اور کم مقدور والے لوگ کچھ گھبراویں نہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عنقریب اُنکو بھی خوش حال کردیگا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بڑے بڑے شہر فتح ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے اور غنیمت کے مال سے عام خوش حالی اہل اسلام میں پھیل گئی۔ حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس کی اِس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ایک عورت کے حافظہ پر ہمکو بھروسہ نہیں ہے علماء نے حضرت عمرؓ کے اِس شبہ کے جواب میں دجّال کے حال کی اُس بہت بڑی حدیث کو پیش کیا ہے جو فاطمہ بنت قیس کی روایت سے صحیح مسلم میں ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ فاطمہ اتنی بڑی قوی الحافظہ صحابیہ ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی بڑی حدیث فقط ایک فہمبر پر فرماتے ہوئے سُنا اور اُسکو حرف بہ حرف یاد رکھا یہ جو مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قطعی طلاق کی عدت میں طلاق دینے والے مرد کے ذمہ عورت کا کھانا اور رہنے کا مکان ہے اِسکی سند حضرت عمرؓ تک مسلسل نہیں ہے۔ بعضے عیسائی لوگوں نے قرآن کے طلاق کے مسئلہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اِس مسئلہ کا شریعت موسوی اور عیسوی میں کہیں پتہ نہیں لگتا حالانکہ مسلمانوں کا یہ رجوع ہے کہ پچھلی شریعتوں میں قرآن کے مسائل کی صداقت موجود ہے۔ اہل اسلام نے اِس اعتراض کے جواب میں اُمور ذیل لکھے ہیں۔

منتزع (۱) یہ اعتراض توراۃ اور انجیل کے برخلاف ہے کیونکہ توراۃ کے حصہ کتاب الاستثنا کے چوبیسویں باب میں طلاق کا مسئلہ اِس طرح موجود ہے جس طرح شرع محمدی میں ہے۔

(۲) جب بنی اسرائیل نے طلاق کو بلاضرورت کام میں لانا شروع کیا تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی کے طلاق کے مسئلہ میں احتیاطاً یہ قید لگادی تھی کہ سوا عورت کی بدکاری کے قصور کے اور کسی قصور پر عورت کو طلاق نہ دی جاوے۔ ستی کی انجیل کا پانچواں اور اُنتیسواں باب دیکھا جاوے۔

(۳) اہل اسلام نے قرآن کے حکم مصدقا لما بین یدیہ کے موافق یہ جو کہا ہے کہ قرآن شریف میں پچھلی شریعتوں کی صداقت موجود ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ پچھلی شریعتوں میں جو مسائل وحی آسمانی کے موافق ہیں اُن کی صداقت قرآن سے اور قرآن کی صداقت اُن سے نکلتی ہے یہ مطلب اہل اسلام کے اُس قول کا ہرگز نہیں ہے کہ مثلاً یہود کے فرقے سامری اور باقی فرقوں کے اختلاف اور توراۃ کے احکام میں تغیر تبدل کرنے سے ایک توراۃ کی چند توراتیں اور عیسائیوں کے فرقے پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھلک کے اسی طرح باہمی اختلاف اور انجیل کے تغیر و تبدل کے سبب سے ایک انجیل کی چند انجیلیں جو بن گئی ہیں اُن کی صداقت قرآن سے یا قرآن کی صداقت اُن سے نکلتی ہے کیونکہ شریعت موسوی اور عیسوی میں ایجادی باتیں جو شریک ہوگئی ہیں اُن کی صداقت کا قرآن میں پایا جانا تو درکنار شریعت موسوی اور عیسوی کی اصلی کتابوں میں بھی اُن ایجادی باتوں کی صداقت نہیں ہے چنانچہ توریت اور انجیل کے حوالہ سے طلاق کے مسئلہ

کی مثال اس بارہ میں اُوپر گزر چکی ہے اصلی بات یہ ہے کہ ہر وقت کے نبی کی معرفت اُسوقت کی عام مخلوقات کی ہدایت کے لیے ایک کتاب آسمانی نازل ہوئی ہے توراۃ و انجیل کے مختلف نسخہ جات کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نازل ہونا کوئی یہودی یا نصرانی نہ آجتک ثابت کرسکا نہ قیامت تک ثابت کرسکتا ہے کیونکہ کتاب آسمانی کی یہ شان ہرگز نہیں ہے کہ اُسکے نسخہ جات میں باہمی اختلاف ہو بلکہ کتاب آسمانی کی شان تو وہی ہے جسکا ذکر قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کے ثبوت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء ان الفاظ سے فرمایا ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا جسکا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کو اللہ کا کلام نہیں جانتے اُن کو یہ دہیان کرنا چاہیئے کہ اگر یہ قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اُسکے اول آخر عبارت یا اسکے نسخہ جات میں باہمی اختلاف ضرور پایا جاتا کس لیئے کہ بشر کے کلام کا خاصہ یہی ہے اس سے یہ بھی نکلا کہ توراۃ اور انجیل میں باہمی اختلاف اسی سبب سے ہے کہ اہل کتاب نے ان کتابوں کو اصلی حالت پر نہیں رکھا یہ ذکر قرآن میں چند جگہ صراحت سے بھی آیا ہے۔

(۴) یہود نے جو توراۃ میں تغیر تبدل کیا ہے اُسکا عیسائیوں کو اقرار ہے وہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت کو اور انجیل کے کتاب آسمانی ہونے کو اسی سبب سے نہیں مانا کہ اُنھوں نے توراۃ کی اصلی آیتوں میں تبدل تغیر کیا ورنہ توراۃ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی اور انجیل کے کتاب آسمانی ہونے کی پوری صداقت ہے اگرچہ بعضے عیسائی علماء اس تغیر و تبدل کو معنوی کہتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ یہود نے توراۃ کی آیتوں کے لفظوں کو نہیں بدلا بلکہ اُن آیتوں کا مطلب غلط قرار دیا لیکن علماء اسلام نے یہود کے بہت سے تغیرات لفظی توراۃ کی آیتوں کے ثابت کیے ہیں۔

(۵) انجیل میں اس کثرت سے تبدل ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد ابتدا میں تو انجیل کے نسخوں کی تعداد ستر کے قریب تک پہنچ گئی تھی پھر ایک عرصہ کے بعد علماء نصاریٰ نے ان چار انجیلوں کو معتبر قرار دیا ہے۔ انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا۔ مگر ان چاروں کے مضمون بالکل مختلف ہیں۔ کسی میں حضرت عیسےٰ کو خدا لکھا ہے کسی میں رسول کسی میں یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو سولی چڑھایا کسی میں یہ ہے کہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے یہود کو پیدا کیا۔ اب ان چاروں انجیلوں کے مولفوں کا حال یہ ہے کہ ہر ایک اپنی انجیل کو صحیح اور دوسرے کی انجیل کو غلط بتلاتا ہے جس سے کسی انجیل کو بھی صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ سب انجیلوں سے پہلے متی کی انجیل ہے جس کی بابت اکثر متقدمین اور متاخرین علماء عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ اصل انجیل عبرانی زبان میں تھی اُس کا پتہ نہیں ہے یہ ترجمہ ہے اور اس ترجمہ کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ کب اور کس شخص نے یہ ترجمہ کیا ہے ان چاروں انجیلوں کے شروع میں علماء عیسائی نے بعضی بعضی آیتوں کو لکھا ہے کہ یہ آیتیں اصلی نہیں ہیں تثلیث کا مسئلہ بیت المقدس سے مشرق کیجانب قبلہ سمتی کے بدل جانے کا مسئلہ خمسہ طلاق اور ایک نکاح سے زاید نکاح کے ناجائز ہونے کا مسئلہ

اور اس قسم کے اور ایجادی مسئلے پولس اور قسطنطین بادشاہ روم کے زمانہ میں مذہب عیسائی کا جز ہو ٹھیرائے گئے ہیں اور اسی اختلاف کے سبب سے اسوقت کے پیچھے عیسائیوں کی پولس سے بڑی خونخوار لڑائی ہوئی ہے اسکا حال اسوقت کے معتبر تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے ملتہ ابراہیمی میں اور اہل کتاب نے شریعت موسوی اور عیسوی میں ایجادی باتیں جو اپنی طرف سے گھڑ لیں تھیں انکی اصلاح کے لیے یہ آخری کتاب اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہے جسکا نام قرآن ہے اس آسمانی آخری کتاب میں اس سے پہلے کی ایجادی باتوں کی صداقت پائی جائے گی تو پھر آسمانی کتاب اور ایجادی باتوں میں فرق کیا باقی رہے۔ عیسائی علماء کی پس کر کے بعض آریہ لوگوں نے بھی قرآن کے طلاق اور اسی قسم کے اور چند مسائل پر اعتراض کیا ہے۔ اہل اسلام نے اسکا جواب بھی دیا ہے کہ آریہ فرقہ کے لوگوں نے اپنے چاروں ویدوں کو آسمانی کتاب ثابت نہیں کیا اسلیے انکو کسی اہل کتاب کی پرس کرنی یا کسی آسمانی کتاب پر اعتراض کرنے کا حق اظہار حق کے طور پر تو اب تک کسی مباحثہ میں حاصل نہیں ہوا۔ رہا یہ الزامی مباحثہ یعنے آریہ لوگوں نے طلاق کے مسئلہ کو شرمناک کہا ہے اسکا جواب اہل اسلام نے ویدکے نیوگ کے مسئلہ کو پیش کر کے یہ دیا ہے نیوگ کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً کسی عورت کا شوہر دائم المرض ہو تو ویدیں طلاق کا مسئلہ نہ ہونے کے سبب وہ عورت چھوٹ تو نہیں سکتی لیکن کسی غیر مرد سے ناجائز تعلق پیدا کر کے اسکو دس بچے تک کی اجازت ویدیں ہے اسیطرح اور الزامی مباحثوں میں مرزا صاحب سے بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں ہر حق پسند شخص ان کتابوں کو نظر انصاف سے دیکھ سکتا ہے اور ناانصاف لوگوں کا مباحثہ کرنا بھی یہ تو سالف سے لیکر آجتک کبھی طے نہیں ہوا۔

متارک

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا

اور کتنی بستیاں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اسکے رسولوں کے پھیرنے حساب میں پکڑا انکو سخت حساب میں اور آخرت والی آفت ان پر ان بھی

نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا

آفت پھر چکھی انھوں نے سزا اپنے کام کی اور آخر ان کے کام کی ٹوٹا کیا رکھی ہے اللہ نے ان کیلئے سخت مار سو ڈرتے رہو

اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ

اللہ سے اے عقل والو جنکو یقین ہے اللہ نے اتاری ہو تمپر نصیحت رسول جو پڑھتا ہو تم پاس آیتیں

اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ

اللہ کی کھلیں سنانیوالیاں کہ نکالے انکو جو یقین لائے اور کیے بھلے کام اندھیروں سے اجالے میں اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے

صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ

کچھ بھلائی اسکو داخل کرے باغوں میں نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں ان میں ہمیشہ البتہ خوب دی اللہ نے

مع عند اللہ ۱۲

رِزْقًا ۝ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا

اسکو روزی اندوہ ہے جسنے بنائے سات آسمان اور زمین بھی اُنہی اُترتا ہے حکم اُن کے بیچ تو تم جانو

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝ ع ۲ ۱۸

کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور اللہ کے علم میں سمائی ہے ہر چیز کی

اُوپر کی آیتوں میں تعمیلِ طلب چند احکام کا ذکر تھا اِن آیتوں میں پچھلی سرکش قوموں کی ہلاکت اور عذابِ الٰہی میں پکڑے جانے کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ حال کے لوگوں میں سے بھی جو کوئی احکامِ الٰہی کی تعمیل نہ کرے گا اسکا بھی وہی انجام ہوگا جو پچھلی سرکش قوموں کا ہوا۔ اُوپر گزر چکا ہے کہ سب سے پہلے صاحبِ شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں اسلیئے اِن آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جو پچھلی قومیں اپنی کم عقلی اور سرکشی کے وبال میں طرح طرح کے دُنیا اور عقبےٰ کے عذابوں میں گرفتار ہوگئیں اُن کا حال مختصر طور پر ذکر فرما کر حال کے صاحبِ عقل لوگوں کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ انھیں پچھلی قوموں جیسی کم عقلی اور سرکشی سے بچنا اور اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے اِس سے معلوم ہوا کہ دُنیا کے کاموں میں کوئی آدمی اگرچہ بڑا ہوشیار ہو لیکن جب وہ دنیا کے عجائبات کو دیکھکر اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی عقل دہریوں کی طرح نہ رکھتا ہو تو وہ بڑا کم عقل ہے کیونکہ ایک تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی مثلاً بستی کے باہر جنگل میں پہلی دفعہ ایک میدان دیکھے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اُس میدان میں ایک خوش قطع مکان بنا ہوا دیکھے تو وہ بغیر کسی معمار کے دیکھنے کے اپنی تھوڑی سی عقل سے ضرور یہ نتیجہ نکالے گا۔ کہ ایسے خوش قطع مکان کا بنانیوالا کوئی بڑا کاریگر معمار ہے اب جن لوگوں نے دنیا کی ہزارہا عجائبات کو آنکھوں سے دیکھکر اُن عجائبات کے آثار سے بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار نہیں کیا اور اللہ کو نہیں پہچانا بلاشک اُن کی عقل میں فتور ہے اسی طرح جس شخص نے اپنی اور اپنی زیست بھر کی راحت و آرام کی چیزوں پر غور کر کے یہ نتیجہ اپنی عقل سے نہیں نکالا کہ یہ اتنا بڑا انتظام کھیل تماشے کے طور پر نہیں ہے بلکہ جتنا بڑا انتظام ہے اُتنا ہی بڑا اُسکا کوئی نتیجہ ضرور ہے کیونکہ تجربہ سے دُنیا کا کوئی چھوٹا سا کام بھی جب بغیر کسی نتیجہ کے کوئی نہیں کرتا تو پھر دنیا بھر کا پیدا کرنا بغیر کسی نتیجہ کے کیونکر ہو سکتا ہے علاوہ اسکے یہ کم عقلی تو ایسے شخص نے کی سو کی اُوپر سے یہ سرکشی بھی کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی معرفت آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے نیک و بد کی جزا و سزا کو دنیا کی پیدایش کا نتیجہ ایسے شخصوں کو سمجھایا تو سرکشی سے اُس فہمایش کو ایسے لوگوں نے نہ مانا اور آخر اپنا دین و دنیا کا نقصان کیا معتبر سند سے شداد بن اوس کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کر لیوے یہ حدیث آیت کے اِس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے عتت عن امر ربہا و رسلہ کا یہ مطلب ہے کہ اُن لوگوں نے سرکشی سے اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولوں کی فرمانبرداری نہیں کی۔ عذابا نکرا کا یہ مطلب ہے کہ اُن پر ایسا عذاب آیا جو اُن کے وہم و گمان سے باہر

تمہا۔ آیات بینات کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کی آیتوں میں دنیا کی عجائبات پر غور کرکے اُس سے اللہ کو پہچاننے کا کام عقل سے لینے کا اور دنیا کے پیدا کرنے کے نتیجہ کا اور اللہ کے رسولوں کی فرمانبرداری کے اجر اور نافرمانی کے وبال کا سب ذکر ہے آگے فرمایا کہ قرآن کی ان مفصل آیتوں کے نازل فرمانے اور رسول کے بھیجنے سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے احکام کے ماننے اور نیک کام کرنے کا قصد کرے دنیا میں اللہ تعالیٰ اُسکو جہالت سے نکال کر اُسکے دل میں نور ہدایت پیدا کریگا اور عقبیٰ میں اُسکو جنت عطا فرماویگا۔ قد احسن اللہ لہ رزقا کا یہ مطلب ہے کہ جنت میں عام جنتیوں کو اچھی سی اچھی وہ نعمتیں ملیں گی جو یہاں بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جنت میں نیک لوگوں کے لیے وہ نعمتیں ہیں کہ جو دنیا میں نہ کسی نے آنکھ سے دیکھیں نہ کانوں سے سُنیں نہ کسی دل میں اُنکا خیال گزرا قد احسن اللہ لہ رزقا کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں معراج کی صحیح حدیثیں گزر چکی ہیں جن میں سات آسمانوں اور اُن کے دروازوں کا اور سدرۃ المنتہیٰ اور آسمانوں کے اور عجائبات کا ذکر ہے اسی طرح سورۃ النبا میں حدیثیں آویں گی جنکا حاصل یہ ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے اور اسیقدر ہر ایک آسمان کی موٹائی ہے یہ سب حدیثیں آیۃ کے ٹکڑے اللہ الذی خلق سبع سموات کی گویا تفسیر ہیں۔ سورۃ النبا میں یہ صحیح حدیث بھی آویگی کہ جو شخص ایک بالشت بھر زمین بھی کسی کی دبائے گا قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اُسی قدر ٹکڑے کا ایک طوق بنایا جاکر ایسے شخص کے گلے میں ڈالا جاوے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کی طرح سات زمینیں بھی تہ برتہ ہیں ومن الارض مثلھن کی تفسیر میں بعضے مفسروں کا یہ قول ہے کہ سات زمینوں سے مطلب ساتوں اقلیمیں ہیں لیکن یہ قول اُوپر کی صحیح حدیث کے مخالف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُس حدیث کے موافق زمین کے ایک ٹکڑے کا تعلق دوسری زمین سے پایا جاتا ہے جس تعلق کے سبب سے ساتوں زمینوں کے ٹکڑوں کا ایک طوق بنایا جاویگا سات زمینوں کی ساتوں اقلیمیں تفسیر قرار دینے کی صورت میں یہ تعلق باقی نہیں رہتا علاوہ اسکے سورۃ النبا میں حدیث آویگی کہ ایک زمین سے دوسری زمین تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے یہ بھی زمینوں کی تہ برتہ ہونے کی حالت میں ہو سکتا ہے کس لیے کہ ایک اقلیم سے دوسری اقلیم تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ نہیں ہے۔ پہلی زمین کی مخلوقات کا حال تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے باقی زمینوں کے حال کی تفسیر میں سلف کا اختلاف ہے۔ مستدرک حاکم تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مثل پہلی زمین کے باقی زمینوں میں بھی تابع شریعت لوگ ہیں اور پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء تک وہاں انبیاء بھی آئے کتابیں بھی اُتریں لیکن مستدرک حاکم اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے جو مرفوع روایت ہے وہ اس کے برخلاف ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دوسری زمین میں ہوا ہے اور تیسری میں دوزخ کے اینڈھن کے پتھر ہیں

منزل ۷

اور چوتھی میں اس ایندھن کے لیئے گنہگار ہے اور پانچویں میں دوزخ کے سانپ اور چھٹی میں دوزخ کے بچھو اور ساتویں میں دوزخ - حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو امام ذہبی اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کو سندی نے منکر کہا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان روایتوں کی تائید مشہور روایتوں سے نہیں ہوتی حافظ ابن کثیر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آیۃ میں سات آسمان اور سات زمینوں کی پیدائش کا ذکر ہے اُسکا اعتقاد ہر مسلمان کو رکھنا چاہیئے اور معراج کی صحیح حدیثوں میں آسمان کے عجائبات کا جسقدر ذکر ہے اُسکو اور پہلی زمین میں جو اللہ کی قدرت اور حکمت کے نمونے ہیں اُنکو آسمانوں اور پہلی زمین کے حال کی تفسیر سمجھنا چاہیئے اور باقی زمینوں کا تفصیلی حال جبکہ کسی ناقابل اعتراض حدیث میں نہیں پایا جاتا تو قابل اعتراض روایتوں کے بھروسے پر اُس اشتباہی حال کو آیۃ کی تفسیر نہ ٹھیرانا چاہیئے حافظ ابن کثیر کے قول کے موافق حاصل شدہ آیت کے یہ ہیں کہ اللہ کے رسول کے بتلانے سے آسمانوں کے اور آنکھوں کے دیکھنے سے پہلی زمین کے جو کچھ عجائبات لوگوں کو معلوم ہوئے ہیں اُنپر غور کرکے یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے کہ جسنے اپنی قدرت سے یہ سب کچھ پیدا کیا اور اُسکا علم بڑا وسیع ہے کہ اُس نے دنیا کے پیدا کرنے سے ہزارہا برس پہلے دنیا کا سب انتظام اپنے علم ازلی سے معلوم کرلیا ہے جس کے موافق آسمان سے زمین پر روزانہ احکام نازل ہوتے ہیں جن احکام کے سبب سے دنیا کا ہر طرح کا انتظام چل رہا ہے اِن احکام میں شرع کے احکام اور دنیا کے انتظام کے احکام سب داخل ہیں - آیۃ میں یہ ترتیب ہے کہ جب آسمان زمین کا سب انتظام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس انتظام میں کسیکا کچھ دخل نہیں ہے تو پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کے طور پر یا ریاکاری کے طور پر دوسروں کو شریک کرتے ہیں وہ بڑے نادان اور ناشکر ہیں اور جب اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ اِن نافرمانوں کے عملوں سے ناواقف نہیں ہے وقت مقررہ پر ان کا کیا اِن کے سامنے آئیگا جس طرح اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اسکا ظہور بلاشک ہونے والا ہے۔

سورۃ التحریم مدنیۃ وھی اثنتا عشرۃ اٰیۃ وفیھا رکوعان

یہ سورہ مدنی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ

اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تیرے چاہتا ہے تو رضامندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ٹھیرا رہا ہے

اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ

اللہ نے تمکو کہولنا قسموں کا اور اللہ صاحب ہے تمہارا اور وہی ہے سب جانتا حکمت والا اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے

حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهٖ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ

ایکبات پھر جب اُس نے خبر کردی اسکی اور اللہ نے جتا دیا اسکو یہ جتائی نبی نے اپنی کچھ اور ٹال دی کچھ پھر جب وہ جتایا عورت کو بولے اسکو

أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ إِنْ تَتُوْبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ

کس نے بتایا یہ کہا مجکو بتایا اُس خبر والے واقف نے اگر تم دونو توبہ کرتیاں ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے اور اگر تم دونوں چڑھائی کروگیاں

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝

پھر تو اللہ ہی اُسکا رفیق اور جبریل اور نیک ایمان والے اور فرشتے اُسکے مددگاریں اگر یہی چھوڑدے تم سب کو

صحیحین میں یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اِن آیتوں میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ دونوں کا ذکر ہے جس طرح اب مفسرین میں اختلاف ہے کہ اِن آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی سی بیبیوں کا ذکر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسیطرح صحابہ کے زمانہ میں یہ اختلاف جاری تھا اسیواسطے صحیحین کی روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عرصہ سے میرا ارادہ تھا کہ حضرت عمرؓ سے دریافت کروں کہ اِن آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی دو بیبیوں کا ذکر ہے لیکن مجکو موقع نہیں ملتا تھا آخر حج کے سفر میں مجکو موقع ملا اور میں نے اسبات کو حضرت عمر سے پوچھا تو اُنھوں نے بتلایا کہ یہ ذکر حضرت عائشہ اور حفصہ کا ہے غرض صحیحین کی روایت میں جب ایک بات ثابت ہوچکی تو پھر مفسروں نے اسبات میں اختلاف کیا ہے کہ اِن آیتوں میں کونسی دو بیبیوں کا ذکر ہے اب اُس اختلاف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی اسیطرح اِن آیتوں کے شانِ نزول میں علماء محدثین نے یہ جو اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز سے باز رہنے کی قسم کھائی تھی جسپر یہ آیتیں نازل ہوئیں اُس اختلاف کا کوئی سبب نہیں ہے کیونکہ دو قصے جو شانِ نزول کے بیان کیے گئے ہیں وہ دونوں قصہ صحیح ہیں اور دونوں قصوں کا مجموعہ اِن آیتوں کی شانِ نزول کا قصہ ہے شہد کا قصہ تو صحیحین میں ہے اور حرم کے چھوڑدینے کا قصہ نسائی بلوجہ مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے حاکم اور حافظ ابن حجر نے اِس قصہ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے اِس تفسیر کے مقدمہ میں یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ کبھی چند قصوں کا مجموعہ آیۃ کی شانِ نزول ہوا کرتی ہے اِن آیتوں کی شانِ نزول بھی اُسی قسم کی ہے سو اِن دونوں قصوں اور کسی قصہ کی سند صحیح نہیں ہے شہد کے قصہ کی حدیث حضرت عائشہؓ کی روایت سے صحیحین میں ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حضرت زینب بنت جحش کے حجرہ میں جاکر بیٹھا کرتے تھے اور بارہا حضرت زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطرداری کے طور پر شہد آپ کے سامنے رکھا کرتی تھیں اور آپ وہ شہد چاٹا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ اور حفصہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب کے پاس زیادہ بیٹھنا ناگوار ہوا اسلیئے اِن دونوں نے آپس میں صلاح کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کے مُنہ سے اُوپری بُو آتی ہے کیا آپ نے بدبُو کا وہ گوند کھایا ہے جسکو مغافیر کہتے ہیں۔ آپنے فرمایا نہیں

منزل ۴

مضافر تو نہیں کھایا ہاں زینب کا دیا ہوا شہد تو میں نے چاٹا ہے اسکے بعد آپ نے شہد کے نہ کھانے کی قسم کھالی اور حضرت حفصہ کو منع کیا کہ اس قسم کا ذکر کسی سے نہ کرنا - اس ممانعت سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ اسکا چرچہ ہوکر حضرت زینب کو اسبات کے سننے سے رنج نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حجرے میں زیادہ بیٹھنا چھوڑ دیا بعضی روایتوں میں بجائے زینب کے حفصہ کا نام ہے اور صفیہ سودہ بنت زمعہ کو حضرت عائشہ کا ہم صلاح بیان کیا ہے لیکن یہ کسی راوی کو ناموں کے بیان کرنے میں شبہ پڑگیا ہے صحیح نام وہی ہیں جو اُوپر کی روایت میں بیان کیے گئے - حرم کے چھوڑ دینے کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ حرم ماریہ قبطیہ بنت شمعون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی حرم ہیں جنکو مقوقس والی مصر و اسکندریہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور تحفہ کے بھیجا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم انہی کے پیٹ سے تھے اسلیئے انکی کنیت اُم ابراہیم تھی لیکن حضرت حفصہ اپنے والد بزرگوار حضرت عمر سے ملنے گئی ہوئی تھیں اُن کے پیچھے اُن کے حجرے میں ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اتنے میں حضرت حفصہ بھی اپنے باپ سے ملکر واپس آگئیں اور ماریہ قبطیہ کو اپنے حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کی دلداری کے لیئے یہ عہد کرلیا کہ اب آیندہ ماریہ قبطیہ سے صحبت کا واسطہ نہ رکھیں گے اور حضرت حفصہ کو منع کردیا کہ وہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کریں - اِس مُمانعت سے آپ کی غرض یہ تھی کہ ماریہ قبطیہ اس قصہ کو سُن کر رنجیدہ نہ ہوں واللہ غفور رحیم کا یہ مطلب ہے کہ اے نبی اللہ کے تم نے اپنی بیبیوں کی خاطر سے اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو چھوڑ دینے میں جو ترک اولی کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُسکو معاف کردیا صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بی بی سے یہ کہہ بیٹھے کہ میں نے تجکو اپنے اوپر حرام ٹھیرالیا تو یہ قسم ہے قسم کا کفارہ ادا کرکے وہ شخص اپنی بی بی سے میل جول کرسکتا ہے - ماریہ قبطیہ سے صحبت کا واسطہ نہ رکھنے کا عہد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کرلیا تھا اُسکے ذکر کے بعد ان آیتوں میں قسم کے کفارہ کا جو ذکر ہے اُس سے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی پُوری تائید ہوتی ہے - اِس مسئلہ کی زیادہ تفصیل بڑی کتابوں میں ہے جس چیز سے باز رہنے پر آدمی قسم کھا بیٹھے اُسکے استعمال میں آدمی کو ایک بندش ہوجاتی ہے اسلیئے قسم کے کفارہ کو قسم کا کھولنا فرمایا قسم کے کفارہ کی تفسیر سورۂ مائدہ میں گزرچکی ہے کہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا بنا دینا اور اگر ان باتوں کا مقدور نہ ہو تو تین روزے رکھنا ہر ایک شخص کی حالت کے موافق یہ قسم کا کفارہ ہے واللہ مولکم وھو العلیم الحکیم کا یہ مطلب ہے کہ حرام و حلال ٹھیرانے کا اللہ مالک اور متولی ہے اُس نے اپنے علم ازلی اور حکمت کے موافق جو کچھ حرام و حلال ٹھیرادیا ہے اُسمیں کسی انسان کو دخل نہ دینا چاہیئے واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے پاس زیادہ بیٹھنے اور شہد کے پینے کو چھوڑ دینے

مترجم

کا اور ماریہ قبطیہ سے صحبت کا واسطانہ رکھنے کا عہد حضرت حفصہؓ کے روبرو راز کے طور پر کیا اور اُن کو اسکا چرچہ کرنے سے منع کر دیا فلما نبئت بہ کا یہ مطلب ہے کہ حضرت حفصہ نے اِس راز کی بات کو حضرت عائشہؓ سے کہدیا۔ واظہرہ اللہ علیہ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حفصہ کے افشائے راز کا حال وحی کے ذریعہ سے اپنے نبی کو جتلا دیا عرف بعضہ و اعرض عن بعض کا یہ مطلب ہے کہ افشائے راز کا حال معلوم ہو جانے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے اُس افشائے راز کی شکایت کی تو پوری شکایت نہیں کی بلکہ بعض لائق شکایت باتوں کو آپنے حضرت حفصہ کے روبرو نہیں دُوہرایا۔ بعضی روایتوں میں یہ ہو ہے کہ یہ حضرت ابوبکر اور عمر کی خلافت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے راز کے طور پر بیان کیا تھا جسکا ذکر اُنھوں نے حضرت عائشہ سے کر دیا ان روایتوں کی سند اعتراض کے قابل ہے اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول کا یہ ایک راز تھا جسکا چرچہ صحابہ کے عہد میں بھی نہیں ہوا پھر مابعد کے لوگوں کو اُسکی کوئی صحیح روایت کیونکر پہونچ سکتی ہے اتنی بات ضرور ہے کہ یہ دین کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ دین کی کسی بات کو سینہ راز میں رکھنا نبی کا کام نہیں ہے۔ اَب آگے حضرت عائشہ اور حفصہ کو متنبہ فرمایا کہ ان دونوں نے ہم صلاح ہو کر اللہ کے رسول کو ایذا پہنچانے کی ایک بات کی طرف اپنے دل کو مائل کیا اُس سے اُنکو توبہ و استغفار کرنی چاہیے اور اللہ کے رسول کی مدد میں آیندہ اُنکو لگے رہنا چاہیے اگر یہ ایسا نہ کریں گے تو اللہ اور اُسکے فرشتے اور نیک اہل ایمان اللہ کے رسول کی مدد کے لیئے کافی ہیں۔ اگرچہ اللہ وحدہٗ لا شریک کی مدد سب کو کافی ہے لیکن یہ دنیا عالم اسباب ہے آسمانی اور زمینی ابواب میں مدد کے جو اسباب تھے اُن کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کے ساتھ فرما دیا تاکہ مدد کے سب طریقے پُورے ہو جاویں۔ بعضے عیسائی علمارنے اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسلام میں ایک سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا بڑی معیوب بات ہے اور اسی باب میں خاص نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نو عورتوں کا آپ کے نکاح میں ایک ساتھ ہونا غلبہ خواہش نفسانی کی علامت ہے جو نبوت کی شان کے برخلاف ہے اہل اسلام نے اِن اعتراضات کے جو جواب دیئے ہیں اُنکا خلاصہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) اہل کتاب اپنے آپ کو ملّتہ ابراہیمی پر کہتے ہیں اور پھر حضرت ابراہیم کی سنت اور طریقے کو اپنے اُس اعتراض میں گویا معیوب ٹھیراتے ہیں کیونکہ کوئی اہل کتاب اسبات کا انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک ساتھ سارا اور ہاجرہ دو بیبیاں تھیں۔

(۲) حضرت یعقوب کی چار بیبیاں تھیں جنکا کوئی اہل کتاب انکار نہیں کر سکتا۔ توراۃ کی کتاب التکوین کا ۲۹ واں باب دیکھنا چاہیئے۔

(۳) حضرت داؤد اور سلیمان کی بیبیوں کی کثرت کا کسی اہل کتاب کو انکار نہیں کیونکہ صحائف مقدسہ میں کے صحیفہ صموئیل ثانی کے پانچویں باب میں حضرت داؤدؑ کا اور صحیفہ ملوک اول کے گیارہویں باب میں حضرت سلیمان کا کثیر جو

منزل ۷

(۴) تورات کی کتاب الاستثناء کے اکیسویں باب میں ایک سے زیادہ بیویوں کے ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی اجازت موجود ہے اسلیئے یہ اعتراض تورات کے برخلاف ہے حالانکہ شریعتِ موسوی اور شریعتِ عیسوی دونوں شریعتوں میں تورات واجب العمل ہے۔

(۵) جوش جوانی گزر جانے کے بعد ۵۳ برس کی عمر کے قریب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی مکہ کے قیام کے زمانہ میں پہلے خدیجہ اور پھر خدیجہ کے انتقال کے بعد سودہ اس طرح سے ۵۳ برس کی عمر تک آپ کے نکاح میں ایک ہی بی بی رہی ہجرت کے بعد جب اہل اسلام کی عورتوں کی کثرت ہوئی اور عورتوں سے خصوصیت رکھنے والے ایسے مسائل مدینہ میں نازل ہوئے جن کی تعلیم اجنبی عورتوں کے ذریعہ سے ممکن نہ تھی تو اللہ کے حکم سے اللہ کے رسول نے معلم دینی کے طور پر جوش جوانی کا زمانہ گزر جانے کے بعد دینی ضرورت سے زیادہ عورتیں اپنے نکاح میں رکھیں غرض اس طرح سے زیادہ عورتوں کا نکاح میں رکھنا آپ کے نبی ہونے کی پوری دلیل ہے جو کوئی اسکو غلبہ خواہش نفسانی کی علامت بتلاتا ہے اُسکا قول تاریخی واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ عیسائی علماء کے دیکھا دیکھی بعضے آریہ فرقے کے لوگوں نے بھی یہی اعتراض اسلام پر کیا ہے اہل اسلام نے پہلا جواب تو اس اعتراض کا وہی دیا ہے جو طلاق میں گزرا کہ وید جب تک کتاب آسمانی ثابت نہ ہوں آریہ فرقہ کے لوگوں کو کسی آسمانی کتاب پر اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے پھر فرقے آریہ کے الزام دینے کو یہ جواب بھی دیا ہے کہ پنڈت دیانند کی ستیارتھ پرکاش کے موافق جس طرح دائم المرض مرد کی عورت کو نیوگ کی اجازت ہے اسیطرح دائم المرض عورت کے مرد کو بھی نیوگ کی اجازت ہے یہ ایک ظاہر بات ہے کہ آریہ مذہب کے احکام کی خامی اور کوتاہی کے سبب سے نیوگ کی بدکاری آریہ مذہب میں داخل ہوئی ورنہ طلاق کا حکم آریہ مذہب کی کتابوں میں ہوتا تو دائم المرض مرد کی عورت بیمار شوہر سے طلاق حاصل کرکے دوسرا شوہر کر سکتی تھی اسی طرح دوسرے عورت سے شادی کا حکم آریہ مذہب میں ہوتا تو دائم المرض عورت کا شوہر دوسری شادی کر سکتا تھا یہ احکام کی خامی اسبات کی گواہ ہے کہ وید کی کتاب آسمانی نہیں کیونکہ آسمانی کتاب میں اس طرح کی احکام کی خامی کوئی مخالف ہرگز نہیں بتلا سکتا اور یہی احکام کی پختگی قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کی پوری دلیل ہے۔ نیوگ کی تفصیل سورہ طلاق میں گزر چکی ہے۔

ھ ت ا ع

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ

اُس کا رب بدلے میں دے اُن کو عورتیں تم سے بہتر حکم بردار یقین رکھتیاں نماز میں

قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝

کہنی ہوتیاں توبہ کرتیاں بندگی بجالاتیاں روزہ دار بیاہیاں اور کواریاں

پردہ کے باب میں بندکے قیدیوں کے باب میں مقام ابراہیم کے مصلّے ٹھہرانے کے باب میں جس طرح اور چند آیتیں

قرآن شریف میں حضرت عمر کے قول کے موافق اس طرح نازل ہوئی ہیں کہ کسی آیۃ کے نازل ہونے سے پہلے جو بات حضرت عمر نے فرمائی اسی مضمون کی ایک آیۃ نازل ہوئی اُن ہی آیتوں میں کی یہ بھی ایک آیۃ ہے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت انس سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں نے آنحضرت سے بدمزاجی کرنی شروع کی تو حضرت عمر نے آنحضرت کی بیبیوں کو سمجھایا اور فرمایا کہ اگر یہی حال رہے گا تو کیا عجب کہ اللہ کے رسول تم بیبیوں کو طلاق دیدیوں اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم بیبیوں سے اچھی بیبیاں عنایت کردیوے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اگرچہ علم ازلی الٰہی میں یہ تھا کہ نہ اللہ کے رسول اپنی سب بیبیوں کو طلاق دیویں گے نہ اللہ تعالیٰ ان بیبیوں سے بہتر بی بیاں بدلے گا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا آخر کو وہی ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت جتلائی کہ اسکی قدرت میں سب کچھ ہے کوئی چیز اسکی قدرت سے باہر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں سب کچھ لکھے جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ جو کچھ اور چاہے کر سکتا ہے اسکی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں تقدیر کے مسئلہ کے بیان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر اوپر بھی گزر چکا ہے قانتات کے معنے فرماں بردار۔ تائبات کے معنے ہر گناہ سے فوراً توبہ کرنے والیاں۔ حضرت عائشہ اور حفصہ کو ان لفظوں میں پچھلی حالت سے توبہ کرنے اور آیندہ کی فرمانبرداری کی ترغیب ہے۔ سائحات کے معنے روزے رکھنے والیاں بعضے سلف نے سائحات کے معنی مہاجرات کے کیے ہیں نتیجہ وہ عورت ہی جو پہلے شوہر سے چھوٹ گئی۔ اسطرح کی عورت دنیا کو بھگت کر سمجھدار ہو جاتی ہے اس لیے اس کا ذکر فرمایا ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اے ایمان والو بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے جس کی چیشیاں ہیں آدمی اور پتھر اسپر متعین ہیں

مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

فرشتے تند خو درشت نہیں کرتے اللہ کی جو بات انکو فرمائی اور وہی کام کرتے ہیں جو حکم ہو اے

كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

منکر ہونے والو مت بہانے بناؤ آجکے دن وہی بدلہ پاؤ گے جو تم کرتے تھے

ع ۱۹

ہر ایماندار آدمی اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے یوں بچا سکتا ہے کہ جن باتوں کے بجالانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اُن کے بجالائے کی اور جن سے منع فرمایا ہے اُن سے باز رہنے کی خود بھی کوشش کرے اور اپنے گھر والوں کو بھی اسکی تاکید کرتا رہے۔ روزہ حج زکوٰۃ ایسے فرائض ہیں جن کے ادا کرنے کا وقت سال میں یا عمر میں ایک دفعہ آتا ہے نماز ایک ایسا فرض ہے کہ دن رات میں پانچ وقت ہے اسلیئے گھر والوں کو اسکی خاص تاکید رکھنے کا حکم سورہ طٰہٰ کی آیت وامر اھلک بالصلوٰۃ میں گزر چکا ہے یہ تو نماز کا دنیا کا اہتمام ہوا کہ قرآن اور حدیث میں جگہ جگہ اسکا ذکر ہے عقبیٰ میں بھی باقی کے سب فرائض سے پہلے نماز کا حساب ہوگا چنانچہ مسند امام احمد اور صحاح اربعہ میں معتبر سند سے

ابوہریرہ کی حدیث میں اسکا ذکر ہے اسیواسطے مسند امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُنمیں ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کی زبانی تاکید کیجاوے اور دس برس کے لڑکے کو مار پیٹ کر کے نماز پڑھائی جاوے۔ اِس روایت کے چند طریقے ہیں اسلیئے ایک کو دوسرے سے تقویت حاصل ہوکر یہ روایت قابل اعتبار ہے۔ اگرچہ دس برس کے لڑکے یا لڑکی پر نماز فرض نہیں ہے لیکن یہ تاکید اسلیئے ہے کہ بالغ ہونے کے بعد مسلمان کی اولاد کو نماز کی عادت رہے اکثر سلف کے قول کے موافق دوزخ کا ایندھن گندھک کے ایک قسم کے پتھر ہیں جن کی آگ بہت تیز ہے۔ اوسط طبرانی میں ناقابل اعتراض سند سے حضرت عمرؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ پر جو فرشتے تعینات ہیں اگر اُن میں سے ایک فرشتہ بھی زمین پر آجاوے تو اُسکی خوفناک صورت دیکھ کر تمام دنیا کے لوگ مرجاویں۔ حدیث کا یہ ٹکڑا غلاظ شداد کی گویا تفسیر ہے۔ دنیا کے جیلخانے میں جیل کے داروغہ یا نگہبان کبھی بعضے قیدیوں سے ملجاتے ہیں اور اُن قیدیوں کی طرح طرح سے رعایت کرنے لگتے ہیں اسلیئے فرمایا کہ دوزخ کے داروغہ اور نگہبانوں کا یہ حال نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پورے فرماں بردار ہیں اِس واسطے وہ اللہ کے حکم کی پوری تعمیل کریں گے۔ صحیح مسلم کی انس بن مالک کی حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن بعضے گنہگار اپنے گناہوں کے اقبال کرنے میں پہلے پہل طرح طرح کے عذر کریں گے آخر اللہ تعالیٰ اُن کے مُونہ پر سکوت کی مہر لگا کر اُنکے ہاتھ پیروں کو گواہی کے ادا کرنے کا حکم دیوے گا اور ایسے لوگوں کے ہاتھ پیر اُن کے سب عملوں کی شہادت ادا کرینگے اور پھر اُن لوگوں کا کوئی عذر نہ سنا جاویگا غرض اِن آیتوں میں جسوقت کے عذر کے نہ سُنے جانے کا ذکر ہے اُسوقت کی یہ حدیث تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ نافرمان لوگوں کو پہلے عذر داری کا موقع دیا جاویگا اور آخری شہادت پر فیصلہ ہوکر اِس طرح وہ فیصلہ آخر اُن لوگوں کو سُنادیا جاویگا نیک و بد سے ایک طرح کا برتاؤ کرنا بڑی ناانصافی ہے اسلیئے اے نافرمان لوگو تمھارے حق میں منصفانہ فیصلہ یہی ہے کہ تم اپنے کیئے کی سزا بھگتو۔ اُوپر صحیح حدیثوں کے حوالہ سے یہ گزر چکا ہے کہ دوزخ کے جیلخانہ کی سزا کے بعد جن گنہگاروں کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا اُن کی سزا حسب حیثیت جرم میعادی ہوگی جس میعاد کے گزر جانے کے بعد پھر وہ دوزخ سے نکالے جاکر جنت میں داخل کیے جاویں گے ہاں اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک ٹھیرانے والے لوگ بغاوت کے جرم کے مجرم ہیں اسواسطے اُن کی سزا اِس فیصلہ میں دائم الحبس قرار پاوے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ایسے لوگوں کے حق میں یہی منصفانہ وعدہ ہے جسکا بیان سورۃ مائدہ میں گزر چکا ہے

منزل ۷

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ

اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کیطرف صاف دل کی توبہ شاید تمہارا رب اتارے تم سے تمہاری برائیاں اور

يُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ

داخل کرے تم کو باغوں میں جنکے نیچے بہتی نہریں جس دن اللہ خوار نہ کریگا نبی کو اور جو لوگ یقین لائے ہیں اُسکے ساتھ اُنکی روشنی

يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

روشنی ہو اُن کے آگے اور اُن کے داہنے۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے پوری کر دے ہمکو ہماری روشنی اور معاف کر ہمکو۔ تو ہر چیز کر سکتا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اے نبی لڑائی کر منکروں سے اور دغابازوں سے اور سختی کر اُن پر اور اُن کا گھر دوزخ ہو اور بُری جگہ پہنچے۔

اُوپر ذکر تھا کہ ہر ایماندار آدمی نیک کام کرنے اور بُرے کام سے باز رہ کر اپنی جان کو اور اپنی تاکید رکھ کر اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاوے ان آیتوں میں توبہ کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اُن سے باز رہنے کا ارادہ رکھتے ہوئے بشریت کے تقاضے سے اگر کوئی شخص بُرا کام کر بیٹھے اور پھر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ ہر گنہگار کی توبہ قبول کرتا ہے صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ کہ اپنی غفور رحیمی کی صفت ایسی پیاری ہے کہ جو لوگ زمین پر ہیں یا ہوں گے اگر وہ گنہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا سے اُٹھا کر اُن کی جگہ اور ایسی مخلوقات پیدا کرے کہ وہ لوگ گناہ کر کے پھر توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کر کے اپنی پیاری صفت غفور رحیمی کو کام میں لائے۔ مسند ابی یعلی اور طبرانی میں معتبر سند سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں سات تو بند ہیں قیامت کے دن جب لوگ جنت میں جاویں گے اُسوقت وہ دروازے کھلیں گے ہاں ایک دروازہ توبہ کے لیے کھلا ہوا ہے اُسی میں سے ہر ایک توبہ کرنے والے کی توبہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتی اور قبول ہوتی ہے صفوان بن عسال سے ترمذی اور بیہقی میں روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے قریب جب آفتاب مغرب سے نکلیگا اُسوقت تک یہ توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سورۃ النساء میں توبہ کی شرائط اور توبہ کے وقت کی تفصیل گزر چکی ہے توبہ نصوح کے معنے ایسی خالص توبہ کے ہیں کہ توبہ کرتے وقت پچھلے گناہوں پر پوری ندامت اور آیندہ کے گناہوں سے باز رہنے کا دل میں ارادہ ہو۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ کسی شخص نے حضرت عمرؓ سے توبہ نصوح کے معنے پوچھے تو آپ نے یہی معنے بتلائے جو اُوپر ذکر کیے گئے حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے معتبر سند سے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کی ابوسعید خدری کی حدیث جس میں شیطان نے قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کے روبرو بنی آدم کے بہکانے کا دعوے کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کھا کر اُس ملعون کو جواب دیا ہے کہ بنی آدم گناہ کر کے خالص دل سے جبتک توبہ استغفار کرینگے تو اُن کے سب گناہ معاف کر دیئے جاوینگے۔ صحیح بخاری و مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث میں مرنیکی کا اجر دس سے لیکر سات سو تک ہے۔ صحیح مسلم کی عبداللہ ابن عمرو بن العاص کی حدیث جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت کے دن امت محمدیہ کے ایسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ وہ برتاؤ کریگا جس سے اللہ کے رسول خوش ہو جاویں گے۔ معتبر سند سے [illegible]

منزل

مستدرک حاکم کی حضرت عائشہ کی حدیث جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نامۂ اعمال کے بٹنے کے موقع کو نامۂ اعمال کے تولے جانے کے موقع کو قیامت کے تین مشکل موقعوں میں شمار فرمایا ہے۔ یہ سب حدیثیں اوپر گذر چکی ہیں۔ جو ان دونوں آیتوں سے پہلی آیۃ کی گویا تفسیر ہیں ان حدیثوں اور آیۃ کو ملا کر یہ حاصل مطلب یہ قرار پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اُمت محمدیہ کے ایماندار گنہگاروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنیکے وعدے کو پورا کرنیکے لیے نیکیوں کا اجر بڑھا کر اور گناہ ہونکو توبہ و استغفار سے معاف فرما کر نامۂ اعمال کے بٹنے کے اور اعمال کے تولے جانیکی مشکل دونوں موقعوں کو آسان کر دیا کیونکہ گناہوں کے معاف ہوجانیسے نامۂ اعمال میں فقط نیکیاں رہجاویں گی جس سے اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیئے جانے کے قابل ہو جاوے گا۔ اسی طرح نیکیوں کے اجر کے بڑھ جانیسے میزان میں نیکیوں کا وزن زیادہ ہوجاویگا رہا تیسرا مشکل موقع پُلصراط کا اُسکے لیئے فرمایا کہ پلصراط کے اندھیرے کو جلدی سے طے کرنیکی غرض سے ان لوگوں کے اعمال کے موافق انکو روشنی دیجاویگی تاکہ پُلصراط کو طے کر کے یہ لوگ جھٹ پٹ جنت میں جا پہنچیں اپنی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے نُور جو عطا کیا اُس نور کی غایت کے تین زمانہ ہیں ایک زمانہ تو ازل کا ہی جسوقت تک مخلوق دنیا میں پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ مخلوق کا اسوقت تک عالم ارواح کا حال تھا۔ اُس نُور کے ذکر میں ترمذی اور مسند امام احمد کی حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں جب پیدا کیا تو جن وانس سب پر خواہش نفسانی کا ایک اندھیرا چھایا ہوا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکو ایک نُور عنایت کیا جس سے اُس نُور کا پُورا حصہ پایا وہ دنیا میں پیدا ہونیکے بعد نیک ہوا اور جسنے اُس نُور کا پُورا حصہ نہیں پایا وہ دنیا میں پیدا ہونیکے بعد بد ہوا وہ سرا زمانہ نُور کے عنایت ہونیکا دنیا میں پیدا ہونیکے بعد کا ہی جسکا ذکر آیۃ اغفر لنا (الخ) شرح اللہ صدرہٗ للاسلام فھو علی نور من ربہ میں گزرا یہ درجہ نُور کا دنیا میں انسان کو اُسوقت حاصل ہوتا ہی کہ انسان کی تمام نفسانی خواہشیں شرع کے احکام کے تابع ہوجاتے ہیں اسدرجہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی حضرت عباس کی روایت میں فرمایا ہی کہ حلاوۃ ایمان اسیکا نام ہی یہ حلاوۃ ایمان کا درجہ آدمی کو جب حاصل ہوتا ہی جسکا ذکر صحیحین کی حضرت انس کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تین خصلتیں اُس آدمی میں پیدا ہوجاتی ہیں تمام دنیا کی چیزوں سے بڑھکر اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت اُس شخص کے دل میں سما جاتی ہی اور وہ شخص دنیا میں جس کسی سے الفت پیدا کرتا ہی وہ غرض دینی سے ہوا کرتی ہی اور ایسے شخص کو کوئی آگ میں ڈال دے تو اُسکو قبول ہی مگر اسلام کی باتوں کو چھوڑ دینا اُسکو ہرگز گوارا نہیں یہ تیسرا وہ نُور ہی جو پلصراط پر گزرنے کے وقت ہر ایک کے عمل کیموافق ہر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ عنایت فرماویگا جسکا ذکر سورۂ حدید میں گزر چکا ہی اگرچہ اس آیۃ میں بھی اسی قیامت کے دن کے پلصراط پر کے نُور کا ذکر ہی لیکن وہ نور دنیا کی ایمانداری دنیا کے نیک عملوں کے سبب سے دیا جاویگا سو اسلئے شاہد جسکے اس آیۃ کے اُردو فائدہ میں دنیا کی ایمانداری اور دنیا کے ایمان کے نُور اور حلاوۃ ایمان کے درجہ کا ذکر کیا ہی سورۂ حدید میں گزر چکا ہی کہ منافقوں کی روشنی بجھتی دیکھ کر یہ ایماندار لوگ اپنی روشنی کے حق میں اللہ سے دعا مانگیں گے جسکا ذکر اس آیۃ میں ہی۔ اس سے پہلے کی آیۃ میں اُن لوگوں کا ذکر تھا جو اللہ کے رسول کی نصیحت سے راہ راست پر تو آگئے لیکن بشریت کے تقاضہ سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کبھی کبھی کچھ کام کر بیٹھتے ہیں اور پھر پشیمان ہوتے ہیں اب آگے کی آیۃ میں اُن لوگوں کا ذکر ہی کہ یا تو وہ اللہ کے دین کے بالکل منکر ہیں یا زبان سے تو اللہ کے دین کا اقرار کرتے ہیں لیکن اُن کے دل میں گمراہی بسی ہوئی ہی ایسے لوگ جن کی زبان پر کچھ ہی اندر سے کچھ ہی انکو منافق

متر

کہتے ہیں یہ لوگ ظاہری کلمہ گو ہیں اور اُن کے دل کا حال سوا اللہ تعالیٰ کے کسیکو معلوم نہیں اسلیئے ایسے لوگوں کے ساتھ ہتھیار کی لڑائی کا حکم نہیں ہی فقط زبانی وعظ نصیحت سے انکو راہ راست پر لانیکا حکم ہی جہاد کا لفظ جسطرح ہتھیار کی لڑائی کے سننے میں آتا ہی اسیطرح زبانی وعظ نصیحت پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہی اسواسطے منافقوں کے ذکر کے ساتھ اس لفظ کے یہی زبانی وعظ نصیحت کے معنی ہیں لوگ اللہ کے دین کے باطل منکر ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد تیرہ برس تک مکہ کے قیام کے زمانہ میں ایسے دین کے سرا پا منکر لوگوں کے ساتھ بھی ہتھیار کی لڑائی کا حکم نازل نہیں ہوا کیونکہ اسوقت تک مسلمانوں کے پاس کسی سے لڑنیکا سامان نہیں تھا اس بیسروسامانی کے زمانہ میں مخالفوں کے طرح طرح کی ایذا سے تنگ آکر اگرچہ مسلمانوں نے ہتھیار کی لڑائی کا اپنا ارادہ بھی ظاہر کیا لیکن اسوقت درگذر کی چند آیتیں وقت بوقت نازل ہوتی رہیں ہجرہ کے ایک سال کے تقریبًا بعد جب مسلمانوں کے پاس لڑائی کا کچھ سامان وسامان ہوگیا تو ہتھیار کی لڑائی کا حکم نازل ہوا جسمیں علماء کا اختلاف ہی کہ جہاد کا حکم نازل ہونیکے بعد درگذر کی آیتیں ہمیشہ کیلئے منسوخ ہیں یا ضعف اسلام کے زمانہ میں اب بھی وہی درگذر کا حکم قائم ہی علماء کی ایک بڑی جماعت اُسیکو ترجیح دیتی ہی کہ جہاد کے حکم سے درگذر کی آیتیں منسوخ نہیں ہیں بلکہ ضعف اسلام کیوقت درگذر کا حکم قائم ہے کیونکہ شریعت کا جو حکم کسی سبب پر منحصر ہو اُس حکم کا عمل بھی اُسیوقت ہوگا جب وہ سبب پایا جاوے جسطرح مثلًا زکوٰۃ کا حکم آدمی کی خوش حالی پر منحصر ہے اب فرض کیجاوے کہ ابتدائی حالت میں ایک شخص تنگ حال تھا اسلیئے زکوٰۃ کے حکم کا سبب نہیں پایا گیا اور اُس شخص سے زکوٰۃ کا حکم متعلق نہیں ہوا اب بیچ میں کسی شخص کے پاس زکوٰۃ کے فرض ہوجانیکے قابل مال جمع ہوگیا تو اب اُس سے زکوٰۃ کا حکم بھی متعلق ہوجاویگا اب یوں فرض کیجاوے کہ اتفاق سے اگر وہ شخص تنگ حال ہوگیا تو اب زکوٰۃ کا حکم بھی ویسے شخص سے متعلق نہ رہیگا۔ اوپر جہاد کے حکم کی جو حالت بیان کیگئی اُسکے موافق یہ حکم بھی سبب احکام میں کا ایک حکم ہی اسواسطے اسکا عمل بھی اسکے پائے جانے پر منحصر رہنا چاہیئے صحیح مسلم میں ابو سعید خدری کی حدیث ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلاف شریعت کسی بات کو دیکھ کر جس شخص میں اتنی قوت ہو کہ وہ اسکی اصلاح ہاتھ سے پھیر کر سکتا ہو تو ویسا عمل کرے ورنہ زبان سے وعظ نصیحت کرکے اصلاح کرے اگر اتنی قوت بھی اپنے آپ میں نہ پاوے تو اُس خلاف شریعت بات کو دل سے بُرا جانے کہ یہ ایمان کا ضعیف درجہ ہے اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہی کہ درگذر کا حکم منسوخ نہیں ہی کیونکہ ایسی ضعف اسلام کیوقت بجائے ہاتھ پھیر کی لڑائی کے زبان دل سے کام لینے کی ہدایت ہی بعضے عیسائی علماء نے یہ لکھا ہی کہ ابتدا میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا اگر یہ تلوار کا خوف ہوتا تو اسلام کا پھیلنا مشکل تھا اہل اسلام اسکا جواب یوں دیا ہی کہ عیسائی علماء کا یہ خیال تاریخی واقعات کے برخلاف ہی کیونکہ تلوار کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چودہ برس کے بعد مدینہ میں نازل ہوا ہی جس کے نازل ہونے کیوقت ایک کافی جماعت مسلمانوں کی مکہ اور مدینہ میں موجود تھی جس جماعت کے اسلام کو تلوار کے خوف سے ثابت کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہی عیسائی علماء نے یہ بھی اعتراض کیا ہی کہ جہاد کا مسئلہ شریعت محمدی کا ایک ایسا جدید مسئلہ ہی جسکا ذکر شریعت موسوی و عیسوی میں کہیں نہیں ہی اہل اسلام نے اسکا جواب دیا ہی کہ تورات کی کتاب الاستثنا کے بیسویں باب میں جہاد کے مسئلہ کا صراحت سے ذکر موجود ہی اسلیئے یہ اعتراض صحیح نہیں ہی کیونکہ یہ کتاب شریعت موسوی اور شریعت عیسوی دونوں شریعتوں کی معتبر کتاب ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا

اللہ نے بتائی ایک کہاوت منکروں کے واسطے عورت نوح کی اور عورت لوط کی گھر میں تھیں دو نیک بندوں کے ہمارے

صٰلِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَ

بندوں نیک سے پر انہوں نے اُن سے چوری کی پھر کام نہ آئے اُن کو اللہ کے ہاتھ سے کچھ اور حکم ہوا کہ چلی جا دوزخ میں ساتھ جانیوالوں کے اور

وقف لازم ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایمان والوں کو عورت فرعون کی جب بولی اے رب بنا میرے واسطے اپنے پاس ایک گھر

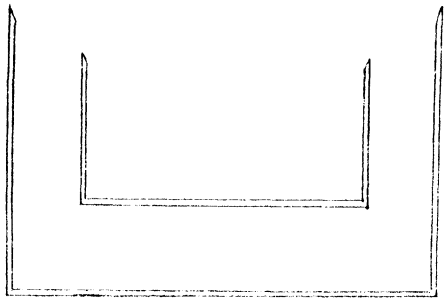
الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْ

بہشت میں اور بچا نکال مجھکو فرعون سے اور اُسکے کام سے اور بچا نکال مجھکو ظالم لوگوں سے اور مریم بیٹی عمران کی جسنے

ع ۲ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ

رکھی اپنی شہوت کی جگہ پھر ہم نے پھونکدی اُسمیں ایکی طرف سے جان اور سچ جانی اپنے رب کی باتیں اور اسکی کتابیں اور تھی بندگی کرنیوالوں میں

اُوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل عیال کا اور عام مسلمانوں کے اہل عیال کا جدا جدا ذکر تھا اس ذکر کے پورا ہو جانیکے لیے ان آیتوں میں تمثیل کے طور پر چار عورتوں کا ذکر فرمایا جنمیں دو عورتیں حضرت نوح اور حضرت لوط دو پیغمبروں کی بیبیاں تھیں لیکن ان دونوں عورتوں کے ذاتی اعمال اچھے نہ تھے سوا سطے پیغمبروں کی رشتہ داری اُنکے کچھ کام نہیں آئی بلکہ اُن کے ذاتی عملوں کی خرابی کے سبب سے انکی عقبے برباد گئی تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بی بی سے بدکاری کا گناہ سرزد نہیں ہوا تھا کہ اللہ کے نبی کی کسر شان نہو اس قول کیموافق حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیبیوں کی خیانت اور چوری کے معنے بے دینی کے ہیں بدکاری کے معنے نہیں ہیں منزل ۶ فرعون کی بی بی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا حضرت موسیٰ کا جادوگروں پر غالب ہونیکا قصہ دیکھ کر جب آسیہ نے اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی دل سے تصدیق کی اور زبان سے اس تصدیق کا اقرار بھی کیا تو فرعون نے یہ حال سنکر نہایت طرح طرح کا عذاب شروع کیا لیکن آسیہ اپنے ایمان پر قائم رہیں اور اُسی عذاب کیحالت میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے یہ دعا کی جسکا ذکر ان آیتوں میں ہے اللہ تعالیٰ نے آسیہ کی یہ دعا قبول فرمائی اور بہت جلدی فرعون کے ظلم سے ان جنتی بی بی کو نجات دیکر عقبیٰ میں بہت بڑا درجہ انھیں عنایت فرمایا صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں تو بہت کامل لوگ ہوئے مگر عورتوں میں آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاملین کا درجہ ہے اس مضمون کی اور بھی صحیح روایتیں ہیں جنمیں حضرت فاطمہ کا بھی ذکر ہے حاصل اس تمثیل کا یہ ہے کہ جس مرد یا عورت کے دل میں حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیبیوں کیطرح بالکل نور ایمانی نہیں ہے اُنکی نجات کیلئے اللہ کے پیغمبروں کی قرابتداری بھی کافی نہیں ہو سکتی اور جسکے دل میں حضرت مریم اور آسیہ کی طرح کا نور ایمانی ہے اُنکو فرعون جیسے بدقرابتدار کی بدی بھی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی اور جو لوگ حضرت نوح اور لوط کی بیبیوں کیطرح ایمان سے بالکل بے بہرہ نہیں ہیں بلکہ اُن کے دل میں اگر ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو ایسے لوگوں کی نجات کامل الایمان قرابتداروں کی یعنی مسلمانوں کی شفاعت سے ممکن ہے چنانچہ ابو سعید خدری کی صحیح بخاری و مسلم کی روایت میں اسکا ذکر اوپر گزر چکا ہے ✦



سورۃ الملک مکیۃ وھی ثلثون ایۃ

منزل

یہ سورۃ مکی ہے نسائی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سورۃ کے پڑھنے والے کو اللہ تعالے عذاب قبر سے بچات بخشے گا حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دوسری حدیث ترمذی میں ابوہریرہ کی روایت سے ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا یہ سورۃ ضرور اس شخص کی شفاعت کرکے اوسکو بخشوا دے گی ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے ❊

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ

بڑی برکت ہے اسکی جسکے ہاتھ ہے راج اور وہ سب چیز کرسکتا ہے جسنے بنایا مرنا اور جینا

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا

کہ تمکو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام اور وہ زبردست ہے بخشنے والا جسنے بنائے سات آسمان تہ پر تہ

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ

کیا دیکھتا ہے تو رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق پھر دوہرا کر نگاہ کو دیکھتا ہے دراڑ پھر دوہرا کر

البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر ولقد زینا السماء الدنیا
نگاہ کر دوبارہ اپنی آوے تیری پاس تیری نگاہ رہ ہو کر تھک کر اور بیشک زینت دی ہم نے آسمان کو
بمصابیح وجعلنھا رجوما للشیطین واعتدنا لھم عذاب السعیر
چراغوں سے اور کیا ہم نے ان کو پھینک مارنے شیطانوں کی اور رکھی ہے ان کو مار دوزخ کی آگ کی

سورہ زخرف میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا چند روزہ انتظام اس طرح فرمایا ہے کہ کسی کو بادشاہ کیا ہے کسی کو رعیت اور ایک کی ضرورت دوسرے سے لگا دی ہے۔ مثلاً رعیت کے لوگ کھیتی کر کے بادشاہ کو محصول دیتے ہیں فوج کے لوگ ضرورت کے وقت بادشاہ کی طرف سے لڑتے ہیں لکھنے پڑھنے والے لوگ بادشاہ کے دفتری کاموں کو انجام دیتے ہیں اسطرح ان کاموں میں بادشاہ کی ضرورتیں رعیت اور نوکروں سے متعلق ہیں رعیت کے لئے زمین کے ملنے کی رعیت کی ضرورت خرچ کے لئے تنخواہ کے ملنے کی ضرورت فوج اور اور قسم کے نوکروں کی ضرورتیں بادشاہ سے متعلق ہیں یہ سب کچھ ہے مگر بادشاہ اور رعیت سب پر اصل بادشاہی خدا تعالےٰ کی ہے۔ تمام رعیت کے لوگ کئی سال موسم پر مینہ برسنے کی تمنا کرتے ہیں مگر جبتک اس بادشاہ حقیقی کا حکم نہو دنیا کے بادشاہوں سے کیا ہو سکتا ہے تمام رعیت کے لوگ۔ اور نوکر لوگ اور نوکروں کے ایک بادشاہ کا صاحب اولاد ہو جانا یا ایک بادشاہ کا کسی مرض سے اچھا ہو جانا چاہتے ہیں۔ لیکن بغیر حکم حاکم حقیقی کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ روم کے بادشاہ کی حکومت مثلاً ایران میں نہیں اور ایران کے بادشاہ کی حکومت روم میں نہیں وہی بادشاہ حقیقی ہے جسکی بادشاہی ایک وتیرہ پر تمام دنیا میں جاری ہے غرض دنیا کے بادشاہوں کی نہ تمام دنیا میں حکومت ہو نہ ہر طرح کا دنیا کا کارخانہ اون کے قبضہ کے ملک کا اون کے اختیار سے چل سکتا ہے ہر جگہ اور ہر طرح کا کام اللہ تعالےٰ کے ہی اختیار میں ہے اسواسطے بادشاہ اور فقیر سب کے سمجھانے کو فرمایا کہ تمام دنیا کا ملک تمام دنیا کی بادشاہی اور اوس بادشاہی میں ہر طرح کی حکومت اوس ایک ذات وحدہ لاشریک کے ہاتھ میں ہے جسنے تمام دنیا کو اس آرایش کے لئے پیدا کیا کہ دنیا میں پیدا ہو کر کون نیک کام کرتا ہے اور کون بد اور پھر اپنی پیدا کی ہوئی ایسی چند چیزوں کا ذکر فرمایا جو انسان کی قدرت سے باہر ہیں تاکہ انسان کے دلمیں اللہ کی قدرت کا پورا یقین جم جاوے موت و حیات کے پیدا کرنے سے یہ مطلب ہے کہ انسان کی ایک حالت تو وہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کی کہ وہ دنیا میں نابود اور عدم الٰہی میں ایک وقت مقررہ پر اوسکا دنیا میں آنا مقرر تھا۔ پھر اوسکو دنیا میں پیدا کیا جسکے سبب سے اوس کی نابودی کی حالت جاتی رہی وہ زندگی کی حالت میں آگیا کمنتہ اموتا فاحیاکہ خلق الموت والحیات کی پوری تفسیر ہے۔ پھر فرمایا کہ انسان کو حالت نابودی سے حالت زندگی اسلئے دی گئی ہے تاکہ دنیا کی ظاہری حالتیں کھل جاویں کہ دنیا میں کسنے اچھے کام کئے اور کس نے برے ورنہ اللہ کے علم ازلی میں دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے ہی نیک و بد کا حال کھل چکا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے

منزل

پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا کے پیدا کرنے کے بعد ہونے والا تھا اپنے علم ازلی کے موافق وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے انصاف کے موافق جزا و سزا کا مدار اپنے اوس علم ازلی پر نہیں رکھا۔ بلکہ جزا و سزا کا مدار دنیا کی ظاہری حالت پر رکھا ہے کہ جیسا کوئی کرے گا ویسا ہی پھل پاویگا۔ عزیز کے معنے زبردست حقیقت میں وہ ایسا ہے زبردست ہے کہ اوسکے حکم کے آگے سب زبردست زیر ہیں بخشنے والا وہ ایسا ہے کہ جب سب کی شفاعت ختم ہو چکے گی تو اپنے نیکوں کو جنہوں نے اپنی تمام عمر میں کوئی نیک کام نہیں کیا دوزخ میں سے ایک لپ بھر کر نکالے گا۔ اور اونکو پھر جنت میں بھیجدیگا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابوسعید خدری کی ایک بہت بڑی حدیث میں اسکا ذکر ہے۔ سات آسمان اسطرح بنائے کہ جسطرح پہلا آسمان دنیا کی چھت ہے اسیطرح ہر ایک آسمان دوسرے آسمان کی چھت ہے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کے راستہ کا فاصلہ ہے اسیطرح ہر آسمان کا دل پانسو برس کی راہ کا ہے بغیر کسی سہارے کے اتنے بڑے دل کی یہہ تہ پر تہ سات چھتیں جدا جدا فقط اوسکی قدرت سے کھڑی ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی اللہ کی اس قدرت کو گھڑی گھڑی غور کی نگاہ سے دیکھیگا تو آخر اوسکی نگاہ تھک جاویگی۔ مگر کیسکا کیا مقدور ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز میں سے طرح کا عیب پکڑ سکے اسکے بعد اپنی قدرت کاملہ سے آسمانوں میں ناروں کو پیدا کر کے اوسکی روشنی سے آسمانوں کی زینت اور رونق جو بڑھائی اوسکا ذکر فرمایا۔ اور یہہ بھی فرمایا کہ چوری سے شیاطین آسمان کی منزل کچھ خبریں سننے جو جاتے ہیں انہی تاروں سے آگ کے شعلے لیکر اللہ کے فرشتے اونپر انگارے برساتے ہیں۔ ترمذی نسائی مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ قرآن شریف کے نازل ہونیکی زمانہ میں آسمان کی خبروں کے روکنے کا انتظام پہلے سے زیادہ ہو گیا تھا تاکہ قرآن شریف کا کوئی مضمون اللہ کے رسول پر نازل ہونے سے پہلے چوری کے طور پر کاہن لوگوں کو نہ پہونچے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ زیادہ تفصیل اسکی سورہ جن میں آویگی۔ آسمان دنیا کے ستارے اگرچہ اور آسمانوں میں بھی ہیں لیکن اہل دنیا کا تعلق فقط آسمان دنیا سے ہے اسلئے آیتہ میں اسیکا ذکر فرمایا

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا

اور جو منکر ہوئے اپنے رب سے اُن کو ہے مار دوزخ کی اور بُری جگہ پہونچے جب اُسمیں ڈالے جاویں سنیں اوسکا

شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا

ڈہاڑنا اور وہ اُچھلتی ہو ابھی لگتا ہو کہ پھٹ پڑے جوش سے جس بار پڑا اُسمیں اُنکا پوچھا اُنکے داروغوں نے

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ

کیا نہ پہونچا تم پاس کوئی ڈرسنایا بولے کیا کہیں ہم پاس پہنچا تھا ڈرسنانیوالا پھر جھٹلایا۔ اور کہا کوئی نہیں اتاری اللہ نے کچھ چیز

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ ○ وَقَالُوْا لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ○

تم بڑے بہکاوے میں اور بولے اگر ہم سنتے یا بوجھتے ہوتے دوزخ والوں میں

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ○

سو قابل ہوئے اپنے گناہ کے اب دفع ہوں دوزخ والے

اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرما کر اپنے رسولوں کی معرفت یہ سب لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ یہ لوگ شیطان کو اپنا دشمن جانیں اور اسکے بہکاوے میں ہرگز نہ آویں ورنہ جو شیطان کے بہکاوے میں آکر اللہ کی مرضی کے برخلاف کام کریگا ایسے نافرمان آدمیوں اور شیطان اور اسکے شیاطینوں سے دوزخ کو بھر دیا جاویگا۔ اسقدر انتظام کے بعد بھی جب بہت سے نافرمان لوگ شیطان اور اوس کے شیاطینوں کیساتھ دوزخ میں جاوینگے تو دوزخ کے تعیناتی والے فرشتوں کو اس بات کا بڑا تعجب ہوگا کہ باوجود ایسے بڑے انتظام کے اتنے بہت سے آدمی دوزخ میں کیونکر آن پڑے اسلئے وہ فرشتے اون دوزخی آدمیوں سے پوچھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے انتظام کے موافق کیا اللہ کے رسولوں نے اس دن کی آفت سے تم لوگوں کو نہیں ڈرایا۔ وہ دوزخی جواب دینگے۔ کہ اللہ کے رسولوں نے تو ہمکو ڈرایا تھا مگر ہم نے اپنی کمبختی کے سبب سے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو نہیں مانا۔ بلکہ اون سے یہ کہدیا کہ تم خود بہکے ہوئے ہو جو ہمکو بھی اپنے باپ دادا کے طریقہ سے جدا طریقہ سکھاتے ہو پھر پچتا کر یہ بھی کہوینگے کہ اگر دنیا میں ہم رسولوں کی نصیحت کو مان لیتے۔ اور شیطان کے بہکاوے کے وقت کچھ خدا کی دی ہوئی عقل سے کام لیتے تو آج ہم اس بلا میں نہ پڑتے مگر اوسوقت کا پچتانا اور گناہوں کا اقرار کرنا اون کے کچھ کام نہ آوے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ پھٹکار ملے گی کہ اے کمبختو دور ہو اللہ کی رحمت سے ایسے نافرمان دوزخ کے مستحق ہیں جنکا اوسوقت کا پچتانا اور گناہوں کا اقرار کرنا اللہ کی جناب میں ہرگز قابل قبول نہیں مصیر کے معنے انجام کے ہیں شہیق کے معنے خوفناک آواز کے دوزخ کا دہاڑنا اور خوفناک آوازوں کا نکالنا اوسوقت ہوگا جب اوسکو ستر ہزار کلیں لگا کر محشر کے میدان میں لایا جاوے گا جیسا کہ ذکر عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں ہے مسند امام احمد مستدرک حاکم وغیرہ میں ابوسعید خدری سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شیطان مردود دھرایا جاکر آسمان پر سے اوتارا جانے لگا تو اوس نے قسم کھا کر خدا تعالےٰ کے روبرو یہ بات کہی کہ جبتک بنی آدم کے دم میں دم ہے میں ہر وقت ہر طرح سے بہکانے میں کسیطرح کی کوتاہی نہ کرونگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ وجلال کی قسم کھا کر اوس مردود سے فرمایا کہ تیرے بہکانے سے گناہ کر کے جبتک وہ خالص دل سے توبہ استغفار کرینگے میں بھی اون کے گناہوں کے بخشدینے میں کبھی کوتاہی نہ کرونگا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ غرض شیطان کی دشمنی تو ایسی پکی ہے کہ وہ اس دشمنی پر خدا کے روبرو حلف اوٹھا چکا ہے ایسے پکے دشمن کے پھندے میں پھنس کر باقتضائے بشریت آدمی سے جب کوئی

منزل ۷

گناہ ہوجاوے تو اس مرض کی اوس دوا سے جسکا ذکر اس حدیث میں ہے آدمی کو ہرگز غافل نہ رہنا چاہیئے تاکہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتے کرتے دل پر اوس کے زنگ بجانے کی نوبت نہ آجاوے جسکا ذکر ویل للمطففین میں آتا ہے جس زنگ سے دل بالکل مرجاتا ہے اور بغیر موت کے آنکھوں کے سامنے آجانے کے ایسے مردہ دل آدمیوں کو توبہ کی توفیق ہرگز نہیں ہوتی۔ اور یہ تو سورۃ نساء میں گذر چکا ہے کہ ایسی ناامیدی کے وقت کی توبہ بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی ۞

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ
جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اونکو معافی ہے اور نیک بڑا اور تم چھپی کہو اپنی بات
أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝
یا کہو لکھ وہ جانتا ہے جیوں کے بھید بھلا وہ بجھائے جسنے بنایا اور وہی ہے بھید جاننا خبردار
هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۝
وہی ہے جسنے کیا تمھارے آگے زمین کو پست اب پھرو اوسکے کندھوں پر اور کھاؤ پیو روزی دی اوسکی اور اوسکی طرف جی اٹھنا ہے

اوپر دوزخیوں کے گروہ کا ذکر فرما کر اب ان آیتوں میں جنتی گروہ کی نشانی کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ اگر چہ شیطان بسطرح بدلوگوں کو بہکاتا ہے اوسیطرح نیک لوگوں کو بھی بہکاتا ہے۔ اور جسطرح بدلوگوں نے دنیا میں عذاب آخرت کو آنکھ سے نہیں دیکھا اسیطرح نیک لوگوں نے بھی دنیا میں عذاب آخرت کو آنکھ سے تو نہیں دیکھا لیکن وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کا پورا یقین اپنے دلمیں رکھتے ہیں اور بغیر آنکھ سے دیکھنے کے اون آنکھوں سے غایب چیزوں کا خوف اونکے دلمیں اسقدر ہے کہ گویا آج عذاب آخرت اون کے آنکھوں کے سامنے ہے اسواسطے وہ لوگ شیطان کے بہکاوے میں کم آتے ہیں اور بد کام کا چھوڑنا نیک کام کا کرنا جو کچھ کرتے ہیں دنیا کے دکھاوے کی نیت سے نہیں کرتے بلکہ محض ثواب آخرت کی نیت سے کرتے ہیں اسلئے اللہ تعالےٰ اونکی نیت پوری کرے گا۔ اور عقبےٰ میں بہت بڑا ثواب اونکو عنایت فرماویگا ان آیتوں میں یہہ جو فرمایا کہ تم چپکے سے چھپا کر بات کرو یا پکار کر بات کرو اللہ تعالےٰ کو سب دل کا بھید تک معلوم ہے حضرت عبداللہ بن عباس نے اس آیتہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مکہ کے مشرک اسلام کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی مذمت کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ چپکے چپکے باتیں کرو ایسا نہو کہ محمد کا خدا انہی باتیں سن لیوے اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو تو دل کا بھید تک معلوم ہے اوس سے کوئی بات کسطرح چھپی رہ سکتی ہے۔ لطیف وہ جسپر کوئی چیز مخفی نہ رہے۔ مناکب کے معنے اطراف۔ آخر آیتہ کے حاصل معنے یہہ ہیں کہ باوجود اسکے کہ زمین میں سخت پہاڑ ہیں لیکن اونمیں گھاٹیاں ایسی نرم اور گذر کے قابل رکھدی گئی ہیں جسکے سبب سے اطراف کی بستیوں میں تجارت کے لئے سفر کرنا آسان ہے اب جو چاہے تجارت کے لئے سفر کرے

اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق ہر ایک کی تقدیر میں لکھدیا ہے وہ کماوے اور اپنی زندگی بسر کرے۔ اہل مکہ کی گذر تجارت پر ہی تھی اسلئے خاص طور پر تجارت کے لئے اوس پہاڑی ملک میں راستوں کے آسان ہوجانے کا ذکر فرمایا۔ اور اوس کے بعد حشر کا ذکر اسلئے فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ آدمی کے گذر کے سب انتظام کھیل کے طور پر نہیں کئے گئے ہیں بلکہ اسواسطے کئے گئے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اون انتظاموں سے تا زیست نفع اوٹھاکر اوس کے شکریہ میں کچھ نیک کام کریگا تو اس نیکی کے ثمرہ کا اور بُرے کام کرے گا تو اوسکی پرسش کا ایکدن ہی اوسیدن کا نام حشر ہے ہر عقلمند کے نزدیک ایسے ایکدن کی ضرورت ہی تاکہ دنیا کے سب انتظام جو اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے کئے ہیں وہ ٹھکانے سے لگیں لیکن جو شخص اللہ تعالےٰ کے ان سب انتظاموں کو بے ٹھکانے ٹہراکر حشر کا منکر ہے اوسکی عقل میں فتور ہی اور پھر اپنی قدرت کی چند مثالیں ذکر کرکے قریش کو سمجھایا اور یہ بھی فرمایا کہ باوجود سمجھانے کے اگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے باز نہ آوینگے تو ان سے پہلے بہت گمراہ قومیں جسطرح عذاب الٰہی سے ہلاک ہوچکیں ہیں وہی انجام آخر ان لوگوں کا ہوگا۔ اور جن بتوں کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ بت اللہ کے عذاب سے بچانے میں ان لوگوں کی کچھ مدد نہ کرسکینگے محض شیطان کے دھوکے اور فریب سے ان لوگوں کے دلمیں یہ بات سمائی ہے کہ وہ ان کے بت اللہ کے عذاب کے آگے ان لوگوں کو کچھ کام آوینگے +

منزل

ءَاَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۝ أَمْ أَمِنتُم

کیا نڈر ہوگئے ہو آسمان میں ہے کہ دھسادیوے تمکو زمین میں پھر جبھی وہ لرزتی ہے یا نڈر ہوگئے اُس سے

مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ۝ وَلَقَدْ

جو آسمان میں ہے کہ چھوڑدے تمپر پتھراؤ باد کا سو اب جانوگے کیسا ہے بیراڈر کا اور

كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ

جھٹلا چکے ہیں جو اُن سے پہلے تھے پھر کیسا ہوا میرا انکار اور کیا نہیں دیکھتے اوڑتے جانور اپنے اوپر

صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝

وقف لازم پر کھولے اور سمیٹتے انکو کوئی نہیں تھام رہا رحمٰن کے سوائے اُسکی نگاہ میں ہے ہر چیز وقف غفران وقف ممکن

اوپر کی آیتوں میں حشر کا ذکر تھا ان آیتوں میں فرمایا کہ اُن کی سزا کے یہ لوگ منکر ہیں تو اللہ کی قدرت سے یہ بھی کچھ دور نہیں کہ اوسدن کی سزا سے پہلے ابھی اللہ کے حکم سے زمین کو جنبش ہو جس سے فوراً ان لوگوں کو قارون کیطرح مع اون کے گھروں کے زمین کے اندر دھسا دیا جاوے یا قوم لوط کی طرح اوپر پتھروں کا مینہ برسا دیا جاوے حاصب اوس ہوا اور گھٹا کو کہتے ہیں جسمیں تپھر ہوں پھر فرمایا کہ جب ایسی فوری آفت ان پر آجاوے گی اوسوقت اسیطرح ان

لوگوں کو بھی عذاب الٰہی کی قدر کھل جاویگی جسطرح پچھلی امتوں کو عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد عذاب کے جھٹلانے کی قدر کھل گئی۔ اسکے بعد عقل کی رسائی سے باہر ایک اور قدرت کے نمونہ کا ذکر فرمایا کہ اگرچہ ہماری مادی چیزکا میلان اوپر سے نیچے کی طرف عقل کی رسائی کی حد تک ہے۔ مگر پردار جانوروں کا یہ حال ہے کہ جب تک قدرت الٰہی نے اونکو تھام رکھا ہے زمین و آسمان کے مابین ہوا میں اڑتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ ان جانوروں کی روک تھام کی طرح اللہ تعالیٰ نے باوجود ان لوگوں کی نافرمانی کے وقت مقررہ تک ہر ایک طرح کے عذاب کو بھی اپنی رحمت سے روک رکھا ہے ورنہ وہ قادر مطلق جب چاہے اون کی ہلاکت کا کوئی سبب پیدا کرسکتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز اوس کی نگاہ میں ہے جدھر جس ارادہ سے وہ نگاہ کرے ایک پل میں سب کچھ ہوسکتا ہے ✣

أَمَّنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا

بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمہاری مدد کرے تمہاری رحمٰن کے سوائے منکر پڑے ہیں بڑے

فِي غُرُورٍ ۝ أَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ

بہکاوے میں بھلا وہ کون ہے جو روزی دیگا تمکو اگر وہ روکھ چھوڑے اپنی روزی کو کوئی نہیں اڑرہے ہیں شرارت اور بدکنی پر

أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

منزل ۷ بھلا ایک جو چلے اوندھا اپنے مونہہ پر وہ سیدھی راہ پاوے یا وہ جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا

تو کہہ وہی ہے جسنے تمکو نکال کھڑا کیا اور بنا دئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل تم تھوڑا

تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ

حق مانتے ہو تو کہہ وہی ہے جسنے کہنڈایا تمکو زمین میں اور اسیکے طرف اکٹھے کیجاوگے اور کہتے ہیں

مَتَىٰ هٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا

کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ خبر تو ہے اللہ ہی پاس اور میں تو

أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ

یہی ڈر سنانیوالا ہوں کہولکر پھر جب دیکھینگے وہ پاس آگیا بُرے بنجاوینگے مونہہ منکروں کے اور کہیگا

هٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَدَّعُونَ ۝

یہی ہے جسکو تم مانگتے تھے

اوپر ذکر تھا کہ قریش اپنی سرکشی کو نہ چھوڑیں گے تو جسطرح ان سے پہلے کی قومیں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر ہلاک و غارت

ہوچکی ہیں وہی انجام قریش کا ہوگا۔ ان آیتوں میں جو فرمایا اوسکا حاصل یہہ ہے کہ جند فوج کو کہتے ہیں مشرکین مکہ نے تین سو ساٹھ کے قریب بتوں کو اپنا معبود ٹھہرا رکھا تھا۔ ان بتوں کا نام جند رکھکر یہہ ارشاد ہے کہ ان مشرکین کے دلوں میں یہ بات جو بسی ہوئی ہے کہ وقت پڑے پر اُن کے بُت کچھہ ان کی مدد کرینگے یہ فقط شیطان کا دھوکا ہی اللہ تعالیٰ کیطرف سے بُرا وقت پڑے تو سوا اللہ تعالےٰ کے اور کسی میں یہہ قدرت کہاں ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بُرے وقت ڈالے ہوئے کو ٹال سکے پچھلی امتیں بھی اسی شیطانی دھوکے میں تھیں مگر وقت پڑے پر اُس دھوکے سے اونہیں بچتا نا پڑا۔ اوسوقت کا بچتا نا کچھہ اون کے کام نہ آیا آخر ایک دم میں سب ہلاک ہوکر دونو جہان سے گئے۔ پھر قحط کے عذاب کی مثال دیکر سمجھایا کہ اگر ایک برس آسمان سے مینہ نہ برسے تو بھلا سوا اللہ کے کسی میں قدرت ہے کہ اس مصیبت کو ٹال سکے۔ اسیطرح اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی اور عذاب آجاویگا تو اوسکو پھر وہی ٹالیگا تو ٹلے گا۔ اوس کے سوا بُرے وقت پر کوئی کام نہ آویگا۔ صحیحین کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ جب قریش اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بد دعا کی اور مکہ میں اسطرح کا قحط پڑا کہ لوگ مردار جانور تک کھاگئے اور قریش سب بت پرستی بھول گئے اور کوئی بت کام نہ آیا۔ آخر جب اللہ کے رسول نے ہی دعا کی تو خدا کے ٹالنے سے وہ بلا ٹلی۔ ان آیتوں میں جس مثال سے اللہ تعالےٰ نے مکہ کے مشرک لوگوں کو سمجھایا ہے یہ حدیث اوس مثال کی گویا تفسیر ہے اس قحط کے ذکر میں یہ بھی فرمایا کہ اتنی بڑی تنبیہ کا اثر جو اُن لوگوں پر کچھہ نہیں ہوا اوسکا سبب یہی ہے کہ اپنی شرارت سے یہہ لوگ قرآن کی نصیحت کے سننے سے بدکتے ہیں اور بدکنے کے سبب سے وہ شرارت اونکے دلوں میں گھس گئی ہے اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد قریش نے جب قرآن کی نصیحت سے وہ اپنا بدکنا کم کر دیا تو پھر اونکی وہ شرارت بھی نرمی اور فتح مکہ تک سب قصہ طے ہوگیا۔ قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اسلئے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ مشرک لوگ اس بات کو سمجھیں کہ جب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں کسیکا اوسمیں کچھہ دخل نہیں ہے اور کوئی مصیبت آنکر اون نعمتوں کو کچھہ زوال پہنچ جاوے تو اوس زوال کی مصیبت کو بھی سوا اللہ تعالےٰ کے اور کوئی دفع نہیں کرسکتا تو پھر یہہ مشرک لوگ اوندھا راستہ چل رہے ہیں کہ خدا کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں اسی پر یہہ مثال فرمائی ہے کہ خدا کو معبود ٹھہرانے والے لوگ اپنی پیروں سے سیدھی چال چلتے ہیں اور مشرک لوگ ایسے جیسے کوئی پیروں سے چلنا چھوڑ کر منہ کے بل چلنے لگے پھر فرمایا کہ جس اللہ نے انکو پیدا کیا ہے اوسنے تو نصیحت کے سننے کے لئے کانی قدرت کے نمونے مثلاً دیکھنے کے لئے آنکھیں ہر بات پر غور کرنے کے لئے اون کے دلمیں عقل سب کچھہ دیا ہے اسپر یہہ اوندھا راستہ چلیں گے تو قیامت کے دن اس اوندھی چال کی سزا بھی ان لوگوں کو اسیطرح کی دیجاوے گی جب حشر کے دن یہہ لوگ قبروں سے اوٹھیں گے تو منہ کے بل اوٹھیں گے جس کا ذکر

منزل ۷

قرآن شریف اور صحیحین وغیرہ کی حدیث میں اوپر گذر چکا ہے قل ھو الذی ذرأکم فی الارض والیہ تحشرون کی تفسیر وہی ہے جو اوپر گذری کہ اللہ تعالے نے انسان کو کھیل کے طور پر بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ بلکہ انسان کے پیدا کرنے کا نتیجہ وہی ہے جو کئی جگہ قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے کہ چند روزہ زیست میں انسان سے جو نیک و بد ہو سکے وہ کر لیوے اور دنیا سے اوٹھ جاوے بعد اسکے سب دنیا کے ختم کے بعد اوسکو پھر دوبارہ زندہ کیا جاویگا۔ اور اسکے عمر بھر کے نیک و بد کی جزا و سزا ہوگی تاکہ انسان کا پیدا کرنا رائگاں نہو اس نصیحت کے ذکر میں اللہ تعالے نے ان آیتوں میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اب تو یہ مشرک لوگ سرکشی سے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی نصیحت نہ ماننے پر جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے آخر وہ عذاب کب آویگا اے اللہ کے رسول اسکے جواب میں ان مشرکوں سے کہدیا جاوے کہ عذاب کے آنے کا وقت تو اللہ کو معلوم ہے لیکن اتنا یاد رہے کہ جب عذاب کا وقت آویگا تو یہ سرکشی سب نکل جاویگی اور بڑے بڑے سرکشوں کی صورت نہ پہچانی جاوے گی۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی والے دن اور مکہ کے قحط کے وقت دنیا میں تو یہ حال گذر چکا جتنے اسکے عذاب کا وقت مرنے کے بعد آویگا اور اوسوقت قائل کرنے کے لئے ان سے کہا جاویگا کہ جس عذاب کی دنیا میں تم جلدی کرتے تھے اب اوسکا مزہ چکھو +

منزل ۷

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِىَ ٱللَّهُ وَمَن مَّعِىَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَن يُجِيرُ ٱلْكَٰفِرِينَ مِنْ عَذَابٍ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر کہیاوے مجھکو اللہ اور میرے ساتھہ والوں کو یا ہمپر مہر کرے پھر کون ہے جو بچاوے منکروں کو دکھہ کی

أَلِيمٍ ۝ قُلْ هُوَ ٱلرَّحْمَٰنُ ءَامَنَّا بِهِۦ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِى ضَلَٰلٍ

مار سے تو کہہ وہی رحمن ہے جسپر ہم نے اسکو مانا اور اسی پر بھروسا کیا سو اب تم جان لوگے کون پڑا ہے صریح بہکا دے

مُّبِينٍ ۝ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَآءٍ مَّعِينٍ ۝

میں تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہو رہے صبحکو پانی تمہارا خشک پھر کون ہے جو لاوے تم پاس پانی نتھرا

ع ۲ ۲ ۶

سورہ والطور میں گذر چکا ہے کہ مکہ کے مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کے ساتھہ کے مسلمانوں کی موت کی آرزو کیا کرتے تھے اوس سورہ میں تو اللہ تعالی نے ان مشرکوں کی اس آرزو کا جواب دیدیا تھا یہاں بھی ان مشرکوں کے عذاب کی جلدی پر فرمایا اے رسول اللہ کے ان مشرکوں سے کہدو کہ ہم تو اللہ کے حکم کے تابعدار ہیں اور اوسی پر ہمارا بھروسا ہے تمہاری یہہ آرزو اگر بر آئی کہ ہمکو موت آگئی تو اللہ تعالے اپنی فرمانبرداری کا اجر اپنے وعدہ کیموافق ضرور ہمیں دیوے گا تم اپنی کہو کہ تمہاری نافرمانی کی سزا کے طور پر دنیا یا آخرت میں تمپر کوئی عذاب آہی آگیا تو اوس عذاب سے تم کو کون چھڑاوے گا جن بتوں پر تمہارا بھروسا ہے اونکا حال قحط کے وقت تم نے دیکھہ لیا کہ دنیا میں تو اون بتوں سے کچھہ بھی تمہاری مدد نہیں کی عقبے میں یہ تم سے ایسی بیزاری ظاہر کرینگے جسکو دیکھہ کر تم کو نہایت

دھچمانا اور یہ کہنا پڑے گا کہ کیا اچھا ہوتا اگر دنیا میں ایک دفعہ اور ہمارا جانا ہوتا تاکہ ہم بھی اُن سے اسیطرح کی بیزاری ظاہر کرتے جس طرح کی بیزاری آج انہوں نے ہم سے ظاہر کی ہے اور کبھی پچتا کر یہ کہنا پڑے گا کہ کیا اچھا ہوتا جو دنیا میں ایک دفعہ اور ہمارا جانا ہوتا کہ ہم وہاں جاکر اللہ اور اللہ کے رسول کے فرمان بردار بنجاتے۔ تاکہ اسطرح فرمانبردار لوگوں کی نجات فرشتوں انبیاء علماء کی شفاعت سے ہوگی۔ اسیطرح ہماری بھی نجات کی صورت نکل آتی۔ پھر قحط کی سی مصیبت یا دولانے اور بتوں کی بیکسی جتانے کے لئے فرمایا کہ چاہ زمزم چاہ میمونہ جن کنوں کا پانی تم لوگ پیتے ہو۔ وہ صاحب قدرت خدا جس نے یہ پانی میٹھا کیا اگر اس پانی کو سکھا دیوے تو تمہارے جھوٹے معبودوں میں کیا اتنا دم ہے کہ وہ تمہارے پینے کے میٹھے پانی کا انتظام کر دینگے۔ بعضے مفسروں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ یہ آیتیں ایک ظالم بادشاہ کے روبرو پڑھی گئیں تو اوس نے کہا کہ خدا اگر کنوؤں کا پانی سوکھا دیوے گا تو ہم کو دال بہا وڑ سے زمین کو کھود کر پھر پانی نکال لیوینگے۔ یہہ بات اوس ظالم کی زبان پر آئی تھی کہ فوراً اوسکی آنکھوں کا پانی بالکل سوکھ گیا۔ اور وہ ظالم اندھا ہو کر بیٹھ گیا +

سورۃ القلم مکیۃ وھی یہ سورۃ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	اثنتان وخمسون اٰیۃ کی ہے

منزل ۷

ن ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ اور تجھکو نیگ ہے

غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِأَيِّيكُمُ الْمَفْتُونُ

بے انتہا اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر سو اب تو بھی دیکھ لیگا اور وہ بھی دیکھ لینگے کون تم میں کی چل ہا ہے

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

تیرا رب وہی بہتر جانے جو بہکا اوسکی راہ سے اور وہی بہتر جانتا ہے راہ پانیوالوں کو

یہ سورۃ مکی ہے کیونکہ اسکی شروع کی آیتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اور پھر مابعد کی کچھ آیتیں بعضے مفسروں کے قول کے موافق مدنی ہیں۔ لیکن جس سورۃ کا شروع کا حصہ مکی ہو امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق وہ سورۃ مکی کہلاتی ہے۔ اسیواسطے حافظ ابن کثیر نے اس سورۃ کو مکی قرار دیا ہے۔ حروف مقطعات کی بحث سورۂ بقر میں گذر چکی ہے قلم اور قلم سے جو کچھ لکھا جاوے اللہ تعالیٰ نے اوسکی قسم کھا کر آگے کا مطلب بیان فرمایا ہے۔ اس قلم میں وہ قلم بھی داخل ہو جس سے لوح محفوظ پر دنیا کی سب کائنات لکھی گئی ہے۔ قلم کی کتابت میں لوح محفوظ کا نوشتہ بھی داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش سے پہلے قلم کو پیدا کیا یا بعد اسمیں علماء کے دو قول ہیں۔ لیکن اکثر علماء کا قول

یہی ہے کہ عرش کی پیدائش قلم کی پیدائش سے مقدم ہے حدیث اول ما خلق اللہ العقل جو مشہور ہے اوسکی سند میں تردد ہے۔ قلم اور اوسکی کتابت اللہ تعالے کی ایک بڑی نعمت ہے۔ دین و دنیا کا انتظام اسی قلم و کتابت کے ذریعہ سے آجتک چلا۔ اور آیندہ چلے گا کیونکہ دین کی روایتیں دنیا کی ہر طرح کی باتیں اور کیفیتیں پچھلوں سے ہم تک آئیں اور ہم سے آیندہ کی نسلوں تک جاویں گی۔ اسی مطلب کے ادا کرنے کے لئے قتادہ اور اور سلف کا قول ہے کہ اگر قلم کا وجود دنیا میں نہ ہوتا تو نہ دین قایم رہ سکتا تھا نہ دنیا کی زندگی چل سکتی تھی۔ غرض اتنی بڑی چیز کی قسم کھا کر اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ اے اللہ کے رسول یہ مکہ کے مشرک لوگ جو تم کو دیوانہ کہتے ہیں اوسکا سبب یہ ہے کہ شرک کے اندھیرے نے اونکو اندھا کر دیا ہے۔ کہ تم تو اللہ کے حکم کے موافق اونکو نیک رستہ بلاتے ہو اور وہ تمکو دیوانہ کہتے ہیں خیر اللہ کے فضل سے تم میں کوئی بات دیوانگی کی نہیں ہے یہ نادان لوگ نادانی سے کوئی گستاخی کی بات کہیں تو اوسکو سنکر صبر کرو کہ یہ تمہارے حسن اخلاق کا شیوہ ہے اور صبر و استقلال سے اللہ کے حکم کے موافق اپنا کام کئے جاؤ۔ اللہ کی بارگاہ سے ان سب باتوں کا ایسا اجر تم کو ملنے والا ہے جو کبھی اثر ہمیشہ رہے گا۔ پھر فرمایا بہت جلد ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا۔ کہ یہ خود دیوانے تھے جو اللہ کے رسول کو دیوانہ بتلاتے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے علم ازلی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ قرآنی نصیحت کے اثر سے کتنے آدمی انمیں کے راہ راست پر آنیوالے ہیں اسلئے اللہ تعالے نے انکی گستاخیوں کی سزا میں ڈھیل ڈھال کر رکھی ہے۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا کلام سچا ہے اس سورۃ کے نازل ہونے کے وقت سے فتح مکہ تک اہل مکہ میں سے جو لوگ مرتے تھے وہ ذلت سے مارے گئے۔ اور مرنے کے بعد اونہوں نے دیکھ لیا کہ وہ خود سودیوانوں کے دیوانے تھے جو اللہ کے رسول کو دیوانہ بتلاتے تھے اور جو راہ راست پر آئے وہ ایسے آئے کہ اب اونکا شمار دین کے پیشواؤں میں ہے جس پیشوائی کا اجر قیامت تک اونکے اعمال نامہ میں لکھا جاتا ہے کیونکہ راہ راست پر آنے کے بعد اللہ کے رسول صلعم دین سیکھا جسکی روایت کا سلسلہ آجتک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ اون پیشوایان دین کا ایک بڑا صدقہ جاریہ ہے جسکا اجر اونکے دنیا سے اوٹھ جانے کے بعد بھی قیامت تک منقطع نہوگا۔ چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابوہریرہ کی روایت سے جو صدقات جاریہ کی حدیث ہے اوس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن اخلاق کی یہانتک پابندی تھی کہ آپ حسن اخلاق پر قایم رہنے کی اللہ تعالے سے دعا مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ مسند امام احمد وغیرہ میں معتبر سند سے حضرت عائشہ کی روایت میں آپکی اس دعا کا ذکر ہے اور اللہ تعالی نے آپ کی دعا کے موافق آپکو وہ حسن اخلاق کی دولت عطا فرمائی تھی جسکی سینکڑوں روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں +

منزل ۷

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ
سو تو کہا نہ مان جھٹلانیوالوں کا وہ چاہتے ہیں کسیطرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں اور کہا نہ مان کسی قسمیں کھانیوالے
مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ
بیقدر کا ٹھہنے دیتا چغلی کرتا پھرتا بھلے کام سے روکتا حد سے بڑھتا بڑا کہنگار اُجڈ اُس سب کے پیچھے
زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ
بدنام اسسے کہ رکھتا ہے مال اور بیٹے جب سنائے اُسکو ہماری آیتیں کہے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی
سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝
اب داغ دینگے ہم اُسکو سونڈ پر

اوپر ذکر تھا کہ مکہ کے مشرکوں میں سے کوئی شخص اگر آداب دنیا کے برخلاف کچھ کہوے تو باقتضا حسن اخلاق اوس سے درگذر بہتر ہے اِن آیتوں میں اوسکی صراحت فرمائی کہ یہ مشرک لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ اونکو شرک پر اڑی رہتے سے کوئی نہ روکے تو وہ بھی مسلمانوں کی ایذا کم کردیویں لیکن اللہ تعالےٰ کو اصلاح دیں منظور ہے اسلئے دین کی خرابی کی کوئی بات انمیں سے کوئی شخص کہوے تو وہ ہرگز نہ سنی جاوے اور اوسکے سننے میں کسیطرح کی مدارات اِن لوگوں کے ساتھ نہ برتی جاوے وہ دین کی خرابی کی باتیں ایسی ہیں جیسے اِن لوگوں نے ایک یہہ بات کہی تھی کہ کچھ دنوں تک مسلمان ہمارے بتوں کی بڑائی مان لیویں تو ہم بھی اوتنے ہی دنوں تک ان کے خدا کی عبادت کرلیوینگے لیکن اسلام تو ایسی باتیں مٹانے کے لئے ہے بھلا اسلام میں ایسی باتیں کب سنی جاسکتی ہیں اسکے بعد مشرکین عرب میں سے خاص ایک شخص کی ایسی باتیں نہ سننے کی تاکید فرمائی اور اوس شخص کے چند پتے بھی دیئے۔ حلّاف وہ ہے جو اکثر جھوٹی قسمیں کھاتا رہتا ہے۔ مہین کے معنے کم عقل۔ ہماز وہ جو لوگونکی غیبت کرتا ہے۔ مشاء بنمیم کے چغلخور مناع للخیر کے معنے بخیل معتد اثیم کے معنے بڑا ظالم اور بڑا گنہگار عتل کے معنے بدخو بدزبان۔ زنیم وہ جو کسی قوم میں آن گھسے اور اصل میں اوس قوم میں کا نہو اگرچہ بعضے مفسروں نے ابوجہل کا نام اِس آیتہ کی تفسیر میں لکھا ہے لیکن جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ اس آیتہ میں ولید بن مغیرہ کا ذکر ہے اور بعضی علامتوں اور نشانیوں کے سبب سے یہی قول قوی معلوم ہوتا ہے۔ ایک یہہ کہ قریش میں ولید بن مغیرہ کی شہرت زیادہ تھی۔ چنانچہ سورہ مدثر میں خود اللہ تعالےٰ نے اوسکے مال اور اولاد کا ذکر فرمایا ہے۔ دوسری اللہ تعالےٰ نے ناک پر داغ دینے کا جو ذکر فرمایا ہے بدر کی لڑائی والے دن ولید بن مغیرہ کی ہی ناک پر زخم لگا تھا جسکا نشان جیتے جی باقی رہا۔ تیسرے یہہ کہ یہی شخص قرآن شریف کو پرانا جادو اور پرانی کہانیاں کہا کرتا تھا +

منزل ۷

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۚ
ہمنے اون لوگوں کو جانچا ہے جیسے جانچا باغ والوں کو جب سب نے قسم کھائی کہ اُسکا میوہ توڑیں گے صبحکو اور انشاء اللہ نہ کہا

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۙ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۙ فَتَنَادَوْا
پھر پھیر کر گیا اُسپر کوئی پھیرے والا تیرے رب کیطرف سے اور وہ سوتے رہے پھر صبح تک ہو رہا جیسے کوٹ چکا پھر آپس میں بولے

مُصْبِحِيْنَ ۙ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۙ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ
صبح ہوتے کہ سویرے چلو اپنے کھیت پر اگر تمکو توڑنا ہے پھر چلے اور آپسمیں

يَتَخَافَتُوْنَ ۙ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۙ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ
کہتے تھے چپکے چپکے کہ اندر نہ آنے پاوے آج تمھارے پاس کوئی محتاج اور سویرے چلے پکتے

قٰدِرِيْنَ ۙ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۙ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۙ قَالَ
زور پر پھر جب اُسکو دیکھا بولے ہم راہ بھولے نہیں ہماری قسمت پھوٹی بولا

اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۙ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۙ
بھلا اُنکو بیچ میں تمکو نہ کہا تھا کیوں نہیں پاکی بولتے اللہ کی بولے پاکی ذات ہے ہمارے رب کی ہم ہی تقصیروار تھے

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۙ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۙ
پھر متوجہ ہوکر ایک دوسرے کیطرف لگے اولاہنا دینے بولے اے خرابی ہماری ہم حد سے بڑھ گئے تھے

عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۙ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۚ
شاید ہمارا رب بدلدے ہمکو اِس سے بہتر ہم اپنے رب سے آرزو رکھتے ہیں یوں آتی ہے آفت

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝
اور آخرت کی آفت سو سب سے بڑی ہے اگر اُن کو سمجھ ہوتی

منزل ۷ — ۱ رکوع ۳۳ آیات — وقف لازم

اہل مکہ جب اپنے مال و متاع پر بہت اترائے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اللہ کے رسول سے طرح طرح کی سرکشی اونہوں نے شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے حق میں قحط کی بددعا کی جسکا ذکر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت سے صحیح بخاری و مسلم میں ہے اللہ کے رسول کی بددعا سے بڑا سخت قحط پڑا یہاں تک کہ اہل مکہ مردار چیزیں کھا کر زندگی بسر کرنے لگے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع قحط کی دعا کرنے کی التجا کی اور آپکی دعا سے وہ قحط رفع ہوا اسلئے اوپر کی آیتوں میں ولید بن مغیرہ کا خاص طور پر ذکر فرما کر سب قریش کو قحط کا قصہ یاد دلایا۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں کی نافرمانی کے سبب سے اِن پر قحط کی آفت اوسیطرح آئی تھی جیسے باغ والوں پر اون کے باغ کے اوجڑ جانے کے وقت آئی تھی اِن باغ والونکا قصہ مکہ اور نواح مکہ میں

بہت مشہور تھا اسلئے اوسکا حوالہ دیا گیا تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے حاصل اس قصہ کا یہہ ہے کہ یمن کے ملک میں ایک شخص کا ایک باغ تھا وہ شخص نیک نیت تھا۔ اللہ کی نعمت کی شکر گذاری میں فصل کیوقت کچھ میوہ اللہ کے نام پر دیا کرتا تھا اوس شخص کی وفات کے بعد اوس کے لڑکوں کی نیت بدل گئی اور اُنہوں نے یہہ چاہا کہ فقیروں کے آنے سے پہلے اندھیرے مونہہ باغ کو جا کر سب میوہ پیڑوں پر سے توڑ لاویں باغ میں پہونچنے سے پہلے اپنی ناشکری کا اُنہوں نے یہہ پھل پایا کہ وہاں رات کو اللہ کے حکم سے آگ لگ گئی اور سارا باغ جلکر خاک سیاہ ہوگیا جب یہہ لوگ باغ تک پہونچے تو اوسکی حالت دیکھکر ان لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید اندھیرے میں راستہ بھولکر ہم کہیں اور آگئے پھر جب جگہ پہچان گئے تو اپنی ناشکری کی نیت پر بڑا افسوس کیا۔ اور آیتہ میں قریش کو ہوشیار کیا کہ دیکھو خدا کی نافرمانی اور اوسکی نعمتوں کی ناشکری سے دنیا میں بھی خدا کی آفتیں یوں آیا کرتی ہیں جسطرح تمیر قحط کی اور باغ والوں پر باغ کے جل جانے کی آفت آئی پھر یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ چند روزہ دنیا ہی کیا اور اوسکی جلتی پھرتی آفت ہی کیا آخرت کی آفت بڑی آفت ہے جسکی مدت کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ حرم کے معنے میوہ تورات کے ہیں۔ لایستثنون کے معنے یہہ کہ اونہوں نے اپنے ارادہ پر انشاء اللہ تعالیٰ نہیں کہا صریم کے معنے کٹی ہوئی کھیتی بھوسا۔ حرد کے معنے کوشش اوسطہم کے معنے اونیس کا صاحب عقل +

منزل ۷

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ
اللہ ڈر والوں کو اُن کے رب کے پاس باغ ہیں نعمت کے کیا ہم کرینگے حکم بردار دں کو برار گنہگاروں کے کیا ہوا تمکو
كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝
کیسی بات ٹھیراتے ہو کیا تم پاس کوئی کتاب ہے جسمیں پڑھ لیتے ہو اسمیں ملتا ہے تمکو جو پسند کرو
أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝ سَلْهُمْ أَيُّهُم
کیا تمنے ہمسے قسمیں لیں ہیں پوری یونجتیں قیامت کے دن تک کہ تمکو ملیگا جو تم ٹھیراؤ گے پوچھو اُنسے کونسا اُنمیں
بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝
اُسکا ذمہ لیتا ہے کیا اُن کے کوئی شریک ہیں تو چاہئے لے آویں اپنے اپنے شریکوں کو اگر وہ سچے ہیں۔

ع ۱

اوپر دنیا کے ایک باغ کا ذکر تھا اوسکے پورا کرنے کے لئے جنت کے باغوں کا ذکر فرمایا اسطرح کی آیتوں کو سنکر مشرکین مکہ یہہ کہا کرتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد پھر جینا اور میوے کھانے کے لئے باغوں کا ملنا سچ ہے تو دنیا میں جسطرح ہم لوگ بہ نسبت مسلمانوں کے خوشحالی سے گذران کرتے ہیں اوسیطرح آخرت میں بھی ہم اچھی طرح رہونگے اللہ تعالیٰ نے اِن آیتوں میں مشرکوں کی اوس بات کا یہہ جواب دیا کہ آخرت کا حال کسی نے آنکھہ سے تو ابھی تک دیکھا نہیں

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے وہ حال اپنے رسول کو بتلایا ہے اور اللہ کے رسول کے ذریعے سے وہ حال مسلمان لوگونکو معلوم ہوا ہے ان منکروں کے پاس کیا اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی نوشتہ آیا ہے یا اللہ نے ان سے عہد کیا ہے یا کوئی ضامن انہوں نے پیدا کیا ہے یا اون کے بتوں نے ان سے اقرار کیا ہے کہ آخرت میں اونکو اللہ کے فرمانبرداروں سے بڑھکر خوش حالی ملے گی۔ اللہ تعالےٰ کے انصاف میں یہ بات ہرگز روا نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ نافرمان لوگوں کو اور فرمانبرداروں کو ایک سا کر دیوے یا اللہ تعالےٰ نے اون کے بتوں کو اپنے حکم میں کچھ شراکت کا حق دیا ہے کہ وہ اس شراکت کے حق کے سبب سے کسیکا کچھ بھلا کر سکیں اچھا اگر یہ سچے ہیں تو دین و دنیا کی آفت کے وقت اپنے بتوں کو حمایتوں کے طور پر پیش کریں۔ دنیا کے قحط کے وقت تو ان کی بتونکی حمایت کی قلعی خوب اچھی طرح کھل گئی آخرت کا حال بھی ان کی آنکھوں کے سامنے آنے والا ہے +

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً

جسدن کھولی جاوے پنڈلی اور بلائے جاویں سجدے کو پھر نہ کر سکیں نیچے ہیں

أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝

انکی آنکھیں چڑھی آتی ہے اُنپر ذلت اور پہلے انکو بلاتے تھے سجدے کو اور وہ چنگے تھے

منزل

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ

اب چھوڑ دے مجھکو اور جھٹلانیوالونکو اس بات کے اب ہم سیڑھی سیڑھی اُتارینگے اُنکو جہاں سے نہ جانیں گے

وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝

اور اُن کو ڈھیل دیتا ہوں بیشک میرا داؤ پکا ہے کیا تو مانگتا ہے اُنسے کچھ بدلہ سو اُنپر چھٹو بوجھ پڑتی ہے

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

کیا اُنکے پاس خبر ہے غیب کی سو وہ لکھ لاتے ہیں

مشرکین مکہ کے اوس بات کا اوپر ذکر تھا جو وہ مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر مر نے کے بعد پھر جینا اور میوے کھانے کے لئے باغوں کا ملنا سچ ہے تو دنیا میں جسطرح ہم لوگ بہ نسبت ان غریب مسلمانوں کے خوشحالی سے گذران کرتے ہیں اوسیطرح آخرت میں بھی ہم اچھی طرح رہیں گے۔ ان مشرکوں کی اس بات کا جواب اللہ تعالےٰ نے اوپر کی آیتونمیں دیا تھا دوسرا جواب ان آیتوں میں یہ دیا ہے کہ اصلی کافروں کو تو آخرت میں خوشحالی کا ملنا درکنار جو لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اون کے دلمیں اللہ تعالےٰ کے دین کا پورا یقین نہیں ہے اور اس دوسرے یقین کے سبب سے وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ محض دنیا کے دکھانے کے لئے کرتے ہیں جب قیامت کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ

سجدہ کرنا چاہیں گے تو اونکی کمر تختہ ہوجاویگی اور انکو سجدہ کرنا نصیب نہوگا اور جو حال سجدہ کے منکر لوگونکا ہوگا وہی اِن لوگوں کا ہوگا۔ منکرین سجدہ کا حال یہہ ہے کہ اونکا جنت میں جانا اور وہاں کے میوے کھانا تو کجا دوزخ کی بھوک پیاس سے گھبراکر جب وہ اہل جنت سے جنت کے کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز اور تھوڑا سا ٹھنڈا پانی بھیک کی طرح مانگیں گے تو بھی جواب ملے گا کہ جنت کا کھانا پانی اللہ تعالےٰ نے کافروں پر حرام کردیا ہے چنانچہ سورہ اعراف میں اسکا ذکر گذر چکا ہے۔ پنڈلی کے کھولے جانے کی تفسیر صحیح بخاری و مسلم میں ابوسعید خدری کی روایتہ سے جو آئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا اور ہر ایماندار مرد و عورت سجدہ میں گر پڑینگے انکو دیکھکر وہ لوگ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے جو دنیا میں منافق ریاکار تھے لیکن اونکی کمر تختہ ہوجاوے گی اسلئے وہ سجدہ نہ کرسکینگے۔ اِس تفسیر پر بعضے متاخرین مفسروں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اِس سے اللہ تعالیٰ کا صاحب جسم ہونا لازم آتا ہے لیکن سلف نے پہلے ہی اپنے کلام میں اِس اعتراض کو یوں رفع کیا ہے کہ جب آیتہ لیس کمثلہ شئی سے ہم پنڈلی کو مشابہ کسی پنڈلی کا نہیں کہہ سکتے تو جسمیت کیونکر لازم آوے گی اصل کلام یہہ ہے کہ صفات الٰہی کی آیتیں اور حدیثیں متشابہات معنوی کہلاتی ہیں سلف کا مذہب اِس باب میں یہی ہے کہ اون کے ظاہر لفظوں پر ایمان لانا چاہیئے اور اون کے معنے کی تفصیل اللہ تعالےٰ کے علم پر سونپنا چاہیئے۔ چنانچہ زیادہ تفصیل اسکی سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لئے فرمایا کہ جو لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں۔ اے رسول اللہ کے اون کی حالت پر تمکو زیادہ تفتیش کی ضرورۃ نہیں چند دنوں اللہ تعالےٰ نے اونکو ڈھیل دے رکھی ہے آئیں اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو پھر اللہ کی تدبیر بہت زبردست اور مستحکم ہے اوسکے آگے اونکی شرارت کچھ چل نہیں سکتی۔ استدراج کے معنے تبدیل حالت کے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے احسان اور درگذر کا نام کید و استدراج اسلئے رکھا کہ اوسکا انجام ایک داؤں کی مانند ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ قرآن کی آیتیں سنانے پر اے رسول اللہ کے تم اِن لوگوں سے کچھ اُجرت تو مانگتے نہیں پھر قرآن کی نصیحت سنی سے یہہ لوگ ایسا کیوں بدکتے ہیں کہ جیسا کوئی کسی تاوان سے بدکتا ہے پھر فرمایا کہ بھلا مسلمانوں کو تو اللہ کے رسول کے ذریعہ سے اور اللہ کے رسول کو وحی آسمان کے ذریعہ سے کچھ غیب کی خبریں معلوم ہوجاتی ہیں یہ لوگ جو بے دیکھی خبروں میں اپنی عقل لڑاتے ہیں تو ان سے پوچھا جاوے کہ ان کے پاس اون خبروں کو معلوم ہوجانیکا کیا ذریعہ ہے

منزل ۷

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَا

اب تو طیرا راہ دیکھ اپنے رب کی حکم کی اور مت ہو جیسا مچھلی والا جب پکارا اُسنے اور وہ غصے میں بھرا تھا اگر نہ سنبھالتا

أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ

اُسکو احسان اُسکے رب کا تو پھینکا گیا ہی تھا چٹیل میدان میں الزام کھاکر پھر نوازا اُسکو اُسکے رب نے

فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

پھر کردیا اُسکو نیکوں میں اور منکر تو لگے ہی ہیں کہ ڈگا دیں تجکو اپنے نگاہوں سے جب سنتے ہیں سمجھوتی

وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

اور کہتے ہیں وہ باؤلا ہے اور یہ تو یہی سمجھوتی ہے سارے جہان والونکو

ع ۲ ۱۵ ۱۲ ۱۴ وقف لازم الربع

اور پرزور کہتا کہ قرآن کی آیتوں کو جو لوگ جھٹلاتے ہیں اونہیں اللہ نے کچھ دنوں ڈھیل دے رکھی ہے۔ ان آیتوں میں فرمایا اے رسول اللہ کے اِس ڈھیل کی مدت میں تمکو صبر اور اللہ کے حکم کا انتظار ضرور ہے ایسا نہو کہ بلا انتظار اللہ کے حکم کے یونس علیہ السلام کا سا تم کوئی جلدی کا کام کر بیٹھو۔ یونس علیہ السلام کا قصہ سورۂ یونس۔ انبیاء اور والصافات میں گذر چکا ہے۔ اُنہوں نے بلا انتظار اللہ کے حکم کے جلدی کا کام کیا وہ یہہ تھا کہ جب اونکو قوم یونس پر عذاب کے آنے کا حال معلوم ہوگیا تو وہ بستی کو چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے۔ اور اودہر قوم یونس کے روتے گڑگڑانے اور راہ راست پر آجانے سے وہ عذاب ٹل گیا۔ غرض وقت مقررہ گذر جانے پر عذاب کے نازل ہونے کی خبر جو یونس علیہ السلام کو پہنچی تو بلا انتظار اللہ کے حکم کے یہہ وہاں سے چلدیئے یہی اونہوں نے قصور گویا خود مختاری اور جلدی کی اب آگے باقی کا قصہ ہے کہ یہہ وہاں سے ایک دریا پر جاکر کشتی میں بیٹھے وہ کشتی وہیں تھم گئی کشتی والوں نے قرعہ ڈالکر کسکے روکنے کے لئے یہہ کشتی اڑی ہے قرعہ میں انکا نام نکلا۔ انہوں نے اپنے آپ کو دریا میں ڈالدیا اور ایک مچھلی نے اونکو نگل لیا۔ اور اونہوں نے مچھلی کے پیٹ میں یہہ دعا مانگی لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اور اللہ کے حکم سے اوس مچھلی نے ایک چٹیل میدان میں اونکو اگل دیا اللہ تعالےٰ نے وہاں ایک کدو کی بیل پیدا کی اور اوسمیں اونکو رکھا تاکہ مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے اُنکے جسم کی کھال اوڑکر جگہ جگہ جو زخم پڑگئے تھے سخت زمین پر لیٹنے سے وہ زخم اور زیادہ نہ چھل جاویں اسیکو فرمایا کہ اوس چٹیل میدان میں اللہ اونکو سنبھالتا تو وہاں زخموں کا جلدی اچھا ہونا ممکن نہ تھا۔ اور پھر جب یہہ تندرست ہوگئے تو اوسی قوم کی ہدایت کے لئے اُنکو بھیجا۔ بعضے مفسروں نے فاجتباہ ربہ فجعلہ من الصالحین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یونس علیہ السلام کا سارا قصہ اون کی نبوت سے پہلے کا تھا۔ پر قصہ کے بعد اِس آیتہ کے مضمون کے موافق اللہ تعالےٰ نے اونکو پیغمبر کیا۔ لیکن امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ وہ پہلے ہی سے پیغمبر تھے اجتبا کے یہ معنے ہیں کہ قصے کے دنوں میں وحی جو منقطع ہوگئی تھی وہ پھر جاری ہوگئی یہ تفسیر والصافات کی آیتہ وان یونس لمن المرسلین اذ ابق الی الفلک المشحون کے موافق ہے۔ کیونکہ اِس آیتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یونس علیہ السلام جب کشتی میں بیٹھ گئے تو اوسوقت وہ پیغمبر تھے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کے لوگوں کو قرآن کی آیتیں سناتے اور بت پرستی کی مذمت کرتے تو یہہ لوگ غصہ ہوکر آپکو دیوانہ کہتے اور آپکی طرف قہر کی نگاہ سے دیکھتے کہ گویا نگاہ کے تیر کلیجہ کے پار کرکے آپکا کام تمام

منزل ۱

کردیویں یا بس چلے تو حملہ کر بیٹھیں اور قرآن کی آیتوں کا پڑھنا بند کردیویں چنانچہ سورہ حج میں ہے یکادون یسطون بالذین یتلون علیھم ایٰتنا بعضے مفسروں نے یہہ لکھا ہے کہ بعضے قبیلے ایسے تھے کہ جنکی نظر بہت جلد لگجاتی تھی اسلئے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے کہ آپکو نظر لگجاوے اگرچہ نظر کا حق ہونا صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے لیکن یہاں اس تفسیر کا موقع نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کو ٹوکنے کے طور پر اچھا کہکر آدمی دیکھے تو نظر لگا کرتی ہے غصہ کی نگہہ سے نظر نہیں لگتی۔ اسلئے آیتہ کی تفسیر جو آیتہ سے کی گئی ہے وہی اولےٰ ہے۔ پھر فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں تو وہ نصیحتیں ہیں کہ جنکے اثر سے ایک دو نہیں بلکہ ایک عالم راہ راست پر آنے والا ہے ایسی نصیحت کے سنانے والے کو جو دیوانہ بتلاتا ہے وہ خود دیوانہ ہے ۔

سورۃ الحاقۃ مکیۃ وھی پسورہ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	ان اٰیاتھا ثنتان وخمسون آیۃ ہے

اَلْحَاقَّةُ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝
وہ ثابت ہوچکی کیا ہے وہ ثابت ہوچکی اور تونے کیا بوجھا کیا ہے وہ ثابت ہوچکی جھٹلایا ثمود اور عاد نے اوس کھڑکھڑانیوالی

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝
سو وہ جو ثمود تھے سو کھپائے گئے بہہ چال سے اور وہ جو عاد تھے سو کھپائے گئے ٹھنڈی سناٹے کی باؤ سے

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ
ہاتھوں سے نکلے جاتے تعین کی اُنپر سات رات اور آٹھ دن کٹتے پھر تو دیکھے لوگ اُن میں پچھڑے جیسے وہ

اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ
ٹھنڈ ہیں کھجور کے کھوکھلے پھر تو دیکھتا ہے کوئی اُنکا بچ رہا اور آیا فرعون اور جو اُسسے پہلے

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝
اور اُلٹی بستیاں تقصیر کرتی پھر حکم نہ مانا اپنے رب کے رسول کا پھر پکڑی اُن کو پکڑ دم چیر سی

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ
ہمنے جبوقت پانی اچھلا دیا تمکو بہتی ناؤ میں تا رکھیں اُسکو تمہاری یادگاری کو اور سنتو اُسکے کان سننے والا

قیامت کے جس سزا و جزا کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے قیامت کے دن وہ سزا و جزا سب کی آنکھوں کے سامنے آجائیگی اور پھر اوسکا کوئی منکر باقی نہ رہیگا۔ سب اوسکا حق ہونا مان لینگے اسلئے قیامت کا نام حاقہ ہے جسکے معنے حق ثابت ہونے والی حضرت نوح سے لیکر حضرت موسیٰ تک جتنی قوموں نے قیامت کی سزا و جزا اور اللہ کے رسولوں کو

منزل ۷

جھٹلایا تھا اور اوس جرم میں طرح طرح کے عذابوں سے وہ قومیں ہلاک ہوئی تھیں ان سب کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا ہے تاکہ یہ قصے اسبات کی ایک یادگار اور نصیحت ہوجائیں کہ اب بھی جو لوگ اون لوگوں کے سے کام کرینگے قیامت کو قیامت کے عذاب کو اللہ کے رسول کو جھٹلاوینگے۔ اللہ کے حکم کی نافرمانی کریں گے اونکا بھی وہی انجام ہوگا جو پچھلے سرکش لوگوں کا ہوچکا حاصل کلام یہ ہے کہ ان قصوں کے انجام کے اثر کو سوچکر نافائدہ کی بات سے اسیواسطے حضرت نوح کے قصہ میں فرمایا کہ یہ قصہ ایسے لوگوں کے حق میں نصیحت نہیں جو لوگ نصیحت کی بات کو اس کان سے سنکر اوس کان سے اوڑا دیتے ہیں بلکہ یہ قصہ ایسے لوگوں کے حق میں نصیحت ہی جو نصیحت کی بات سنکر اوس نصیحت کو یاد رکھتے ہیں اور اوس نصیحت کیموافق عمل کرتے ہیں ترمذی ابن ماجہ مسند امام احمد میں حضرت ابوداؤد سے بسند معتبر روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے قریب کچھ بے دینی کی باتیں جو ہونگی اونکا ذکر فرماکر یہ فرمایا کہ ایسی باتیں دنیا میں اوسوقت ہوں گی جب علم دین دنیا سے اوٹھ جائے گا۔ اوسپر زیاد بن لبید انصاری نے کہا ہمنے قرآن پڑھا اور اپنی اولاد کو پڑھایا اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاویگی یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ پھر علم دین اور کلام الٰہی کی نصیحت کا اثر دنیا سے کیونکر اوٹھ جاوے گا ابودرداء نے اوسکا جواب دیا کہ زیاد کیا تم نے یہود اور نصارا کو توراۃ اور انجیل پڑھتے نہیں دیکھا۔ مگر جو نصیحت توراۃ اور انجیل میں ہے اوسکے موافق وہ لوگ عمل نہیں کرتے یہی حال آخری زمانہ میں امت محمدیہ کا ہوگا۔ جسقدر پڑھینگے اوسیقدر عمل نہ کرینگے ابوداؤد ابن ماجہ مسند امام احمد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم دین کو دنیا کی عزت کے لئے حاصل کرے گا اوسکا جنت میں داخل ہونا تو درکنار قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک ایسے شخص کی ناک میں نہ آوے گی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے غرض ان آیتوں اور حدیثوں اور اسی قسم کی اور بہت سی حدیثوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی نصیحت اون ہی لوگوں کے کام آوے گی جنکے دلپر اوس نصیحت کا اثر ہوتا ہے جس اثر کے سبب سے وہ لوگ اوس نصیحت کیموافق خالص دل سے ثواب آخرت کی نیت سے عمل کرتے ہیں اوس زمانہ کے قریش کی طرح جو لوگ بالکل نصیحت قرآن اور حدیث کے منکر ہیں یا جو لوگ اسلام کے منکر تو نہیں لیکن اونکا عمل خالص نیت سے نہیں ہے دنیا کی کسی غرض کا اوس عمل میں میل جول ہے یا بعضے لوگ کسی خواہش نفسانی کے بعض وقت پابند ہوکر نصیحت خدا اور رسول پر عمل نہیں کرتے یہ سب حالتیں اپنے اپنے درجہ کیموافق مواخذہ آخرت کی حالتیں ہیں اسی مطلب کے سمجھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان آیتوں کے بعد ایسا ذکر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ بالکل منکروں کا انجام تو وہ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کے لوگوں کا بیان ہوا اسکے بعد ایک انجام حشر کا ہے جسمیں ذرہ ذرہ کا حساب ہونے

منزل ۷

والا ہے اور ہر طرح کے خلاف شریعت عادت کی سزا اوسدن ہوگی۔ طاغیہ کے معنے چنگھاڑ۔ عاتیہ کے معنے حد سے زیادہ۔ حسوما کے معنے پے در پے۔ صرعی کے معنے لاشیں اعجاز کے معنے درختوں کی جڑیں۔ خاویہ کے معنے کھوکھلی۔ موتفکات کے معنے قوم لوط کی اوندھی ہوئی بستیاں۔ رابیہ کے معنے سخت۔ طغی الماء کے معنے قوم عاد کی ہوا کی طرح حد سے گذرا ہوا پانی۔ معتبر مفسروں نے لکھا ہے کہ دنیا کے اونچے اونچے پہاڑوں سے وہ پانی پندرہ گز اونچا تھا۔ حملناکم فی الجاریہ کے یہ معنے ہیں کہ تمہارے بڑوں کو کشتی میں ٹھہرا کر طوفان سے بچایا اوسوقت تم اون اپنے بڑوں کی پشت میں نطفہ کی حالت سے موجود تھے۔ اور یہ اسلئے کیا گیا کہ پشت در پشت پچھلوں سے اگلے یہ طوفان کا قصہ اور اور قوموں کے اسطرح کے قصے سنکر عبرت پکڑیں۔ یہ سب قصے کئی جگہ گذر چکے ہیں اسلئے پھر یہاں اون کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں خیال کیگئی +

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝

پھر جب پھونکی نرسنگے میں ایک پھونک اور اٹھائے زمین اور پہاڑ پھر ٹکے جاویں ایک چوٹ

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ وَّالْمَلَكُ

پھر اسدن ہو پڑے ہو پڑنیوالی اور پھٹ جاوے آسمان پھر وہ اسدن بکس رہا ہے اور فرشتے

عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ

منزل ۷

ہیں اسکے کنارہ پر اور اٹھا رہے ہیں تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اوسدن آٹھ شخص اوسدن سامنے جاؤ گے

لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝

چھپ نہ رہے گا تم میں کوئی چھپنے والا

یہ پہلے صور سے لیکر دوسرے صور سے بعد تک کا حال ہے زمین اور پہاڑوں کے ٹوٹنے پھوٹنے کا حال تو پہلے صور کے وقت کا ہے اور آسمان میں دروازے ہو کر اللہ تعالے کا محشر کے میدان میں نزول فرمانا اور اس نزول کے وقت آٹھ فرشتوں کا عرش کو اٹھانا اور اس نزول کے بعد لوگوں کا حساب و کتاب کے لئے حاضر کیا جانا یہ وہ سرے صور کے بعد کا حال ہے۔ معتبر سند سے طبرانی میں حضرت عائشہ کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسرافیل اپنا ایک گھٹنا ٹیک کر اور دوسرا گھٹنا کھڑا کر کے صور پھونکنے کی حالت سے ہر وقت تیار اور حکم کے منتظر رہتے ہیں مستدرک حاکم میں صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اب اللہ تعالی کا عرش چار فرشتے اوٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن چار اور

بڑھائے جا کر آٹھ فرشتے عرش اوٹھائینگے۔ ان فرشتوں کی صورت خبگلی بکرے کیسی ہے عرش اون کے کندھوں پر ہے اور اون کے پاؤں ساتویں زمین پر ہیں۔ دوسرے صور پر جب لوگ قبروں سے اُٹھیں گے تو جو کچھ اونہوں نے دنیا میں کیا ہے وہ سب بھولے ہوئے ہونگے اسلئے اعمال کے یاد دلانے کی غرض سے پہلے اونکو اونکے اعمال نامے اسطرح دئے جائیں گے کہ نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بدوں کے پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں اور پھر حساب وکتاب کے لئے اون سب کو خدا تعالیٰ کے روبرو پیش کیا جاویگا اوسی پیشی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ اوسدن اُمّی اور پڑھے ہوئے سب اپنا اعمال نامہ پڑھ سکیں گے صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہو چکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کے جن گناہوں کو دنیا میں لوگو پر ظاہر نہیں فرمایا تا کہ لوگوں میں اوس بندہ کی رسوائی نہو اوسکی ذات پاک سے اُمید ہے کہ وہ اپنے ایسے بندوں کو حساب کے وقت بھی رسوا نہ کریگا۔ آیۃ وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت استغفار اسطرح کی رحمت الٰہی کا بڑا سبب ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ
سو جسکو ملا اُسکا لکھا داہنے ہاتھ میں وہ کہتا ہے لیجیو پڑھیو میرا لکھا لیجیو خیال کرتا تھا میں کہ ملنا ہے میرا
حِسَابِیَهْ ۚ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۙ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ۚ
حساب وہ ہیں گزران میں من بھاتے اونچے باغ ہیں جنکے میوے جھک رہے ہیں
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ۚ
کھاؤ اور پیو رچ سے بدلا اُسکا جو آگے بھیجا تھا پہلے دنوں میں

منزل ۷

ابوداؤد کی حضرت عائشہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حشر کے دن تین موقعوں پر لوگوں کو بڑی سخت پریشانی ہوگی۔ اون تین موقعوں میں ایک موقع تو یہی نامہ اعمال کے تقسیم ہونے کا ہے اسوقت ہر ایک شخص کے دلمیں یہہ خوف ہوگا کہ دیکھئے اوسکا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں آتا ہے یا اوٹے ہاتھ میں باقی دو موقعے اعمال کے تولے جانے اور پلصراط کے گذرنے کے وقت کے ہیں جن لوگوں کے نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اونمیں بعضے تو ایسے ہونگے جنکی نیکیاں خود ہی زیادہ اور بدیاں کم ہونگی۔ اور بعضے ایسے ہونگے کہ جنکی بدیاں اللہ تعالےٰ نیکیوں سے بدل دیوے گا۔ اور بعض ایسے ہونگے کہ جنکے نامہ اعمال دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ اون سے اقرار فرمالیوے گا کہ جسطرح تمہارے گناہ میں نے دنیا میں مخلوق پر ظاہر نہیں کئے اور تمکو رسوا نہیں کیا۔ اسیطرح آج بھی میں تمکو رسوا نکروں گا۔ غرض سب سے پہلے داہنے ہاتھ والے اپنے نامہ اعمال

خوش ہوکر پڑھینگے۔ اور جو کوئی رشتہ دار کنبہ والا یا جان پہچان والا اوسوقت نظر آوے گا خوشی کے مارے اوس سے بھی کہینگے لو ہمارا نامہ اعمال پڑھکر دیکھو اور یہہ بھی کہوینگے کہ ہم کو یقین تھا کہ ایکدن ہمارا اعمال نامہ ہمارے ہاتھ میں آویگا۔ اور نیک و بد کا حساب ہوگا۔ قرآن شریف میں یقین کی جگہ ظن کا لفظ عقبےٰ کی باتوں میں اسلئے بولا گیا ہے کہ پورا یقین ان باتوں کا مرنے کے بعد ہوگا۔ دانیہ کا یہ مطلب ہے کہ جنت کے میوے لیٹے بیٹھے سب طرح جتنی توڑ سکیں گے۔ ھنیئا کا یہہ مطلب ہے کہ جو کھایا سب ہضم۔ ترجمہ میں کھاؤ اور پیو رچ سے کا بھی یہی مطلب ہے۔ خالیہ کا مطلب دنیا کا زمانہ صحیح مسلم کی حضرت ابوذر کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ ایک شخص کے نامہ اعمال کا ذکر کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی ہنسا کرتے تھے حاصل اوس حدیث کا یہی ہے کہ ایک شخص کو پہلے اوس کے صغیرہ گناہوں کا نامہ اعمال دکھایا جاوے گا۔ اور کبیرہ گناہ اوسکے نامہ اعمال سے جدا کرلئے جاوینگے۔ جب وہ شخص اون صغیرہ گناہوں کا اقرار کرلیوے گا تو اللہ تعالیٰ فرماوے گا۔ میں نے اپنی رحمت سے تیرے ان گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا یہ سنکر وہ شخص کہیگا یا اللہ میں نے تو دنیا میں بڑے بڑے اور کبیرہ گناہ بھی کئے تھے وہ میرے گناہ کہاں ہیں اوس شخص کی اسبات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہنسی آیا کرتی تھی۔ حاصل کلام یہہ ہے کہ دنیا میں خالص دل سے کوئی عمل بھی اگر ایسا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو وہ عمل پسند آگیا ہے تو اللہ تعالےٰ پھر اپنی رحمت سے ہر طرح اپنے بندوں کی نجات کی صورت نکال دیوے گا۔ چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ کی حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ ایک شخص کا فقط کلمہ کے ثواب کا نامہ اعمال اسقدر بھاری ہوجاوے گا کہ جسکے بوجھ کے آگے ایک کم سو بدی کے نامہ اعمال بالکل ہلکے ہوجاوینگے۔ باقی حال مقرب لوگوں کا اور سیدھے ہاتھہ والوں کا سورہ واقعہ میں گذر چکا ہے

منزل ۷

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا
اور جسکو ملا اُسکا لکھا بائیں ہاتھہ میں وہ کہتا ہے کسیطرح مجکو نہ ملتا میرا لکھتا اور مجکو خبر نہوتی کیا ہے
حِسَابِیَهْ ۚ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّیْ
حساب میرا کسیطرح وہی موت بڑھ جاتی کچھہ کام نہ آیا مجکو مال میرا کھپ گئی مجھسے
سُلْطَانِیَهْ ۚ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا
حکومت میری اُسکو پکڑو پھر طوق ڈالو پھر آگ کے ڈھیر میں اُسکو جھونکو پھر ایک زنجیر میں جسکی ناپ
سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۙ وَلَا یَحُضُّ
ستر گز ہے اُسکو جکڑ دو وہ تھا یقین نہ لاتا اللہ پر جو سب سے بڑا اور تاکید نہ کرتا

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝
فقروں کے کھانے پر سو کوئی نہیں اسکا آج یہاں دوستدار اور نہ کچھ کھانا مگر زخموں کا دھوون

ع ۱ ۱ ۳۷ ۵ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ۝
کوئی نہ کھاوے اوسکو مگر وہ گنہگار

جن لوگوں کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جاوینگے جب وہ لوگ اوسمیں اول سے آخر تک بدیاں لکھی ہوئی دیکھینگے تو نہایت پریشانی سے وہ باتیں کہینگے جنکا ذکر ان آیتوں میں ہے اُسیوقت خدا تعالےٰ فرماوے گا کہ ایسے لوگوں کو گرفتار کرکے اون کی گردنوں میں طوق ڈالے جاویں اور اونکو دوزخمیں جھونک دیا جاوے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کی مخلوقات کو کچھ فائدہ پہونچایا پھر اونکی گردنوں میں طوق ڈالکر ستر گز کی زنجیر میں اُنکی جماعت کو پرو دیا جاویگا۔ اور دوزخ میں جھونک دیا جاوے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہ ستر گز فرشتوں کے ہاتھوں کی ناپکے ہیں ورنہ آدمیوں کے ہاتھوں کے ناپکے موافق گزوں کا حساب لیا جاوے تو وہ زنجیریں بہت بڑی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول کی تائید ان معتبر روایتوں سے ہوتی ہے جو مسند امام احمد اور ترمذی وغیرہ میں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ ان زنجیروں کے اس سرے سے اوس سرے تک چالیس برس کے راستہ کا فاصلہ ہے۔ حمیم کے معنے رشتہ دار غسلین کے معنے دوزخیوں کے زخموں کے دھوون کے صحیح ہیں کیونکہ علی بن طلحہ کی روایت سے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی قول ثابت ہوا ہے اسکے سوا حضرت عبداللہ بن عباس سے اور جو روایتیں ہیں جنکو بعضے مفسروں نے اپنی تفسیروں میں بیان کیا ہے وہ روایتیں اس درجہ کی نہیں ہیں چنانچہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے جسقدر سلسلے روایت کے ہیں انمیں علی بن طلحہ کا سلسلہ اعلیٰ درجہ کا ہے ✣

منزل ۷

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝
سو قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو دیکھتے ہو اور جو چیزیں نہیں دیکھتے یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے معزز کا

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا
اور نہیں یہ کہا کسی شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو اور نہ کہا پرلیوں والیکا تم تھوڑا

تَذَكَّرُوْنَ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
دھیان کرتے ہو یہ اُتارا ہے جہان کے رب کا

تفسیر مقاتل و ابن جریر وغیرہ میں قتادہ سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

شاعر اور کچھ کاہن کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اون کے جواب میں یہہ آیتیں نازل فرمائیں اور دونو جہان کی تمام مخلوقات کی قسم کہا کر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے جسکو اپنے رسول پر اوسنے نازل فرمایا ہے جن لوگوں کو عقلے کی باتوں پر پورا یقین نہیں ہے وہ اس قرآن کو شاعر کا اور جو لوگ قرآن کی شان پر پورا غور نہیں کرتے وہ کاہن کا کلام کہتے ہیں یہہ نادان اتنا خیال نہیں کرتے کہ ان میں بعضے لوگ ایسے ہیں۔ جو خود بھی شاعر ہیں اور ایسے جنات کے اونکو بہت سے شعر بھی یاد ہیں جو چوری سے کچھ غیب کی باتیں اوڑا لاتے ہیں اور کاہنوں کو وہ باتیں سکھاتے ہیں پھر قرآن بھی اگر کسی شاعر کا یا کاہن کا کلام ہے تو ان لوگوں سے تو گھڑی گھڑی کہا جاتا ہے کہ تم بھی کچھ ایسا کلام بنا کر پیش کرو جو فصاحت اور اخبار غیب میں قرآن کی مانند ہو جب تو لوگ اور انکے کاہن اون کے مددگار وہ چور جنات سب کے سب ملکر ایسا کچھ کلام بنانے اور پیش کرنے سے عاجز ہیں تو پھر اس قرآن کو شاعر یا کاہن کا کلام بتلانا محض نادانی ہے ✣

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ

اور اگر یہ بنالاتا ہمپر کوئی بات تو ہم پکڑتے اسکا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اسکی

الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ منزل

ناڑ پھر تم میں کوئی نہیں اُس سے روکنے والا اور یہ تو سمجھوتی ہے ڈر والوں کو

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ

اور ہمکو معلوم ہے کہ تم میں بعضے جھٹلاتے ہیں اور وہ جو ہے پچھتاوا ہے منکروں پر اور وہ جو ہو قابل

الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

یقین کرنے کے ہی اب بول پاکی اپنے رب کی نام کی جو ہی سب سے بڑا

جسطرح اوپر گذرا کہ اہل مکہ قرآن کو شاعر یا کاہن کا کلام کہتے تھے اسیطرح وہ لوگ ایک بات یہ بھی کہتے تھے کہ آنحضرت نے اپنے دل سے یہہ باتیں جوڑ لی ہیں جن باتوں کو اونہوں نے کلام الٰہی مشہور کیا ہے اوسکا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں دیا اور فرمایا کہ غیب سے اس دین کی دن بدن مدد ہوتی چلی جاتی ہے دن بدن یہ دین ترقی پکڑتا جاتا ہے۔ اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ یہہ رسول اللہ کے سچے رسول ہیں اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کیونکہ صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جو مدد عیسیٰ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی فرمائی ہے وہی مدد ان رسول کی ہر وقت ہر باب میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ قریش لوگ کہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو لوگوں کے جھٹلانے سے پہلے اللہ تعالیٰ ہی جھوٹ کی

سزا میں انکو ہلاک کر ڈالتا اور تم میں سے کوئی اونکو بچا نہ سکتا۔ لیکن حالت تو یہ ہے کہ جسطرح سے اور رسولوں کی غیب سے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مدد فرمائی ہے اوسیطرح سے انکی مدد غیب سے دن بدن ہو رہی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو ہر ایک قوم کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوی کیا اوسی زمانہ میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی ان دو شخصوں نے بھی نبوت کا دعوی کیا اوپر ان دو شخصوں کا قصہ گذر چکا ہے کہ آخر کس لئت سے یہ دونو شخص مارے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت کا جو انجام ہوا وہ آج بھی ہر قوم کے لوگوں کے آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔ نقول بات بنانے کو کہتے ہیں۔ سزا دیتے وقت مجرم کا سیدھا ہاتھہ اوسکے قابو میں رکھنے کے لئے پکڑ لیتے ہیں اسلئے سیدے ہاتھہ کے پکڑنے کا ذکر فرمایا۔ وتین رگ دل کو کہتے ہیں جسکے کٹ جانے کے بعد آدمی نہیں بچتا۔ اسکو ترجمہ میں ناڑ کہا ہے۔ اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام کے جھٹلانے والوں کا حسرت اور ندامت کا حال جو کچھہ قیامت کے دن ہوگا۔ اوسکا کر سورہ فرقان میں گذر چکا ہے۔ آخر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اوس معبود کی تسبیح پڑھنے کا حکم فرمایا ہے جسنے ایسا بے مثل کلام اپنے رسول پر اوتارا۔ تسبیح اس لئے کہ اللہ کی اس نعمت کا کچھہ تو شکر ادا ہو +

منزل ۷

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحیم والا	کہی ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللّٰهِ ذِي

مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا منکروں کے واسطے کوئی نہیں اسکو ہٹانیوالا اللہ کیطرف سے جو

الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ

چڑھنے کے درجوں کا صاحب چڑھتے ہیں اسکے طرف فرشتے اور روح اوس دن میں جسکا اندازہ ہے پچاس

اَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝

ہزار برس ہے سو تو صبر کر بھلی طرح کا صبر کرنا وہ دیکھتے ہیں اوسکو دور اور ہم دیکھتے ہیں اوسکو نزدیک

نسائی تفسیر ابن حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ابو جہل نضر بن حارث اور اور قریش میں کے سرکش لوگوں نے جب اللہ تعالےٰ سے عذاب کی خواہش کی اور یہ کہا کہ جو کچھہ محمد کہتے ہیں اگر وہ حق بات ہے اور ہم لوگ اوسکو نہیں مانتے ہیں تو خدا کرے ہم لوگوں پر آسمان سے پتھروں کا مینہ برسے یا اور کوئی سخت عذاب ہم لوگوں پر نازل ہو جاوے اوسپر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں اور فرمایا

کہ یہہ قریش میں کے سرکش لوگ عذاب آہی کو دور گن کر اسطرح کی سرکشی کی باتیں کرتے ہیں مگر اللہ کے نزدیک پچھلی قوموں کیطرح نہ اون مشرکوں پر دنیا میں کوئی عذاب نازل کر دینا کچھہ دور ہے نہ عذاب آخرت کا وقت کچھہ دور ہے دنیا ایکدن ختم ہونے والی ہے اور عذاب آخرت کا وقت ایکدن آنے والا ہے اور اگر ان سرکشوں کا یہی ڈھنگ رہا تو دنیا میں بھی یہ سرکش اپنی سرکشی کا خمیازہ بھگت لینگے۔ حاکم نے اِس شانِ نزول کی حدیث کو صحیح کہا ہے بعد اسکے اپنے رسول کو فرمایا کہ ذرا صبر کرو اور وقت مقررہ کا انتظار کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی میں ابوجہل نضر بن حارث اور اور قریش میں کے سرکشوں پر جو کچھہ آفت آئی اوسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے اِن آیتوں میں یہہ جو ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کیطرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اُس کے دو معنے ہیں ایک تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح قرآن شریف میں آیا ہے دوسرے معنے یہہ ہیں کہ نیک لوگ جب مرتے ہیں تو اونکی روح کو فرشتے اللہ کی روبرو لے جاتے ہیں ترمذی ابن ماجہ مسند امام احمد ابوداؤد وغیرہ کی حضرت ابوہریرہ اور حضرت براء بن عازب کی حدیث اِس باب میں اوپر گذر چکی ہے۔ پچاس ہزار برس کا ذکر جو ان آیتوں میں ہے اوس کے بھی دو معنے ہیں ایک تو یہہ کہ قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار برس کی ہوگی جسکا ذکر مسند امام احمد وغیرہ کی صحیح حدیثوں میں ہے دوسرے معنے یہہ ہیں کہ ساتویں زمین سے عرش معلےٰ تک پچاس ہزار برس کا راستہ انسان کے چلنے کا ہے جس کو اللہ کے فرشتے روز کے روز طے کرتے ہیں حاصل مطلب اِن دونوں معنے کا یہہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی درگاہ منزل ٦٠ میں ہزاروں برس کا کام روز کے روز طے ہوتا ہے تو سرکش لوگوں پر عذاب نازل ہونے کو کیا دیر لگتی ہے فقط وقت مقررہ آنے کی دیر ہے جبکہ سزا و جزا کے لئے پچاس ہزار برس کا ایک دن مقرر ہے تو عذاب آخرت کی جلدی ان سرکشوں کو کیا ہے۔ معارج کے معنے آسمان کے ہیں مطلب یہہ ہے کہ اوسکی قدرت سے سات آسمانو پر سے جسقدر جلدی ہر ایک کام ہو جاتا ہے تو اِن عذاب کے چاہنے والوں پر عذاب کے آنے میں کیا دیر لگتی ہے ان کے عذاب کے تو بہت سے سامان خود زمین ہی پر موجود ہیں فرعون اور قارون کا قصہ کیا انکو یاد نہیں رہا۔ کہ ایک کو دریا میں ڈبویا اور دوسرے زمین میں دھس گیا۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ

جسدن ہوگا آسمان جیسے تانبا پگھلا اور ہونگے پہاڑ جیسے اون رنگی ہوئی اور نہ پوچھیگا دوستدار

حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝

دوستدار کو سب نظر آجاوینگے اونکو مناویگا گنہگار کسیطرح چھوڑا سکیں دے اُسدن کی مار سے اپنے بیٹے

وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ

اور ساتھہ والے اور بھائی اور اپنا گھرانا جسمیں رہتا تھا اور جتنے زمین پر ہیں سارے پھر

يُنجِيهِ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝

اوسکو بچادے کوئی نہیں وہ تیتی آگ ہے کھینچ لیتی والی کلیجا پکارتی ہے اسکو جسنے پیٹھ دی اور پھر گیا اور اکٹھا کیا پھر کر رکھا

اوپر اون لوگوں کا ذکر تھا جو عذاب کی جلدی کرتے تھے ان آیتوں میں پہلے صور سے لیکر دوزخ میں جانے تک کا حال فرمایا تاکہ ان عذاب کے جلدی کرنے والوں کو معلوم ہو جاوے کہ دنیا میں اگر اپر کسی عذاب کے آنے کا اللہ کا حکم بھی ہوا تو قیامت کے دن ایسے جزا و سزا کے منکر لوگو پر وہ سخت عذاب آنے والا ہے جسکے چھٹکارے کے بدلے میں یہ لوگ اپنی بی بی بچوں اور ساری دنیا کو دینے پر آمادہ ہو جاویں گے جب بھی انکا چھٹکارہ نہ ہوگا۔ نہل کے معنے پگھلا ہوا تانبا۔ عہن کے معنے دھنکی ہوئی اون جو نہایت ہلکی ہو جاتی ہے اور ہوا میں بہت جلدی اوڑ جاتی ہے اوسدن ہر ایک کو اپنی جان کی ایسی پڑی ہوگی کہ ایک کو دوسرا دیکھیگا۔ اور کوئی کسی سے بات تک بھی نہیں کرنے کا اوسدن عام لوگوں کی بدحواسی کا تو کیا ذکر ہے سوائے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے اور انبیا تک کی زبان پر نفسی نفسی کا کلمہ ہوگا۔ فصیلہ کے معنے کنبے کے لوگ جو آدمی کے ہر وقت پر کام آتے ہیں نظی جہنم کا ایک نام ہے۔ شوی کے معنے جسم کی کھال مطلب یہ ہے کہ اوپر کی سب کھال جل جاوے گی۔ اور جل قایم رہیگا تاکہ عذاب کی تکلیف برقرار رہے۔ ان آیتوں میں یہ جو ذکر ہے کہ دوزخ نافرمان لوگوں کو پکارے گی۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث معتبر سند سے ترمذی وغیرہ میں جو ہے وہ اس آیت کی گویا تفسیر ہے حاصل اوس حدیث کا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ کی آگ کی ایک گردن کی صورت کی دوزخ میں سے نکلے گی اوسکو خدا گویائی دیوے گا وہ کہوے گی کہ خدا تعالے نے مجکو مشرک متکبر اور مصور ان تین قسم کے آدمیوں کے عذاب کے لئے مامور فرمایا ہے۔ سو اوسکی آیتہ ہل من مزید اور جنت دوزخ کی بحث کی صحیح حدیث میں بھی دوزخ کے بولنے کا ذکر ہے اللہ کی قدرت سے جبکہ یہ امر کچھ بعید نہیں ہے کہ پتھر پیتر جنت دوزخ جسکو چاہے گویا کر دیوے تو پھر اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں میں طرح طرح کے شاخسانے نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب اون لوگوں کی عادتیں بتلائیں جنکو دوزخ پکار کر بلاوے گی تاکہ وہ لوگ اپنے کئے کا خمیازہ بھگتیں فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو حق بات سنکر کڑائی کرتے تھے اور حق کے کہنے والے کی طرف سے پیٹھ موڑ کر چلے جاتے تھے اللہ کی فرمانبرداری سے کنیاتے تھے۔ ادھر اودھر سے جو کچھ ملا اوسکو سنیت سنیت کر رکھتے تھے۔ اور کار خیر میں کچھ اوسمیں سے خرچ نہیں کرتے تھے +

منزل ۷

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝

بیشک آدمی بنا ہے جی کا کچا جب لگے اسکو برائی تو گھبرا پڑا اور جب لگے اوسکو بھلائی تو منع کرتا ہے

الا المصلین ۝ الذین هم علی صلاتهم دآئمون ۝ والذین فی اموالهم
مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر قائم ہیں اور جن کے مال میں
حق معلوم ۝ للسآئل والمحروم ۝ والذین یصدقون بیوم الدین ۝ والذین
حصہ ٹھہرا ہے مانگتے اور ہارے اور جو یقین کرتے ہیں انصاف کے دن کو اور جو
هم من عذاب ربهم مشفقون ۝ ان عذاب ربهم غیر مامون ۝ والذین
اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک ان کے رب کے عذاب سے نڈر نہ جاوے اور جو اپنی
هم لفروجهم حفظون ۝ الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر
شہوت کی جگہ تھامتے ہیں مگر اپنی جورو سے یا اپنے ہاتھ کے مال سے سو اوپر
ملومین ۝ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العدون ۝ والذین هم
نہیں اولاہنا پھر جو کوئی ڈھونڈے سو وہی ہیں حد سے بڑھتے اور جو لوگ اپنے
لامنتهم وعهدهم راعون ۝ والذین هم بشهدتهم قآئمون ۝ والذین
دھریں امانت اور اپنا قول نباہتے ہیں اور جو اپنی گواہی پر سیدھے ہیں اور جو اپنی
منزل ۷ ع ۳۵
هم علی صلاتهم یحافظون ۝ اولئک فی جنت مکرمون ۝ ع
نماز سے خبردار ہیں وہی ہیں باغوں میں عزت سے

شروع سورۃ سے یہانتک اللہ تعالیٰ نے کافروں اور ایماندار لوگوں کی نشانیاں مقابلہ کے طور پر بیان فرمائی ہیں مثلاً کافروں کی نشانی یہہ ذکر فرمائی کہ وہ لوگ عذاب آخرت اور قیامت کے منکر ہیں اسلئے از خود عذاب الٰہی کی خواہشیں کرتے ہیں اور ایماندار لوگوں کی یہہ نشانی ہے کہ قیامت اور عذاب آخرت کا ان کے دلمیں پورا یقین ہے۔ اسواسطے عذاب الٰہی کا ہر وقت ان کے جی میں ایک خوف رہتا ہے۔ کافروں کی نشانی ہے کہ بدکاری کو کچھہ عیب نہیں جانتے ایماندار اس کے برخلاف ہیں اسیطرح کافروں کی یہ نشانی ہے کہ مال جمع کرکے رکھتے ہیں اور محتاجوں کو کوڑی نہیں دیتے اور ایمان داروں کی یہ نشانی ہے کہ اون کے مال میں محتاجوں کا بھی حصہ ہے ان آیتوں اور صحیح حدیثوں کو ملاکر دیکھا جاوے تو جسطرح کافروں اور ایمانداروں کی نشانیوں کا مقابلہ ان آیتوں میں ہے اوسیطرح منافقوں اور ایمانداروں کی نشانیوں کا مقابلہ بھی ہے مثلاً ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ ایماندار لوگ وہ ہیں جو امانت اور اپنے عہد کو نباہتے ہیں۔ اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ منافق لوگوں کی نشانی یہہ ہے کہ امانت میں خیانت کرتے ہیں اور جب وعدہ یا کوئی عہد و پیمان کرتے ہیں تو اوسکو پورا نہیں کرتے ان آیتوں میں

فرمایا کہ ایماندار لوگ جو گواہی دیتے ہیں سچی دیتے ہیں حدیث شریف میں فرمایا کہ منافق لوگ ہر بات میں جھوٹ سے باز نہیں آتے اِن کی آیتوں میں اور سورہ مزمل وغیرہ کی مکی آیتوں میں جو زکوٰۃ کا ذکر ہے اِس سے اِن علماء مفسرین کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو اسبات کے قائل ہیں کہ زکوٰۃ ہجرت سے پہلے مکہ میں فرض ہوئی ہے اور اوس کے وصول کرنے کا عمل ہجرت کے بعد مدینہ میں جاری ہوا ہے اللہ تعالےٰ نے اِن آیتوں میں ایماندار لوگوں کی نماز کی دو نشانیاں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ لوگ سلسلہ وار ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں یہ نہیں کہ گنڈے دار نماز پڑھتے ہوں کہ کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی۔ دوسری نشانی یہ کہ نماز کے وقت کا اور رکوع سجدہ کا لحاظ رکھتے ہیں وقت کو ٹال کر نماز نہیں پڑھتے اور نماز میں ایسی جلدی نہیں کرتے جس سے رکوع سجدہ پورا ادا نہو اِس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی نماز میں یہ دو نشانیاں نہوں اُنکا ایمان اور اون کی نماز دونوا دھوری ہیں اسیواسطے آخری وقت پر جلدی جلدی ایک شخص کو عصر کی نماز پڑھتے دیکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ منافقوں کی نماز ہے یہ قصہ صحیحین کی روایت میں ہے اسیطرح گنڈے دار نماز پڑھنے والوں کو ابوہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منافق قرار دے کر یہہ فرمایا کہ عشا اور فجر کی نماز منافقوں کو بھاری معلوم ہوتی ہے کہ یہہ دونو وقت راحت و آرام کے ہیں اوس راحت اور آرام کو چھوڑ کر یہہ لوگ اِن دونوں نمازوں میں حاضر نہیں ہوتے۔ ہلوع کے معنے حرص کے ہیں تفسیر اسکی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اِس لفظ کے بعد فرمائی +

منزل ۷

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝
پھر کیا ہوا ہے منکروں کو تیری طرف دوڑتے آتے ہیں داہنے سے اور بائیں سے جتھ کے جتھ
اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝
کیا لالچ رکھتا ہے ہر ایک اُنمیں کہ داخل ہووے نعمت کے باغ میں کوئی نہیں ہم اُن کو بنایا ہے جس چیز سے جانتے ہیں
فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ
سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی ہم کرسکتے ہیں کہ بدل کر لے آویں اُنسے بہتر
وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ
اور ہم سے بڑھ نہاویں گے سو چھوڑ دے اُن کو باتیں بنا دیں اور کھیلیں جب تک ملیں اپنے اُس دن سے
الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ
جسکا اُن سے وعدہ ہے جسدن نکل پڑینگے قبروں سے دوڑتے جیسے کسی نشان پر

يُوفِضُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا
دوڑتے جاتے ہیں ان کی آنکھیں چڑھی آتی ہے اُنپر ذلت یہ ہے وہ دن جسکا ان سے
يُوعَدُونَ ۝
وعدہ ہے

ع ۱ ۹ ۸

مشرکین مکہ قرآن شریف کی آیتیں سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں ہوکر نکلجاتے تھے۔ اور قرآن شریف کی پوری نصیحت سننے سے کینا تے تھے اور آپس میں یہ باتیں کرتے تھے کہ یہ ساری نصیحت اسلئے ہے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونگے اور اُس نئی زندگی میں میوے کھانے کو باغ ملیں گے پھر کہتے تھے اگر یہہ بات سچ ہے تو جسطرح بہ نسبت اِن مسلمانوں کے دنیا میں ہم راحت و آرام سے ہیں اسیطرح اِن سے پہلے ہم کو ہی وہ باغ ملیں گے اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جنت کچھ ان کے بڑے بوڑھوں کے بنائے ہوئے باغ نہیں ہیں کہ بغیر مرضی اللہ تعالیٰ کے یہہ اون باغوں میں گھس جاوینگے نہیں یہہ خیال انکا بالکل غلط ہے آدمی تو ایک ایسی ناچیز شے سے پیدا ہوا ہے کہ اصل پیدائش کی رو سے اوسکی کچھ قدر و منزلت نہیں ہاں اللہ تعالےٰ نے انسان کے پیچھے اپنی فرمانبرداری جو لگائی ہے اوسکے پورے طور پر ادا ہوجانے کی حالت میں انسان قابل قدر و منزلت کے ہوسکتا ہے۔ قرآن کی جن آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنی فرمانبرداری کی شکلیں اور شرطیں بیان کی ہیں اون آیتوں کے سننے سے تو یہ لوگ وحشیوں کی طرح بھاگتے ہیں اور اوسپر دعویٰ یہ کہ اللہ کی جنت میں یہ زبردستی گھس جاوینگے۔ اِس سے بڑھکر اور کیا نادانی ہوگی۔ پھر قسم کھاکر فرمایا کہ قدرت سے یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنا دین پھیلانے کے لئے اِن لوگوں سے بہتر لوگ بدل دیوے۔ اللہ سچا ہے۔ ہجرت کے بعد اسکا ظہور ہوگیا کہ انصار لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت میں دے دیئے جن کی مدد سے اللہ کا دین بہت جلد پھیل گیا۔ پھر فرمایا کہ اِن اہل مکہ کو مسخراپن کی باتیں بنانے کی حالت میں چھوڑ دیا جائے تاکہ اِن میں سے جو بغیر فرمانبرداری بجالانے کے مرگئے۔ اون کا پھر زندہ ہوکر اللہ کی جنت میں زبردستی گھس جانا تو درکنار بلکہ جسطرح یہہ لوگ دنیا میں بتوں کی تھان کیطرف دوڑتے ہیں اسیطرح حشر کے دن قبروں سے اوٹھکر حساب و کتاب اور اِس بت پرستی کا خمیازہ بھگتنے کے لئے آگے پیچھے میدان محشر کی طرف دوڑیں گے اور بت پرستی کا خمیازہ بھگتنے کے لئے جو کچھ ہوگا اوسکا ذکر شروع سورۃ میں گذر چکا ہے کہ ایک گنہگار اپنے سارے رشتہ داروں اور تمام دنیا کے مال و متاع کو معاوضہ میں دے کر عذاب آخرت سے چھٹکارا چاہے گا تو بھی چھٹکارا ہرگز نہوگا۔ اور عذاب آخرت میں جو کچھ سختی ہوگی اوسکا بیان دوزخ کے ذکر کی آیتوں میں اوپر کئی جگہ گذر چکا ہے۔ الحاصل اوس عذاب سے سب کو

اپنی پناہ میں رکھے اور اوس عذاب سے بچنے کی توفیق دیوے ۞

سورۃ نوح مکیۃ وھی یہ سورۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	ثمانی وعشرون اٰیۃ کی ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ
ہمنے بھیجا نوح کو اُسکی قوم کی طرف کہ ڈرا اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ پہنچے اُنپر دکھ والی آفت
اَلِيْمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَ
آفت بولا اے قوم میری میں تمکو ڈر سناتا ہوں کھولکھ کہ بندگی کرو اللہ کی اور اُسسے ڈرو اور میرا
اَطِيْعُوْنِ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ
کہا مانو کہ بخشے وہ تمکو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تمکو ایک ٹھیرے دھڑی تک وہ جو وعدہ کیا
اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ ۘ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وقف لازم
اللہ نے جب آپہونچے اُسکو ڈھیل نہوگی اگر تمکو سمجھ ہے

منزل ۷

یہ اوپر گذر چکا ہے کہ چالیس برس کی عمر میں حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت ہوئی اور طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو برس تک وہ اپنی قوم کو نصیحت کرتے رہے اور ساٹھ برس طوفان کے بعد زندہ رہے اِس حساب سے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر اکیذار پچاس برس کے قریب ہوئی یہ بھی گذر چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح کی قوم ابتدائے زمانہ تک لوگ دنیا میں بت پرستی نہیں کرتی تھے شیطان کے بہکانے سے پہلے اِس قوم نے دنیا میں بت پرستی جسطرح شروع کی وسکا ذکر آگے آتا ہے اِس شرک کے مٹانے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے صاحب شریعت نبی ہوئے ہیں اوسوقت جسقدر آدمی روئے زمین پر تھے اون سب پر حضرت نوح علیہ السلام کی اطاعت اور فرمانبرداری فرض تھی۔ اسیواسطے حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کا یہ اثر ہوا کہ فرمانبردار چند آدمیوں کے سوا تمام دنیا کے لوگ طوفان سے ہلاک ہوگئے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ نصیحت جو اپنی قوم کو فرمائی کہ اللہ کی عبادت کرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیا نے یہی نصیحت فرمائی ہے۔ اسلئے کہ سوائے اللہ کی عبادت کے تو کسی کی عبادت کسی شریعت میں جائز نہیں ہاں اللہ کی عبادت کا طریقہ بغیر اللہ کے رسولوں کی فرمانبرداری کے معلوم نہیں ہوسکتا۔ اسواسطے اللہ کے رسولوں کی اور اون حاکموں اور دین کے بزرگوں کی جو اللہ کے رسولوں کے نائب ہیں امت کے عام لوگوں کو فرمانبرداری ضرور ہے۔ لیکن

اپنے نائبوں کی فرمانبرداری میں خود اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط لگادی ہے کہ یہ فرمانبرداری تبھی تک ہے جبتک شریعت کے کسی حکم کی مخالفت نہ پیدا ہوجائے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت علیؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے قول وفعل کی فرمانبرداری شریعت کی حدتک ہے۔ دوسری حدیث صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایتہ سے ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حد شریعت سے باہر کسیکی فرمانبرداری جائز نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کا زمانہ تو اب دور ہوگیا ہے اس زمانہ میں صاحب شریعت کے حکم کے معلوم کرنے کے لئے صاحب شریعت کے نائبوں کی فرمانبرداری کا موقع پیش آوے تو خود صاحب شریعت کی اس نصیحت اور وصیت کی پابندی ہر مسلمان کو ضرور ہے تاکہ کسی پیر واستاد وحاکم کی فرمانبرداری میں شریعت کی فرمانبرداری ہاتھ سے نہ جاتی رہے ویؤخرکم الی اجل مسمّٰی کا یہ مطلب ہے کہ زندگی تک عبادت کرو تاکہ عبادت کے چھوڑدینے کے وبال میں کوئی آفت نہ آجائے۔ اگر موت یا موت سے پہلے کوئی اور آفت خدا کی طرف سے آجاویگی تو پھر مہلت کا موقع باقی نہ رہے گا۔ جو باتیں میں کہتا ہوں اگر اونکو تم غور کروگے تو جلدی راہ راست پر آجاؤ گے ۔

منزل ۷

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۝ وَ

بولا اے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو رات دن پھر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگتی ہی رہی اور

إِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ

میں جس بار اُن کو بلایا تاکہ اُن کو تو معاف کرے ڈالنے لگے اپنی انگلیاں کانوں میں اور لپیٹ اوپر اپنے کپڑے

وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ

اور ضد کی اور غرور کیا بڑا غرور پھر میں نے اُن کو بلایا ڈھاکر پھر میں نے اُن کو کہا لکھا

وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ

اور چپکے سے میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بیشک وہ ہے بخشنے والا چھوڑے

السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَ

آسمان کی تمپر دھاریں اور بڑھتی دے تمکو مال اور بیٹے نسنے اور بنادے تمکو باغ اور

يَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝

بنادے تمکو نہریں کیا ہوا ہے تمکو کیوں نہیں امید رکھتے اللہ سے بڑائی اور اُسنے تمکو بنایا طرح طرح سے

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا

کیا تمنے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ پر تہ اور رکھا چاند اوس میں اُجالا

وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا

اور رکھا سورج چراغ جلتا اور اللہ نے اگایا تمکو زمین سے جما کر پھر دہرا کر ڈالیگا تمکو اسمیں

وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا

اور نکالے گا تمکو باہر اور اللہ نے بنا دی تمکو زمین بچھونا تاکہ چلو اس میں کشادہ رستے

اوپر کی آیتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کو جسطرح اللہ تعالے کا حکم تھا اوس کے موافق اونہوں نے سالہاسال تک اپنی قوم کو بت پرستی کے وبال سے ڈرایا۔ اور جب اون کی سرکش قوم راہ راست پر نہ آئی تو اونہوں نے اپنی قوم کی یہہ شکایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کی جسکا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ میں ان لوگوں کو ہر وقت تنہائی میں محفل میں سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا۔ مگر ان لوگوں نے میری ایک نہ سنی بلکہ یہ لوگ نصیحت کی بات سے ایسے گھبراتے ہیں کہ جب ان سے کوئی بات نصیحت کی کہی جاتی ہے تو یہہ لوگ کانوں میں اونگلیاں دے لیتے ہیں منہ سر لپیٹ کر کانوں کو کپڑے کے اندر چھپا لیتے ہیں تاکہ نصیحت کی بات سے ان کے کان آشنا نہوں ان کی بد عادت قحط کی آفت جوان پر پڑی ہوئی ہے۔ میں نے انکو یہ بھی سمجھایا کہ اگر تم اللہ کی جناب میں اپنی بد اعمالی سے توبہ استغفار کروگے تو اللہ تعالے خوب موسلا دھار مینہ برساوے گا جسکے تمہاری کھیتی تمہارے باغ سرسبز ہو جائینگے آدمی اور جانوروں کے لئے نہروں میں پانی آجاوے گا۔ تم آباد ہو جاؤ گے تمہارے مال و اولاد میں ترقی ہوگی اولاد کی ترقی کا ذکر اسلئے کیا کہ سزا کے طور پر جسطرح ان لوگوں میں قحط پڑا تھا۔ اوسیطرح اونکی گھر اولاد کا پیدا ہونا بھی بند ہو گیا تھا میں نے ان لوگوں کو یہہ بات بھی سمجھائی کہ اللہ کی اس قدرت کو ذرا خیال کرو کہ اوسنے تم میں سے کسیکو گورا۔ کسیکو کالا۔ کسیکو مرد۔ کسیکو عورت جسطرح سے چاہا پیدا کیا۔ اور پھر اب پیدا ہونے کے بعد کوئی بچہ ہے کوئی جوان کوئی بوڑھا۔ کوئی تندرست۔ کوئی بیمار۔ پھر کوئی اچھا ہو جاتا ہے کوئی مرجاتا ہے تمہاری طرح طرح کی ضرورتوں کے لئے تم نے کیا یہہ نہیں دیکھا کہ اوسنے سات آسمان چاند سورج کیا کیا پیدا کیا زمین کو بچھونے کی طرح ایسا نرم کر دیا کہ اوسمیں کھیتی کرو باغ لگاؤ۔ اوسکو کھود کر اوسکی اینٹ مٹی سے مکان بناؤ۔ پہاڑوں میں گھاٹیاں رکھیں تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو تجارت کے لئے جاسکو تم بھی کھیتی کرتے ہو تو اناج کے بانٹنے کی نہیں سے باغ لگاتے ہو میوہ کھانے کے ارادہ سے مکان بناتے ہو تو اوسمیں رہنے کے قصد سے پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں کہ خدا تعالے نے یہہ سب انتظام بغیر کسی انجام کے کئے ہیں۔ نہیں نہیں۔ اس سب انتظام کا انجام یہی ہے جو میں تم سے کہتا ہوں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالے پھر تمکو زندہ کرے گا اور عمر بھر جو تم نے کیا ہے اوس سب کی جزا و سزا دیوے گا۔ ان سب باتوں کو سمجھا کر تم نے جو خدا کی عظمت بالکل دل سے نکالدی اور بتوں کو خدا کا ہمسر ٹھیرا لیا۔ اور اون کی پوجا کرنے لگے۔ ان بتوں کو خدا کی خدائی

منزل ۷

میں کیا اختیار ہے جو اونکی پوجا سے تم کچھ فیض کو پہونچو گے یہ مانا کہ جن لوگوں کی یہ مورتیں ہیں وہ جیتے جی خدا کے نیک بندے تھے۔ لیکن جو جیتے جی خدا کا نیک بندہ ہو مرنے پر اوسکو خدا کی اختیار نہیں مل جاتے کہ رفع حاجات کے لئے اوسکی پوجا اللہ تعالےٰ کے نزدیک جایز ٹہرے۔ غرض باوجود ان سب فہمایشوں کے یہ لوگ کسیطرح راہِ راست پر نہیں آتے بلکہ انکی سرکشی دن بدن بڑہتی جاتی ہے +

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوْا

کہا نوح نے اے رب میرے اُنہوں نے میرا کہا نہ مانا اور اسا ایسے کا جسکو اُسکے مال اور اولاد سے اور بڑھاوٹا اور داؤ کیا

مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ

بڑا داؤ اور بولے نہ چھوڑیو اپنے ٹھاکروں کو اور نہ چھوڑیو وَدّ کو اور نہ سواع کو

وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝

اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو اور بہکا دیا بہتوں کو اور تو نہ بڑھائیو بے انصافوں کو مگر بہکا وا

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دوسری شکایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ اس قوم کے صاحب مال اور صاحب اولاد لوگوں نے اِس قوم کو یہ بہکا رکھا ہے کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو یہ نعمتیں ہمکو کیونکر ملتیں اسلئے تم اپنی تو نکی پوجا ہرگز نہ چھوڑو اِن مالدار لوگوں کے اِس بہکاوے کو حضرت نوح علیہ السلام نے اونکا بڑا مکر اور بڑا داؤں کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کے مال اور اولاد نے بھی انکو یہ ایک بہت بڑا نقصان پہونچایا ہے کہ مال و اولاد کے غرور کے سبب سے وہ خود بھی راہ پر نہیں آتے اور دوسروں کو بھی مال و اولاد کے حیلہ سے بہکاتے ہیں۔ پھر یہ شکایت کی کہ یا اللہ ان تو نکے سبب سے تیری بہت سی مخلوق گمراہی میں پڑ گئی ولا تزد الظالمین الا ضلالا کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ انکی گمراہی یہانتک بڑہی کہ آخر انپر عذاب آجاوے یہ بد دعا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے مشرک لوگوں کے حق میں کی ہے۔ کیونکہ مشرک سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ پانچ بت جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں تھے یہ قوم نوح میں کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو ان کے معتقد لوگوں کو اِن نیک شخصوں کی وفات کا بڑا رنج ہوا شیطان نے موقع پاکر انکو یوں بہکایا کہ اِن نیک لوگوں کی صورت کی مورتیں بنا کر تم اپنے عبادت خانہ میں رکھ لو۔ اور اِن مورتوں کے نام بھی وہی رکھو جو اُن نیک لوگوں کے تھے اِس سے تمھارا رنج بھی کم ہو جاوے گا اور تمھارا جی بھی عبادت میں خوب لگے گا چنانچہ اِن لوگوں نے ایسا ہی کیا اِن لوگوں کی ایک دو پشت تک تو وہ بت اون عبادت خانوں میں یوں ہی رہے رہے پھر رفتہ رفتہ اون بتوں کی پوجا جاری ہو گئی اور

منزل ۷

پھر طوفان کے بعد یہ بت کہ میں آگئے اوس تاریخ سے اون ہی بتوں کو کہ کے مشرک لوگ بھی پوجتے تھے ہر ایک قبیلہ کا ایک بت تھا یہ اوپر گذر چکا ہے کہ قریش میں کا ایک شخص عمرو نام تھا اوسنے مکہ میں یہ پانچوں بت لاکر رکھے تھے بعضے علمار نے صحیح بخاری کی اس روایتہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس روایتہ کی سند متصل اور پوری نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو عطا خراسانی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ کیا ہے۔ اور ابو داؤد۔ و دارقطنی وغیرہ نے صاف لکھ دیا ہے کہ عطا خراسانی کو حضرت عبداللہ بن عباس سے ملاقات کا موقع نہیں ملا۔ اسواسطے یہ روایتہ منقطع ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کو ابن جریج نے عطا سے روایتہ کیا ہے اور ابن جریج کی روایتہ عطا خراسانی اور عطا ابن ابی رباح دونوں سے ہوا کرتی ہے۔ یہ روایتہ ابن جریج کی عطا بن ابی رباح سے ہے عطا خراسانی سے نہیں ہے۔ اسمار الرجال کی کتابوں سے حافظ ابن حجر کی اس جواب کی پوری تائید ہوتی ہے کیسلئے کہ خود امام بخاری نے عطا خراسانی کو اسمار الرجال کی کتابوں میں ضعیف قرار دیا ہے۔ بلکہ جن علمار نے عطا خراسانی سے روایتہ کی ہے اونپر بھی امام بخاری نے اعتراض کیا ہے باوجود اسکے امام بخاری کی عادت کے یہ بالکل مخالف ہے۔ کہ جس راوی کو خود وہ ضعیف اور قابل اعتراض ٹھہراویں پھر اوس سے اپنی کتاب صحیح بخاری میں روایتہ کریں علاوہ اس کے جن علمار پر امام بخاری نے عطا خراسانی سے روایتہ کرنیکا اعتراض کیا ہے۔ اگر خود امام بخاری عطا خراسانی سے روایتہ کرتے تو اون علمار کو اسبات کے کہنے کا موقع ملتا کہ خود تم نے بھی تو اپنی کتاب صحیح بخاری میں عطا خراسانی سے روایتہ کی ہے حالانکہ اسطرح کا کسی نے کوئی اعتراض اسمار الرجال کی کتابوں امام بخاری پر نہیں کیا۔ اسسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایتہ عطا بن ابی رباح کی ہے عطا خراسانی کی نہیں ہے۔ اسیواسطے حافظ ابن حجر نے تقریب میں کہا ہے کہ عطا خراسانی سے امام بخاری کا روایتہ کرنا درجہ صحت کو نہیں پہونچتا ✣

منزل ۷

مِمَّا خَطِيٰٓـٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝
کچھ وہ اپنے گناہوں سے ڈبائے گئے پھر بٹھائے گئے آگ میں پھر نہ پائے اپنے واسطے اللہ کے سوائے کوئی مددگار

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ
اور کہا نوح نے اے رب نہ چھوڑ تو زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا مقرر اگر تو چھوڑ دے انکو

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ
بہکا دیں تیرے بندوں کو اور جو جنیں سو ڈھیٹھ حق نہ سمجھتا اے رب معاف کر مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور جو آوے

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝
میرے گھر میں ایماندار اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو اور گنہگاروں پر بھی بڑھتا رہ بربادہونا۔

ع ۱ ۲ ۸ ۱۰ النصف ۲

حضرت نوح علیہ السلام کی شکایت اور بد دعا کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سوا تھوڑے سے آدمیوں کے جو حضرت نوح کے سمجھانے سے راہِ راست پر آگئے تھے اور سب قوم کے لوگ طوفان سے ہلاک ہو کر سیدھے جہنم کو چلے گئے۔ یہ طوفان کا قصہ سورہ عنکبوت اور سورۂ ہود میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔ ساڑھے نو سو برس تک حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی سرکشی کا خوب تجربہ ہو چکا تھا۔ اسلئے طوفان کے وقت اونہوں نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ اِس سرکش قوم میں کا ایک گھر بھی طوفان کی آفت سے باقی نہ رہے کیونکہ انہیں کا ایک گھر بھی باقی رہے گا تو وہ اور اونکی اولاد لوگوں کو بہکا دیں گے پھر اپنی ذات اور اپنے ماں باپ اور جو فرمانبردار مرد عورت حضرت نوح کے گھر میں طوفان کی آفت سے امن و امان میں رہنے کے لئے آئے تھے اونکے گناہ معاف ہونے کی دعا اور بت پرستوں کی بربادی کی بد دعا پر کلام کو ختم کیا۔ بت پرستی حضرت نوح علیہ السلام کے ماں باپ کے بعد پھیلی ہے اسلئے حضرت نوح علیہ السلام کے ماں باپ مسلمان تھے حضرت نوح کے باپ کا نام لامک تھا حضرت آدم کے پانچویں پشت کے پوتے تھے +

سورۃ الجن مکیۃ وھی یہ سورۃ مکی	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	ثمانٍ وعشرون اٰیۃ ہے

منزل

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا

تو کہہ مجکو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے پھر کہا ہمنے سنا ایک قرآن عجب سمجھا تا

یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ

ٹھیک راہ سوجھے اُسپر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتا دینگے اپنے رب کا کسیکو اور یہ کہ اونچی ہے شان ہمارے

رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا ۝ وَّاَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ سَفِیْھُنَا عَلَی اللّٰہِ

رب کی نہیں رکھی اُسنے جورو اور نہ بیٹا اور یہ کہ ہم میں کا بیوقوف اللہ پر بڑھا کر باتیں

شَطَطًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۝ وَّاَنَّہٗ

کہتا اور یہ کہ ہمکو خیال تھا کہ نہ بولیں گے انس اور جن اللہ پر جھوٹھ اور یہ کہ

کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْھُمْ رَھَقًا ۝ وَّاَنَّھُمْ

تھے کتنے مرد آدمیوں کے پناہ پکڑتے تھے کتنے مردوں کی جنوں میں پھر اُن کو بڑھایا اور سر چڑھایا اور یہ کہ

ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا ۝

اونکو بھی خیال تھا جیسا تمکو خیال تھا کہ ہرگز نہ اوٹھاوے گا اللہ کسیکو

قدیم زمانہ سے علماء مفسرین میں یہ ایک اختلاف چلا آتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود صحیح مسلم کی روایتہ میں اسبات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جنات سے ملاقات کی اور انکو قرآن شریف سکھلایا۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ کی روایتہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اس کے منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جنات سے ملاقات کی نہ انکو قرآن شریف سکھلایا۔ بلکہ آنحضرت کی بے خبری میں جنات قرآن شریف سنکر چلے گئے بیہقی حافظ ابن حجر اور اور علماء نے اس اختلاف کو یوں رفع کیا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا قصہ جدا جدا ہے پہلے پھل جنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے خبری میں قرآن شریف سنا اور ایمان لائے جسکا ذکر سورہ احقاف میں ہے اوسی بے خبری کیحالت کو اللہ تعالے اِس سورۃ میں بذریعہ وحی کے جتلایا ہے اور اسی حالت اور اسی قصہ کا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ میں ہے۔ اِس دفعہ جنات کے آنیکا سبب معتبر سندسے ترمذی نسائی مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ میں جو بیان کیا گیا ہے اوسکا حاصل یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے پہلے جنات آسمانی کچھ خبریں چوری سے سن آیا کرتے تھے اور کاہنوں سے بیان کرتے تھے۔ اسیواسطے اوس زمانہ میں عرب کے سب کاموں کا مدار کاہنوں کی بیان پر تھا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور نزول وحی کے زمانہ میں آسمان کی خبروں کا انتظام پیشتر سے زیادہ ہوگیا۔ اور چوری سے خبر سننے والے جنات پر انگارے زیادہ برسنے لگے اِس زیادتی انتظام کا سبب دریافت کرنے کے لئے جنات کی ٹکڑیاں زمین کے چاروں طرف چکر لگاتی پھرتی تھیں اونہیں ٹکڑیوں میں سے نو دس جنوں کی ایک ٹکڑی وہاں آنکلی جہاں طائف کے راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے یہ جنات قرآن شریف سنکر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو جاکر نصیحت کی اور پھر بارہ ہزار جنات کا قافلہ دین اور اسلام کی باتیں سیکھنے آیا۔ اور آپنے جنات کے لشکر میں جاکر اونکو سورۃ الرحمن پڑھکر سنائی اور دین اسلام کی باتیں سکھلائیں اِس دوسری دفعہ جنات کے آنے کا ذکر صحیح مسلم ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جابر بن عبداللہ کی روایتہ سے ہے۔ غرض حضرت عبداللہ بن عباس کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کرنے اور جنات کے سامنے قرآن شریف پڑھنے کا انکار ہے۔ وہ جنات کی پہلی دفعہ کے آنے سے متعلق ہے دوسری دفعہ کے آنے سے متعلق نہیں اسیواسطے امام مسلم نے صحیح مسلم میں پہلی حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث کو روایتہ کرکے اوسکے پیچھے حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کو روایتہ کیا ہے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ یہ دونو قصے جدا جدا گذرے ہیں اور دونو روایتیں دونو قصوں کے موافق ہیں آپس میں مختلف نہیں ہیں سورۂ انعام میں گذر چکا ہے کہ رسول فقط انسان ہی آئے ہیں کوئی جن جنات کی ہدایت کے لئے رسول ہوکر

منزل ۷

نہیں آیا۔ بلکہ ہدایت جن وانس دونوں فرقوں کی انسان رسول سے ہی متعلق ہے اسیواسطے جنات کا ایک بڑا قافلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں دین کی باتیں سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ نفر تین سے دس تک کی جماعت کو کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ جن دس سے زیادہ نہیں تھے۔ قرآن شریف کی فصاحت اور بلاغت کے سبب سے قرآناً عجباً کہا جسکے معنے عجیب کے ہیں۔ جدّ ربنا کے معنے عظمتہ ربنا کے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ بیوقوف جن وانس حد سے بڑھکر گستاخی کا یہ کلمہ جو اللہ تعالےٰ کی شان میں کہتے تھے کہ اللہ صاحب اولاد ہے ہم کو یہ گمان تھا کہ شاید وہ یہ کلمہ جھوٹ نہیں کہتے۔ مگر اب قرآن شریف کے سننے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت کے مقابلہ میں اس کلمہ کا مونہہ سے نکالنا بڑی گستاخی ہے اور جن وانس میں سے جو یہ کلمہ کہتے ہیں اون کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ شطط اوس بات کو کہتے ہیں جو حد سے بڑھکر ناانصافی کی ہو۔ ایام جاہلیت میں یہ ایک دستور تھا کہ عرب کے لوگ مسافرت کیحالت میں جب کسی جنگل میں اوترتے تو نعوذ بسید ھذا الوادی من شر سفہاء قومہ کہا کرتے تھے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس جنگل کے جنات کے سردار سے ہم یہ حمایت چاہتے ہیں کہ اوس سردار کی قوم میں کا کوئی نادان جن ہماری جان اور مال کو کسی طرح کا کوئی نقصان نہ پہونچادے اسی دستور کیجنوں کے اس ٹکڑے نے اپنے کلام میں ذکر کرکے یہ کہا ہے کہ اس دستور نے جنات کے تکبر اور نخوت کو اور بڑھا دیا کیونکہ اس دستور سے وہ سمجھنے لگے کہ ہم بھی ایسے ہیں کہ انسان ہم سے حمایت چاہتے ہیں۔ سورۂ احقاف میں گذر چکا ہے کہ جنات کی یہ ٹکڑی یہودی مذہب کی تھی۔ اسلئے اونہوں نے قرآن کو سنکر انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسےٰ کہا۔ بعد عیسےٰ نہیں کہا۔ اسیواسطے لن یبعث اللہ احدا کے مفسروں نے دو معنے کئے ہیں ایک تو یہ کہ ان جنات کا ویسا ہی عقیدہ تھا جسطرح نبی آدم میں یہود کا عقیدہ ہے کہ قیامت تک کوئی ایسا رسول نہ پیدا ہوگا۔ جسکے سبب سے توراۃ کے احکام منسوخ ہوں۔ دوسرے معنے یہ کہ اہل مکہ کی طرح حشر کے منکر تھے حاصل یہ ہے کہ اس جنات کی ٹکڑی نے قرآن کے سننے کے بعد فامنا بہ کہکر دونو معنوں کو غلط ٹھہرایا ان آیتوں میں قریش کو یوں قایل کیا ہے کہ جنات کا حال تو ایک ہی دفعہ کے قرآن کے سننے سے یہ ہوا جو بیان ہوا۔ قریش باوجودیکہ انسان ہیں اور گھڑی گھڑی اون کو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں اون کے آنکھوں کے سامنے وحی نازل ہوتی ہے جسپر اونکا یہ حال ہے کہ خود بھی قرآن کے منکر اور لوگوں کو بھی قرآن کی آیتوں کے سننے سے روکتے ہیں +

ع ۱۰

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ

اور یہ کہ ہمنے ٹٹولی آسمان کو پھر پایا اُسکو بھرا ہے اُسمیں چوکیدار سخت اور انگارے اور یہ کہ ہم بیٹھتے تھے

مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۚ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ

آسمان کے ٹھکانوں میں سننے کو پھر جو کوئی اب سننا چاہے پاوے اپنے واسطے ایک انگارا گھات میں اور یہ کہ ہم نہیں جانتے

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝

کچھ برا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا ان کے حق میں رب نے راہ پر لانا

قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ سے پہلے جنات بعض روایتوں کے موافق اول آسمان بعض کے موافق چوتھے آسمان تلک پہونچکر چوری سے آسمان پر کی کچھ خبریں سُن آتے تھے اور ایک بات میں نو باتیں اپنی طرف سے جھوٹ ملاکر کاہن لوگوں سے کہدیتے تھے۔ قرآن شریف کا نزول شروع ہوتے ہی آسمان کی خبر کی حفاظت کا انتظام زیادہ بڑھ گیا۔ اِس انتظام کے بعد پہلے کیطرح جنات نے جب آسمان تلک جانے کا قصد کیا تو اون پر چاروں طرف سے انگارے برسنے شروع ہوگئے۔ جنات نے اِس انتظام کا ذکر ابلیس سے کیا اوس ملعون نے ہر طرف جنات کو اِس انتظام کا سبب دریافت کرنے کو بھیجا باقی کا ٹکڑا اِس حدیث کا اوپر کی آیتوں کی تفسیر میں بیان ہوچکا ہے کہ ان ٹکڑیوں میں کی ایک ٹکڑی نے مکہ اور طائف کے مابین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور اسلام اختیار کیا۔ ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اِس انتظام کو دیکھکر اِس ٹکڑے کے جنات نے قرآن شریف کے سننے سے پہلے شک کے طور پر یہہ کہا تاکہ اِس انتظام سے یا تو زمین کے رہنے والوں پر کوئی آفت آوے گی یا اون کی کچھ بہتری ہوگی۔ لیکن جب اونہوں نے قرآن شریف سنا تو اون کی سمجھ میں آگیا کہ وہ انتظام اِسی قرآن کی حفاظت کے لئے تھا۔ منزل

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

اور یہ کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی اسکے سوا ہم تھے کئی راہ پر پھٹ رہے اور یہ کہ ہم نے خیال میں آیا

نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا

کہ ہم چیز جائیں گے اللہ سے زمین میں اور نہ تکا دیکر اسکو بھاگ کر اور یہ کہ جب ہم نے سنی راہ کی بات ہم نے اسکو مانا پھر جو کوئی یقین لاوے گا اپنے رب پر سو نہ ڈر ہوگا کسی

رَهَقًا ۝ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا

اور نہ زبردستی کی اور یہ کہ کوئی ہم میں حکم بردار ہیں اور کوئی بے انصاف سو جو حکم میں آئے

رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى

نیک راہ اور بے انصاف ہیں وہ ہوئے دوزخ کے ایندھن اور جیسا کہ آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے

الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ
راہ پر تو ہم پلاتے اُن کو پانی بہر کر تاکہ اُن کو جانچیں اُسمیں اور جو کوئی موڑے اپنے رب کی یاد سے
يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝
وہ پٹھاوے گا اُسکو چڑھتے عذاب میں

سلف کا قول ہے کہ جسطرح بنی آدم میں مشرک یہود نصاریٰ طرح طرح کے فرقے ہیں یہی حال جنات کا بھی ہے اوس جنات کی ٹکڑی کے جن جنکا ذکر اوپر سے چلا آتا ہے اپنا اور اپنی قوم کا حال بیان کر رہے ہیں کہ بعضے ہم میں سے نیک اور اپنے دین کے پابند ہیں اور بعضونکا ڈھنگ اِس کے برخلاف ہے ہمارا حال تو یہ ہے کہ جب سے ہم نے یہ قرآن شریف سُنا ہے ہم اسپر ایمان لے آئے کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اللہ تعالےٰ کے حکم کی نافرمانی کریں اور وہ اوس نافرمانی کی سزا میں ہم کو پکڑنا چاہے تو اوسکے مواخذہ سے ہم کہیں بھاگ کر بچ نہیں سکتے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اوسنے ٹھیک راستہ ڈھونڈ لیا جسمیں اوسکو کبھی کسیطرح کا ٹوٹا نہ ہوگا۔ اور جو نافرمان ہیں وہ آخر کو دوزخ کا ایندھن ہیں گے اب جنات کے اِس تذکرہ میں قریش کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی اللہ کے اِن لوگوں سے کہدو جسطرح مجھکو یہ وحی اللہ کی طرف سے آئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے قرآن سنا اور وہ ایمان لے آئے اسیطرح یہ بھی وحی آئی ہے کہ اگر اِن جنات کی طرح یہ لوگ بھی سیدھے رستہ پر آجاتے تو یہ قحط کی آفت اوپر سے ٹل جاتی۔ اور اونکی شکر گذاری آزمانے کے لئے ان کے رزق میں اچھی فراخی کر دی جاتی انہوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ عادت الٰہی جاری ہے کہ جو اللہ کی نصیحت نہیں مانتا اللہ اُسے ایسے عذاب میں پکڑ لیتا ہے جو روز بروز بڑھتا چڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً کبھی مکہ کا کاسا تابر کا قحط ہے کبھی بدر کی لڑائی کی قتل اور قید کی آفت پھر سب سے بڑھ چڑھ کر دوزخ کا عذاب جسکے بڑھنے چڑھنے کا کچھ ٹھکانا نہیں ابن ماجہ مستدرک حاکم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون سے معلوم ہوتا ہے کہ کم تولنے اور زکوٰۃ کے ادا نکرنے سے قحط پڑتا ہے +

منزل ۷

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ
اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسیکو اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اللہ کو پکارتا ہے
يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ
لوگ کرنے لگتے ہیں اوسپر ٹھٹھہ تو کہہ میں تو یہی پکارتا ہوں اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اُسکا
بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ
کسیکو تو کہہ میرے ہاتھ نہیں تمہارا برا اور نہ راہ پر لانا تو کہہ مجھکو نہ بچاوے گا

مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ
اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤنگا اُسکے سوا کہیں سرک رہنے کو جگہ مگر پہنچانا ہو اللہ کیطرف سے اور اُسکے پیغام دینے
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا
اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اُسکے رسول کا سو اُس کے لئے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں اُسمیں ہمیشہ یہانتک کہ جب
رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝
دیکھیں گے جو اُنسے وعدہ ہوا تب جان لیں گے کس کی مدد کمزور ہے اور گنتی میں تھوڑے

مشرک مکہ حرم میں اور یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں میں اللہ کی عبادت خالص نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی عبادتوں میں غیروں کو شریک کرتے تھے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا کہ نبی اللہ کے اِن لوگوں سے کہدو اوپر وحی کی طرح مجھکو یہ بھی وحی آئی ہے کہ عبادت گاہیں اللہ کے نام سے بنی ہیں انمیں سوا اللہ کے کسی اور کو اوس کی عبادت میں شریک کرنا بڑے وبال کی بات ہے پھر مشرکین مکہ کی ایک سرکشی کا ذکر کیا کہ ان لوگوں کو یہ توفیق تو نہیں ہوتی کہ حرم میں خالص اللہ کی عبادت کریں اور شرک سے باز آئیں۔ بلکہ اللہ کے بندے اللہ کے رسول جب اِن لوگوں سے اللہ کی وحدانیت کی نصیحت کرنے کو کھڑے ہوتے ہیں تو اون لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اللہ کے رسول کے مخالفت پر کمر باندھکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ کادوا یکونون علیہ لبدا کی تفسیر میں سلف کا یہ قول ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف پڑھا تو اوس کے سننے کے شوق میں جنات کا ہجوم اور اژدحام جمع ہوا تھا اسیسے کادوا یکونون علیہ لبدا فرمایا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جنات نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کو جماعت سے نماز پڑھتے جو دیکھا تھا۔ یہہ اونہوں نے اوسی جماعت کی نماز کا ذکر اپنی قوم سے اِن لفظوں میں کیا ہو یہہ ایک قول حضرت عبد اللہ بن عباس کا ہو اور ترمذی نے اوسکو روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے ظاہر اس قول کے معنے یہہ ہیں کہ آیتہ اس مطلب پر بھی صادق آتی ہے ورنہ حافظ ابو جعفر بن جریر نے سلف کے قولوں میں سے قتادہ وغیرہ کے اِس قول کو ترجیح دی ہے جو ان دونو قولوں سے پہلے ذکر کیا گیا ہے اور قرآن شریف کی آیتوں کا مضمون بھی اسیکا مقتضی ہے کہ اس قول کو ترجیح دی جاوے کیونکہ اِس آیتہ سے پہلے جو آیتہ ہے وہ مشرکین کی شان میں ہے اور اسیطرح اِس آیتہ کے آگے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جس جواب کا ارشاد فرمایا ہے۔ وہ مشرکین مکہ کی مخالفت کا جواب ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اے مشرکو تم ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو کر مجھ سے مخالفت کیوں کرتے ہو میں تو اللہ کے حکم کے موافق فقط اللہ کی خالص عبادت کرتا ہوں اوسکی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتا رہی تمہاری ہدایت اور

گمراہی و ہدایت کے اختیار میں نہیں جس طرح اللہ کا حکم آتا ہے میں خود بھی اوسکے موافق عمل کرتا ہوں اور تمکو بھی وہ حکم الٰہی پہونچا دیتا ہوں۔ کیونکہ اللہ کے حکم کے موافق عمل کرنے میں یا اوسکو تمکو پہونچا دینے میں مجھسے کوئی کوتاہی ہو جاوے تو مجھے اللہ کے مواخذہ سے نہ کوئی بچا سکتا ہے نہ اوسسے بچنے کی کوئی پناہ کی جگہ مجھکو نظر آتی ہے۔ اب بعد اس فہمایش کے جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی مخالفت کریگا اوسکا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ہے۔ اگرچہ تم مجھکو اکیلا۔ اور میرے ساتھیوں کو تھوڑی سی جماعت دیکھکر مخالفتو پر آمادہ ہو لیکن اللہ کے وعدہ کے موافق کوئی آفت آگئی تو ہر کوئی جان لیوے گا کہ تمھاری بڑی بھیڑ کا انجام کیا ہوا۔ اور ہماری تھوڑی سی جماعت کا کیا حال ہوا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے بدر کی لڑائی میں یہ انجام ہر ایک کو معلوم ہو گیا +

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا

تو کہہ میں نہیں جانتا کہ نزدیک ہے جس چیز کا تمسے وعدہ ہے یا کرے اسکو میرا رب ایک مدت کی حد جاننے والا ہے بھید کا سو نہیں

یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ

خبر دیتا اپنے بھید کی کسیکو مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو تو وہ چلا تا ہے اوسکے آگے

وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی

اور پیچھے چوکیدار تا جانے کہ اُنہوں نے پہنچائے پیغام اپنے رب کے اور قابو میں رکھا ہے جو اوسکے پاس آگے اور

ع

كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝

پیچھے ہر چیز کی گنتی

منزل ۷ ع ۱۱

اوپر یہ ذکر تھا کہ اللہ کے وعدہ کے موافق کوئی آفت آگئی تو ہر کوئی جان لیوے گا کہ مشرکوں کی بڑی بھیڑ کا کیا انجام ہوا اور اللہ کے فرمانبردار تھوڑے سے مسلمانوں کا کیا انجام ہوا۔ اسکو سنکر بعضے مشرکوں نے کہا آخر وہ عذاب کب ہے جس سے ہر وقت ڈرایا جاتا ہے اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان عذاب کے جلد باز لوگوں کو جواب دیدو کہ عذاب دنیا کا یا عذاب قیامت کا خاص وقت اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے مجھکو معلوم نہیں کیونکہ عذاب کے آنے کا خاص وقت ایک علم غیب ہے بجز اللہ تعالےٰ کے کسیکو معلوم نہیں ہاں وہ اپنے رسولوں میں جسکو چاہتا ہے اوسکو بذریعہ وحی کے غیب کی باتوں میں سے کچھ باتیں بتلا دیتا ہے۔ تاکہ وہ غیب کی بات کا بتلانا نبی کی نبوت کی شان ٹھہری اور اس وحی کی حفاظت کا خدا کی طرف سے آسمان و زمین پر بہت بڑا انتظام ہے آسمانپر جگہ جگہ فرشتے تعینات ہیں جو وحی کی خبر چوری سے سننے والے جنات پر چاروں طرف سے انگارے برساتے ہیں اور کوئی وحی کی خبر چوری سے اونکو سننے نہیں دیتے آسمان سے زمین پر جب

وحی کی خبر آتی ہے تو اللہ کے رسول کے ارد گرد ہر طرف فرشتے اس بات کی چوکسی کرتے ہیں کہ اوسمیں کوئی شیطانی دخل نہونے پاوے۔ یہ سب تنظیم اللہ تعالےٰ نے ظاہری اسباب کے طور پر فرمایا ہے ورنہ علم باطنی کے طور پر ذرہ ذرہ سب اوسکو معلوم ہے کوئی شے اوسکے علم سے باہر نہیں جو چیز مخلوقات کی نظروں سے غائب ہو اوسکو غیب کہتے ہیں عذاب قبر جنت دوزخ یہہ سب غیب کی چیزیں ہیں صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ذر سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا جنت اور دوزخ کا حال جو کچھ مجھکو معلوم ہے اگر وہ تم لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو تم ہنسنا بالکل کم کردو ہر وقت روتے رہو بستی کو چھوڑ کر جنگل کو چلے جاؤ اور ہر دم اللہ سے لو لگائے رہو اس سے معلوم ہوا کہ بعض غیب کی باتیں دنیا کا انتظام قایم رہنے کے لئے سوائے اللہ کے رسول کے امت کے لوگوں پر تفصیل سے ظاہر نہیں کیگئی ہیں۔ زمخشری اور معتزلہ فرقے کے لوگوں نے الا من ارتضے من رسول سے یہ مطلب نکالا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جبکہ رسولوں کو خاص طور پر غیب کی خبر دیئے جانے میں کیا ہے تو اولیا کی کرامت کا وجود دنیا میں باقی نہ رہنا چاہئے کیونکہ اولیا رسول نہیں ہیں مگر صحیح حدیثوں سے اولیا کی کرامات کا ثبوت ملتا ہے اسلئے علمائے اہل سنت نے طرح طرح سے معتزلی فرقے کے لوگوں کو قائل کیا ہے۔ امام فخر الدین رازی نے ان آیتوں کی تفسیر میں چند کاہنوں کے قصے جو لکھے ہیں وہ قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ سے پہلے کے ہیں اور یہہ اوپر لکھ چکا ہے کہ قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ سے پہلے جنات آسمان کی کچھ خبر بیچ بیچ سے سن آیا کرتے تھے۔ اور کاہنوں سے بیان کر دیا کرتے تھے کیونکہ اوس زمانہ میں جنات کے آسمان تک جانے میں زیادہ روک ٹوک نہ تھی غرض ان وجوہات سے وہ کاہنوں کے قصے ان آیتوں کے مخالف قرار پا سکتے ہیں ان آیتوں کی تفسیر سے اون قصوں کو کچھ تعلق ہے۔ آمد کے معنے لمبی دوت کے ہیں رصد کے معنے وحی کی حفاظت کرنے والے فرشتے۔

منزل ۷

سورۃ المزمل مکیۃ	بسم اللہ الرحمن الرحیم	وھی عشرون ایۃ
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے	مکی ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ

اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر تھوڑا سا یا زیادہ کر

عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ

اسپر اور کہول کہول کے پڑھ قرآن کو صاف ہم آگے ڈالیں گے تجھپر ایک بھاری بات البتہ

نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝

اٹھنا رات کا سخت رونا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات البتہ تجھکو دن میں شغل رہتا ہے لمبا

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا
اور پڑھ نام اپنے رب کا اور چھوٹ اسکی طرف سے الگ ہو کر مالک مشرق اور مغرب کا اس میں کسی کی بندگی نہیں
هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝
سو پکڑ اوسکو کام سونپا

اکثر سلف کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے مگر حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے واصبر علی ما یقولون اور اوسکے بعد کی آیتیں یہ دونو آیتیں مدنی ہیں لیکن یہ اوپر گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کا شروع کا حصہ مکی ہو وہ مکی کہلاتی ہے حسن بصری اور ابن سیرین اسبات کے قائل ہیں کہ رات کا اوٹھنا اور تہجد کی نماز کا پڑھنا فرض ہے زیادہ نہو سکے تو اتنی ہی دیر آدمی کو اوٹھنا چاہیئے جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے لیکن جمہور علما کا مذہب یہی ہے کہ تہجد کی نماز سنت ہے۔ اور ایسی فضل سنت ہے جسکی ترغیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں سے لائی ہے صحیح مسلم اور سنن میں ابوہریرہؓ کی حدیث مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرض نماز کے بعد تہجد کی نماز سے بڑھکر کوئی نماز نہیں ہے۔ اور صحیحین میں عبداللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز بہت پسند ہے جمہور علما کا یہ مذہب ہے کہ تہجد کی نماز امت محمدیہ پر فرض نہیں ہے اسکی تائید صحیح حدیثوں سے ہوتی ہے مثلاً ایک صحیح حدیث تو صحیح مسلم وغیرہ کی حضرت ابوہریرہ کی روایت سے ابھی اوپر گذری جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز کا رتبہ فرض نماز کے بعد رکھا ہے اسسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی نماز فرض نہیں ہے۔ فرض نماز کے بعد سنت تہجد کی ایک نماز ہے۔ دوسری حدیث صحیحین میں حضرت زید بن ثابت کی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ ایک رمضان میں تین راتوں تک صحابہ کرام مسجد نبوی میں تہجد کی نماز جماعت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑہنے آئے پھر چوتھی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہیں لائے اور صبح کو صحابہ سے فرمایا کہ مجھکو تم لوگوں کا آج کی رات آنا بھی معلوم تھا مگر میں اس خوف سے باہر نہیں آیا کہ کہیں تمپر تہجد کی نماز فرض نہو جاوے۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوا کہ امت محمدیہ پر تہجد کی نماز فرض نہیں ہے۔ کیونکہ اوسکے فرض ہونے کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہرگز نہیں فرماتے کہ مجھکو اوسکے فرض ہونے کا خوف تھا کیوں کہ جو چیز خود بخود ہی فرض ہوتی اوسکے فرض ہونے کا خوف آپ کیوں ظاہر فرماتے اسیطرح صحیحین میں حضرت طلحہ بن عبید کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان دین ایک شخص سائل کو بتلائے ہیں اور ان ارکان میں فقط پنجگانہ نماز کو آپنے فرض بتلایا ہے۔ اوس شخص نے پوچھا بھی کہ نماز کے نام سے میرے اوپر

منزل ۷

اور کچھ بھی فرض ہے تو آپنے فرمایا کہ نہیں تہجد کی نماز اگر فرض ہوتی تو آپ ضرور اسکا ذکر فرماتے ایک اختلاف علماء میں اور ہے وہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں اس سورۃ کی شروع کی آیتوں کے موافق جب تہجد کی نماز فرض تھی تو کیا فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہی فرض تھی یا امت پر بھی فرض تھی۔ حافظ ابن کثیر نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اوس زمانہ میں بھی یہ نماز فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی فرض تھی۔ اور قرآن شریف میں قم اللیل اور فتہجد بہ کا خطاب خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو ہے اوس سے یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ بعضے علماء نے یہہ جو لکھا ہے کہ مزمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے آپکا ایک نام ہے یہ قول تو صحیح نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو ان آیتوں میں تہجد کا حکم فرمایا ہے اور تہجد کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اکثر اوسوقت اوڑہے لپیٹے بچھونے پر لیٹا ہوا کرتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے آپ کی اس حالت کی صفت سے آپکو یاد فرمایا۔ آپ کی اس صفت سے یاد فرمانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ امت میں کے اور لوگوں سے بھی یہہ خطاب یا ایہا الذین امنوا کے خطاب کی طرح متعلق ہوگیا۔ قم اللیل سے ساری رات کی نماز سمجھی جاتی تھی۔ اسلئے آگے اوسکی مقدار بتلادی کیونکہ حفظ صحت کی غرض سے انسان کے لئے کچھ راحت بھی ضرور ہے۔ ترتیل کے معنے حرفوں کو الگ الگ کرکے اسطرح قرآن پڑہنا کہ سننے والے کی خوب سمجھ میں آوے۔ چنانچہ اکثر صحابہ نے صحیح روایتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل کے حوالہ سے ترتیل کے یہی معنے بتلائے ہیں تہجد کی آٹھ رکعتیں اکثر صحیح روایتوں میں ہیں اور وتر کی پانچ رکعتیں بھی ہیں اور تین بھی اور ایک بھی اور کبھی پانچ رکعت سے زیادہ بھی وتر آپنے پڑہے ہیں۔ بھاری بات سے مراد نماز روزہ حج وزکوٰۃ وغیرہ احکام ہیں جو اس سورۃ کے بعد وقت بوقت نازل ہوئے کیونکہ اس سورۃ کے زمانہ تک فقط تہجد کی نماز تھی اور کوئی عبادت نہ تھی۔ پھر معراج کیوقت پانچوں وقت کی نماز مکہ میں اور ہجرت کے بعد مدینہ میں باقی کی عبادتیں یہ سب کچھ فرض ہوا۔ خالص نیت سے پورے طور پر ان عبادتوں کا ادا کرنا آدمی کے نفس پر ذرا بھاری ہے اسلئے اون کی پوری ادائی کو بھاری بات فرمایا رات کو کسیقدر سو جانے کے بعد جو آدمی اوٹہے تو اوس باقی کی رات کو ناشتہ اللیل کہتے ہیں اوسوقت کا اوٹھنا نفس پر شاق گذرتا ہے۔ اسواسطے اوسکو نفس کی روندن فرمایا۔ اوسوقت کچھ غل شور نہیں ہوتا۔ اسلئے اوسوقت آدمی کے حواس منتشر نہیں ہوتے۔ بلکہ جو کچھ اسوقت منہ سے نکلتا ہے وہ دل کے ارادہ سے ہوتا ہے اوپری نہیں ہوتا۔ اسواسطے اوسوقت کے زبان کے لفظوں کو سیدھی بات فرمایا اور فرمایا کہ دن کے مشغلے رات کو نہیں رہتے اسلئے اس خلوت کے وقت میں اللہ کی عبادت کیا کرو علاوہ اسکے آخری ثلثائی رات یہہ وقت بھی بہت بڑی مقبولیت کا ہے چنانچہ صحیح بخاری مسلم وغیرہ

منزل ۷

میں حضرت ابوہریرہ کی روایۃ سے جو حدیث ہے وہ مشہور ہے کہ اوسوقت ہر رات کو اللہ تعالےٰ اول آسمان پر نزول فرما کر اوسوقت کی ہر طرح کی دعا اور توبہ و استغفار کے قبول فرمانے کا وعدہ اپنے بندوں سے فرماتا ہے اسباب میں صحابہ کی ایک جماعۃ سے اور بھی صحیح روایتیں آئی ہیں۔ تبتل کے معنے یکسو ہو کر اللہ تعالےٰ کی عبادت میں مصروف ہونا۔ اب آگے فرمایا کہ مشرق مغرب سارے جہان کا پروردش کرنے والا جبکہ وہی وحدہ لاشریک ہے تو وہی اسبات کا مستحق ہے کہ اوسیکی خالص عبادت کی جاوے اور دین و دنیا کے ہر ایک کام کا اوسی پر بھروسا رکھا جاوے۔ یہہ دنیا عالم اسباب ہے اسلئے دنیا کے کاموں میں اللہ پر بھروسہ رکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی اسباب کو بیکار سمجھے۔ بلکہ اللہ پر بھروسا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی سبب کو سبب کیطرح برتے اور ہر کام میں اصل بھروسا اللہ کی ذات پر رکھے سبب کو اصل بھروسہ کی چیز نہ سمجھے جسطرح صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رزق میرے برچھے کے نیچے ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ دین کی لڑائی پر جانا۔ اور غنیمت کے مال میں سے حصہ لینا یہی اس عالم اسباب میں میرا رزق کا سبب اور حیلہ ہے اسیطرح صحابہ کے سینکڑوں قصے صحیح روایتوں میں ہیں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو تجارت زراعت سب کچھ کرتے تھے اور پھر آپکا اور آپکے اصحاب کا اصل بھروسا اللہ پر تھا۔ یہہ اسباب آپکے اور آپکے اصحاب کے نزدیک مستقل طور پر بھروسہ کی چیز نہ تھی۔ تبتیل کے معنے چلنے پھرنے اور کام کاج کے ہیں ✣ منزل ۷

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ

اور سہتا رہ جو کہتے ہیں اور چھوڑ ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا اور چھوڑ مجھکو اور جھٹلانیوالونکو جو آرام میں ہیں

وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا

اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی البتہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ کا ڈھیر اور کھانا گلے میں اٹکتا اور دکھ کی

اَلِيْمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝ اِنَّآ

مار جسدن کانپے زمین اور پہاڑ اور ہوجاویں پہاڑ ریت پھسلتے ہمنے بھیجا

اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۢ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝

تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا جیسے بھیجا فرعون پاس رسول

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ

پھر کہانہ مانا فرعون نے رسول کا پھر پکڑی ہمنے اسکو پکڑ وبال کی پھر کیونکر بچوگے اگر منکر ہوگے

كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ ۢ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝

اسدن سے جو کرڈالے لڑکوں کو بوڑھا آسمان پھٹے اسمیں ہے اسکا وعدہ ہونا

اوپر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ اے رسول اللہ کے تم اپنے سب کام اللہ کو سونپ دو۔ اللہ تمہارے سب کاموں کے سرانجام کے لئے کافی ہے اوس ہدایت کے پورا کرنے کے لئے فرمایا یہ لوگ جو اپنے مال ومتاع کے غرور میں تمکو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں تم اوسکا کچھ خیال نکرو اور تھوڑے دنوں کے لئے اِن لوگوں کو اللہ کے انتقام پر چھوڑ دو اللہ اُن سے خود سمجھ لیوے گا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اِن آیتوں کے نازل ہونے کے تھوڑے عرصہ کے بعد بدر کی لڑائی پیش آئی جسمیں بڑے بڑے سرکش ستر آدمی مشرکین مکہ میں سے قتل ہوگئے۔ اب آگے اللہ تعالےٰ نے قریش کو دو طرح سے ڈرایا۔ ایک فرعون کا قصہ یاد دلایا۔ کہ اگر اِن لوگوں کی یہی فرعون کی سے سرکشی رہی تو وہی نتیجہ انکا ہوگا جو فرعون اور اوسکے لشکر کا ہوا اوسکے ساتھ ہی یہہ بھی فرمایا کہ اگر دنیا کے عذاب سے یہ لوگ بچ بھی گئے تو قیامت کے اوس عذاب سے اون کو کون بچاوے گا جس عذاب کو تفصیل سے اگر کسی لڑکے کے روبرو بیان کیا جاوے تو وہ اڑکا بڈھے شخص کیطرح بدحواس ہوجاوے پھر فرمایا کہ یہہ لوگ قیامت کے حال کو قصہ کہانی کی طرح سنکر اوڑا دیتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک قیامت کا آنا ایسا یقینی ہے کہ اوسمیں کسی صاحب عقل آدمی کو شک وشبہ کا موقع نہیں ہے کیونکہ دنیا کا پیدا کرنا جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے بغیر نیک وبد کی جزا وسزا کے بے ٹھکانے رہتا ہے پھر جب ان میں کے معمولی عقل کے آدمی اسطرح کے بے ٹھکانے کام سے گھبراتے ہیں تو پھر اللہ کے ذمہ یہ بے ٹھکانے کام کیونکر جائز کہا جاتا ہے نعمت کا لفظ خلقت کی لفظ کی طرح نون کے زبر سے مالداری کے معنے میں ہے اور نون کے زیر سے خدمت کے لفظ کی طرح ہو تو انعام اور اکرام کے معنے میں ہے۔ انکال کے معنے قیدیوں کے پیروں کی بیڑیاں۔ جحیم کے معنے دہکتی آگ۔ جو چیز گلے میں پھنس کر نہ اگلی جاوے اور نہ نگلی جائے اوسکو غصہ کہتے ہیں یہ زلزلہ اور پہاڑوں کا ریت ہوکر زمین میں مل جانا اور فرشتوں کے زمین پر آنے کے لئے آسمان میں دروازوں کا ہوجانا یہہ دو سے صور کے وقت کا حال ہے جسکی تفصیل کئی جگہ گذر چکی ہے۔ اور عنقریب اوسکی تفصیل آوے گی۔ وبیل کے معنے سخت اور شدید۔

منزل ۷

ع ۱ (۱۹) ۱۳

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْمُ

یہ سمجھوتی ہے پھر جو کوئی چاہے بنا رکھے اپنے رب کیطرف راہ تیرا رب جانتا ہو کہ تو اٹھتا ہو نزدیک

أَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ

دو تہائی رات کے اور آدھی رات اور تہائی رات اور جتنے لوگ تیرے ساتھ کے اور اللہ ناپتا ہے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ

رات کو اور دن کو اُن لئے جانا کہ تم اوسکو پورا کر نہ سکو گے تو تمپر معافی بھیجی سو پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سے

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ
جانا کہ آگے ہونگے تم میں کتنے بیمار اور کتنے اور پھرینگے ملک میں ڈھونڈتے اللہ کا
فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
فضل اور کتنے اور لڑتے اللہ کی راہ میں سو پڑھو جتنا آسان ہو اس میں سے اور کھڑی رکھو نماز
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ
اور دیتے رہو زکوۃ اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی بھلائی اوسکو پاؤ گے
عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ع ۲ ۱ ۱۴
اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

آدھی رات یا اسسے کچھ کم وزیادہ تک تہجد کے نماز کے پڑہنے کا جو حکم اول سورہ میں تھا وہ انہی آیتوں سے منسوخ ہوگیا۔ اور اسکے آگے پنجگانہ فرض نماز کا ذکر جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اوسسے تھوڑی دیر تہجد کی نماز میں قرآن شریف پڑہنے کا حکم فرض کے طور پر جو نکلتا تھا وہ بھی منسوخ ہوگیا۔ بعضے علماء نے صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ بن مسعود کی اوس حدیث سے تہجد کی نماز کی فرض ہونے کی تائید نکالی ہے جس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک شخص کا ذکر آیا۔ کہ وہ صبح تک سوتا رہتا ہے اور نماز کو نہیں اوٹھتا۔ لیکن یہ تائید صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح ابن حبان کی روایتہ میں یہ صراحت موجود ہے کہ وہ ذکر فرض کے لئے نہ اوسنے کا تھا۔ تہجد کا ذکر نہیں تھا۔ اسواسطے امام بخاری نے اس ذکر کی حدیث کو روایتہ کیا ہے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ ان دونو حدیثوں میں مناسبت ہے اس آیتہ سے بظاہر جو آیتہ یا سورۃ آسان معلوم ہو نماز میں اوس کے پڑہنے کی اجازت نکلتی ہے اس لئے مذہب حنفی میں یہ مسئلہ قرار پایا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے اسکا جواب جمہور علماء نے یہ دیا ہے کہ صحیحین میں حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث اور صحیح مسلم اور صحیح ابن خزیمہ کی حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے جب یہ معلوم ہوگیا کہ بغیر سورہ فاتحہ کے پڑہنے کے نماز نہیں ہوتی تو ان صحیح حدیثوں کے مخالف اور کوئی تفسیر اس آیتہ کی جائز نہیں ہے صحیح بخاری اور نسائی وغیرہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ سے پوچھا کہ تمکو اپنا مال پیارا ہے یا اپنے وارثوں کا مال پیارا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمکو اپنا مال پیارا ہے آپنے فرمایا تمہارا مال وہی ہے جو تم نے اللہ کے نام پر خرچ کیا وہی عقبے میں تمہارے کام آوے گا۔ اور جو کچھ دنیا میں چھوڑ جاؤ گے وہ تمھارے وارثوں کا مال ہے اوسسے تمھاری ذات کو کچھ نفع نہیں ہے یہ حدیث گویا آیتہ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیتہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ دنیا میں رہجانے والی چیز سے وہی چیز بہتر ہے جسکا عوض

عقبے میں انسان کو خدا کی درگاہ سے ملے +

سورۃ المدثر مکیۃ	بسم اللہ الرحمن الرحیم ○	وھی خمس وستون اٰیۃ
یہ سورۃ مکی ہے	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے	

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ○ وَالرُّجْزَ
اے لحاف میں لپٹے کھڑا ہو ہوشیار سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور کہنری کو
فَاهْجُرْ ۙ○ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ○ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۙ○ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ○
چھوڑ دے اور نہ کر احسان کرے اور بدلا بہت چاہے اور اپنے رب کی راہ دیکھ پھر جب کہ پھونکا جائے وہ کہونکا
فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ○ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ○
پھر وہ اس دن مشکل دن ہے منکروں پر نہیں آسان

علماء مفسرین نے اس باب میں بہت بڑا اختلاف کیا ہے کہ قرآن شریف کی سورتوں میں سب سے پہلے اقرا باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی ہے یا سورۃ مدثر نازل ہوئی ہے۔ صحیحین کی حضرت جابر اور حضرت عائشہ کی دو نو حدیثوں کو ملا کر دیکھا جاوے تو رفع اس اختلاف کا وہی ہے جو حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر اور خطیب وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رویا صادقہ کے بعد پہلے پہل وحی کا نزول جو شروع ہوا تو سب سے پہلے اقرا باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی۔ پھر چند روز تک وحی بند رہی اس وحی کی بندش کے بعد پھر جو سلسلہ وحی کا چلا تو سورہ مدثر نازل ہوئی۔ غرض صحیح قول یہی ہے کہ سورۃ مدثر کا نزول اقرأ سے مؤخر اور سب سورتوں سے مقدم ہے جو کپڑا آدمی کے جسم سے ملا ہوا ہو اوسکو شعار اور جو اوس کے اوپر پہنا اوڑھا جاوے اوسکو دثار کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں جو حضرت جابر سے روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ اقرأ کے نازل ہونے کے بعد کچھ دنوں تک وحی کا نازل ہونا موقوف رہا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اون کی اصلی صورت میں دیکھا جس سے آپ ڈر گئے اور آپنے حضرت خدیجہ سے کہا مجھکو سردی لگتی ہے معمولی کپڑوں کے اوپر مجھے کچھ اوڑھا دو اونہوں نے آپکو لحاف اوڑھا دیا اتنے میں اللہ تعالے نے آپ کو اسی نام سے یاد فرما کر یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اقرأ کی آیتوں میں آپکو فقط وحی کے پڑھنے کا حکم تھا اس سورۃ میں وحی کے احکام کے موافق لوگوں کو ڈرانے اور نصیحت کرنے کا بھی حکم ہوا کہ جو لوگ سوا اللہ کے اور چیزوں کو پوجتے ہیں اون کو اوس کے وبال سے ڈرا دیا جاوے۔ پھر فرمایا کہ یہ مشرک اللہ کی شان میں شرکیے الفاظ جو کہتے رہتے ہیں آپنی اللہ کے تم اون کے برخلاف اللہ کی بڑائی اور

منزل ۷

توحید بیان کرو تاکہ ان مشرکوں کے کان بھی توحید سے آشنا ہوں۔ مشرکین مکہ پہننے کے کپڑوں کی پاکی ناپاکی کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اور اپنے بتوں سے ہر وقت لگے لپٹے رہتے تھے۔ اسلئے فرمایا کہ اے نبی اللہ کے تم اپنے کپڑے پاک صاف رکھو اور ان مشرکوں کے بتوں سے ہمیشہ دور رہو۔ ولاتمنن تستکثر ولربک فاصبر کی تفسیر میں اگرچہ سلف کے چند قول ہیں لیکن آیتوں کی مناسبت کے خیال سے حافظ ابو جعفر بن جریر نے جس قول کو ترجیح دی ہے اوسکے موافق آیۃ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اے نبی اللہ کے خدمت نبوت کی ادائی میں جو کوئی اچھا اور برا کام تم سے بن آوے تو زیادتی اجر کے خیال سے اوس کام کی بڑائی احسان کے طور پر تم کچھ نہ جتلاؤ۔ اللہ کو ہر کام کا اجر خود معلوم ہے تم ہر حال میں اوسی پر صابر اور شاکر رہو خدمت نبوت کی ادائی اور اس خدمت کی ادائی کے سبب سے مخالف شریعت لوگ جو تمکو کچھ گستاخی کے الفاظ کہویں تو اوسپر صبر کرنے کا سب کا پورا اجر اللہ تمکو دیوے گا پھر فرمایا کہ اے نبی اللہ کے باوجود تمہارے نصیحت کے جو کوئی آخرت کی سزا جزا کا منکر رہے تو ایسے لوگونکو یہ سنا دیا جاوے کہ مردوں کو زندہ کرنے کا دوسرا صور پھونکا جاکر جب یہ لوگ زندہ ہو جانے کے بعد اللہ کے روبرو کھڑے ہونگے۔ اور ذرہ ذرہ کا ان سے حساب لیا جاوے گا۔ تو وہ وقت انپر بڑی مشکل کا ہے۔ اوس مشکل کے لئے ان لوگوں کو تیار رہنا چاہیے کہتری کا مطلب بت پرستی کی نجاست۔ کہو کرا یعنے صور۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۝
چھوڑ دے مجھکو اور اوسکو جسمیں بنایا اکا اور دیا میں نے اوسکو مال پھیلا کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۝ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ۝
اور تیاری کر دی اوسکو خوب تیاری پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور دوں کوئی نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ ۝ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۝
اب اسکے چڑھاؤں گا بڑی چڑھائی سوچ کیا اور ٹھیرایا سو مارا جائیو کیسا ٹھیرایا پھر مارا جائیو کیسا ٹھیرایا

ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۝
پھر نگاہ کی پھر تیوری چڑھائی اور منہ بسورا پھر پیٹھ دی اور غرور کیا پھر بولا اور نہیں یہ جادو ہے چلا آتا

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ ۝ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ؕ ۝ لَا تُبْقِیْ
اور نہیں یہ کہا ہے آدمی کا اب اسکو ڈالونگا آگ میں اور تو کیا بوجھا کیسی ہے وہ آگ نہ باقی رکھے

وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ؕ ۝
اور نہ چھوڑے نظر آتی ہے پنڈے پر اوسپر مقرر ہیں انیس شخص

اِن آیتوں کی شان نزول صحیح سند سے مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس نے جو بیان فرمائی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپنے اوسکو قرآن شریف کی کچھ آیتیں پڑھکر سنائیں جس سے اوسکا دل کسیقدر نرم ہوا یہ خبر ابوجہل کو پہونچی اوس نے ولید بن مغیرہ سے کہا کہ قوم کے لوگ تم سے ہرگز خوش نہونگے جبتک قرآن کے باب میں تم اون کی مرضی کے موافق کوئی بات نہ کہوگے ولید بن مغیرہ نے جواب دیا کہ اچھا میں سوچ کر اسباب میں کچھ کہونگا۔ پھر اوسنے اپنے وعدہ کے موافق لوگوں کے سامنے قوم کے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے یہ بات کہی جس کا ذکر اِن آیتوں میں ہے۔ کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں آدمی کا کلام ہے مگر جادو کے سبب سے اسمیں ایک اثر ہے اِسی پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جب یہ ولید ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو تن تنہا تھا نہ اوسکے بارہ بیٹے تھے نہ کچھ مال ومتاع تھا اللہ نے اوسکو صاحب اولاد صاحب مال کیا اوسکا شکر یہ اس نے یہ کیا کہ قوم کے لوگوں کی خاطر سے اللہ کے کلام کو انسان کا کلام بتلایا تم اے نبی اللہ کے اِس سے کچھ نہ الجھو بلکہ اوسکو اللہ کے حوالے پر چھوڑ دو وقت مقررہ پر اللہ اوس سے خود سمجھ لیوےگا۔ مالداری کے سبب سے اسکے بیٹے کہیں تجارت کو مکہ سے باہر نہیں جاتے تھے۔ بلکہ باپ کے ساتھ ہی رہتے تھے اسلئے اُنکو باپ کی مجلس میں بیٹھنے والے فرمایا۔ یہ ولید کہا کرتا تھا کہ اگر مرنے کے بعد پھر جینا سچ ہے تو وہاں بھی اس سے زیادہ مجھکو مال واولاد سب کچھ ملے گا۔ اور دنیا میں بھی میری خوش حالی روز بروز بڑھتی جاوے گی اسی پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ باوجود اس ناشکری کے دین ودنیا میں اسکو اور بہبودی کی توقع ہے۔ نہیں نہیں ہرگز یہ توقع اسکی پوری نہوگی۔ بلکہ آخرت میں تو اسکو وہ عذاب بھگتنا پڑے گا جس کی تکلیف روز بروز بڑھتی رہے گی۔ اور دنیا میں جو کچھ اس ناشکری کا حال ہوگا وہ بھی سب دیکھ لیویں گے اللہ سچا ہے۔ اللہ کا کلام سچا ہے سلف کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کو ولید تنگ حال ہوکر مرا۔ یہ تو دنیا کا حال اوسوقت کے لوگوں کے روبرو گذرا آخرت میں ایسے لوگوں کا جو کچھ انجام ہوگا وہ بھی سب کی آنکھوں کے سامنے آجاوےگا مسند امام احمد ترمذی وغیرہ میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صعود دوزخ میں ایک پہاڑ ہے اوسپر بعضے دوزخیوں کو چڑھانے اور اوتارنے کا عذاب کیا جاوے گا۔ یہ عذاب بڑی تکلیف کا ہوگا۔ اِس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے۔ بعضے علماء کو اگرچہ ان کے حق میں کلام ہے لیکن تقریب میں اسکو صدوق لکھا ہے۔ قدر کے معنے دلیل ایکبات کا اندازہ ٹھہرانا۔ عبس وبسر کے معنے تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔ اوبر کے معنے حق بات سے پھرا سحر یوثر کا مطلب یہ ہے کہ یہہ وہی جادو ہے جو پچھلے

منزل ۷

جادوگروں سے چلاآتا ہے۔ لاتبقی کے معنی کہ کہاں گوشت ہڈی۔ کچھ باقی نہ چھوڑے گی سب کچھ جلادیوے گی۔ لاتذر کے یہ معنے کہ پھر کہاں نمود سب کچھ نیا تیار ہوجاوے گا۔ لواحۃ کے معنے جلد سیاہ کردیوے گی بشر کے معنے بشرہ یعنی جلد

وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا
اور ہمنے جو رکھے ہیں دوزخ پر لوگ اور نہیں فرشتے ہیں اور ان کی جو گنتی کہی سو جانچنے کو منکروں کے
لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِيمَٰنًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ
تا یقین کریں جنکو ملی ہے کتاب اور بڑھے ایمان داروں کو ایمان اور دھوکا نہ کھاویں جنکو
أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْكٰفِرُونَ مَاذَآ
ملی ہے کتاب اور مسلمان اور تا کہیں جنکے دلمیں روگ ہے اور منکر کیا
أَرَادَ اللَّهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ ۗ وَمَا يَعْلَمُ
غرض تھی اللہ کو اس کہاوت سے یوں بچلاتا ہے اللہ جسکو چاہے اور راہ دیتا ہے جسکو چاہے اور کوئی
جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِىَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ
نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر مگر وہی اب اور وہ تو سمجھوتی ہے لوگوں کے واسطے سچ کہتا ہوں قسم چاند کی اور رات کی جب پیٹھ پھیرے
وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن
اور صبح کی جب روشن ہووے وہ دوزخ ایک ہے بڑی چیزوں میں ڈراوا ہے لوگوں کو جو کوئی چاہے تم میں کہ
يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝
آگے بڑھے یا پیچھے رہے۔

تفسیر ابن جریر وغیرہ میں جو حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ جب اوپر کی آیتوں میں یہ لفظ اوترے کہ دوزخ پر اوپنیس فرشتے تعینات ہیں تو ابوجہل نے قریش سے کہا کہ تم لوگ تو بہت بڑی قوم ہو تم میں سے سو سو شخص بھی اگر ایک ایک فرشتے سے بھگت لوگے تو اوپنیس فرشتے تمہارا کیا کرسکتے ہیں اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان لوگوں کی عقل ماری گئی ہے جو ایسی باتیں کرتے ہیں یہ اوپنیس انسان نہیں جو سارے قریش ملکر اون سے بھگت لیویں گے یہ تو فرشتے ہیں ان میں کا تو ایک ایک ساری دنیا کے الٹ پلٹ کردینے کو کافی ہے کیا ان لوگوں نے سنا نہیں کہ اللہ کے ایک فرشتے نے لوط کی قوم کو مع اون کی بستی کے اوٹھا کر الٹ دیا۔ پھر فرمایا پچھلی کتابوں میں بھی ان فرشتوں کی تعداد بھی ہے اسلئے اہل کتاب کو اس گنتی کا حال سنکر قرآن کی کتاب آسمانی ہونے پر یقین بڑھ جاویگا

اور اون کے یقین کا حال سنکر مسلمانوں کے یقین میں بھی ترقی ہوجاوے گی۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے علم ازلی میں جو لوگ کافر اور منافق ٹھہر چکے ہیں وہ اس گنتی کو سنکر ایسی باتیں کریں گے جیسی باتیں ابوجہل اور اوسکے ساتھیوں نے کیں کیونکہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کے علم میں نیک و بد کا اندازہ ٹھہر چکا ہے اوسی اندازہ سے اللہ ہر ایک کو لگا دیتا ہے۔ مجبور کر کے دوسرے ڈھنگ پر کیسکو نہیں لگاتا کہ مجبوری کا ایمان یا نیک عمل اوسکی بارگاہ میں قبول نہیں۔ پھر فرمایا ان انیس فرشتوں پر کیا منحصر ہے آسمان پر اور اتنے فرشتے ہیں کہ چپہ بھر جگہ فرشتوں سے خالی نہیں سوا اسکے آگ پانی ہوا یہ سب اللہ کے لشکر ہیں پچھلی قومیں ان ہی لشکروں کی چڑھائی سے غارت ہوچکی ہیں اوس کے لشکروں کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ قرآن کی آیتیں نہ انسانی کلام ہے نہ جادو ہے۔ بلکہ یہ تو انسان کی ایک نصیحت ہے۔ پھر قسم کھاکر فرمایا کہ ان آیتوں میں کیسی دوزخ سے لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے۔ وہ بڑی ڈر کی چیزوں میں سے ہے اسیطرح جنت بڑی رغبت کی چیز ہے انکی طرف نیکی بدی سے قدم آگے بڑھاتا پیچھے ہٹانا انسان کا کام ہے ۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ ع ۱۶

ہر جی اپنے کئے میں پھنسا ہے مگر داہنے والے باغوں میں ہیں ملکر پوچھتے ہیں

عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ

گنہگاروں کا احوال تم کاہے سے پڑے دوزخ میں وہ بولے ہم نہ تھے نماز پڑھتے اور نہ تھے

نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝

کھلاتے محتاج کو اور ہم تھے بات میں دھنسے ساتھ دھنسنے والوں کے اور ہم تھے جھٹلاتے انصاف کے دن کو

حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ

جبتک آپہنچے ہمیں یقین آنیوالی پھر کام نہ آوے گی انکو سفارش شفاعت کرنیوالوں کی پھر کیا ہوا ہے ان کو سمجھوتی سے

مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ ع ۲۰

منہ موڑتے ہیں جیسے گدہے ہیں بدکے بھاگے غل کرنے سے بلکہ چاہتا ہے ہر ایک مرد

مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۝

انمیں کہ اسکو ملیں ورق کھلے کوئی نہیں پر ڈرتے نہیں آخرت سے کوئی نہیں تو سمجھوتی ہے

فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۝ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ ع ۱۶

پھر جو کوئی چاہے اسے یاد کرے اور وہ یاد نہیں کرتے مگر جب اللہ چاہے اللہ وہ ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور وہ ہی بخشنے کے لائق

جسطرح گروی رکھوانے والا شخص گروی رکھوائی ہوئی چیز کے چھوڑانے کا پابند اور ذمہ دار ہوتا ہے اسیطرح قیامت کے دن کا فر مومن سب اپنی اپنی جان کو دوزخ کے عذاب سے چھوڑانے کے لئے اپنے اپنے عمل کے پابند کئے گئے ہیں۔ اسواسطے ہر ایک نیک و بد عمل کا حساب لکھنے کے لئے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہیں جو ہر شخص کا زندگی بھر کا حساب لکھتے ہیں اور اوس شخص کے مرجانے کے بعد وہ حساب کا کاغذ سربمہر رکھ لیا جاتا ہے۔ اس کاغذ کو اعمال نامہ کہتے ہیں۔ یہہ اعمال نامہ اون لوگوں کو تو دائیں ہاتھ میں دیا جاوے گا جنکا حساب آسانی سے ہوکر جلدی سے اون کی نجات ہونے والی ہے۔ چنانچہ اذالسماء انشقت میں آوے گا فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔ مسند امام احمد میں صحیح سند سے حضرت عائشہ کی حدیث ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی دعاؤں میں یہ دعا مانگتے ہوئے دیکھا اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ جب آنحضرت نماز پڑھ چکے تو اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت حسابا یسیرا کا کیا مطلب ہے آپنے فرمایا کہ حسابا یسیرا اون لوگوں کے حساب کا نام ہے کہ جن کے اعمال ناموں کو خدا تعالےٰ سرسری نظر سے ملاحظہ فرماوے گا۔ اور اس سرسری نظر میں کچھہ درگذر بھی ہوگی۔ ورنہ بغیر درگذر کے جن لوگوں کا حساب ذرا جانچ سے ہوگا وہ عذاب میں پھنس جاویں گے۔ مختصر طور پر حضرت عائشہ کی یہہ حدیث صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے۔ اذالسماء انشقت کی آیتہ اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ منکرین حشر کے اور جن کے حساب میں جانچ منظور ہے ان سب کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دئیے جاکر ان کے حساب کی جانچ ہوکر اون کو دوزخ میں جھونک دیا جاوے گا پھر منکرین حشر تو ہمیشہ دوزخ میں رہویں گے اور کلمہ گو گنہگار جس کے دلمیں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ آخر کو دوزخ سے نجات پاکر جنت میں جاوے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں اس کا ذکر ہے یہہ لوگ جو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہجاویں گے۔ اونہی سے جنتی لوگ اون کے ہمیشہ دوزخمیں رہجانے کا سبب پوچھینگے اور وہ دوزخی جواب دیویں گے کہ ہم مرتے دم تک سزا و جزا کے منکر تھے مرنے کے بعد ہمیں اوسکا یقین آیا۔ ورنہ جیتے جی جو لوگ آخرت کی باتوں کو جھٹلاتے تھے اون کے ہی ساتھہ ہم بھی لگے رہتے تھے۔ اور جبکہ ہمکو سزا و جزا کا یقین ہی نہیں تھا تو ہم نے نہ خدا کی کچھہ عبادت کی نہ خدا کے بندوں کا کوئی حق ادا کیا۔ پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں کی سفارش بھی نہوگی۔ کیونکہ سفارش تو اسکی ہوگی کہ گنہگاروں کو دوزخ سے نکالکر جنت میں داخل کیا جاوے۔ جو لوگ سرے سے دوزخ اور جنت کے ہی منکر تھے اونکی سفارش کیا ہوسکتی ہے۔ اب اسقدر نصیحت کے بعد فرمایا کہ باوجود اس نصیحت کے ان اہل مکہ کو کیا ہوگیا ہے۔ جو یہہ لوگ نصیحت کی بات نہیں سنتے بلکہ نصیحت سے ایسے بھاگتے ہیں جسطرح جنگلی گدہے

منزل ۷

شیر یا شکاری یا غل وشور سے بھاگتے ہیں۔ اِس سے اہلِ مکہ کی ایک سرکشی بیان فرمائی جسکا حاصل سلف کی روایتوں کے موافق یہ ہے کہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کے نام آسمان سے ایک حکم نامہ اِس مضمون کا آنا چاہیئے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں تم لوگ اون کی فرمانبرداری کرو پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی سرکشی کے سبب سے اللہ کی بارگاہ سے جو انتظام ہو چکا ہے وہ نہیں پلٹ سکتا۔ کیونکہ یہ خواہش اِن لوگوں کی کچھ اِس خیال سے نہیں ہے کہ اگر ان کی خواہش پوری ہو جاوے تو ان کے دلمیں اللہ کے رسول۔ اللہ کے کلام کی صداقت پیدا ہو جاوے بلکہ اِن کے دل میں تو دنیا کے انجام پر غور کرکے عقبے کا یقین اور اوس یقین کے سبب سے اوسکا خوف کچھ بھی نہیں ہے۔ اسواسطے یہ لوگ بے ٹھکانے باتیں کرتے ہیں اور قرآن کی نصیحت کان کھولکر نہیں سنتے۔ پھر فرمایا کہ جسطرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن انسان کا کلام اور جادو ہے حقیقت میں ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ جادو کا سیکھ لینا اور انسان کے کلام کے مانند کلام کا بنا لینا اِن لوگوں کو ایسا عاجز نہ کر دیتا جیسا کہ اب یہ قرآن کے مانند کلام کے بنانے سے عاجز اور لاچار ہیں اسلیئے یہ قرآن اللہ کا کلام اور ہر نصیحت پکڑنے والے کے لئے ایک نصیحت ہے۔ لیکن جسکو اللہ چاہے وہی اِس سے نصیحت پکڑتا ہے اور اللہ کے علم ازلی میں ہر نصیحت کا پکڑنے والا اور نصیحت سے بھاگنے والا دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی قرار پا چکا ہے۔ اسواسطے زبردستی سے اللہ کسیکو نصیحت پکڑنے کے راستہ پر لانا نہیں چاہتا۔ پھر فرمایا کہ جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے انسان کو اون سے ڈرنا لایق اور سزاوار ہے اور اِس کے بعد اللہ کو ایسے لوگوں کے گناہوں کا بخشدینا لایق اور سزاوار ہے۔ مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں انس بن مالک کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتہ ہو اہل التقوی واہل المغفرہ پڑھکر فرمایا اللہ تعالے فرماتا ہے انسان کو سزاوار ہے کہ وہ میری عبادت میں کسیکو شریک نہ کرے۔ اگر انسان نے ایسا کیا تو پھر وہ اِس لایق ہے کہ میں اوس کے گناہ بخشدوں اِس حدیث کے راویوں میں ایک شخص سہیل بن عبداللہ کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن ابن عدی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اسباب میں اور صحابہ سے بھی روایتیں ہیں جس سے ایک روایتہ کو دوسری سے تقویت ہو جاتی ہے خصوصاً معاذ بن جبل کی صحیح بخاری ومسلم کی وہ حدیث اسکی پوری تائید کرتی ہے۔ جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسیکو شریک نہ کریں۔ اور اوس کے بعد میں بندوں کا حق اللہ پر ہے کہ وہ اُن کی مغفرت فرماوے جس چیز کے دیکھنے یا سننے سے دل پر خوف پیدا ہو اہل عرب کی زبان میں اوسکو قسورہ کہتے ہیں جنگلی گدہے شیر کی صورت دیکھنے اور غل وشور سننے سے دونوں چیزوں سے بھاگتے ہیں اسواسطے سلف میں سے اکثر علما نے قسورہ کے معنے یہاں شیر کیئے ہیں اور کچھ علما نے غل وشور کے لئے ہیں حقیقت میں دونوں معنے

منزل ۷

صحیح ہیں کیونکہ حاصل معنے یہ ہیں کہ جسطرح جنگلی گدھے شیر کی صورت دیکھنے سے یا غل وشور کی آواز سننے سے بھاگتے ہیں۔ اسیطرح یہ مشرک لوگ اللہ کے رسول کی صورت دیکھنے سے اور قرآن شریف کی نصیحت کے سننے سے بھاگتے ہیں ✣

سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ یہ سورۃ	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا
وَھِیَ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً مکی ہے	

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۙ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ۙ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ
قسم کھاتا ہوں میں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ملامت کرنیوالی جی کی کیا خیال رکھتا ہے آدمی

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ؕ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ۔ بَلْ یُرِیْدُ
کہ جمع نہ کرینگے ہم اوسکی ہڈیاں کیوں نہیں کرسکتے ہیں ہم ٹھیک کردیں ہم اوسکی پوریاں بلکہ چاہتا ہے

الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ ۚ یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ ؕ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ
آدمی کہ ڈھٹائی کرے اسکے سامنے پوچھتا ہے کب ہے دن قیامت کا پھر جب چوندلانے لگے نیوں

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۚ
اور گہہ جاوے چاند اور اکٹھے ہوں سورج اور چاند کہیگا آدمی اسدن کہاں جاؤں بھاگ کر

کَلَّا لَا وَزَرَ ؕ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ ۨ الْمُسْتَقَرُّ ؕ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ
کوئی نہیں کہیں نہیں ہی بچاؤ تیرے رب تک اسدن جا ٹھہرنا بتادینگے انسان کو اسدن

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ؕ
جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ سوجھ ہے اور پڑا لاڈالے اپنے بہانے

عربی زبان کے محاورہ کے موافق ایسی قسم کھانے کی جگہ پر لا زاید بڑھا دیا جاتا ہے جیسے لا واللہ اکثر سلف کے نزدیک نفس لوامہ وہ نفس ہے جو اپنی خطا پر خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ اور اسطرح کا نفس آدمی کے ایماندار ہونے کی نشانی ہے۔ چنانچہ مسند امام احمد میں ابی امامہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ حضرت آدمی کے ایماندار ہونے کی کیا نشانی ہے آپنے فرمایا جب تو نیکی کرکے خوش ہو اور برائی کرکے پچتاوے تو یہی ایمانداری کی نشانی ہے۔ شرح جامع الصغیر میں اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔ اَیحسب الانسان سے علےٰ ان نسوی بنانہ تک قسم کے جواب کا مضمون ہے حاصل اوسکا یہ ہے کہ ہڈیوں کی خاک کو جمع کرکے پھر اون کو ہڈیاں بنا دینا یہ تو انسان کی پہلی پیدائش کیموافق ایک بات ہے

ہم تو پہلی پیدائش سے نئی چیز پر بھی قادر ہیں کہ ابھی دنیا میں جا ہیں تو اوسکی انگلیوں کی پوروں کی ہڈیوں کو
ایک ہڈی کر دیویں جیسے اوسکا پنجہ اونٹ کا سا ہو جاوے پھر وہ کوئی چیز ہاتھ سے نہ پکڑ سکے سورہ یٰسین میں
گذر چکا ہے کہ ایک شخص عاص بن وایل ایک بوسیدہ ہڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور اوس ہڈی
کو مکر اوسکی خاک ہوا میں اوڑائی اور اوس اوڑی ہوئی خاک کے جمع ہو جانے اور اوسکے پھر ہڈی کے بنجانے
میں طرح طرح کی بحث کی اوسکی ایک بحث کا جواب تو اللہ تعالےٰ نے سورہ یٰسین میں دیا ہے اور قیامت کے ذکر
میں یہاں یہہ دوسری طرز سے دوسری بحث کے دوسرے جواب کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک حق بات جو
انسان کے سامنے آنیوالی ہے کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے اور نیک اور بد کی جزا و سزا ہونی ہے یہہ اوسکا منکر ہے
اور اسلیئے پوچھتا ہے کہ آخر وہ مر کر پھر جینے کا دن کب ہے یہہ نہیں جانتا کہ جب وہ دن آوے گا تو سورج کے
قریب آجانے دوزخ کو آنکھوں کے سامنے لاکر کھڑا کر دئے جانے دوزخ کی آگ کے بھبھکے لگ جانے سے
اسکی آنکھیں چوندھیا جاویں گی۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ کر دوزخ میں ڈالدیا جاوے گا جس سے
دوزخ کی آگ کی تیزی بڑھ جاوے گی۔ بمقدار دے صحیح مسلم میں روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ سورج حشر کے وقت ایک میل کے فاصلہ کی بلندی پر آجاویگا۔ اور لوگ اپنے اپنے اعمال کیموافق
پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے۔ کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک کوئی گلے تک اور کسی کا پسینہ تو سر سے بھی اونچا ہو جاویگا
صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نافرمان لوگ
جب فیروں سے اوٹھیں گے تو اون کو محشر کے میدان تک ایک آگ گھیر کر لیجائے گی۔ جو دوزخ میں جانے تک
اون کے ساتھ رہوے گی صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستر ہزار لگامیں لگا کر دوزخ کو محشر کے میدان میں لوگوں کی آنکھوں کے
سامنے لاکر کھڑا کر دیا جاوے گا۔ غرض جن آفتوں کا ذکر ان حدیثوں میں ہے یہ اور اسطرح کی اوسدن کی
اور آفتیں دیکھ کر انسان اپنے دل میں کہیں بھاگ جانے کے منصوبے باندھے گا لیکن سوا اللہ کے روبرو
کھڑے ہونے کے اور کوئی چارہ اوسکو نہ ہوگا۔ اور تمام عمر کے اعمال کا اوسی سے حساب لیا جاوے گا۔
اور اوسدن وہ چاہے کہ کسی برے کام سے مکر جاوے تو یہ بھی نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ اور گواہوں کے علاوہ
ہاتھ پیر بھی اوس کے مخالف شہادت ادا کرینگے۔ چنانچہ فرمایا وتکلمنا ایدیہم وتشہد ارجلہم بما کانوا
یکسبون صحیح مسلم میں انس بن مالک کی روایتہ سے جو حدیث ہے اوسمیں بھی ہاتھ پیروں کی اس شہادت
کا ذکر ہے اسلیئے فرمایا کہ اوسدن آدمی کے بھانیکے منصوبے کچھ کام نہ آوینگے۔ اور اپنے کئے پر

خود اوسکو سوجھ ہو کر آنکھیں کھل جاویں گی کہ عمر بھر اوس نے کیا کیا۔ وزر کے معنے پناہ کی جگہ کے ہیں +

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ
نہ چلا تو اُسکے پڑھنے پر اپنی زبان کہ شتاب اُسکو سیکھ لے وہ تو ہمارا ذمہ ہے اُسکو سمیٹ رکھنا اور پڑھنا پھر جب ہم پڑھنے لگیں تو سا تھ ہو

قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ
اُسکے پڑھنے کے پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اُسکو کھول بتانا کوئی نہیں پر تم چاہتے ہو شتاب ملتی اور چھوڑتے ہو

الْاٰخِرَةَ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ
دیر آنی کتنے مونہہ اُسدن تازے ہیں اپنے رب کیطرف دیکھتے اور کتنے مونہہ اُسدن

بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝
اوہ اس میں خیال میں ہیں کہ اُنپر وہ ہووے جس سے کمر ٹوٹے

شروع سورہ سے منکرین حشر اور قیامت کا ذکر تھا۔ اور پھر آخر سورۃ میں بھی وہی ذکر ہے بیچمیں یہ آیتیں آگئی ہیں۔ ترمذی اور نسائی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے وحی کے زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس خوف سے کہ کوئی آیۃ بھول نہ جاویں۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے ساتھہ وحی کی آیتوں کو خود بھی پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ اوس کی ممانعت میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ سیواسطے ان آیتوں کو سورہ کی اول اور آخر کی آیتوں کے مضمون سے کچھہ تعلق نہیں ہے۔ اس بے تعلقی کے سبب سے امامیہ مذہب کے مفسروں نے تو یہانتک لکھا ہے کہ اس سورۃ میں چند آیتیں رہ گئی ہیں۔ اون کی یہ بات تو غلط ہے۔ کیونکہ ان ہی آیتوں میں جب اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کے اکٹھا اور جمع کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ تو اللہ کے وعدہ کے خلاف یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ چند آیتیں جمع ہونے سے رہگئی ہوں اور امامیہ مذہب کے مفسروں کے علاوہ اہل سنت میں سے بعضے مفسروں نے ان آیتوں کی بے تعلقی کے سبب سے طرح طرح کی باتیں لکھیں ہیں۔ لیکن مسند امام احمد ابوداؤد و ترمذی نسائی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر ایک سورۃ میں ہر ایک آیۃ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تبوں سے کہکر اور پتہ بتلا کر لکھوایا کرتے تھے۔ اور مسند امام احمد وغیرہ کی حضرت عثمان بن ابی العاص کی روایت سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر ایک آیۃ کا موقع اور مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا دیا کرتے تھے تو یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ سورۃ

طہٰ کی آیۃ ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ اور اس سورۃ کی اس آیۃ کا سبب نزول یہی ہے کہ ان دونو سورتوں کے نازل ہونے کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ٹپر ہنے کا موقع پیش آیا۔ اور اوسیوقت یہ ممانعت کا حکم نازل ہوا۔ اور جس سورہ کے نزول کے وقت کا یہ حکم تھا اوسی سورۃ میں یہ آیتیں شمار کی گئیں اسلئے اصل سورہ کے مضمون سے ان آیتوں کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ایک جدا مضمون اور جدا حکم کی یہ آیتیں ہیں جو حسب موقع ہر ایک سورۃ میں شریک کی گئی ہیں اسکے بعد سلسلہ منکرین حشر کے ذکر کا پھر شروع کیا۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں کے عقبےٰ سے غافل رہنے کا اور کوئی سبب نہیں فقط اسکا یہی سبب ہے کہ یہ لوگ دنیا کی محبت اور الفت میں گرفتار ہو کر ایسے کام کرتے ہیں جس سے گناہ پر گناہ کرتے کرتے ان کے دل بالکل مردہ ہو گئے ہیں اور اون پر زنگ آگیا ہے جس زنگ کے سبب سے ان کے دل پر عقبےٰ کی کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ اسلئے ان لوگوں نے عقبےٰ کے خیال کو چھوڑ رکھا ہے مسند امام احمد صحیح ابن حبان مستدرک حاکم میں ابو درداء سے روایۃ ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا کی اسقدر فراغت جو آدمی کی ضرورتوں کو کافی ہو اوس مال داری سے بہت بہتر ہے جو آدمی کو دین سے غافل کر دیوے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور مسند امام احمد کی سند بھی قوی ہے۔ اب اس کے بعد دنیا کے پیچھے جو لوگ دین کو بالکل چھوڑ بیٹھے تھے اونکا اور اون کے برعکس جو لوگ دنیا میں گذر کرتے تھے اون کے آخرت کے انجام کا ذکر فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں رہکر عقبےٰ کو نہیں بھولے تھے بلکہ ثواب آخرت کی نیت سے اونہوں نے اپنی نیکیوں کا پلڑا بھاری کر لیا تھا۔ جب ایسے لوگ جنت میں داخل ہو کر جنت کی طرح طرح کی نعمتوں سے اس قدر خوش ہونگے کہ خوشی کے مارے اون کے چہروں پر ایک رونق اور چمک آجاوے گی۔ تو ان سب نعمتوں سے بڑھکر اون کو ایک یہ نعمت عطا ہو گی کہ اللہ تعالےٰ اون کو اپنے دیدار سے مشرف فرماویگا جس غلام کی آقا تک رسائی ہو اوسکی ہر طرح کی روز بروز کی بہبودی ایک لازمی بات ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کے دیدار سے بڑھکر کوئی نعمت جنت میں نہیں ہو سکتی۔ پھر ان لوگوں کے عقبےٰ کے انجام کا ذکر فرمایا جو دنیا کی زندگی پر غش اور عقبےٰ سے بے خبر تھے کہ جب جنتی اور دوزخیوں کو الگ الگ کیا جاوے گا تو اون کے چہروں پر ایک اودہی چھائی ہوئی ہو گی۔ اور دوزخ کی بلا سر پر پڑنے سے پہلے وہ جان لیویں گے کہ اوپر ایسی بھاری بلا آنے والی ہے جس سے اون کی کمر ٹوٹ جاوے گی۔ نیک لوگوں کو عقبےٰ میں اللہ کا دیدار جو نصیب ہو گا اوسکا ذکر صحیح حدیثوں میں تفصیل سے ہے کہ بغیر ابر والے دن میں سورج کو اور بغیر ابر والی رات میں چاند کو سب لوگ جسطرح دیکھتے ہیں اسیطرح جن لوگوں کو دیدار الٰہی نصیب ہو گا

وہ دیدار الٰہی سے مشرف ہونگے معتزلی۔ خارجی اور مرجیہ فرقے کے بعضے لوگوں نے دیدار الٰہی کا انکار کیا ہے اور اہلسنت نے طرح طرح سے ان لوگوں کو قایل کیا ہے۔ خاصکر اس مسئلہ میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں فاقرہ وہ سخت مصیبت کے جس سے آدمی کی کمر ٹوٹ جاوے +

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ

کوئی نہیں جسوقت جان چنچے ہانس تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑ پھونکنے والا اور وہ آپکا کہ اب یاوقت جدائی کا اور لپٹ گئی

السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ ۚ الْمَسَاقُ ۝ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ۝

پنڈلی پر پنڈلی تیرے رب کی طرف ہے اسدن کھینچ جانا نہیں نہ یقین لا اور نہ نماز پڑھی

وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ۝ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۝ ثُمَّ أَوْلَىٰ

پر جھٹلایا اور موہنہ موڑا۔ پھر گیا اپنے گھر کو اکڑتا خرابی تیری خرابی پر خرابی پھر خرابی تیری خرابی

لَكَ فَأَوْلَىٰ ۝ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ۝ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ۝

پر کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ چھوڑا رہے گا بے قید بھلا نہ تھا ایک بوند منی کی جو ٹپکی

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝

پھر تھا لہو کی پھٹکی پھر اسنے بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا پھر کیا اوسمیں جوڑہ نر اور مادہ

أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۝

کیا ایسا شخص نہیں سکتا کہ جلا دے مردے

اوپر اون اہل دنیا کا ذکر تھا جنہوں نے دنیا کے پیچھے اپنی عقبےٰ کو برباد کر دیا ان آیتوں میں اونہی لوگوں کے خبردار کرنے کے لئے فرمایا کہ جسطرح اون لوگوں نے خیال کر لیا ہے کہ دنیا ایک پائے دار چیز ہے وہ بات ہرگز نہیں ہے یہ لوگ دنیا کو یہ چھوڑیں دنیا کے پیچھے عمر بھر عقبےٰ کو برباد کریں پھر آخر یہ دنیا کی گرویدگی عقبےٰ کی بربادی کبتک ان کے بڑوں میں سے کوئی ہمیشہ جیا ہے جو یہ ہمیشہ زندہ رہویں گے۔ قبر حشر قیامت کی باتیں تو بھلا آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں کیا کسی کے یہ حالت بھی ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں گذری کہ آخری وقت آن پہونچا اور جان سارے جسم میں سے کھینچکر حلق میں آگئی ایسے حکیم یا جھاڑنے پھونکنے والے کی ڈھونڈیا پڑی جو بیمار کو اچھا کر دیوے اور بیمار کو زندگی سے ناامیدی ہوگئی مرنے کا گمان قوی ہو گیا۔ پکے دنیا داروں کو جان بہت پیاری ہوتی ہے۔ مرنا نہیں چاہتے۔ آخری وقت تک اون کو زیست کی توقع رہتی ہے۔ اس لئے یقین کی جگہ گمان کا لفظ فرمایا۔ لیکن آخر یہ گمان یوں یقین کے درجے کو پہونچ گیا کہ پیروں کا دم نکل گیا

پنڈلیاں بالکل سوکھ گئیں یہانتک کہ پیروں کو کوئی دوسرا آدمی سیدھا نہ کرے تو سمٹے ہی ہوئے رہجاویں۔ آخر سارے جسم میں سے کھنچکر جو جان حلق میں آگئی تھی اوسنے بھی جسم کو چھوڑ دیا۔ اور پھر اوس جان کا بالا اوس پروردگار سے پڑا جس نے پہلے جسم میں یہہ جان ڈالی تھی۔ مسند امام احمد ابو داؤد وغیرہ میں براء بن عازب سے روایتہ ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک آدمی کی روح جب جسم سے نہایت آسانی کے ساتھہ نکل جاتی ہے تو اوسکو ساتویں آسمان پر فرشتے لیجاتے ہیں اور اللہ تعالے کا حکم ہوتا ہے کہ اوسکا نام اوس دفتر میں لکھہ لو جسکا نام علیین ہے اور روح کو منکر نکیر کے سوال وجواب کے لئے زمین پر پھر لیجاؤ۔ اور مردے کے جسم میں اوسکو جانے دو اور بد آدمی کی روح کو جب اول آسمان تک فرشتے لیجاتے ہیں تو اوسکو آسمان پر لیجانے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ یہیں سے سجین میں اوسکا نام لکھہ لینے کا حکم ہوتا ہے اور روح کو منکر نکیر کے سوال وجواب کے لئے مردے کے جسم میں چھوڑ دیا جاتا ہے منذری نے اِس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اکثر سلف کا قول ہے کہ علیین ساتویں آسمان پر ایک دفتر ہے جسمیں نیک روحیں اور اون کے اعمال نامے ہیں اور سجین ساتویں زمین پر ایک دفتر ہے جس میں بد روحیں اور اون کے اعمال نامے ہیں۔ اِس حدیث سے آیتہ کی یہہ تفسیر معلوم ہوگئی کہ جسم سے نکلتے ہی نیک وبد روح کا بالا اللہ تعالے سے کیونکر پڑتا ہے۔ اب ایسے لوگوں کی شان میں آخر سورہ تک آیتیں نازل فرمائیں جو اہل مکہ مین منکر حشر تھے اور یہہ کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ کیونکر پیدا ہو جاویں گی۔ اون کے حال میں یہہ فرمایا کہ یہہ لوگ نادانی سے ایسی باتوں کے منکر ہیں جن باتوں کی صداقت ہر عقلمند کے دلمیں ہونی چاہیئے۔ جیسے مثلاً یہہ بات کہ جس قادر مطلق نے پانی جیسی پتلی چیز منی سے آدمی کی بڑی پسلی آنکھہ ناک غرض سارا پتلا بنایا۔ اور رحم جیسے تنگ جگہ میں روح کا تعلق اوس جسم سے کردیا جس سے روح کو کبھی پہلے کچھہ واسطہ نہ تھا۔ اوسکی قدرت سے یہہ کیا بعید ہے کہ مٹی جیسی پرکار چیز سے آدم علیہ السلام کے پتلے کی طرح خاک کا پتلا بنا کر کھلے میدان میں روح کا اوس پتلے سے تعلق کر دیوے جس پتلے اور روح میں ہر شخص کی عمر کی مدت تک تعلق پہلے دنیا میں رہ چکا ہے۔ اسیطرح یہہ بات ہر عقلمند سمجھہ سکتا ہے کہ جس اللہ نے انسان کو انسان کی زندگی کے قایم رہنے کے ہر ایک طرح کے سامان کو پیدا کیا اوس اللہ کی تعظیم انسان پر لازم ہے برعکس اسکے یہہ لوگ بتوں کی تعظیم کرتے ہیں اور خالص اللہ کی تعظیم میں ایک سجدہ تک ان سے ادا نہیں ہوسکتا۔ اور اسیطرح ہر شخص سمجھہ دار سمجھہ سکتا ہے کہ انسان جب ایسی حقیر چیز سے پیدا ہوا ہے تو اوسکی کوئی بات اترانے کے لایق نہیں ہے برخلاف اس کے بازار وغیرہ میں جب یہہ لوگ کسی شخص کو اپنے سے کم درجہ کا خیال کرکے اپنے گھر کی طرف موڑتے ہیں تو ایسے مغروروں کی چال سے

منزل ۷

اترائے ہوئے گتک پہونچتے ہیں کہ ان میں کا ہر شخص گویا کہ فرعون ہے۔ آگے چار دفعہ تاکید سے یہ جو فرمایا کہ تیری خرابی ہے اسکی شان نزول نسائی۔ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں معتبر سند سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ سے یہ ہے کہ ابوجہل کی طرح طرح کی شرارتوں کے سبب سے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی چادر کا پلو پکڑ کر یہی لفظ فرمائے تھے۔ اللہ تعالے نے اپنے رسول کے کلام کی صداقت کے طور پر یہی لفظ ان آیتوں میں نازل فرمائے۔ حاکم نے اس شان نزول کو صحیح کہا ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے بدر کی لڑائی کے وقت ابوجہل کو جو خرابی پیش آئی اوسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ خاص ابوجہل کے حق میں فرمائے تھے لیکن اللہ تعالے نے انسان کے عام طور کے ذکر میں یہ لفظ اسلئے فرمائے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ خرابی کچھ ابوجہل پر منحصر نہیں ہے بلکہ جو شخص ابوجہل کی سی عادتوں کا ہوگا اوسکے پیچھے یہ دو تو جہان کی خرابی لگی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس نادان انسان نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالے نے انسان کو بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ دنیا میں نہ کسی نیک کام کرنے کی اسکو تاکید کی جاوے گی نہ کسی بدکام سے اسے روکا جاوے گا۔ پھر دنیا کا معاملہ دنیا پر ہی ختم کیا جاکر نہ اسکو پھر دوبارہ پیدا کیا جاوے گا نہ نیک و بد کی کچھ جزا سزا کیجاوے گی اس نادان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر دنیا کا معاملہ دنیا پر ختم رہے تو دنیا کا پیدا کرنا بالکل بلا نتیجہ رہوے گا۔ جو اللہ کی حکمت سے سرتاپا بالبعید ہے۔ اسیطرح اس نادان کو یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ جس قادر مطلق نے اسطرح خلاف عقل ایک قطرہ پانی سے انسان کو سب کی آنکھوں کے سامنے پیدا کیا۔ پھر یہ تو تجربہ انسانی کی بات ہے۔ کہ جب کام ایک دفعہ کر لیا گیا۔ پھر دوبارہ اوسکا کرنا نہایت سہل ہو جاتا ہے۔ چند روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ کے ختم کے بعد لفظ بلی کا کہنا سنت ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ہاں اللہ تعالیٰ انسان کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔ کیونکہ اوسکی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں ہے ✣

سورۃ الدھر مکیۃ وھی	بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝	احدی وثلثون اٰیۃ
اکثر علماء کے نزدیک سورۃ مکی ہے مگر	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	امام المفسرین اسکی کئی آیتوں کے قائل ہیں

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا

کبھی ہوا ہے انسان پر ایک ایک وقت زمانے میں جو وہ نہ تھا وہ کچھ چیز کہ تکرار میں آتی ہے بنا یا

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ

آدمی ایک بوند کے بچے سے پلٹتے رہے پھر کر دیا اسکو سنتا دیکھتا ہے اوسکو سجھائی

السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○

راہ یا حق مانتا ہے یا ناشکر ہے

لم یکن شیئا مذکورا کا یہ مطلب ہے کہ انسان کا وجود اگرچہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی میں تو تھا۔ لیکن آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے انسان کا کچھ ذکر تذکرہ ظاہر میں نہیں تھا۔ اور صحیح حدیثوں کے حوالہ سے یہ گذر چکا ہے کہ ہر ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالے اوسکو فطرت اسلام پر پیدا کرتا ہے جبتک اوس بچہ کی زبان کھلتی ہے اور بات چیت کرنی سیکھتا ہے اوسوقت تک اوسی فطرت اسلامی کی حالت پر رہتا ہے اور بعد اسکے ہر ایک امت کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے جاتے ہیں ہر طرح کی ہدایت آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے بیان کیجاتی ہے اگر اوس بچہ کے ماں باپ نیک راستہ پر نہوئے تو پھر وہ بچہ ماں باپ کی صحبت سے اور شیطان کے بہکانے سے بگڑ جاتا ہے۔ اسواسطے پہلے پیدائش انسان کا ذکر فرما کر پھر فرمایا کہ پیدائش کے وقت جو نیک راہ انسان کو دکھلادی جاتی ہے پیدا ہونے کے بعد ہوشیار ہوکر بعضے اوسپر قایم رہتے ہیں اور بعضے نہیں رہتے پھر راہ نیک پر قایم رہنے والوں اور نہ رہنے والوں کے انجام کے طور پر جنت و دوزخ کا اور جنت کی طرح طرح نعمتوں اور دوزخ کے طرح طرح کے عذابوں کا ذکر فرمایا۔ اور دنیا میں اہل جنت اور اہل دوزخ کے جو نشانیاں ہیں وہ بھی ذکر فرمائیں منزل ۷ کہ اہل جنت وہ ہیں جو اللہ تعالے کے فرائض کو اور اپنی طرف سے جو نذریں مان لیویں اوسکو پورا کرتے ہیں اور اللہ کے نام پر محتاجوں کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں اور اہل دوزخ وہ ہیں جو عاقبت کو بھولے ہوئے ہیں اور رات دن دنیا کے دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور فقط ذکر نذر کا اسلئے فرمایا کہ جو شخص اپنی مانی ہوئی نذر کو خالص دل سے اللہ کے واسطے ادا کرے گا وہ اللہ کے فرائض کو ضرور ادا کرے گا۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت نماز روزہ حج زکوٰۃ اسطرح کی شرع کی تکلیف کی چیزوں سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ طرح طرح کی حرص و ہوا کی چیزوں سے گھرا ہوا ہے۔ امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ جنت اور دوزخ دو مکان ہیں اور تکلیفات شرعیہ اور ممنوعات شرعیہ ان دو لو مکانوں کے دو رہبر ہیں جس شخص نے تکلیفات شرعیہ کو اپنا پیشوا اور رہبر بنایا وہ جنتی ہوا اور جسنے دنیا کی حرص و ہوس کی چیزوں کو اپنا پیشوا اور رہبر بنایا وہ دوزخی ہوا۔ صحیح مسلم میں حضرت موسیٰ شعری کی روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا ایک بازار ہے بعضے لوگ اس بازار سے اپنی ہلاکت کی چیزیں خریدتے ہیں اور بعضے لوگ اپنی نجات کی چیزیں خریدتے ہیں اشباح کے معنے

مرد اور عورت کی ملی ہوئی منی بنطبیہ کے معنے یہ ہیں کہ علم ازلی میں نیک و بد جو ٹھہر چکے تھے علم ظاہری میں اون کا ظہور جانچنے کو انسان کی پیدایش عمل میں آئی۔ کیونکہ علم باطنی پر جزا و سزا کا مدار خلاف انصاف تھا +

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ

ہمنے کبی ہیں منکروں کی زنجیریں اور طوق اور آگ دہکتی البتہ نیک لوگ پیتے ہیں

مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا

پیالہ جس کی طوئی ہے کافور ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں بندے اللہ کے چلاتے ہیں وہ اسکی

تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ

نالیاں پوری کرتے ہیں منت اور ڈرتے ہیں اُس دن سے کہ اُس کی برائی پھیل پڑے گی اور کھلاتے ہیں

الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ

کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو ہم تم کو کھلاتے ہیں ذات اللہ کا ہونہ چاہتے کہ تم سے ہم

مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝

بدلہ اور نہ شکر ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اور اوسکی سختی سے

فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝ وَجَزَاهُمْ

پھر بچایا ان کو اللہ نے برائی سے اُس دن کی اور تازگی اور خوشی دی اور بدلا دیا اُن کو

بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۝

سبب جو وہ صبر سے رہے باغ اور پوشاک ریشمی

اور یہ ذکر ہے کہ پیدا کرنے سے پہلے کیا تھا۔ اور پیدا انسان کو پیدا کیا جاتا ہے۔ اور پھر انسان کے بڑھنے کے بعد اوسکی ہدایت کے لئے رسول بھیجے جاتے ہیں جو تبشیر کا بشارت کا راستہ آسمانی کتابوں کے ذریعے سے اوسکو سمجھایا جاتا ہے لیکن بھیجے لوگ اس بیان پر تمام نہیں اور بعضے نہیں غرض یہ سب ذکر تو نیک و بد کی دنیا کی حالت کا تھا اب اس دنیا کی حالت کے موافق جو کچھ سزا و جزا کی حالت ان دونو گروہ کی آخرت میں ہوگی اوسکا ذکر ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ اہل سزا کے پانوں میں بیڑیاں ہونگی۔ اور گلے میں طوق جس طوق میں ہاتھ بھی جکڑے ہونگے اور دہکتی آگ میں اس طوق و زنجیر میں جکڑنے کے بعد ان لوگوں کو جھونک دیا جاوے گا۔ اہل جزا کی حالت یہ ہے کہ جنت کے وہ جوں کا حال تو اوپر گذر چکا ہے۔ اون میں سے اپنے اپنے عمل کے موافق ہر شخص کو جس کی [illegible] شراب کا نہر [illegible] کے گھر میں ہوگی۔ مگر اعلیٰ درجے کی شراب کے چشمے کو جسکا نام کافور

جنت کے اعلیٰ درجہ کے مقرب لوگ تو عام طور پر استعمال کریں گے بلکہ جنت کی جس محل میں چاہیں گے وہاں اس چشمے سے نہر جاری ہو جاوے گی۔ لیکن مقرب لوگوں سے کم درجے کے لوگوں کی عام شراب میں اس اعلیٰ درجہ کی شراب کی ملونی ملائی جاوے گی اب آگے ابرار لوگوں کے اون عملوں کی تفصیل فرمائی جن عملوں کے سبب سے اون کو یہ درجہ ملا ہے۔ وہ تفصیل یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی فرض کی ہوئی عبادت کو تو پوری طور پر ادا کرتے ہی تھے۔ لیکن اپنی مانی ہوئی نذر کو اور محتاجوں کو کھانا کھلانے کی نیکی کو بھی باوجود تنگدست ہونے کے خالص عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے پورا کرتے تھے اسلئے اللہ تعالےٰ نے عقبیٰ میں انکو یہ درجہ دیا جو مقرب لوگوں کی خاطر داری کے قریب قریب ہے۔ ابرار عام نیک لوگوں کو فرمایا انہی کی عام شراب میں کافوری چشمہ کی شراب کی ملونی ہوگی۔ اور اور جو خاص اللہ کے بندے کافور چشمہ کی شراب کو عام طور پر استعمال کریں گے وہ مقرب لوگ ہیں جن کا ذکر سورہ واقعہ میں گذر چکا ہے۔ ولقاہم نضرۃ وسرورا کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اون کو اتنا کچھ دیا جس کی فرحت کا اثر اون کے چہروں سے ظاہر ہونے لگا۔ بما صبروا کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ممنوعات شرعیہ سے نفس کو روکا۔ اور صبر کیا۔ اسیطرح مامور شرعی کے بجالانیکی تکلیف کو اور ہر طرح کی مصیبت کی تکلیف کو جھیلا اور صبر کیا۔

منزل ۷

مُّتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ

گلے بیٹھے اوس میں تختوں پر نہیں دیکھتے وہاں دھوپ اور نہ ٹھہر اور جھک ہیں اُنپر

ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ

اسکی چھائیں اور پست کر رکھے ہیں اُسکے گچھے لٹکا کر اور لوگ لے پھرتے ہیں اُن پاس ہاتھ روپے کے اور آبخورے

كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا

جو ہو رہے ہیں شیشے شیشے پر روپے کے ماپ رکھا اُن کا ماپ اور اونکو وہاں پلاتے ہیں

كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ

پیالے جسکی ملونی سونٹھ ایک چشمہ ہے اُسمیں اُسکا نام ہے سلسبیل اور پھرتے ہیں اُن پاس

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ

لڑکے سدا رہنے والے جب تو اُن کو دیکھے خیال کرے موتی ہیں بکھرے اور جب تو دیکھے وہاں تو دیکھے

نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ

نعمت اور سلطنت بڑی اوپر کی پوشاک اُن کی پتلے ریشم کے سبز اور گاڑھے اور اُن کو پہنائے ہیں کنگن

مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

روپے کے اور پلائی اون کو اُن کے ربّ نے شراب جو پاک کرے دلکو یہ ہے تمہارا بدلا اور کمائی تمہارے نیگ لگی

اور پر ذکر تھا کہ نیک لوگوں میں کے ہر ایک گروہ کو اوس کے عمل کے موافق جنت کا درجہ ملے گا۔ اور اوس درجہ کے موافق اون کو جنت کی نعمتوں کے برتنے کا حق حاصل ہوگا اسی کی تفصیل میں یہہ فرمایا تھا کہ جنت کے اعلیٰ درجہ کے مقرب لوگ تو کافوری چشمہ کی اعلیٰ درجہ کی شراب کو عام طور پر برتین گے اور ابرار لوگونکی شراب میں اِس چشمے کی شراب کی ملونی ہوگی۔ اور یہہ بھی فرمایا تھا کہ اِن ابرار لوگوں کی پوشاکیں ریشمی ہونگی۔ اِن آیتوں میں ابرار لوگوں کیحالت کی اور یہہ تفصیل فرمائی کہ وہ تکئے لگائے چھپر کھٹوں میں بیٹھے ہوں گے اور وہاں گرمی سردی کی اون کو کچھہ تکلیف نہوگی۔ بغیر سورج اور چاند کے وہاں قدرت الٰہی سے خود بخود اُجالا ہوگا اور اوس اُجالے کے ساتھ ہمیشہ ایک بیچ کی رات کا موسم رہے گا۔ اگرچہ وہاں سورج نہیں ہے جسکی دہوپ سے بچنے کے لئے سایہ کی ضرورت ہو۔ لیکن زیادہ ٹھنڈک کے لئے گنے درختونکی خوب گہری چھاؤں ہوگی۔ اور میوے دار درختوں کے میوے اِس ڈھب سے لگے ہونگے کہ اِن میوؤں کو جنتی لوگ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں کھا سکیں گے۔ وہاں چاندی کے برتن ایسے شفاف ہوں گے جن میں سے شیشے کے برتنوں کی طرح اندر کی چیز باہر سے نظر آوے گی۔ اگرچہ جنت میں کھانے پینے پہننے برتنے کی جتنی چیزیں ہیں اون کے فقط نام دنیا کی چیزوں سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن جنت کی چیزوں اور دنیا کی چیزوں میں بڑا فرق ہے جیسے مثلاً دنیا میں ایسا دودھ کہاں ہے جسکی ہمیشہ نہر بہتی ہو اور پھر دوسرے ہی دن وہ کھٹا نہ ہوجائے وہ شہد کہاں ہے جسکی نہر بہتی ہو اور مکھیاں بھنک کر اوسمیں جم جم کر نہ مریں۔ اور ہوا سے خاک اور کوڑا کرکٹ اوسپر نہ پڑے۔ وہ شراب کہاں ہے جسکی نہر ہو۔ اور بدبو کے سبب سے اوس نہر کے آس پاس کا راستہ کچھہ دنوں میں نہ بند ہوجاوے۔ اسیطرح جنت کے یہہ چاندی کے برتن ہوں گے جنمیں سے اندر کی چیز باہر سے نظر آوے گی۔ دنیا کی زمین مٹی کی ہے اور جنت کی زمین چاندی کی ہوگی جس صاحب قدرت نے دنیا کی زمین کی مٹی میں یہ تاثیر دی ہے کہ اوس سے شیشہ بنجاتا ہے اور اوس شیشہ کے برتن میں کی اندر کی چیز باہر سے نظر آتی ہے جنت کی زمین کی چاندی میں اِس تاثیر کا دیدینا اوسکی قدرت سے کیا بعید ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں کوئی چاندی کی چیز ایسی شفاف نہیں جسمیں کی اندر کی چیز باہر سے نظر آوے۔ اسلئے وہ برتن جسدن اللہ اپنی رحمت سے دکھاوے گا۔ اوسیدن چاندی کا ایسا شفاف ہونا سمجھہ میں آوے گا یہہ چاندی کے آبگورے پیاس کے مقدار کے موافق ہونگے تاکہ نہ جھوٹی چیز بچے نہ دوبارہ پھر مانگنے کی ضرورت ہو۔ ابرار لوگونکی

شراب میں کبھی کافور چشمہ کی شراب کی ملونی ہوگی۔ اور کبھی زنجبیل چشمہ کی سلسبیل کے معنے بہتا ہوا چشمہ جنت میں نوعمر لڑکے اہل جنت کی خدمت گذاری میں ہوں گے۔ اور وہ خوبصورت لڑکے اوسی لڑکپن کی عمر میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کام کاج میں ہر وقت پھرتے رہیں گے۔ اسلئے اون کی مثال بکھیرے ہوئے موتیوں کی فرمائی تفسیر خازن میں اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ حوروں کی پیدائش کی طرح وہ لڑکے بھی جنت کی مخلوقات میں سے ہیں بنی آدم میں سے نہیں ہیں جنت کی نعمتوں کو بڑی بادشاہت اسلئے فرمایا کہ صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ کی جو روایت ہے اوس کے موافق ادنی ادنی اہل جنت کے قبضہ میں دنیا سے دس چند ملک ہوگا۔ اسی طرح ترمذی ابن ماجہ دارمی۔ اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوسعید خدری کی جو روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنی ادنی اہل جنت کی خدمت میں اسی ہزار خدمت گار اور موتیوں اور یاقوت کے خیمے ہوں گے۔ ترمذی نے اگرچہ اس حدیث کو غریب کہا ہے لیکن صحیح ابن حبان کی سند معتبر ہے ان حدیثوں سے ہر شخص کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب ادنی ادنی اہل جنت کی یہہ شان ہے تو متوسط درجہ اور اعلی درجہ کے اہل جنت کی کیا شان ہوگی اسیواسطے حضرت ابوہریرہ کی صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسقدر جگہ میں گھوڑے کا سوار اپنے گھوڑے کا کوڑا ڈال دیتا ہے جنت کی اتنی سی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے سندس ریشمی باریک کپڑے کو کہتے ہیں۔ اور استبرق موٹے ریشمی کپڑے کو اس سورہ میں چاندی کے کنگنوں کا جو ذکر ہے یہ اہل جنت اور جنت کے درجوں کے موافق ہے۔ جیسا کہ خالص اور ملونی کی شراب کا ذکر گذرا اور سورہ واقعہ میں گذر چکا ہے کہ بعضے اہل جنت تختوں پر بیٹھیں گے اور بعضے فرش پر۔ شراب طہور وہ شراب ہے جسکے پینے سے اہل جنت کے دل نورانی ہو جاویں گے۔ اون میں آپس کے حسد کا کوئی بقایا نہ رہے گا۔ جب اہل جنت کو یہہ جنت کی سب نعمتیں مل جاوینگی تو اونہیں ان نعمتوں کا سبب یوں جتلایا جاوے گا۔ کہ اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے تمہارے تھوڑی سی عمر کے اعمالوں کے بدلہ میں یہہ ابدالآباد کی نعمتیں تم کو دی ہیں۔ بندوں کی سعی کو اللہ تعالے نے مشکور فرمایا ہے۔ اسکا یہہ مطلب ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے عملوں کو قبول فرمایا مشکور کے معنے زور کی سخت سردی ✣

منزل

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا

ہمنے اوتارا تجہپر قرآن ہیچ ہیچ اتارنا سو تو راہ دیکھ اپنے رب کے حکم کی اور کہانہ مان ان میں کسی گنہگار

أَوْ كَفُورًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ

یا ناشکر کا۔ اور یاد کر نام اپنے رب کا صبح اور شام اور کچھ رات میں سجدہ کر اسکو

وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝ إِنَّ هٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا

اور پاکی بول اوسکی بڑی رات تک یہ لوگ چاہتے ہیں شتاب ملنے والے کو اور چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایکدن

ثَقِيلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ۝

بھاری ہمنے اُن کو بنایا اور مضبوط باندھی اُن کی گرہ بندی اور جب ہم چاہیں بدل لائیں اُنکی طرح کے لوگ پلٹکر

إِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ

یہ تو سمجھوتی ہے پھر جو کوئی چاہے کر رکھے اپنے رب تک راہ اور تم نہ چاہو گے مگر جو چاہے اللہ

اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ع ۲

بیشک اللہ ہے سب جانتا حکمت والا داخل کرے جسکو چاہے اپنی مہر میں اور جو گنہگار ہیں رکھی اونکو دکھہ کی مار

اوپر نیک و بد لوگوں کا اور جنت اور دوزخ کا حال تھا۔ اس قسم کی آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حشر کے منکر لوگ جب سنتے تو یہ کہتے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خلاف عقل باتیں اپنی طرف سے بنا لی ہیں اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا ان لوگوں کو تو ایک سیدھی سی بات بتلا دی گئی ہے۔ کہ اگر یہ لوگ قرآن کو کلام انسان جانتے ہیں تو ایک چھوٹی سی سورۃ یہ لوگ بھی بنا کر پیش کریں۔ جب اس بات سے یہ لوگ عاجز ہیں تو پھر ان لوگوں کا قرآن کو کلام انسان کہنا محض انکی ہٹ دھرمی ہے یہ کلام بلاشک اللہ تعالےٰ کا کلام ہے جو سچ سچ ضرورت کے موافق اے نبی اللہ کے اللہ تعالےٰ نے تم پر نازل فرمایا ہے۔ یہ جو فرمایا تو راہ دیکھ اپنے رب کے حکم کی اور ان گنہگار ناشکر لوگوں کی باتوں کا کچھ خیال نہ کر یہ راہ دیکھنے کا حکم جہاد کا حکم تھا جس کے نازل ہونے کے بعد آخر کو مکہ فتح ہوا اور اہل مکہ اسلام کے تابع ہو گئے تفسیر مقاتل میں ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم یہ نئی دین کی باتیں دنیا کمانے کے لئے کرتے ہو تو ہم بہت سا مال تمہارے لئے جمع کر سکتے ہیں اور مکہ میں جو عورت تمہاری پسند ہو اوس سے تمہارا نکاح کرا سکتے ہیں بس تک کہ عتبہ اپنی بیٹی بغیر مہر کے آپ کے نکاح میں دینے کو راضی ہو گیا یہ عورت نہایت خوبصورت تھی اوسپر اللہ تعالےٰ نے ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ لوگ آخرت کے تو منکر ہیں فقط دنیا پر ان لوگوں کا مدار ہے اور اللہ کے نزدیک دنیا کوئی چیز نہیں ہے اسلئے اے نبی اللہ کے تم ان لوگوں کی ایک نہ سنو اور لوگوں کی نصیحت اور اللہ کی عبادت میں جہانتک ممکن ہو رات دن لگے رہو اللہ تمہاری ہر طرح کی مدد کو کافی ہے یہ گنہگار کافر لوگ تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں۔

مقاتل بن سلیمان کی تفسیر کو امام شافعی نے معتبر کہا ہے۔ مستدرک حاکم میں ابو سعید خدری سے روایت

منزل ۷

جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسطرح تم لوگ اپنے بیمار آدمی کو بدپرہیزی کی چیزوں سے بچاتے ہو اوسیطرح اللہ تعالےٰ نیک لوگوں کو دنیا کی ثروت سے بچاتا ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس باب میں صحیح ابن حبان اور طبرانی وغیرہ میں معتبر سند سے اور بھی روایتیں ہیں مسند ابو یعلے طبرانی مستدرک حاکم میں معتبر سند سے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حشر کے میدان میں سورج کے قریب آجانے سے گنہگار لوگوں کو پسینے اور گرمی کی ایسی تکلیف ہوگی۔ کہ وہ اس تکلیف سے دوزخ میں جانے کو اچھا گنیں گے۔ اس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ جب اوسدن کی ایک چھوٹی سی تکلیف ایسی بھاری ہوگی تو اور بڑی تکلیفوں کا کیا ٹھکانا ہے اسواسطے اوسدن کو بھاری فرمایا۔ حشر کے باتوں کو یہہ لوگ خلاف عقل سمجھ کہتے تھے۔ اوس کے جواب میں فرمایا کہ پانی جیسے پتلی چیز سے جب اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کی ہڈی پسلی وغیرہ یہہ سب مضبوط چیزیں اون کے آنکھوں کے سامنے پیدا کردیں تو وہ جب چاہے ان کے غارت کرنے کے بعد ان جیسی اور مخلوق کو یا حشر کے دن انہی کو پیدا کرسکتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے جو چیز ایک دفعہ آچکی تو پھر دوبارہ اوس کے پیدا ہوجانے کا انکار یہہ خلاف عقل سلیم ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ قرآن تو اللہ کی طرف سے ایک نصیحت ہے۔ جسکا جی چاہے اس نصیحت کو سنکر اوس کے موافق عمل کرے تاکہ اوس کا معاملہ اللہ کے ساتھہ اچھا ہو مگر اتنی بات ہے کہ جو لوگ راہ پر آنے والے تھے وہ اور جو اون کے برعکس تھے وہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ کے علم ازلی میں چھانٹے جاچکے ہیں۔ اوس کے موافق جنکی قسمت میں ہدایت نہیں ہے وہ باوجود نصیحت کے کبھی راہ راست پر آنے والے نہیں۔ اور مجبور کرکے اونکو راہ پر لانا اللہ کو منظور نہیں کیونکہ مجبوری کی ایمان مجبوری کی عبادت کچھہ اوس کی بارگاہ میں قبول نہیں اسواسطے نتیجہ یہی ہوگا کہ ان میں کے بعضے لوگ حالت شرک میں مریں گے اور اوسکی سزا میں اونکو قیامت کے دن سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ آیتہ ان الشرک لظلم عظیم کے موافق یہاں بھی ظلم کے معنے شرک کے ہیں۔

سورۃ المرسلٰت مکیۃ
سورۃ کی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وھی خمسون اٰیۃ ○
اور اسمیں پچاس آیتیں ہیں

والمرسلٰت عرفا ○ فالعصفٰت عصفا ○ والنشرٰت نشرا ○ فالفرقٰت فرقا
قسم ہے چلتے باؤں کی دلکو خوش آتی پھر جھونکا دینے والیاں زور سے پھر اہا نیوالیاں اٹھا کر پھر پھاڑ نیوالیاں بانٹ کر

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝ فَاِذَا النُّجُوْمُ
پھر فرشتے اوتارنے والوں سمجھوتی کے الزام اتارنے کو یا ڈر سنانے کو مقرر جو تم سے وعدہ ہوا سو ہونا ہے پھر جب تارے
طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝
مٹائے جاویں اور جب آسمان میں جھروکے پڑیں اور جب پہاڑ اوڑائے جاویں اور جب رسولوں کا وعدہ ٹھیرے
لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ
کس دن کے واسطے انکو دیر ہے اس فیصلے کے دن کے واسطے اور تو نے کیا بوجھا کیا ہے فیصلے کا دن خرابی ہو
يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝
اس دن جھٹلانے والوں کی

حافظ ابن کثیر نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے مفسرین نے ترجیح اسی قول کو دی ہے کہ جن پانچ چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع میں قسم کھائی ہے اون میں اول کی تین چیزوں سے مقصود ہوائیں ہیں اور باقی کی دو سے ملائکہ عرفا کے معنے پے درپے۔ عاصفات وہ ہوائیں جنمیں سناٹے کی آواز ہو۔ ناشرات وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ فارقات اور ملقیات کا یہ مطلب ہے کہ ملائکہ طرح طرح کے حکم وحی کے ذریعہ سے رسولوں پر لاتے ہیں۔ عذرا کا یہ مطلب ہے کہ ہر طرح کے حکم نازل ہو جانے کے بعد ایجانی کا عذر کسیکو باقی نرہے۔ نذرا کا یہ مطلب ہے کہ نافرمانی کی حالت میں قیامت کے نافرمان لوگوں کو جو عذاب ہوگا اوسسے ہر شخص ڈرا دیا جاوے۔ بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ ملائکہ سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں جمع کا لفظ تعظیم کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے قسم کا جواب یہ ہے کہ جس سزا و جزا کے دن کا اللہ نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ کیا ہے وہ ضرور پیش آنے والا ہے پھر اوسدن کی نشانیاں فرمائیں کہ اوسدن تاروں کی روشنی جاتی رہے گی حشر کے انتظام کے لئے فرشتے زمین پر آویں گے۔ اس لئے اون کے آنے کے واسطے آسمان میں دو دروازے ہو جاویں گے۔ پہاڑوں کو اوڑا دیا جاوے گا۔ اور زمین کو ایک چٹیل میدان کر دیا جاوے گا۔ پھر فرمایا یہی وقت ہے جسکا رسولوں سے وعدہ تھا کہ اون کا اور اون کے فرمانبردار اور نافرمان امتوں کا فیصلہ کیا جاوے گا۔ اس فیصلہ کی تفصیل سورۂ بقرہ اور سورۂ زمر میں گذر چکی ہے کہ جب پچھلی امتوں کے منکر شریعت لوگ یہ کہویں گے کہ یا اللہ ہمکو تیرا حکم کسی رسول نے نہیں پہنچایا تو انبیا اپنی رسالت ادا کر دینے کی تصدیق میں امت محمدیہ کو پیش کریں گے۔ اور امت محمدیہ پچھلے

رسولوں کے کلام کی تصدیق کرے گی پچھلی امتوں کے لوگ جب یہہ کہویں گے کیا اللہ امت محمدیہ کے لوگ تو ہمسے پیچھے پیدا ہوئے ہیں ان کو ہمارا حال کیا معلوم اسپر امت محمدیہ کے لوگ یہ جواب دیویں گے کہ قرآن مجید میں پچھلا سب حال تھا اسلئے ہم کو ان لوگوں کا حال معلوم ہوگیا۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی گواہی کی تائید فرماویں گے اور ان سب گواہیوں پر فیصلہ اخیر ہوجاوے گا۔ اسیواسطے فرمایا کہ اس فیصلہ کے دن اون لوگوں کی بڑی خرابی ہے جو اوسدن کے فیصلہ کے منکر ہیں ۞

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝
کیا ہم کھپا نہیں چکے اگلے پھر اُن کے پیچھے پیچھے ہیں پچھلے ہم بھی کچھ کرتے ہیں گنہگاروں سے

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ
خرابی ہے اُسدن جھٹلانیوالوں کی کیا ہمنے نہیں بنایا تم کو ایک بیقدر پانی سے پھر رکھا اُسکو ایک جمے

مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
ٹھیراؤ میں ایک وعدے مقرر تک پھر ہم کرسکے سو کیا خوب کرسکنے والے ہیں خرابی ہے اُسدن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا
جھٹلانیوالوں کی کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی جیتوں کو اور مردوں کو اور رکھے اُسمیں

رُوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝
بوجھ کو پھاڑ اونچے اور پلایا ہم نے تمکو پانی میٹھا پیاس بجھاتا خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والوں کی

منزل ۷

قوم نوح سے لیکر فرعون تک کے اون لوگوں کو اولین فرمایا جنپر عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب آیا جس سے وہ ہلاک ہوگئے۔ اسیواسطے فرمایا ہم بھی کچھ کرتے ہیں گنہگاروں سے کفار مکہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منکر شریعت لوگوں کو آخرین فرمایا۔ اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ اگر یہہ آخر زمانہ کے لوگ بھی اللہ کے رسول کی مخالفت اور اللہ کے کلام کے جھٹلانے میں پہلے لوگوں کے قدم بقدم رہے تو ان پر بھی ایسی آفت آوے گی جو اون سے سیلو نپر آئی۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لئے جو خرابی درپیش ہے وہ اس آفت دنیاوی کے علاوہ ہے۔ پھر ایک ناچیز نطفہ سے انسان کی پیدائش کا۔ اور تاجیات اوس کے زمین پر رہنے کا اور مردہ انسان کی زمین کی سمائی کا اور بارش اور زمین کی ندیوں نالوں چشموں کنوؤں سے پینے پانی کے بہم پہونچانے کا ذکر فرماکر یہہ تنبیہ فرمائی کہ انسان کی سمجھ سے باہر یہہ سب انتظام

آنکھوں سے دیکھکر پھر بھی جو کوئی حشر کا انکار کرے گا اوسکے لئے اوسدن بڑی خرابی ہے۔ جسے ٹھہراؤ سے مقصود رحم ہے جہاں نطفہ حفاظت سے رہا۔ وعدہ مقرر سے مقصود حمل کی مدت ہے۔ فقدرنا فنعم القادرون کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی نطفہ سے مرد عورت پورا ادھورا گورا کالا جسکو جیسا چاہا پیدا کیا۔ کفاتا کے معنے ٹھکانا زندے زمین کے اوپر مردے زمین کے اندر رہتے ہیں اس لئے زمین کو زندوں اور مردوں کا ٹھکانا فرمایا +

انْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ ۚ انْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝
چلو دیکھو جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے چلو ایک چھاؤں میں جسکی تین پھانکیں

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ
نہ گھن کی چھاؤں اور نہ کام آوے تپش میں فلک پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل جیسے وہ اونٹ

صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا
ہیں زرد خرابی ہے اوسدن جھٹلانے والوں کی یہ وہ دن ہے کہ نہ بولیں گے اور نہ

يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا يَوْمُ ع
اُنکو حکم ہو کہ تو بہ کریں خرابی ہے اُسدن جھٹلانیوالوں کی یہ ہے دن

الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝ وَيْلٌ
فیصلے کا جمع کیا ہمنے تمکو اور اگلوں کو پھر اگر کچھ داؤ ہے تمہارا تو چلا لو مجھپر خرابی ہو

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ ع
اوسدن جھٹلانیوالوں کی

منکرین سزا و جزا کو جب فرشتے دوزخ میں لیجانے لگیں گے تو اون منکروں کو قائل کرنے کے لئے اون سے یہ کہیں گے چلو ذرا اوس آگ کا مزا چکھو جسکے تم دنیا میں منکر تھے۔ صحیح مسلم میں انس سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں بڑے عیش و آرام سے جن دوزخیوں نے اپنی تمام عمر گذاری ہے دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے اون سے پوچھیں گے کہ دنیا کا عیش و آرام تمہیں کچھ یاد ہے وہ لوگ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ آج کے دن کی تکلیف کے سامنے دنیا کا سب عیش و آرام ہم بھول گئے۔ حساب و کتاب سے فارغ ہونے تک اہل دوزخ کو دوزخ کی آگ کی لپٹ کے نیچے رکھا جاوے گا جسمیں وہاں بھی ہوگا

اوس دھوئیں کی تین پھانکیں ہونگی تاکہ اوس لپٹ کی تپش بدستور قایم رہے اوس دھوئیں کی چھاؤں کے گھنی نہونے کا اور اوس چھاؤں کا آگ کی تپش میں کام نہ آنے کا یہی مطلب ہے۔ پھر اوس آگ کی لپٹ سے ایسی بڑی بڑی چنگاریاں اوڑتی رہیں گی جیسے بڑے بڑے مکان۔ وہ چنگاریاں زرد رنگ اور بڑے پنے کے سبب سے زرد اونٹ معلوم ہوں گے قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ اور اوسمیں طرح طرح کی حالتیں پیش آویں گی حساب وکتاب تک تو دوزخیوں کو جواب وہی کرنے اور عذر پیش کرنیکا موقع دیا جاوے گا جسکا ذکر اور آیتوں میں ہے۔ پھر اونکو کسی جوابدہی کا موقع نہ ملے گا اوسیکا ذکر ان آیتوں میں ہے اور قیامت کی ہر حالت کا انکار ایک جرم ہے اسلئے اوسدن کی مختلف حالتوں کا ذکر فرما کر ہر ایک جگہ پر فرمایا ہے کہ اوس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے اگلے پچھلے منکرین حشر کو قایل کرنے کے لئے ان سب سے اوسدن یہہ کہا جاوے گا کہ آج سزا وجزا کے آخری فیصلہ کا وہ دن ہے جس کی خبر اللہ کے رسولوں نے تمکو دی تھی اور تم نے اوس خبر کو جھٹلایا تھا آج بھی اس کے جھٹلانے کا کوئی حیلہ تم لوگ رکھتے ہو تو اوسکو اوٹھا نہ رکھو ورنہ اوسدن کے جھٹلانے کی خرابی کو بھگتو۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ۝ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا
جو ڈرو والے ہیں وہ چھاؤں میں ہیں اور نہروں میں اور میوے جس قسم کے جی چاہے کہاؤ اور پیو رچتے

هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
بدلا اسکا جو کرتے تھے ہم یوں ہی دیتے ہیں بدلا نیکی والوں کو خرابی ہے اوسدن

لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
جھٹلانے والوں کی کہالو اور برت لو تھوڑے دنوں تم دونوں مقرر ٹھہگا ہو خرابی ہے اوسدن

لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
جھٹلانے والوں کی اور جب کہے اون کو نیو وہ نہیں نیوتے خرابی ہے اوسدن

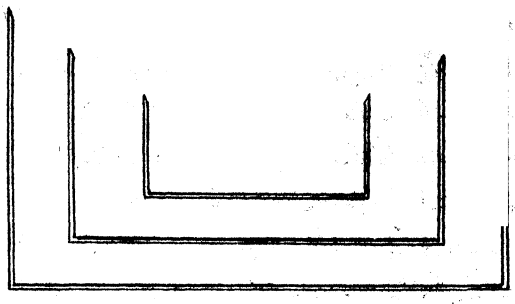
لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝
جھٹلانے والوں کی اب کس بات پر آگے بعد پر یقین لاویں گے

متقیوں سے مطلب اون آیتوں میں یہہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں شرک سے بچتے رہے کیونکہ متقیوں کا لفظ ان آیتوں میں اون مشرک لوگوں کے مقابلہ میں فرمایا ہے جنکا ذکر شروع سورۃ سے یہانتک تھا یہہ اوپر گذر چکا ہے کہ کلمہ گو گنہگار اگرچہ اپنے گناہوں کی سزا میں ایک وقت مقررہ تک دوزخ میں جاوینگے

لیکن پھر آخر اونکو جنت نصیب ہوگی اور یہی نعمتیں اونکو ملیں گی جنکا ذکر ان آیتوں میں ہے اسلئے لفظ متقی کے جو معنے بیان کئے گئے اونمیں سب جنتی شامل ہوسکتے ہیں۔ دوزخیوں کی چھاؤں وہ ہے جسکا ذکر اوپر گذرا یہ جنتی لوگوں کی چھاؤں جنت کے عالیشان مکانوں اور میوہ کے نہایت سایہ دار درختوں کی ہوگی علاوہ اس کے فقط درخت طوبیٰ کا سایہ جنت میں ایسا ہے جسکو سو برس تک میں بھی گھوڑے کا سوار طے نہیں کرسکتا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی ابوہریرہ کی روایتہ میں اسکا ذکر ہے جنت کے چشموں میں نہ کبھی ہوا سے اوٹھ کر کوڑا پڑے نہ اون کی شراب اونکا پانی دودھ شہد کبھی بگڑے کتنی بڑی بات ہے کہ جنت کے میوؤں کے لئے کوئی فصل مقرر نہیں ہر قسم کا میوہ موجود ہے چنانچہ فواکہ معاشتہون کا یہی مطلب ہے دنیا کے کچھ میوے بعضے لوگوں کو نقصان کرتے ہیں وہاں یہہ بات بھی نہیں جو کہا ہو سورچے پچے چنانچہ ہنیا کا یہی مطلب ہے۔ وہاں اہل دوزخ کے ذکر میں فرمایا تھا ہم ہی کچھ کرتے ہیں گنہگاروں سے یہاں جنت کی طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمانے کے بعد ارشاد ہوگا ہم یوں ہی بدلا دیتے ہیں۔ نیکی والوں کو لیکن جو ان نعمتوں کے منکر ہیں وہ ان سے محروم اور اپنے انکار کی خرابی بھگتیں گے اور دنیا میں اسطرح کے عقبےٰ کے منکروں کو جو کچھ خوشحالی ہے وہ تھوڑے دنوں کی ہے کیونکہ نہ دنیا رہنے والی چیز ہے نہ اوسکی خوشحالی آنکھ بند ہوتی ہی پھر طرح طرح کی خرابی ہے کیونکہ جس اللہ نے انکو پیدا کیا۔ خالص اوسکے نام پر سر جھکانے کو یہہ لوگ عار سمجھتے ہیں۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان میں ہے کہ ثقیف ایک قبیلہ نے نماز سے انکار کرکے یہہ کہا کہ کمر جھکانے کو ہم لوگ عار سمجھتے ہیں پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو جس اپنی فصاحت و بلاغت کا بڑا دعویٰ تھا۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت نے وہ دعویٰ تو انکا باقی نہیں رکھا جس سے یہہ لوگ خوب سمجھ گئے کہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں ہے اسپر بھی ان لوگوں کا قرآن کے احکام کو ماننا محض ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ مسند امام احمد ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورہ والمرسلت پڑھے تو اوسکے ختم پر آمنا باللہ کہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ نماز میں امام اور مقتدی دونوں آمنا باللہ کہہ سکتے ہیں۔ نیونا کے معنے جھکنا۔

تمت بالخیر

(حق کاپی رائٹ محفوظ ہے)



سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کیموافق یہہ سورۃ مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

منزل ۷

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝

کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپسمیں اُس بڑی خبر کے جسمیں وہ کئی طرف ہو رہے ہیں یوں نہیں اب جان لوگے

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝

پھر بھی یوں اب جان لینگے

اگرچہ مجاہد کا قول یہہ ہے کہ بڑی خبر سے مراد قرآن شریف ہو لیکن قتادہ اور اکثر سلف کا قول یہہ ہو کہ بڑی خبر سے مراد حشر اور قیامت ہو آگے کی آیتوں میں خود اللہ تعالے نے بھی قیامت کا ہی ذکر فرمایا ہو۔ اِس لیے یہی قول قرآن شریف کے مطلب کے موافق معلوم ہوتا ہے اسواسطے حافظ ابن کثیر نے اِس قول کو ترجیح دی ہے حشر اور قیامت کی بہت سی باتیں انسان کی عقل میں نہیں آتیں اسواسطے اسلام لانے سے پہلے کہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے حشر اور قیامت کی باتوں میں طرح طرح سے جھگڑتے تھے کبھی کہتے تھے کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک ہوا میں اڑ جائیگی پھر اوس خاک کا پتلا کیونکر بن جاویگا کبھی کہتے تھے کہ آگ میں زقوم کا پیڑ کیونکر ہوگا کبھی کچھ کہتے تھے کبھی کچھ اللہ تعالے نے اوسکا جواب دیا کہ اُن کے بڑے بوڑھے ان کی آنکھوں کے روبرو دنیا سے اُٹھ گئے اسلیے یہہ تو اونکو معلوم ہے کہ ایکدن یہہ بھی مرجائینگے۔ کیونکہ دنیا ہمیشہ نہیں رہنے والی۔ اور دنیا کے فنا ہونے

بعد آخرت کی یہ سب باتیں ان منکروں کی آنکھوں کے سامنے آجاوینگے اور اوسوقت انکو اُن باتوں کا یقین آویگا جسوقت کا یقین اونکو کچھ فائدہ نہ دیویگا۔ رہی یہ بات کہ آخرت کی باتیں اونکی عقل میں نہیں آتیں ایک بوند پانی سے انسان کا پیدا ہوجانا اور دنیا کے ہزارہا عجائبات کیا یہ سب انسان کی عقل میں آنے کی باتیں ہیں۔ پھر جسنے دنیا میں آنکھوں کے سامنے کے عجائبات خلاف عقل کو پیدا کرکے دکھادیا وہ آخرت میں بھی خلاف عقل عجائبات پیدا کرنے پر قادر ہے اور دنیا کے عجائبات کو آنکھوں سے دیکھنے اور تجربہ کرلینے کے بعد اوسکی اوسقدرت کا انکار کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے۔ معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت سے حضرت شداد بن اوس کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب عقل وہی شخص ہے جو زندگی میں موت کے بعد کے لیے کچھ سامان کرلیوے اور کم عقل وہ شخص ہے جو زندگی بھر شیطانی وسوسوں میں لگا رہے اور موت کے بعد اللہ سے راحت کی توقع رکھے۔ یہ حدیث عبداللہ بن عمر کی روایت سے بھی معتبر سند سے ابن ماجہ طبرانی وغیرہ میں آئی ہے۔ اور یہ تو ایک ظاہر بات ہے کہ موت کے بعد کا کچھ سامان بغیر خالص نیک عمل کے نہیں ہوسکتا اور خالص نیت کا نیک عمل بغیر آخرت کے پورے یقین کے نہیں ہوسکتا اور آخرت کی بہت سی باتیں محض عقل سے سمجھ میں نہیں آسکتیں اسواسطے بغیر اسکے انسان کی نجات کی صورت کوئی نہیں ہے کہ آخرت کی غیب کی باتیں جو بذریعہ وحی کے دنیا میں آئی ہیں اون کو بغیر عقل کے دخل کے انسان تسلیم کرلیوے اس تسلیم کے بعد آخرت کا یقین دل میں پیدا ہوجاویگا جس یقین کے سبب سے خالص نیت کا نیک عمل ہونے لگے گا جو آخرت میں نجات کا باعث ہوگا۔ اور جو شخص ان غیب کی باتوں میں عقل کو دخل دیویگا عقل تو ان باتوں کے سمجھنے سے عاجز ہے اسلیئے اسطرح کا شخص طرح طرح کے شیطانی وسوسوں میں پڑکر اپنی عاقبت کو ضرور خراب کریگا۔ کسی بات کی تاکید منظور ہوتی ہے تو اوسکو دو دفعہ کہا جاتا ہے جیسے مثلاً سانپ نکلنے کے وقت سانپ سانپ دو دفعہ کہتے ہیں اسواسطے کلا سیعلمون کو دو دفعہ فرمایا جسکا مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کو خلاف عقل سمجھکر یہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں۔ قریب ہے کہ مرتے ہی اون باتوں کو ضرور یہ لوگ خوب اچھی طرح سے جان لیوینگے۔ کلا کا لفظ عربی میں کلا سے پہلے کے کلام کو غلط۔ اور کلا کے بعد کے کلام کو صحیح قرار دینے کے لئے آتا ہے۔ یہاں حاصل مطلب یہ ہے کہ قیامت کے آنے میں اختلاف اتنا غلط اور اوسکا آنا ایسا صحیح ہے جو قریب میں آنکھوں سے دیکھ لیا جاویگا۔

منزل ۷

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ

کیا ہمنے نہیں بنائی زمین بچھونا اور پہاڑ میخیں اور تمکو بنایا ہے جوڑے جوڑے اور بنائی نیند تمہاری واسطے آرام کے

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ

اور بنائی رات اوڑھنا اور بنایا دن روزگار کو

اوپر ذکر تھا کہ حشر اور قیامت کی باتوں کو خلاف عقل خیال کر کے اسلام لانے سے پہلے مکہ کے لوگ اون باتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کی حجتیں کرتے تھے اسواسطے اللہ تعالےٰ نے اِن آیتوں میں دُنیا کے چند عجائبات کا ذکر فرمایا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں اور جنکی حالت کے دیکھنے سے بڑے بڑے عقل مندوں کی عقل دنگ ہے کیا عقل میں نہیں آسکتا ہے کہ اتنے بڑی سات زمینوں کو پانی پر بچھونے کی طرح کیونکر بچھایا ہے۔ اور اون کے ٹکنے اور جم جانے کے لیے اتنے اتنے بڑے پہاڑوں کی میخیں اونمیں کیونکر ٹھونکی ہیں کہ جسطرح خیمہ کی میخیں ٹھونکدینے سے خیمہ خوب مضبوط اور چوکس ہوجاتا ہے۔ اسیطرح پہاڑوں کی میخوں سے زمین خوب چوکس اور مضبوط ہوگئی ہلتی جلتی نہیں۔ انسان کو مرد اور عورت کی صورت میں کسطرح پیدا کیا۔ کہ ایک سے دوسرے کی شباہت بالکل الگ ہے۔ ایک حضرت آدم اور حوا کے جسم میں افزائش نسل کا یہہ مادہ کیونکر رکھا گیا۔ کہ جس سے قیامت تک کی نسل چلی گی۔ آدمی کے مرجانے اور مرجانے کے بعد جینے کی نشانی کے لیے سونے اور جاگنے کو کسطرح پیدا کیا ہے۔ پھر ایسے صاحب قدرت سے یہہ کیا بعید ہے کہ جسطرح اوسنے سرے سے بغیر کسی نمونہ کے ایکدفعہ یہہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہ دوبارہ اسی نمونہ کیموافق جو کچھہ چاہے پھر پیدا کردیوے۔ کیونکہ جب ایک چیز کا نمونہ قرار پاکر پیدائش دنیا سے اوس کے ختم ہوجانے تک ہزارہا برس تک وہ نمونہ چل چکا ہے تو پھر دوبارہ اوسی چیز کا بنانا نہایت سہل ہے اسی لیے سورۂ روم میں فرمایا۔ وھوالذی یبدؤا الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ جسکا مطلب یہہ ہے کہ اِن لوگوں کے تجربہ کیموافق بھی اسیطرح دوبارہ ہر چیز کا بنانا سہل ہے ورنہ اللہ کی قدرت کے آگے تو سب کچھہ سہل اور آسان ہے اور یہہ دوبارہ پیدائش اسواسطے ضرور ہے کہ دنیا کی پیدائش سے اُسکے ختم تک جو کچھہ نیکی بدی دنیا میں ہوئی ہے اوسکی جزا سزا ہوجاوے اور دنیا کی پیدائش بلاتجہز ہے چنانچہ اسی مطلب کو سورہ جاثیہ میں اِن لفظوں سے ادا فرمایا ہے۔ وخلق اللہ السموٰت والارض بالحق ولتجزی کل نفس بما کسبت وھم لایظلمون۔ جسکا حاصل مطلب یہہ ہے کہ دنیا کے ختم ہوجانے کے بعد نیک و بد کا انصاف نہ ہوتا۔ تو یہہ ایک بے انصافی تھی۔ کیونکہ نیکی کا ثمرہ بدی کی پرسش کچھہ بھی نہوتا۔ یہہ خلاف انصاف ہے۔ اسلیے اللہ تعالےٰ نے دنیا کو اس ارادہ سے پیدا کیا ہے کہ دنیا کے ختم ہوجانے کے بعد ایک دن نیک و بد کا انصاف ہوکر جزا و سزا ہوجاوے اور دنیا کا پیدا کرنا انصافی کی بنیاد پر ہے۔ بسات کہتے ہیں راحت اور سکون کو نیند سے تھکان رفع ہوکر آدمی کو ایک طرح کی راحت حاصل ہوجاتی ہے اسلیے نیند کو بسات فرمایا۔ رات کو لباس اسلیے فرمایا کہ جسطرح کپڑا بدن کو ڈھانک لیتا ہے اسیطرح رات کا اندھیرا ہر چیز پر چھا جاتا ہے اور دن کو روزگار کا موقع و محل اسلیے فرمایا کہ اوس میں پھر چلکر آدمی ہر طرح گذران کی صورت نکال سکتا ہے اگر رات کی طرح دن کو بھی اندھیرا رہتا تو آدمی دنیا کا کوئی کام دھندا نہ کرسکتا۔ امام احمد و ترمذی میں ابوہریرہ سے اور مسند بزار وغیرہ میں عباس اور ابوذر سے اور مستدرک حاکم میں عمرو بن العاص سے جو روایات ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اور اسیطرح ایک زمین سے دوسری زمین تک پانسو برس کی راہ ہے اور

منزل

اور ہر آسمان کا فاصلہ بھی اسیقدر ہے۔ زمینوں میں یا السنوبا لسنوبرس کے راستہ کے ٹکڑے کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور باقی کے ٹکڑے کی چند روایتیں ہیں جنمیں ایک دوسری روایتہ کو تقویتہ ہوجاتی ہے اس حدیث سے اون اہل ہیئت کا قول بے اصل ٹھہرتا ہے جو کہتے ہیں کہ زمینوں کے مابین میں کچھ فاصلہ نہیں ہے۔ اسیطرح صحیح بخاری وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعتہ سے روایات ہیں۔ جنکا حاصل یہہ ہے کہ جو شخص ایک بالشت بھر زمین بھی کسیکی دبالیگا۔ قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اوسیقدر ٹکڑے کا ایک طوق بنایا جاکر ایسے شخص کے گلے میں ڈالا جاویگا۔ آیتہ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن اور اون حدیثوں سے اون متکلمین کا قول غلط قرار پاتا ہے جو زمین کے ایک ہونے کے قائل ہیں ترمذی وغیرہ میں بحوالہ حضرت انس سے روایتہ ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ جب زمین پانی پر بچھائی گئی تو وہ ہلتی تھی۔ اسواسطے اوسکی مضبوطی کے لیے پہاڑ پیدا کیے جاکر میخوں کی طرح اوسمیں ٹھونکے گئے اگرچہ اسکی سند میں ایک شخص سلیمان بن ابی سلیمان مجہول ہے لیکن آیتہ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم سے اور سند عبدالرزاق میں جو بعضے آثار ہیں اُن سے اِس روایتہ کی پوری تائید ہوکر سلیمان کی مجہولیت کسیقدر رفع ہوجاتی ہے۔ سورہ انبیاء میں آوے گا کہ پہاڑوں کی میخیں زمین میں اس حکمت سے ٹھونکی گئی ہیں کہ پہاڑوں میں گھاٹیاں بھی رکھی گئی ہیں۔ تاکہ پھرنے چلنے کا راستہ بند نہو صحیح بخاری وغیرہ میں جو حضرت عائشہ سے روایتہ ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کی شرارتوں سے بہت تنگ آگئے تو اللہ تعالےٰ نے ملک الجبال کو آپکے پاس بھیجا۔ اوس فرشتے نے آپ سے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو مکہ کے اردگرد کے دو پہاڑوں میں اہل مکہ پیسکر انکا کام تمام کردیا جاوے۔ آپنے فرمایا نہیں نہیں مجھکو تو اللہ کی ذات سے یہہ توقع ہے کہ ان لوگوں کی نسل میں وہ لوگ پیدا ہونگے جو اللہ کو وحدہٗ لاشریک اور مجھے اوسکا رسول جانیں گے اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور خدمتوں کی تعیناتی کی طرح پہاڑوں کے انتظام پر بھی فرشتوں کا ایک خاص گروہ تعینات ہے اور ملک الجبال اوسی گروہ کے سردار کا لقب ہے

منزل ۷

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ وَّأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً

اور بنی تمے اوپر سات چنائی مضبوط اور بنایا ایک چراغ چمکتا اور اتارا بدلیوں سے پانی کا

ثَجَّاجًا لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝ وَّجَنّٰتٍ أَلْفَافًا ۝

ریلا کہ نکالیں اسسے اناج اور سبزہ اور باغ پتوں میں لپٹے ہوئے

زمین کی عجائبات کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں آسمانی عجائبات کا ذکر ہے سات چنائیوں سے سات آسمان مراد ہیں مضبوطی انکی سبکی آنکھوں کے سامنے ہے کہ ہزارہا برس سے بغیر کسیطرح کی مرمت کے بالکل بے سہارے کھڑے ہیں اور یہہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کے راستہ کا فاصلہ ہے اور اسی قدر ہر ایک آسمان کا دل ہے چمکتے ہوئے چراغ سے مراد سورج ہے کہ جسکی چمک ساری دنیا میں یکساں ہے۔ معصرات کے معنے میں سلف کے دو قول ہیں

ایک ہوا دوسرا غوب برسنے والا بادل مطلب دونوں قولوں کا یہ ہے کہ پہلے ہوا آسمان پر چلتی ہے اس سے بادل اکٹھے ہو کر جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے وہاں مینہ برستا ہے جس سے طرح طرح کا اناج میوہ اور جانوروں کا چارا پیدا ہوتا ہے۔ ارفجا جا کے معنے لگاتار بارش۔ الفافا کے معنے خوب گھن کے درخت +

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ

بیشک دن فیصلہ کا ہے ایک وقت ٹھہرا ہوا جسدن پھونکیں نرسنگا پھر چلے آؤ جٹ جٹ اور کھولا جاوے آسمان

فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطَّاغِينَ

تو ہو جاویں دروازے اور چلائے جاویں پہاڑ تو ہو جاویں ریتا بیشک دوزخ ہے تاک میں سرکشوں کا

مَآبًا ۝ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝ جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝

ٹھکانا رہتے ہیں اسمیں قرنوں نہ چکھیں وہاں کچھ مزہ ٹھنڈک کا اور نہ کچھ پینا مگر گرم پانی اور بہتی پیپ بدلا ہے پورا وہ تھے توقع نہ رکھتے حساب کی اور جھٹلائیں ہماری آیتیں ٹکرا کر

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝

منزل ۷

اور ہر چیز ہمنے گن رکھی ہے لکھ کر اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جاوینگے تمپر مگر مار

اوپر سونے جاگنے اور کھیتی اور باغوں کا ذکر تھا ان آیتوں میں حشر کا ذکر اس بات کے سمجھانے کے لئے فرمایا ہے کہ نیند کی مثال نہیں وحرکت کر دینے میں بالکل موت کی سی اور پھر جاگنے کی مثال بالکل حشر کی سی ہے۔ اسیطرح اناج کے بیج اور میوے کی گٹھلی کی مثال مردہ آدمی کے دفن کیسی ہے اور بیج اور گٹھلی سے پھر اناج اور میوہ کا پیدا ہونا بمنزلہ حشر کے ہے کیونکہ جسطرح مینہ سے یہ چیزیں اوتی ہیں اسیطرح حشر سے پہلے ایک مینہ برسے گا جس سے سب آدمیوں کے جسم تیار ہو جاوینگے پھر دوسرا صور پھونکا جاکر اون جسموں میں روحیں پھونکدی جاوینگی اور حشر قایم ہو جاویگا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ آیات ہیں انمیں اس حشر سے پہلے مینہ برسنے کا ذکر ہے اگرچہ نیک و بد کا فیصلہ دوسرے صور کے اور اوس صور سے لوگوں کے قبروں سے اوٹھنے کے بعد ہوگا لیکن دنیا کا پیدا کیا جانا مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جانا یہ سب کچھ نیک و بد کی جانچ اور اوسکے فیصلہ کے لئے ہے اسلئے اوس فیصلہ کا اہتمام زیادہ فرماکر اوسکا ذکر صور سے پہلے فرمایا اور یہ تو سورہ زمر میں گذر چکا ہے کہ پہلے صور کے پھونکنے سے تمام دنیا اجڑ جاوے گی اور دوسرے صور کے پھونکنے سے سب جی اوٹھیں گے ان آیتوں میں منکرین حشر کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسلئے مختصر طور پر فقط دوسرے ہی صور کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ جو کچھ دوسرے صور کے وقت ہوگا منکرین حشر فقط اوسکے ہی منکر تھے دونوں صوروں کے بیچ میں چالیس

برس کا عرصہ لگنے کی بابت صحیح بخاری کے بعضے شارحوں نے یہ جو لکھا ہے کہ صحیح مسلم میں چالیس برس کے عرصہ کی روایتہ موجود ہے یہ تو اون شارحوں کا سہو ہے۔ صحیح مسلم میں تو چالیس برس کے عرصہ کی کوئی روایتہ نہیں ہے۔ ہاں مسند ابن مبارک تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن مردویہ میں جو روایتیں ہیں اونمیں چالیس برس کا ذکر ہے۔ دوسرے صور کے بعد جب سب لوگ قبر و لنسے اوٹھکر میدان محشر میں جاکر کھڑے ہونگے اوسیوقت دوزخ کو ستر ہزار نکیلیں دیکر فرشتے میدان محشر میں لاوینگے۔ جسکا ذکر صحیح مسلم ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایتہ سے آیا ہے اسیواسطے دوسرے صور کے ذکر کے ساتھ اللہ نے ان آیتوں میں دوزخ کا ذکر فرمایا ہے۔ صور اوس نرسنگے کو کہتے ہیں جسکو اسرافیل علیہ السلام دو دفعہ پھونکیں گے چنانچہ ترمذی ابوداؤد صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے جو روایتہ ہے اوس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صور کے معنے پوچھے تھے آپنے وہی معنے بتلائے جو اوپر بیان کیے گئے ترمذی نے اِس حدیث کو حسن کہا ہے صحیح مسلم میں حضرت انس سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی نبی کے پیرو اسقدر کثرت سے ہونگے جسقدر کثرت سے میرے پیرو ہونگے۔ اور مستدرک حاکم و طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی معتبر سند سے جو روایتیں ہیں اوس کا حاصل یہہ ہے کہ جو لوگ کسی نبی کے پیرو نہیں ہیں بلکہ اغوائے شیطانی سے کوئی گروہ بتوں کی، اور کوئی سورج۔ اور چاند وغیرہ کی پوجا کرتا ہے اِن لوگوں کے گروہ قیامت کے دن الگ الگ بن جاوینگے۔ غرض اِن حدیثوں کے موافق جٹ کے جٹ اور گروہ کے گروہ اللہ تعالےٰ کے روبرو جانے کا مطلب یہہ ہے کہ تھوڑے یا بہت جسقدر لوگ کسی نبی کے پیرو ہونگے وہ تو اپنے اپنے نبی کے ساتھ ہونگے اور باقی کے لوگوں کی جماعتیں الگ الگ ہونگے۔ آسمان کے کھل جانے اور اوسمیں دروازے ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ محشر کے میدان میں طرح طرح کے انتظام کے لیے بہت سے فرشتے آسمان سے اوترینگے جسکے زمین پر اوترنے کے لیے بہت سے دروازوں کی طرح کے راستے آسمان میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے بن جاوینگے۔ قیامت کے دن نیا آسمان جو بنے گا۔ دوسرے صور کے ذکر میں یہہ اوس نئے آسمان کا ذکر ہے کیونکہ حال میں جو آسمان موجود ہے یہہ تو پہلے صور کے صدمہ سے ٹوٹ جاویگا۔ پہاڑوں کی کئی حالتیں قرآن شریف میں آئی ہیں کہ اول ٹکڑے ٹکڑے ہوکر پھر دھنی ہوئی روئی کے مانند ہوجاویں گے۔ یہہ سب حالتیں پہلے صور کی وقت کی ہیں دوسرے صور کے حال میں جہاں پہاڑوں کا ذکر ہے وہ اصل میں اوس زمین کے ذکر کے ساتھ ہے جو قیامت کے دن نئی پیدا کیجاوے گی۔ یہاں پہاڑوں کے ذکر سے مطلب یہ ہے کہ پہلے صور کے وقت پہاڑ اوڑکر پھر لوٹے ہوئے رہینگے اوسی نئی زمین پر پہاڑوں کا کہیں نام و نشان بھی نہ ہوگا۔ بلکہ اون کی جگہ پر فقط ریت ہوگی۔ چنانچہ اِس مطلب کو اللہ تعالےٰ نے سورہ کہف میں اِن لفظوں میں ادا فرمایا ہے ویوم نسیر الجبال وترٰی الارض بارزۃ وحشرناھم فلم نغادر منھم احدا وعرضوا علی ربک صفا لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرۃ بل زعمتم الن نجعل لکم موعدا۔ اور اوس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ٹھیکرے تک پر قابو پانے کے لئے تاک لگائے جاتی ہے۔ حاصل معنے یہ ہیں کہ دوزخ پر جو ملائکہ تعینات ہیں وہ نافرمان

منزل

لوگوں کی تاک میں لگے ہوئے ہیں اور ان نافرمانوں کے گرفتاری کے وقت کے منتظر ہیں احقاب حقبہ کی جمع ہے۔ ایک حقبہ کسقدر مدت کا ہوتا ہے۔ اسمیں سلف کا اختلاف ہے مگر مسند بزار میں ابوہریرہ کی روایتہ ہے کہ حقبہ اسّی برس کا ہوتا ہے۔ اس روایتہ کی سند میں ایک شخص حجاج بن نصیر راوی ہے جسکو بعضے علمائے ضعیف کہا ہے۔ لیکن ابن جہان نے اوسکو ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے اسلئے حقبہ کی یہی تفسیر صحیح ہے جو اس روایتہ میں ہے آخر رکوع تک معنے ان آیتوں کے یہ ہیں کہ دوزخی دوزخ میں لمبا سال رہیں گے جہاں نہ اونکو کچھ کسیطرح کی ٹھنڈک میسر آویگی کہ دوزخ کی آگ سے کچھ آرام ملے اور نہ گرم پانی اور دوزخیوں کے پیپ کے سوا کوئی ایسی چیز پینے کی ملے گی جس سے پیاس بجھے۔ بلکہ یہ لوگ قیامت اور اوسکی سزا جزا کے منکر تھے اور باوجود طرح طرح کی فہمایش کے اوس انکار پر انکو اصرار تھا۔ اور وہ انکار اور اصرار سب کچھ فترالہی میں لکھا جاتا تھا۔ اسلئے اُس انکار اور اصرار کی سزا میں انپر دن بدن عذاب بڑھتا اور بدلتا رہیگا۔ اوسیکو جزا وفاقا فرمایا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جیسے اُن کے اعمال ویسی ہی انکی سزا ان آیتوں میں پہلے تو فرمایا کہ دوزخی دوزخ میں قرنوں رہینگے پھر فرمایا کہ دوزخیوں کا عذاب دن بدن بڑھتا جاویگا۔ بعضے مفسروں نے پہلی آیتہ کہ جسمیں قرنوں کے عذاب کا ذکر ہے دوسری آیتہ سے جسمیں ہمیشہ عذاب کے بڑھنے کا ذکر ہے منسوخ ہونا لکھا ہے۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں سے کوئی آیتہ منسوخ نہیں ہے ایک مدت تک دوزخیوں پر ایک قسم کا عذاب رہے گا۔ پھر دوسری قسم کا عذاب ہوگا۔ اسیطرح دن بدن عذاب بڑھتا اور بدلتا جاویگا مثلاً ایک مدت تک اون پر پیاس کا عذاب رہے گا۔ پھر گرم پانی ملے گا تو ایسا جس سے انتڑیاں کٹ کر نکل پڑیں گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک آیتہ دوسری آیتہ کا بیان ہے دونو آیتوں میں سے کوئی آیتہ منسوخ نہیں ہے ✣

منزل ۷

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۝ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۝

بیشک ڈر والوں کو مراد ملتی ہے باغ ہیں اور انگور اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی سب اور پیالہ چھلکتا

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۝ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝

نہ سنیں گے وہاں بکنا اور کرانا بدلا ہے تیرے رب کا دیا حساب سے۔

اوپر دوزخ اور دوزخیوں کا ذکر تھا اوس کے مقابلے میں ان آیتوں میں جنت اور جنتیوں کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے مفازاً کے معنے سیرگاہ کے کیے ہیں حدیقہ وہ باغ ہے جسمیں ہر طرح کے درخت ہوں انگور ایک خاص شان کا مزہ دار میوہ ہے اسلئے خاص طور پر اُسکا نام جدا فرمایا کواعب سے مراد کواری اور اتراب سے مراد ہم عمر عورتیں دہاق کے معنے لبریز پیالہ شراب طہور کا پھر فرمایا کہ دنیا کی شراب نوشی کے بعد جسطرح کی بیہودہ باتیں ہوتی ہیں جنت کی شراب نوشی کے بعد ایسی کوئی بات نہوگی۔ جنت کو عطا اسلئے فرمایا کہ جس کسیکو جنت ملی گی وہ اللہ کے فضل سے عطا کے

طور پر ملے گی ورنہ انسان کی کیا طاقت ہے کہ تھوڑی سی عمر کے نیک عملوں کے بدلہ میں اللہ تعالےٰ کی دینا کی بیشمار نعمتوں کی شکر گذاری کو پورا کر کے جنت کی اسقدر بے حساب نعمتیں کو پاسکتا۔ چنانچہ واثلہ بن الاسقع سے مستدرک حاکم وغیرہ میں روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پچھلی امتوں میں ایک عابد تھا جسنے بدتوں ایک پہاڑ پر بیٹھکر عبادت کی تھی۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اوس عابد سے فرماویگا کہ میرے رحمت کے سبب سے جا جنت میں چلا جا وہ عابد کہویگا یا اللہ میرے نیک عملوں کا بدلہ کہاں ہے اللہ تعالےٰ اوسپر فرشتوں سے فرماویگا اچھا اس کے نیک عملوں کا اون نعمتوں کیساتہ تول کر اندازہ کیا جائے جو نعمتیں اسکو دنیا میں دی گئی تہیں اس اندازہ میں عابد کے سب نیک عمل فقط آنکھوں کی نعمت کے بدلے میں برابر ہو جاوینگے۔ آخر قائل ہو کر وہ عابد اللہ کی رحمت سے جنت میں جانے کا اقرار کریگا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان ہی نعمتوں کا شکریہ آدمی کے ذمہ ہونے سے صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ بغیر اللہ تعالےٰ کی رحمت کے کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکتا۔ عطا کے ساتہہ حساب کا لفظ جو فرمایا اوسکا یہہ مطلب ہے کہ وہ حساب بھی ایک عطا ہے کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ اکہرا ہونے کی جگہ دس سے لیکر سات سو تک کبھی اس سے بھی زیادہ کا حساب اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ٹہرایا ہے جسکا ذکر صحیح حدیثوں میں آیا ہے +

منزل ۷

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ

جو رب ہو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ بیچ ہے بڑی عمدہ الاقدرت نہیں کہ کوئی اس سے بات کرے جسدن کہڑی ہو روح

وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ الْيَوْمُ

اور فرشتے قطار ہو کر کوئی نہیں بولتا مگر جسکو حکم دیا رحمن نے اور بولا ٹیک بات وہ دن ہے

الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ

تحقیق پھر جو کوئی چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹکانا ہمنے خبر سنا دی تمکو ایک آفت نزدیک کی جسدن دیکھیگا آدمی

مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝

جو آگے بہیجا اسکے ہاتھوں نے اور کہے منکر کیطرح میں مٹی ہوتا

اوپر ذکر تھا کہ جس شخص کو نیک عملوں کے بدلہ میں جنت ملے گی وہ محض عطائے الٰہی کے طور پر ملے گی ان آیتوں میں اوس بے شمار عطا کی صراحت یوں فرمائی کہ زمین آسمان جنت اور نیکی کے ثواب کے درجہ کو بڑھانا سب کچھہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسکو جو کچھہ چاہے عطا کے طور پر دیدیوے اوسکی بارگاہ میں کچھہ کمی نہیں وہ رحمٰن ہے اوسکی رحمت بندوں پر عام ہے پھر فرمایا باوجود اس عام رحمت کے اوسکا جلال بھی ایسا ہے کہ قیامت کو جب اوس سے آمنا سامنا ہوگا تو بغیر اوسکے حکم کے اوس سے کوئی بات نہ کر سکے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا مشہور قول یہی ہے کہ اس آیتہ میں روح سے

مراد بنی آدم ہیں مطلب یہ ہے کہ حشر کے دن بنی آدم اور ملائکہ اللہ کے روبرو صف باندھکر کھڑے ہونگے صحیح حدیثوں کے موافق یہ وہ کراد وسوقت کا ہے جب اللہ تعالے نیک وبد کے فیصلہ کے لیے آسمان سے زمین پر میدان محشر میں نزول فرماوے گا۔ اور لوگ سورج کی گرمی اور پسینہ سے گھبراوینگے۔ اور حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسےٰ تک سب انبیاء کو پاس حساب وکتاب شروع ہوجانے کے لئے جاوینگے۔ اور کسی نبی کی جرأت اور طاقت اللہ تعالے سے بات کرنے کی نہ ہوگی۔ آخر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بات کرنے کا حکم ہوگا۔ اور آپکی شفاعت سے سب لوگوں کا حساب وکتاب شروع ہوگا۔ چنانچہ اسکا ذکر تفصیل سے اوپر گذر چکا ہے۔ وقال صواباً کے یہ معنے ہیں کہ جسطرح اوسدن بغیر حکم اللہ تعالے کے اوس سے کوئی بات نہ کرسکے گا۔ اسیطرح اوسکی مرضی کے برخلاف کوئی کسیکی سفارش بھی نہیں کرسکتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی مرضی کے خلاف اپنے باپ آزر کی بخشش یا تخفیف عذاب کی سفارش نہ کرسکیں گے۔ سورۂ انبیاء میں ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ۔ وقال صواباً کی گویا تفسیر ہے۔ پھر فرمایا جسدن کے حساب وکتاب اور عذاب سے ان لوگونکو ڈرایا جاتا ہے اوسدن کا پیش آنا ایسا یقینی اور اسکی صداقت ایسی ایک حق بات ہے کہ جسکو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ کیلئے کہ جن آیات قرآنی میں قیامت کے آنے کا ذکر ہے اون آیتوں کو یہ قیامت کے منکر لوگ محض ہٹ دھرمی سے جھٹلا رہے ہین اگر اس ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنی آنکھوں کے سامنے

منزل ۷ کے انتظام دنیا پر بھی یہ لوگ ذرا غور کریں تو اونکی سمجھ میں اچھی طرح یہ بات آسکتی ہے کہ خود موجودہ انتظام اسکا مقتضی ہے کہ دنیا کے ختم کے بعد قیامت جیسے ایک دن کی سخت ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں بہت سے نیک لوگ ایسے ہیں کہ عمر بھر دنیا کی اکثر راحتوں سے محروم رہے اور بہت سے بد لوگ ایسے ہیں کہ دنیا کی طرح کی راحت میں اونکی ساری زندگی بسر ہوئی اب دنیا کے چھوٹے چھوٹے حاکم وآقا تو اس بات کو بڑی ناانصافی گنتے ہیں کہ نیک وبد نوکر یا غلام کو ہمیشہ ایک حالت میں رکھا جائے اوس احکم الحاکمین کے انصاف پر یہ دھبہ کون لگا سکتا ہے کہ اوسکی بارگاہ میں نہ نیکی کا کچھ ثمرہ ہے نہ بدی کی کچھ پرسش چنانچہ اسی مطلب کو سورہ جاثیہ میں ان لفظوں سے ادا فرمایا ہے ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون وخلق اللہ السمٰوٰت والارض بالحق ولتجزی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون۔ اور اسی مطلب کی تاکید سورہ نون میں ان لفظوں سے فرمائی ہے افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون۔ ان آیتوں کے اصلی معنے تو سورۂ جاثیہ اور سورہ نون میں گذر چکے یہاں حاصل مطلب اسیقدر ہے کہ آخرت کا حال کسی نے آنکھ سے تو ابھی تک دیکھا نہیں ہاں وہاں کا حال دنیا میں اوسیقدر کسیکو معلوم ہوسکتا ہے جو اللہ تعالے نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول کو بتلایا ہے وہ حال تو یہی ہے کہ اللہ تعالے کے انصاف میں یہہ بات ہرگز جائز نہیں کہ وہ دنیا کو دنیا کی ہی حالت پر رکھے۔ اور ختم دنیا کے بعد دوسرا جہان سزا اور جزا کے لئے نہ پیدا کرے اور فرمانبرداروں اور نافرماں برداروں کو یکساں

کر دیوے اسکے سوا اکثر لچر باتیں جو بیناافرمان لوگ بناتے ہیں وہ انکی باتیں بالکل بے ٹھکانے ہیں پھر فرمایا جب قیامت کا آنا یقینی ہے تو آدمی کو چاہئے کہ اوسدن خدا کو اچھی طرح سونہہ دکھانے کے ارادہ سے جہاں تک ہوسکے نیکی کرے اور بچھیں عذاب سے اوسکو ڈرایا گیا ہے اوس سے ڈر کر برے کاموں سے پرہیز کرے اور یہہ خوب جان لیوے کہ دنیا میں نیک و بد جو کچھہ کریگا اوسدن وہ سب اوسکے سامنے آنیوالا ہے دو روزنامچہ نویس خدا کی طرف سے ہر ایک شخص پر مقرر ہیں رات دن انسان کے ہر قول و فعل کو لکھہ لینا یہی اونکا کام ہے بشداد بن اوس اور عبداللہ بن عمر کی روایتیں اوپر گذر چکی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب عقل وہی ہے جو زندگی میں موت کے بعد کا کچھہ سامان کر لیوے اور کم عقل وہ ہے جو عمر بھر بُرے کاموں میں گذار ہے اور موت کے بعد پھر راحت کی توقع رکھی بخاری اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحت اور فراغ البالی اللہ تعالےٰ کی یہہ دو بڑی نعمتیں ہیں جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے یہ دو نعمتیں دیں اور پھر وہ اللہ کی عبادت سے غافل رہے تو ایسے لوگ بڑے ٹوٹے میں ہیں ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ پھر فرمایا جو کوئی اس فہمایش کے بعد بھی عقبیٰ کے انکار پر اڑا رہے گا تو اوسکو وہاں ایسا پچھتاوا ہوگا کہ وہ عذاب کی سختی کے خیال سے یہہ آرزو کرے گا وہ خاک ہو جاتا تو اچھا ہوتا صحیح مسلم ترمذی مسند امام احمد میں جو حضرت ابوہریرہؓ سے روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن یہاں تک انصاف ہوگا کہ اگر کوئی سینگ والا جانور بغیر سینگ والے جانور کو مار بیٹھے گا تو اوس سے بھی بدلہ لیا جاوے گا۔ بیہقی تفسیر ابن جریر ابن ابی حاتم کی روایتوں میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس بدلہ کے بعد سب جانوروں کو خاک ہو جانے کا حکم ہوگا۔ اور وہ خاک ہو جاوینگے جانوروں کی یہ حالت دیکھکر حشر کے منکر لوگ یہہ آرزو کرینگے کہ وہ بھی اسیطرح خاک ہو جاتے تو عذاب سے بچ جاتے ۔

منزل ۷

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	وَالنّٰزِعٰتِ اِلٰى فَنَادٰى كُوْنَ
حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	موافق یہہ سورۃ مکی ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝

قسم ہے کھسیٹ لانیوالوں کی ڈوب کر اور نہایت چستی کے ساتھہ نکالنے والوں کی اور تیرنے والوں کی پھر خوب تیز چلنے والوں کی پھر کام بنانے والوں کی حکم سے۔

صحیح حدیثوں میں اللہ کے فرمانبردار لوگوں کی جان آسانی سے نکلنے کا۔ اور نافرمان لوگوں کی جان سختی سے نکلنے کا ذکر آیا ہے اور آگے کی آیتوں میں نافرمان اور فرمانبردار لوگوں کا تذکرہ بھی ہے اسواسطے اگرچہ بعضے مفسروں نے والنازعات والناشطات کی تفسیر میں اور اور کچھہ بھی لکھا ہے۔ مگر امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی نے ان لفظوں کی تفسیر سختی اور آسانی سے جان کھینچنے والے فرشتوں کی جو قرار دی ہے یہی تفسیر صحیح حدیثوں کے مضمون کے موافق ہے اون حدیثوں میں ایک حدیث براء بن عازب کی سند معتبر سے مسند امام احمد

ابو داؤد کی روایتوں میں ہے جو نازعات اور ناشطات کی پوری تفسیر ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فرمانبردار لوگوں کی قبض روح کیوقت اونچے شکل کے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں اے نیک روح اللہ تعالے کی رضامندی اور مغفرت کی ہم تجھکو خبر دیتے ہیں جلدی سے جسم کو چھوڑ دے یہ خوش خبری سنکر وہ نیک روح جسم کو چھوڑ کر اسطرح آسانی سے نکلجاتی ہے جسطرح مشک کا دھانہ کھولدینے سے مشک کا پانی نکل جاتا ہے اسیطرح نافرمان لوگوں کی قبض روح کے وقت خوفناک صورت کے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں اے روح جسم سے نکل خدا کے غضب سے تیرا سامنا پڑنے والا ہے۔ یہ خوفناک خبر سنکر وہ روح آدمی کے جسم میں جگہ جگہ چھپتی پھرتی ہے اور فرشتے اوسکو گھسیٹتے ہیں آخر بڑی دشواری سے جسم کو چھوڑتی ہے سابحات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالے کا ہر طرح کا حکم بجالانے کے لئے آسمان سے زمین پر اسطرح جلدی سے اترتے ہیں جیسے کوئی پانی میں تیرتا ہے۔ سابقات سے وحی کے انبیاء تک پہونچانے میں سبقت اور جلدی کرنے والے فرشتے اور مدبرات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو آسمان سے ہر ایک کام کی تدبیر اور انتظام کے لئے زمین پر اترتے ہیں ✣

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

جسدن کانپے گی کانپنے والی اُسکے پیچھے دوسری کتنے دل اُسدن دھڑکتے ہیں اُن کے تیور نوے ہیں

يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝

لوگ کہتے ہیں کیا ہم پھر آوینگے اُلٹے پاؤں کیا جب ہوچکے ہم ہڈیاں کھوکھری بولے تو پھر آنا ٹوٹا ہے سو وہ تو ایک جھڑکی ہے

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ۝

پھر تبھی وہ آرہے ہیں میدان میں

منزل

اوپر کی قسموں کے بعد اللہ تعالے نے اِن آیتوں میں پہلے صور سے دنیا کے اوجڑ جانے اور دوسرے صور سے حشر کے ہوجانے کا ذکر فرمایا ہے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ حشر کا برپا ہونا ایسا یقینی ہے جسطرح قسم کھانے کے بعد کی کوئی بات یقینی ہوتی ہے۔ راجفہ سخت آواز کو کہتے ہیں یہاں مراد اس سے پہلا صور ہے۔ رادفہ وہ چیز ہے جو پہلی چیز کے بعد آوے یہاں اس سے مراد دوسرا صور ہے جو پہلے صور کے بعد پھونکا جاوے گا۔ واجفہ کے معنے خوف زدہ کے ہیں۔ حافرہ کے معنے قبر کے ہیں حاصل یہ ہے کہ حشر کے منکر لوگ کہتے تھے کہ جب قبر میں بدن گل سڑ گیا اور ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں تو پھر کیا دوبارہ جی سکتے ہیں اور اگلے پچھلے سب جیے تو ایک ایک چیز کے ہزاروں مدعی بنیں گے یہ کیونکر ہوسکتا ہے یہ سب باتیں اون لوگوں کی مسخراپن کے طور پر تھیں اسلئے جھڑکی دیکر اللہ تعالے نے اون باتوں کے جواب میں فرمایا کہ جب دوبارہ جینے کا وقت آوے گا تو دوسرے صور کی ایک ہی آواز سے یہ سب قبروں سے اوٹھکر محشر کے میدان میں آن کھڑے ہونگے۔ زجرۃ جس سے مراد دوسرے صور کی آواز ہے زجر کے معنے جھڑکنے کے ہیں منکرین حشر کی مسخراپن کی باتوں کے جواب میں اس جھڑکی کے

لفظ کو دوسرے صور کی آواز کے معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔ ساہرہ کے معنے میدان کے ہیں یہ میدان اوس نئی زمین کا ہے جسپر حشر برپا ہوگا۔ اوسمیں کوئی پھاڑ یا ٹیلہ نہوگا۔ صرف میدان ہی ہوگا۔ اِس نئی زمین کا صحیح حدیثوں میں ذکر آیا ہے +

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ

کچھ پہونچی ہے تجھکو بات موسے کی جب پکارا اُسکو اُسکے رب نے پاک میدان میں جسکا نام طوی ہے جا فرعون پاس اُس نے

اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى

سرکش ہوا پھر کہہ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنورے اور راہ بتاؤں تجھکو تیرے رب کی طرف پر تجھکو ڈر ہو۔ پھر دکھائی اُسکو بڑی نشانی

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ

پھر جھٹلایا اُسنے اور نہ مانا پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا پھر سبکو جمع کیا پھر پکارا تو کہا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر پھر پکڑا اُسکو اللہ نے

نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝

سزا میں پچھلے کے اور پہلے کے بیشک اسمیں سوچ کی جگہ ہے جسکو ڈر ہے

اوپر قیامت کا ذکر تھا ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ یاد دلا کر اہل مکہ کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ عذاب الٰہی کچھ قیامت پر ہی منحصر نہیں اگر یہ لوگ اللہ کے رسول کے جھٹلانے پر اپنی عادت کے موافق اڑے رہے تو اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ جسطرح رسول وقت کی نافرمانی سے فرعون پر دنیا میں آفت آگئی اوسیطرح ان لوگوں پر بھی کوئی آفت آجاوے چنانچہ اِس تنبیہ کی غرض سے اِس قصہ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ جس شخص کے دلمیں خدا کا خوف ہے اوسکو اِس قصہ سے نصیحت پکڑنی چاہیئے۔ اسطرح کی تنبیہ کے مطلب کو اللہ تعالےٰ نے سورہ الم سجدہ میں اِن لفظوں سے ادا فرمایا ہے ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اِس کی سورۃ کے وعدہ کے موافق ہجرت کے بعد اہل مکہ پر بدر کی لڑائی میں بڑی آفت آئی جسمیں اون کے ستر آدمی قتل اور ستر قید ہوگئے۔ منزل

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ

کیا تم مشکل ہو بنانے میں یا آسمان اُسنے وہ بنایا اونچی کی اُسکی بلندی پھر اُسکو ٹھیک کیا اور اندھیری کی رات اُسکی اور

اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝ وَ

کھول نکالا اُسکی دھوپ اور زمین کو اُسپر پیچھے صاف بچھایا نکالا اُس سے اُسکا پانی اور چارا اور

الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

پہاڑوں کو بوجھ رکھا کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے

سورۂ عم تیار لوں میں جسطرح حشر کے منکر لوگوں کے قائل کرنے کو اونکی آنکھوں کے سامنے کی چند عجائب چیزوں کا ذکر فرمایا تھا حشر کے ذکر کے بعد یہاں بھی چند عجائبات کا ذکر اسی غرض سے فرمایا ہے کہ ان عجائبات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی اس قدرت سے انکار کرے کہ ایک دفعہ ان سب عجائبات کو پیدا کر کے دوسری دفعہ انہیں سے جو کچھ وہ چاہے اوسکا پیدا کرنا اوسکی قدرت سے کچھ بعید ہے۔ ان آیتوں کو سورہ حم السجدہ کی آیتوں سے ملا کر پڑھنے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ پہلے زمین کو بنایا پھر آسمان کو پیدا کیا پھر زمین پھیلائی اور پھر آسمان کو یکساں اور برابر کیا۔ سمک کے معنے بلندی کے ہیں مطلب یہ ہے کہ آسمان کو زمین سے یا نسو برس کے راستہ کی بلندی پر بغیر کسی سہارے کے کس حکمت سے بنایا پھر جسطرح سے اول آسمان زمین کی چھت ہے اسیطرح اسی فاصلہ پر ہر ایک آسمان دوسرے آسمان کی چھت ہے حاصل یہ کہ جو ایسی عظیم الشان انسان کی سمجھ سے باہر چیزوں کے بنانے کی قدرت رکھتا ہے۔ ایک دفعہ پیدا کر کے پھر دوبارہ انسان کو پیدا کرنا اوسکی قدرت کے آگے کیا مشکل ہے۔ دن اور رات کا تعلق آسمان سے یہ ہے کہ یہ دونو چیزیں آسمان کی حرکت کے سبب سے پیدا ہوتی ہیں۔ زمین میں کا پانی نکالنے سے مطلب دیا اور ندیاں اور چشمے ہیں۔ مرعے کے معنے جانوروں کے چارے کے ہیں۔ پہاڑوں کا ذکر اوپر گذر چکا ہے ✣

منزل

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝

پھر جب وہ آوے بڑا ہنگامہ جسدن یاد کرے آدمی جو اُسنے کمایا اور نکال رکھی دوزخ جو چاہیے دیکھے

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ

جو جنے شرارت کی اور بہتر سمجھا دنیا کا جینا سو دوزخ ہی ہے اُسکا ٹھکانا اور جو کوئی ڈرا اپنے

رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝

رب کے پاس کھڑے ہونے سے اور روکا اپنے جی کو چاؤ سے سو بہشت ہی ہے اُسکا ٹھکانا

دنیا کی موجودات کے ذکر کے بعد قیامت کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ موجودات ہمیشہ رہنے والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ سب موجودات ایک دن دفعۃً کراوسکے بعد سزا و جزا کا دوسرا انتظام قایم ہوگا جسکا نام قیامت ہے۔ طامہ اوس آفت کو کہتے ہیں کہ جسکی برداشت نہو سکے۔ یہاں طامہ سے مطلب قیامت ہے۔ اوس دن دوزخ کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لایا جائیگا سورج ایک میل کے فاصلہ کی بلندی پر آجاویگا۔ اودہر سورج کی گرمی اور ادہر دوزخ کی آگ کی گرمی اسلئے پسینہ کی وہ حالت ہوگی کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہیں گے۔ نیکی بدی کے تولے جانے کا پلصراط پر گذرنے کا جدا خوف لگا ہوگا۔ غرض ایسی ایسی خوفناک آفتیں اوسدن آدمی کو پیش آنے والی ہیں جسکی برداشت استدر مشکل ہے کہ جسکو خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے والساعۃ ادہی وامر جسکا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی گھڑی بڑی آفت اور سختی کی گھڑی ہے پھر جب انسان اوسدن یہ دیکھیگا کہ

بغیر نیک عمل کے اِن آفتوں سے نجات نہیں مل سکتی تو اوسوقت ہر شخص اپنے نیک و بدعملوں کو سوچے گا۔ مگر اُس وقت کا سوچنا کچھ فائدہ نہ دیوے گا اوسوقت تو یہی انجام ہوگا کہ جس شخص نے فقط دنیا کے عیش و عشرت میں اپنی ساری عمر گنوائی اور اس عیش و عشرت میں عقبے کو بالکل بھولا رہا وہ دوزخی قرار پاوے گا۔ اور جسکے دل میں اللہ تعالےٰ کے روبرو کھڑے ہونیکا کھٹکا لگا رہا۔ اور اس کھٹکے کے سبب سے وہ اپنی جی کو بُرے کاموں سے ہمیشہ روکتا اور نیک کاموں میں جی کو لگاتا رہا وہ جنتی ٹھہرے گا۔ ترمذی مستدرک حاکم بیہقی طبرانی وغیرہ میں معتبر اسناد سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک وہ آدمی ہے جس نے دنیا میں بڑی عمر پائی اور نیک کاموں میں لگا رہا۔ اور بد وہ ہے جسنے دنیا میں بڑی عمر پائی اور اُسکو بُرے کاموں میں گنوایا۔ شداد بن اوس اور عبداللہ بن عمر کی یہہ روایتیں اوپر گذر چکی ہیں کہ وہ شخص بڑا کم عقل ہے جو عمر بھر بُرے کاموں میں لگا رہا۔ اور پھر مرنے کے بعد راحت کی توقع رکھی۔ اوس دن آدمی کو نیک عمل کی بڑی قدر ہوگی۔ چنانچہ مسند امام احمد میں معتبر سند سے محمد بن ابی عمیرہ کی روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عمر بھر نیک کاموں میں جہانتک ہوسکا لگا رہا اوسکو بھی اوسدن یہہ پچتاوا ہوگا کہ اوس نے اور زیادہ نیک عمل کیوں نہیں کئے کہ زیادہ ثواب کا مستحق ٹھہرتا۔

منزل

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَىٰهَا ۝ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَىٰهَا ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَىٰهَا
تجھے پوچھتے ہیں وہ گھڑی کب ہے ٹھہراؤ اسکا تو کسی بات میں ہے اُسکے ذکر سے تیرو رب کی طرف ہے پہنچ اُسکی
إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ۝ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا۟ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَىٰهَا ۝
تو تو ڈر سنانے کو ہے اُسکو جو اُس سے ڈرتا ہو ایسا لگیگا جسدن دیکھیں گے اُسکو کہ دیر نہیں لگی اُسکو مگر ایک شام یا صبح اوسکی

نسائی مستدرک حاکم مسند بزار مسند عبد بن حمید وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ جبتک یہ آیتیں نازل نہیں ہوئی تھیں اوسوقت تک ٹھٹھے کے طور پر اکثر مشرکین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا حال پوچھا کرتے تھے جب یہہ آیتیں نازل فرما کر اللہ تعالےٰ نے یہہ جتلایا کہ قیامت کے آنے کا وقت سوا اللہ تعالےٰ کے اور کسیکو معلوم نہیں تو مشرکین مکہ اور ٹھٹھے کی باتیں کرتے تھے۔ مگر عاجز آکر قیامت کا حال پوچھنا اونہوں نے کم کر دیا تھا۔ ان روایتوں میں بعض صحیح ہیں اور باقی کی تقویت صحیح روایتوں سے ہوجاتی ہے صحیح حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سائل کی صورت بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے چند مسئلے پوچھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے جواب دئے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قیامت کے آنے کا وقت پوچھا تو آنحضرت نے فرمایا کہ اس بات سے میں اور تم دونوں انجان ہیں غرض بہت سی صحیح حدیثوں سے

معلوم ہوتا ہے کہ سوا اللہ تعالے کے قیامت کے آنیکا وقت کسی انسان یا فرشتے کو معلوم نہیں ہے صحیح حدیثوں میں ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ اسلئے اوسکے اور اوسکی آفتوں کے مقابلہ میں حشر اور قیامت کے منکروں کو دنیا کا رہنا بالکل تھوڑا نظر آوے گا +

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورۃ مکی ہے — شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ

تیوری چڑھائی اور موڑ لیا اس سے کہ آیا اس پاس اندھا — اور تجکو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا — یا سوچتا

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝

تو کام آتا اسکے سمجھانا — وہ جو پروا نہیں کرتا — سو تو اوسکے فکر میں ہے — اور تجپر کچھ گناہ نہیں کہ وہ نہیں سنورتا

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝

اور جو آیا تیرے پاس دوڑتا — اور وہ ڈرتا ہے — سو تو اوس سے غفلت کرتا ہے — یوں نہیں یہ تو سمجھوتی ہے

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝

منزل ۷ — پھر جو کوئی چاہے اوسکو پڑھے لکھو — ادب کے ورقوں میں — اونچے دھرے ستھرے ہاتھوں — لکھنے والوں کے

كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝

جو سردار ہیں نیک

ترمذی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم تفسیر عبدالرزاق وغیرہ میں حضرت عائشہ اور حضرت انس سے جو روایتیں ہیں جنکو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے حاصل اون روایتوں کا یہ ہے کہ ابی ابن خلف ایک شخص مشرک کو ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اسلام کی خوبی کی باتیں سمجھا رہے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم صحابی نے آنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف کی ایک آیت پوچھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن مکتوم کا یہ قطع کلام ناگوار اشتاق ہوا۔ اور آپنے تیوری چڑھائی اور پھر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں ان آیتوں کے نازل ہونے کے بعد سے جب عبداللہ بن مکتوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکی خاطر کیا کرتے تھے اور اپنی چادر ان کے لیئے بچھایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہ شخص ہے جسکے لئے اللہ نے مجھ پر غصا ہوا ہے مجھنے روایتوں میں بجائے ابی بن خلف کے ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ کا نام جو اس قصہ میں ذکر کیا گیا ہے ان روایتوں کی سند صحیح نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مکتوم صاحبین اولین میں سے ہیں مشہور نام تھے

اوسکا عبداللہ ہے لیکن بعضی روایتوں میں اسکا نام عمر بن مکتوم بھی آیا ہے۔ غرض مکتوم اُنکی ماں کا نام ہے جہاد پر جاتے وقت تیرہ مرتبہ کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عبداللہ بن مکتوم کو خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑا ہے لفظ عبس و تولّٰی میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غائب ٹھہرا کر جو باتیں کہیں ہیں اوسکا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس باب میں ترک اولےٰ کے طور پر جو ایک بات ہوگئی تھی اوسکو بنایت مہربانی سے اللہ تعالےٰ نے اسطرح جتلایا کہ گویا یہہ بات چیت کسی دوسرے سے ہے۔ عبداللہ بن مکتوم کے سنوجانیکا یہہ مطلب ہے کہ آیندہ اسلام میں وہ اور پکے ہوجاتے۔ کیونکہ وہ پہلے سے مسلمان ہوچکے تھے۔ اور نصیحت سُنکر نفع اوٹھانے کا یہہ مطلب ہے کہ آگے کو انہیں نیک عمل کا شوق زیادہ ہوتا۔ پھر فرمایا جو کوئی اپنی آسودہ حالی کے گھمنڈ میں اللہ کا کلام سُن نے سے بے پروائی کرتا ہے اوسکی طرف متوجہ ہونا اور جو اللہ کے خوف سے اللہ کے کلام کے سننے کے شوق میں اپنے گھر سے دوڑتا ہوا آیا۔ اوس سے کم توجہی کرنا یہہ اللہ کو پسند نہیں اب جو ہوا سو ہوا آیندہ ایسا نہیں کرنا چاہئے اللہ کا کلام غریب آسودہ حال سبکو یکساں حالت سے سنا دینا چاہئے۔ پھر اوسکو سنکر جو راہ راست پر آوے گا تو اپنا کچھ کھووے گا۔ اے نبی اللہ کے ایسے شخص کا کچھ بار تم پر نہیں کیونکہ جب تم نے اللہ کا حکم سب کو پہونچا دیا تو تمہارا فرض ادا ہوگیا۔ اسکے بعد اللہ نے قرآن شریف کی عظمت جتلائی کہ یہہ کلام ساتویں آسمان پر کی باعزت بلند ستھری جگہ لوح محفوظ سے معزز فرمانبردار فرشتوں نے نقل کیا ہے۔ اللہ کے نزدیک اِس کلام کی بڑی قدر ہے وہ لوگ بڑے ناقدرے ہیں جو اسکی قدر نہیں کرتے۔ چنانچہ اِس مطلب کو اللہ تعالےٰ نے سورہ انعام میں ان لفظوں سے ادا فرمایا ہے وما قدروا اللہ حق قدرہٖ اذ قالوا ما انزل اللہ علیٰ بشر من شیئ۔ حاصل یہہ ہے کہ اہل مکہ پر قرآن کا کلام خدا ہونا تو اس سبب سے ثابت ہوچکا تھا کہ باوجود دعوے فصاحت کے وہ لوگ ایسی ایک چھوٹی سی سورت بھی بنا کر نہ لا سکے اب جنپر یہ قرآن نازل ہوتا تھا اونکو اللہ کا رسول اسلئے ماننا ضرور ہے کہ بغیر وحی آسمانی کے کوئی ایسا کلام بنا نہیں سکتا اس کے بعد اہل مکہ کا قرآن اور اللہ کے رسول کو جھٹلانا بڑی ناقدری تھی کہ ایسے بڑے باعظمت کلام کو وہ لوگ جھٹلاتے تھے جسکی عظمت نے اونکے دعوے فصاحت کو خاک میں ملا دیا۔ سفرہ جمع ہے سافر کی جسکے معنے کاتب کے ہیں مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا کہ کاتب فرشتوں نے اِس قرآن شریف کو لوح محفوظ سے نقل کیا ہے معتبر سند سے دلائل النبوۃ بیہقی تفسیر ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہہ ہے کہ لیلۃ القدر میں کاتب ملائکہ نے ایک دفعہ سارے قرآن کو لوح محفوظ سے نقل کیا۔ اور وہ اون کاتب ملائکہ کے صحیفوں میں حفاظت سے آسمان دنیا پر رکھا رہا۔ اور حسب ضرورت وقت بوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

منزل ۷

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝
مارا جائیو آدمی کیسا ناشکر ہے کس چیز سے بنایا اُسکو ایک بوند سے بنایا اُسکو پھر اندازہ رکھا اُسکا پھر راہ آسان کر دی
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ
پھر اُسکو مروہ کیا پھر قبر میں کہلایا اُسکو پھر جب چاہا اُٹھا کھڑا کیا اُسکو کوئی نہیں جو اُسکو فرمایا اب لگا کرے آدمی
اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝
اپنے کھانیکو کہ ہمنے ڈالا پانی اوپر سے گرتا پھر چیرا زمین کو پھاڑ کر پھر اُگایا اُسمیں اناج
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ
اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور باغ گنجے اور میوہ اور دوہ کا چارا تمہارے کو تمہارے
وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝
اور تمہارے چوپایوں کے

اوپر ذکر تھا کہ اہل مکہ قرآن کو کلام الٰہی جان چکے ہے مگر بجائے اسکے کہ وہ اللہ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرتے کہ اوسنے اُن لوگوں کی اصلاح اور اُنکے بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ابراہیمی کے پھر دنیا میں قایم ہوجانیکی مصلحت سے اپنی رسول کی معرفت ان لوگوں پر یہہ کلام بھیجا ان لوگوں نے یہہ ناشکری اور اللہ کے کلام کی یہ ناقدری کی کہ اُسکو جھٹلایا۔ اب اوس ناشکری کے ذکر کو پورا کرنے کے لیئے اِن آیتوں میں فرمایا کہ انسان کی ناشکری کچھ اسپر منحصر نہیں ہے جسکا ذکر اوپر گذرا بلکہ انسان تو ایسا بڑا ناشکر ہے کہ اللہ نے اوسکو ناچیز شے ایک پانی کی بوند سے مناسب اعضا میں بنایا پیدایش کا وقت اوسپر ایک مشکل کا وقت تھا اوسکو آسان کیا اور پھر طرح طرح کی چیزیں اُسکی زیست بھر کی ضرورت کی پیدا کیں اور جب اوسکی زیست پوری ہوگئی تو عقبے کے انتظام کی مصلحت سے اوسکی روح قبض کی اور اُسکی لاش کو وہاں وہاں نہیں ہونے دیا کہ کتے کوے اوسکو کھا جاویں۔ بلکہ مُردوں کو زمین میں دفن کرنے کی حکمت دنیا میں ایجاد کردی تاکہ مردہ کی لاش کا پردہ رہے ہے ان سارے مظاہر کو آنکھوں سے دیکھکر اور اوسکی قدرت کے لاکھوں کرشموں کا تجربہ کرکے بھی ناسمجھ انسان اوس صاحب قدرت کی اس قدرت کا انکار کرتا ہے کہ وہ صاحب قدرت انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ یہ ناسمجھ اتنا نہیں سمجھتا کہ اللہ تو وہ حکیم ہے جسکا فانی نہیں دنیا کے معمولی عقل وسمجھ کے آدمی بھی دنیا کا جو کام کرتے ہیں اوسکا کوئی نہ کوئی انجام اپنے دلمیں سوچ لیتے ہیں مثلاً مکان بنانے کا انجام اوسمیں رہنے کا کھیتی کرنے اور باغ لگانے کا انجام اناج کے ہاتھ آنے اور میوہ کے کھانے کا ہوتا ہے پھر اللہ کی حکمت اور تدبیر کو ان لوگوں نے کیا معمولی عقل اور سمجھ کے لوگوں کی عقل وسمجھ سے بھی کم سمجھا ہے کہ اوس نے دنیا کے اتنے بڑے کارخانہ کو بغیر کسی انجام کے پیدا کیا ہے دنیا میں لوگ رہیں گے۔ کوئی اللہ کی نعمتوں کو بھول کر تو نہ کو

پوچھے گا۔ اور کوئی اللہ کی نعمتوں کے شکریہ میں اوسکا فرمان بردار بنکر اپنی زیست بسر کرے گا۔ پھر آخر مرنے کے بعد جب ایسی حالت میں ہو جاوینگے نہ بنکوں کا کچھ اجر نہ بدوں کی کچھ پرسش اللہ کی شان میں ایسی بدگمانی بڑی بے ادبی کی بات ہے اس بے ادبی سے خفا ہو کر اس بے ادبی کے کرنے والوں کو یہاں قتل الانسان کر کے لفظوں سے خفگی فرمائی ہے اور سورۂ مومنون میں فرمایا افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون فتعالی اللہ الملک الحق حاصل یہ ہے کہ اللہ کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ دنیا کو محض کھیل تماشے کے طور پر پیدا کرتا اور دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد نیک و بد کا کچھ انجام نہ ٹھہراتا۔ اسیواسطے اس آیتہ میں سب نظام انسان کو جتلا کر فرمایا کلا لما یقض ما امرہ جسکا مطلب یہ ہے کہ باوجود ان احسانات کے اون کے شکریہ میں انسان کو طاعت الہی بجالانے کا جو حکم تھا بجائے اوس کے اسنے طرح طرح کی نافرمانی کی اور اللہ کی قدرت کو جھٹلایا صحیح بخاری وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے بنی آدم نے مجھکو جھٹلایا اور یہ جھٹلانا اوسکو مناسب نہ تھا اور وہ جھٹلانا اوسکا یہ ہے کہ میں نے اپنے کلام پاک میں خبر دی کہ مرنے کے بعد بنی آدم کو پھر پیدا کیا جاکر سب نیک و بد کا حساب و کتاب ہوگا۔ اور بنی آدم نے اوسکو جھٹلایا صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سب لوگ قیامت کے دن اللہ تعالے کے روبرو کھڑے ہونگے تو جو لوگ عقبے سے غافل تھے اللہ تعالے اونکو دنیا کیطرح طرح کی نعمتیں یاد دلاویگا جب وہ ان نعمتوں کا اقرار کرینگے تو پھر اون سے فرماوے گا کہ ان نعمتوں سے خوش ہو کر کبھی تم نے مجھکو بھی یاد کیا تھا وہ کہینگے نہیں فرماویگا اچھا آج میں نے بھی تمکو ویسا ہی بھلا دیا جیسا تم نے مجھکو بھلا دیا تھا۔ اب ذرا غور کرنے کی جگہ ہے کہ جسکو اللہ تعالے اپنی نظر رحمت سے اوسدن بھلا دیوے اوسکا انجام سوائے دوزخ میں جانے کے اور کیا ہو سکتا ہے چنانچہ سورہ جاثیہ میں فرمایا الیوم ننساکم کما نسیتم لقاء یومکم ھذا ومأواکم النار وما لکم من ناصرین ذلکم بانکم اتخذتم ایات اللہ ھزوا وغرتکم الحیاۃ الدنیا فالیوم لا یخرجون منھا ولا ھم یستعتبون حاصل مطلب آیتہ کا یہ ہے کہ جسطرح تم نے آیات قرآنی کو مسخرپن میں اوڑا دیا اور دنیا کے عیش و آرام میں پھنس کر آج کے دن کی سزا و جزا کو تم بالکل بھول گئے ویسا ہی معاملہ خدا کی طرف سے تمہارے ساتھ آج کیا جاویگا کہ بے یار و مددگار تمکو دوزخ میں ڈالدیا جاویگا۔ اور پھر تمہاری خبر نہ لیجاوے گی کہ تمہارے اوپر کیا گذری قصب زمین کی وہ پیداوار جو سال میں کئی بار کاٹی جاتی ہے جیسے ترکاری یا بعض قسم کی گھاس خلیا کے معنے موٹے اور گھنے درخت۔ اب کے معنے خورد و چارا +

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝
پھر جب آئے وہ غل جسدن بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنے ساتھ والوں سے اور بیٹوں سے

لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝
ہر مرد کو اُنمیں سے اُسدن ایک فکر لگا ہے اسکو کسی کو منہ اُسدن روشن ہیں ہنستے خوشیاں کرتے

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

اور کتنے مونہ اُسدن اُنپر گرد پڑی ہے چڑھی ہے اُنپر سیاہی وہ لوگ وہی ہیں جو منکر ہیں ڈھیٹ

اوپر کی آیتوں میں انسان کے پیدا کرنے اور اوسکی زیست بھر کے چند انتظاموں کا ذکر تھا ان آیتوں میں حشر کا ذکر فرمایا۔ تاکہ معلوم ہوجاوے کہ انسان کی پیدائش اور اوسکی زیست بھر کے انتظام اسی انجام کے لیئے ہیں کہ مرنے کے بعد ایک دفعہ اوسکو پھر زندہ کیا جاوے اور دنیا کے سب نیک بد کا حساب وکتاب ہوکر ہر ایک کی جزا سزا کا فیصلہ اخیر صادر ہوجاوے حاصل یہ کہ دنیا فیصلہ اخیر کی روداد جمع ہوجانے کے لئے ہے اور قیامت کا دن اُس روداد کے موافق فیصلہ آخیر صادر کرنے کے پیشی کی تاریخ ہے۔ اور تمام دنیا کے مختلف روداد کے مقدمات کا فیصلہ آخیر ایک ہی وقت پر ہوگا۔ اسلئے دنیا کے ختم کے بعد کی یہ وسیع تاریخ پیشی قرار دی گئی۔ دوسرے صور کے پھونکے جانے اور تمام دنیا کے قبروں سے اوٹھنے کا جو بہت بڑا غل شور ہوگا۔ اوسکو صاخہ فرمایا۔ صاخہ اوس سخت آواز کو کہتے ہیں جس سے کان گنگ ہوجاویں۔ حشر کے دن ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار سے کچھ تو بدحواسی کے سبب سے بھاگے گا کیونکہ عام لوگوں کی بدحواسی کا تو کیا ذکر ہے صحیح حدیثوں کے مضمون کے موافق سوائے نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کے اور سب انبیاء کے زبان پر نفسی نفسی کا کلمہ ہوگا عام خلایق کی بدحواسی کا اندازہ اوس حدیث سے ہوسکتا ہے جو عبداللہ بن عباس کی روایت سے ترمذی نسائی وغیرہ میں ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حشر کے ذکر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اوس دن مرد عورت سب ننگے اوٹھیں گے۔ اوسپر ایک بی بی نے عرض کیا کہ اس حالت میں تو ایک دوسرے کو ننگا دیکھیں گے آپ نے فرمایا دوزخ کے میدان محشر میں لائے جانے سورج کے قریب ہوجانے کے سبب سے گرمی اور پسینہ کی تکلیف سب کو ایسا بدحواس کردے گی۔ کہ کوئی کسکو ایسے وقت میں نہیں دیکھے گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے علاوہ اس کے اوسدن ایک رشتہ دار کا دوسرے رشتہ دار سے کینانے اور بھاگنے کا سبب یہہ بھی ہوگا۔ کہ اوسدن آپس کے ظلم اور زیادتی کا انصاف کا ڈھنڈورا پیٹا جاویگا۔ چنانچہ مسند امام احمد میں معتبر سند سے عبداللہ بن انیس کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس کے ظلم وزیادتی کے انصاف کے لئے قیامت کے دن عام منادی کرادی جاوے گی کہ جسکا کوئی حق کسی پر ہو وہ اپنی فریاد پیش کرے اوسکا انصاف کیا جاویگا۔ جسپر ایک دوسرے سے ظلم وزیادتی کا بدلا چاہینگے۔ اوراسطرح کا سخت بدلا چاہیں گے جو بیان سے باہر ہے چنانچہ مستدرک حاکم وغیرہ میں مالک بن انس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک بھائی اپنے بھائی پر ظلم وزیادتی کی فریاد پیش کرے گا۔ اور اس ظلم وزیادتی کے معاوضہ میں اوسکی سب نیکیاں لیکر اپنے گناہ اوسپر ڈالنے کی خواہش کرے گا۔ یہہ ذکر فرماکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت روئے اور فرمایا اللہ کی پناہ وہ دن بھی کیا آپا دھاپی کا دن ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ اوسدن سب ننگے اوٹھیں گے روپے پیسے کا پاس ہونا تو درکنار کسی کے تن پر کپڑا تک نہ ہوگا

منزل ۷

اسلیئے صحیح حدیثوں کے مضمون کے موافق اوسدن ظلم وزیادتی کرنے والوں کی نیک عمل ظلم وزیادتی کے معاوضہ میں مظلوموں کو دئے جاوینگے اوسدن بعضے لوگوں کی چہروں پر رونق کا آجانا اور بعضوں کے سیاہی کا چھا جانا یہہ اوسوقت ہوگا۔ جب دائیں اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دئے جاکر جنتی اور دوزخی کو چھانٹ دیا جاوے گا چنانچہ ترمذی صحیح ابن حبان وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں کے اعمال نامے سیدے ہاتھ میں دیئے جاویں گے جنت میں جانے کی خوشی سے اون کے چہرو پر رونق آجاوے گی اور جنکے اعمال نامے اُلٹے ہاتھ میں دئے جاویں گے دوزخ میں جانے کے غم سے اونکے چہرو پر سیاہی چھا جاویگی۔ ترمذی نے اِس حدیث کو غریب کہا ہے۔ لیکن مسند بزار میں عبداللہ بن عباس کی ایک روایت ابوہریرہ کی اِس روایت کے موافق جسکو بزار نے صحیح کہا ہے اسلیئے ایک روایت کی تقویت دوسری روایت سے ہوجاتی ہے ✤

سورۃ التکویر مکیۃ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	وھی تسع وعشرون ایۃ
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	کی ہے

منزل ۷

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَ

جب سورج کی روشنی تہ ہوجاوے اور جب تارے میلے ہوجاویں اور جب پہاڑ چلائے جاویں اور

اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَ

جب بیاہتی اونٹنیاں چھٹی پھریں اور جب جنگل کے جانوروں میں رُغل پڑے اور جب دریا جھونکے جاویں اور

اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ وَاِذَا

جب جیوں کے جوڑ بند ہیں اور جب بیٹی جیتی گاڑ دئے پیچھے کسنے پر وہ ماری گئی اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝

کاغذ کھولے جاویں اور جب آسمان کا چھلکا اُتارا جاوے اور جب دوزخ دہکائی جاویں اور جب بہشت پاس لائی جاوے

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝

جان نے جی جو لیکر آیا۔

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سورج اور چاند کو لپیٹ کر دوزخ کی آگ میں ڈالدیا جاوے گا۔ اِس حدیث کی شرح میں علما نے لکھا ہے کہ دنیا میں بعضے لوگ سورج اور چاند کو پوجا کرتے ہیں اون کے ذلیل کرنے کے لئے سورج اور چاند کو دوزخ کی آگ میں

جھوٹ کا جاوے گا مسند امام احمد ترمذی مستدرک حاکم طبرانی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ منظور ہو کہ قیامت کو دنیا میں ہی اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیوے تو اوسکو چاہیئے کہ اذا الشمس کورت و اذا السمار انفطرت واذا السمار انشقت پڑھے کہ ان سورتوں میں دنیا کے ختم ہونے اور قیامت کے قائم ہونے کا پورا حال ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی اس حدیث کو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور مسند امام احمد کی سند بھی معتبر ہے ہاں ترمذی کی روایتہ موقوف ہے۔ لیکن وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ ایسی بات قرآن کی تفسیر میں عقل سے نہیں کہی جاسکتی مسند ابو یعلی میں حضرت انس کی روایتہ سے اسکی صراحت بھی آئی ہے کہ جو لوگ دنیا میں سورج اور چاند کو پوجتے ہیں قیامت کے دن اون کے قائل اور ذلیل کرنے کے لئے سورج اور چاند کو دوزخ کی آگ میں ڈالا جاوے گا۔ آیتہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ آیتہ کے مطلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ سوا خدا کے سورج چاند وغیرہ کو پوجتے ہیں اون کے ذلیل کرنے کو یہ فرمایا کہ تمہارے جھوٹے معبود سب دوزخ میں ڈالدئے جائیں گے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ سورج اور چاند کا دوزخ میں ڈالا جانا صرف اوس کے پوجنے والوں کے ذلیل کرنے کے لئے ہوگا حسن بصری اور ابوسلمہ راوی حدیث کا جھگڑا جو اس حدیث کے باب میں ہوا ہے وہ مشہور ہے کہ جب ابوسلمہ نے بصرہ کی مسجد میں حضرت ابوہریرہ کے حوالہ سے اس حدیث کی روایتہ کی تو حسن بصری نے کہا سورج اور چاند کا کیا قصور ہے جو اونکو دوزخ کی آگ میں ڈالا جاوے گا۔ ابوسلمہ نے خفا ہو کر جواب دیا کہ میں اللہ کے رسول کی حدیث بیان کرتا ہوں اور حسن بصری تم حدیث کے مقابلہ میں عقلی باتیں کرتے ہو یہ سنکر حسن بصری چپکے ہو رہے اس جھگڑے کی پوری تفصیل مسند بزار کی روایتہ میں ہے اس قصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تابعیوں کے زمانہ تک حدیث کی اتنی عظمت تھی کہ حدیث کے مقابلے میں عقلی بات کو منہ سے نکالنا بہت معیوب گنا جاتا تھا۔ مترجم

اب قرب قیامت کے سبب سے یہ بات دنیا سے بالکل اوٹھ گئی تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں اذا الشمس کورت سے واذا البحار سجرت تک کی تفسیر میں ابی بن کعب سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ پہلے صور کی یہ چہ نشانیاں ہیں کہ سورج کی روشنی جاتی رہے گی تارے زمین پر گر پڑیں گے۔ پہاڑ ٹوٹ کر اوڑنے لگیں گے۔ حاملہ اونٹنیوں کو جو عرب میں بڑی عزیز چیز ہے بدحواسی کے سبب سے لوگ چھوڑ دیویں گے جنگلی جانور گھبرا کر آدمیوں میں گھس آوینگے۔ دریا سلگ کر آگ ہو جاویں گے تفسیر عبد بن حمید اور ابن منذر میں سلف سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ اذا النفوس زوجت سے واذا الجنۃ ازلفت تک چہ نشاں دوسرے صور کے وقت کی ہیں اوپر گذر چکا ہے کہ دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسیگا جس سے آدمیوں کے جسم نکلنے تیار ہو جاویں گے۔ اب اُن جسموں سے روحوں کا تعلق جو کیا جائیگا اوسکو واذا النفوس زوجت فرمایا یہی تفسیر سلف کے مشہور اور قوی اقوال

ہے مؤدہ وہ لڑکی ہے جسکو عرب کی رسم کیموافق جیتا گاڑ دیا جاتا تھا۔ کیونکہ اسلام سے پہلے وہ لوگ اولاد کی پیدائش کو ایک شرم کا رشتہ خیال کرتے تھے۔ قیامت کے دن اس جرم کی دریافت ہوکر قاتل کو سزا دیجاویگی۔ جبتک آدمی دنیا میں زندہ رہتا ہے اوسکے ہر طرح کے عمل لکھے جاتے ہیں قیامت کے دن حساب کتاب کے لئے وہی کاغذ نکالے جاویں گے اور ہر شخص اپنے نامہ اعمال کو دیکھکر اپنے عملوں کے حال سے خوب واقف ہوجائیگا۔ دوسرے صور کے بعد آسمان کے پھٹ جانیکا جو مطلب ہے۔ وہ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حشر کے میدان میں طرح طرح کا انتظام کرنے کے لئے آسمان سے زمین پر بہت سے فرشتے جو اوینگے اون کے لیئے یہ نئے آسمان میں دروازے کئے جائیں گے۔ حال کے آسمان کا ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا پہلے صور کے وقت ہوگا۔ جو اسکے علاوہ ہے۔ بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں ابوہریرہ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ دوزخ کی آگ کی موجودہ حرارت دنیا کی آگ سے اونہتر درجہ زیادہ ہے اسپر قیامت کے دن اوسکی آگ کو اور بھڑکایا جاویگا کہ اوس کے منکر اوسکا خوب مزہ چکھیں اپنے اپنے عمل کیموافق کوئی ہوا کی طرح کوئی تیز گھوڑے کی طرح اور کوئی پیدل کی طرح پلصراط کا راستہ طے کرکے جنت میں سب جاوینگے اسلیئے واذا الجنۃ ازلفت کا یہہ مطلب ہے۔ کہ ہر شخص کو اوس کے عمل کے موافق جنت کا راستہ قریب کردیا جائیگا

منزل ۷

فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝

سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے والے سیدھے چلنے دبک جانیوالوں کی اور رات کی جب اوسکا اوٹھان ہو اور صبح کی جب دم بھرے

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝

مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والیکا قوت رکھتا تخت کے مالک پاس درجہ پایا ہوا کہا مانا گیا وہانکا معتبر ہے

وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝

اور یہ تمہارا رفیق کچھ نہیں دیوانہ اور اوسنے دیکھا ہے اسکو کھلے کنارے آسمان پاس اور یہ غیب کی بات پر نہیں بخیل

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ۝ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝

اور کہا نہیں کسی شیطان مردود کا پھر تم کدہر چلے جاتے ہو یہ تو ایک سمجھوتی ہے جہان کے واسطے

لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے اور تم بھی چاہو کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب

خنس کے معنے پیچھے ہٹ جانے اور کنس کے معنے نکلنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ تارے جو دن کو سورج کی روشنی میں چھپ جاتے ہیں اور رات کو نکل آتے ہیں اونکی اور اول شب کی تاریکی اور طلوع صبح کی تاکید کے طور پر قسم کھاکر اللہ تعالےٰ نے قرآن کو کلام اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول فرمایا ہے۔ اگرچہ بعضے مفسروں نے

لکھا ہے کہ انہ لقول رسول کریم میں رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہو لیکن صحیح قول وہی ہے جو امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور سلف نے فرمایا ہے کہ رسول سے مراد اس آیتہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں کیونکہ مشرکین مکہ کبھی کہتے تھے انما یعلمہ بشر۔ کبھی کہتے تھے افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ۔ اللہ تعالےٰ نے ان مشرکوں کے قول کے جھٹلانے کو یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ نہ اللہ کے رسول مجنون اور دیوانے ہیں نہ اونہوں نے اپنی طرف سے اس قرآن کو بنایا ہے۔ نہ کسی انسان نے اس قرآن کو اونہیں سکھایا ہے بلکہ یہ ایسا کلام نہیں ہے جسطرح شیاطین چوری سے بعضی باتیں آسمان کی سنکر کاہنوں سے کہدیتے ہیں بلکہ پیغام کے طور پر اللہ کی طرف سے ایک صاحب قوت معتبر امانت دار فرشتہ نے یہ قرآن اللہ کے نبی کو پہونچایا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت کا ذکر یہاں اسلئے فرمایا ہے کہ حضرت جبرئیل کی قوت کے سبب سے شیطان حضرت جبرئیل سے بھاگتا ہے۔ چنانچہ سورہ انفال میں گذر چکا ہے کہ بدر کی لڑائی کے وقت پہلے تو شیطان قبیلہ بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی شکل بنکر مشرکوں کے لشکر میں موجود تھا۔ اور مشرکوں کو کہا تھا کہ آج تمہاری فتح ہے جب لشکر اسلام کی مدد کو فرشتے آئے اور اس ملعون نے جبرئیل علیہ السلام کو پہچانا تو فوراً بھاگ گیا۔ غرض حاصل معنے یہ ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت کے سبب سے اون کی پیغام رسانی میں شیطان کا کچھ دخل ہے نہ اونکی امانت داری کے سبب سے اس پیغام رسانی میں کچھ خیانت کا دخل اسطرح کے صاحب قوۃ امانت دار فرشتہ کی معرفت جو اللہ کا پیغام اللہ کے نبی کو پہونچتا ہے وہ بلاشک اللہ کا کلام ہے بعضے مفسروں کے قول کی بنا پر اگر اس آیتہ میں رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قرار دیجاوے تو مشرکین کی جرأت کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں وہ مطلب ہرگز حاصل نہیں ہوتا بلکہ مشرکوں کے قول کی تائید ہوجاتی ہے کس لئے کہ مشرک لوگ بھی یہی کہتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں خود محمدؐ کا کلام ہے اور آیتہ کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ قرآن اللہ کے رسول محمدؐ کا کلام ہے۔ شریعت میں جسطرح حضرت جبرئیل علیہ السلام کی قوت مشہور ہے کہ تہ و بالا لوط کی چار بستیوں کو ایکدفعہ ہی اوٹھاکر اولٹ دیا ایک چنگھاڑ میں ثمود کو غارت کر دیا۔ اسطرح شریعت میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں سے ہیں معراج کی صحیح حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ اوس رات حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حکم پر آسمان کے دروازے کھلے بعضے علماء نے ان آیتوں سے یہ مطلب جو نکالا ہے کہ حضرت جبرئیل کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہے کیونکہ ان آیتوں میں حضرت جبرئیل کی چند صفتیں اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمائی ہیں اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فقط اتنا ہی فرمایا ہے کہ اللہ کے نبی مجنون نہیں ہیں یہ مطلب صحیح نہیں ہے کیونکہ ان آیتوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مرتبہ قاصد کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ مکتوب الیہ کا۔ اور یہ

منزل ۷

ظاہر بات ہے کہ کاتب کے نزدیک قاصد سے مکتوب الیہ کا مرتبہ ہمیشہ بڑھکر ہوتا ہے خود مکتوب الیہ کو خط لکھا جاتا ہے۔ اور قاصد تو محض قاصد ہوتا ہے بنظمین میں ظاکی قراۃ اولے ہے معنے اوس کے یہ ہیں کہ اللہ کے رسول پر اس تہمت کا لگانا غلط ہے کہ قرآن خود اونکا کلام ہے بلکہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ کیونکہ جب تم لوگوں سے اسکی مانند ایک آیۃ بھی نہ بن سکے تو جان لو کہ اسطرح کا کلام کسی انسان سے ہرگز نہیں بن سکتا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے پہلی دفعہ مقام حرا میں اور دوسری دفعہ معراج کی رات سدرۃ المنتہے کے پاس اس آیۃ میں پہلی دفعہ کے دیکھنے کا ذکر ہے جسکی تفصیل صحیح حدیثوں میں ہے +

سورۃ الانفطار مکیۃ یہ سورۃ مکی ہے	بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وھی تسع عشرۃ ایۃ اور اسکی انیس آیتیں ہیں

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا
جب آسمان پھٹ جاوے اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب دریا بہ چلیں اور جب
الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ
قبریں اُتھائی جاویں جان لیوے جی آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا اے آدمی کاہے سے بہکا تو اپنے رب
الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ
کریم پر جسنے تجھکو بنایا پھر تجھکو ٹیک کیا پھر تجھکو برابر کیا جس صورت میں چاہا تجھکو جوڑ دیا کوئی نہیں
تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○
پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف ہونا اور تمپر نگہبان مقرر ہیں سردار لکھنے والے جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

آسمان کے پھٹ جانے اور تاروں کے زمین پر آن ٹپڑنے کا حال تو اوپر گذر چکا ہے۔ ایک جگہ دریا کا بہ نکلنا اور ایک جگہ دریا کے پانی کا آگ ہوجانا جو فرمایا اسکا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمین پر کے سب دریا ایک ہوجاوینگے اور پھر اونکا پانی آگ میں جا لگا بعضے سلف نے پانی کے آگ ہوجانے کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ دریا کا پانی کھولایا جاکر آگ کی مانند گرم کردیا جاوے گا اور وہی پانی دوزخیوں کو پلایا جاوے گا۔ واذا القبور بعثرت کا مطلب بھی ہے جو اوپر بیان ہوچکا۔ کہ آسمان سے ایک مینہ برسیگا جس سے سب آدمیوں کے جسم تیار ہوجائیں گے اور پھر اون جسموں سے روحوں کا تعلق ہوجائیگا۔ موت سے پہلے آدمی نے جو کچھ کیا وہ اُسکا مقدم عمل ہے اور موت کے بعد کوئی صدقہ جاریہ یا کوئی بدرسم جو چھوڑا وہ اُسکا مؤخر عمل ہے۔ اب آگے اللہ تعالے نے انسان کو اپنے کرم اور احسانات یاد دلائے ہیں کہ جسطرح دنیا میں چند روز جینے کے بعد مرکر انسان آخر کو مٹی ہوجاوے گا۔ اسیطرح دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے انسان

بالکل نیست و نابود تھا اللہ تعالے نے اوسکو پیدا کیا بُرا بھلا دیکھنے کے لئے آنکھیں دیں ہر طرح کی بات سننے کے لیئے کان دیئے ہر طرح کی بات سمجھنے کے لئے عقل دی ان سب چیزوں سے انسان نے کام لیا تو یہ لیا کہ شیطان کے فریب میں آن کر بعضے لوگ تو بالکل خدا کو بھول ہی گئے اور اپنے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر کوئی بتوں کی پرستش میں لگ گیا اور کوئی اور چیزوں کی بعضے لوگوں نے یہ فریب کیا کہ خدا کی عبادت میں دنیا کے دکھاوے اور ریا کاری کو دخل دیا بعضے اس فریب میں ہیں کہ جن باتوں سے خدا تعالے نے منع کیا ہے اون باتوں کے کرنے پر دلیر ہیں اور رات دن طرح طرح کے گناہوں میں اون کی عمر گذرتی ہے اسلئے فرمایا کہ ان فریبوں کا سبب یہ ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد پھر جینے کا اور جزا اور سزا کے ہونیکا یقین نہیں ہے ورنہ کوئی انسان جان بوجھکر اپنا بُرا نہیں چاہتا۔ اگر یہ یقین آدمی کے دلمیں جم جائے کہ بُرائی کی سزا ایکدن ضرور پیش آنے والی ہے تو شیطان کے فریبوں میں پھر آدمی بہت کم آوے گا جسطرح حاکم وقت لوگوں نے قانون بنا دیا ہے مثلاً چوری ڈاکہ یہ جرم ہیں جو کوئی یہ جرم کرے گا تو ثبوت کے بعد اوسکو اسقدر سزا ملیگی اب جن لوگوں کو قانون کے مطلب اور سزا کا پورا یقین ہے اونکو چوری اور ڈاکہ کی ہرگز طرح کی رغبت دلائے لیکن وہ لوگ جہاں تک ہوسکتا ہے اپنے آپ کو خلاف ورزی قانون حاکم وقت سے بچاتے ہیں اسیطرح عالم حقیقی نے دفعہ وار ہر جرم کی سزا مقرر کردی ہے ثبوت جرم کے لئے روداد جمع کرنے کو دو روزنامچہ نویس ہر شخص کے ساتھ ہر وقت مرتے دم تک لگے ہوئے ہیں بجز یز سزا کے لئے ایک تاریخ پیشی جسکا نام قیامت کا دن ہے قرار پا چکی ہے پھر کیا سبب ہے کہ حاکم وقت کے قانون کا جسقدر عمل دنیا میں نظر آتا ہے قانون الٰہی کا اوسقدر عمل بھی نظر نہیں آتا ہے یہی سبب ہے کہ منہ سے مزا ہے مزا ہے سب کہتے ہیں لیکن مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے اوسکو ایک قصہ کہانی جانتے ہیں پھر فرمایا کہ جو لوگ اپنی نادانی اور شیطان کے فریب سے آخرت کی یقینی باتوں کو قصہ کہانی سمجھتے ہیں اون کے سمجھنے پر کچھ انتظام الٰہی منحصر نہیں ہے نہ اونکے سمجھنے سے آخرت کی یقینی باتیں قصہ کہانیاں قرار پا سکتی ہیں انتظام الٰہی میں تو آخرت کی سزا و جزا ایسا ایک ضروری امر ہے جسکے انجام کیلئے اللہ تعالی نے ہر انسان کیساتھ دو فرشتے متعین کر رکھے ہیں وقت کا قول و فعل ہر ایک انسان کا وہ دو فرشتے لکھتے ہیں حسن یہ تمام عمر کا نامۂ اعمال ہر ایک انسان کے سامنے آویگا اوسدن آخرت کی اون یقینی باتوں کا سب کو پورا یقین ہو جاویگا لیکن کام آنے والا یقین یہی دنیا کا یقین ہے۔ اوسدن کا یقین کسی کے کچھ کام نہ آوے گا ابو سعید خدری سے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیطان نے آسمان سے نکالے جانے کے وقت اللہ تعالے سے قسم کھا کر یہ کہا کہ جبتک انسان کے جسم میں جان ہے میں اوس کے بہکانے میں کوئی کوتاہی نکرونگا اللہ تعالے نے اوس کے جواب میں قسم کھا کر فرمایا کہ انسان جبتک گناہ کرکے توبہ استغفار کرتا رہے گا۔ میں بھی اوس کے گناہ کے بخش دینے میں کوئی کوتاہی نہ کرونگا حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اسیطرح معتبر سند سے ابن ماجہ اور بیہقی میں عبداللہ بن لہیعہ اور زبیر سے جو روایات ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ منظور ہو کہ وہ اپنا اعمال نامہ پڑھکر خوش ہو تو وہ اپنے گناہوں سے توبہ استغفار

منزل ۷

کیا کرے حاصل یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ دنیا کے پیچھے عقبےٰ کو نہ بھولے اور اقتضائے بشریت سے جب کبھی کوئی گناہ ہوجائے تو فوراً سچے دل سے توبہ استغفار کرے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا دل میں مضبوط ارادہ رکھے اور خوب جان لیوے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے دو روزنامچہ نویس ہر وقت لگے ہوئے ہیں اسیطرح جسکے انسان کے دم میں دم ہے اوس کے دم کے پیچھے ایک ایسا قوی بہکانے والا ہر دم لگا ہوا ہے جو آدمی کے تمام جسم میں خون کے دورہ کی طرح دورہ کرتا ہے۔ اور جو اپنا کام پورا کرنے پر خدا تعالےٰ کے روبرو حلف اوٹھا چکا ہے۔ انسان کے لیے اِس مخمصے سے چھٹکارہ ہے تو وہی ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے اوس ملعون کے جواب میں فرمایا ہے ✣

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا
بیشک نیک لوگ بہشت میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں پیٹھینگے اُسمیں انصاف کے دن اور نہ ہونگے اوس سے
بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ
چھپ رہنے والے اور تجھکو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا پھر بھی تجھکو کیا خبر ہے کیسا ہے اُن انصاف کا جسدن بھلائی کرسکے
نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۚ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝ ع
کوئی جی کسی جی کا اور حکم اُسدن اللہ ہی کا ہے۔ منزل ۷

اوپر کی آیتوں میں انسان کے پیدا کرنے اور حشر کا ذکر تھا اِن آیتوں میں اوس سب کا یہ نتیجہ فرمایا کہ نیکوں کو نیکی کی جزا میں جنت کی طرح طرح کی نعمتیں ملیں گی اور بدوں کو بدی کی سزا میں دوزخ کا طرح طرح کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ پھر قیامت کا تاکید کے طور پر دو دفعہ ذکر فرما کر یہ جتلا دیا کہ اوسدن کے عذاب سے بغیر مرضی الٰہی کوئی کسیکو چھوڑا نہیں سکتا۔ کیونکہ دنیا کی طرح اوسدن اللہ تعالیٰ کے روبرو بیجا سفارش کرنے کا کسی کا مقدور نہیں اِس آیتہ میں فاجر سے وہی لوگ منکر حشر مراد ہیں جنکا ذکر اوپر کی آیتوں میں گذرا اہل ایمان گنہ گار اسمیں داخل نہیں ہیں کیلئے کہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان گنہ گاروں میں سے جس شخص کے دلمیں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا۔ اوسکی بھی شفاعت قبول ہوگی اور وہ آخیر کو جنت میں جاوے گا ✣

سُورَةُ التَّطْفِيفِ مَكِّيَّةٌ	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝	وَهِيَ سِتٌّ وَثَلَاثُونَ آيَةً
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	مدنی ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ
خرابی ہے گھٹانیوالوں کی وہ کہ جب ماپ لیں لوگوں سے پورا بھرلیں اور جب ماپ دیں اُنکو

أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ
یا تول دیں تو گھٹا کر دیں کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ کہ انکو اُٹھنا ہو ایک بڑے دن کے واسطے جبدن کھڑے ہیں
النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
لوگ راہ دیکھتے جہان کے صاحب کی۔

معتبر سند سے نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مدینہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو مدینہ کے لوگوں کو کم تولنے اور کم ناپنے کی بہت عادت تھی اوسپر اللہ تعالے نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ کیا یہ لوگ حساب وکتاب کے لئے اللہ تعالے کے روبرو کھڑے ہونے سے نہیں ڈرتے جو اُنہوں نے کم تولنے اور کم ناپنے کا شیوہ اختیار کیا ہے اِس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد اکثر لوگ تو پورا تولنے اور ناپنے لگے اور کچھ لوگ اوسی حال پر رہے +

كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
کوئی نہیں لکھا گنہگاروں کا پہنچا بندیخانے میں اور تجکو کیا خبر ہے کیا ہے بندیخانہ ایک دفتر ہے لکھا ہوا خرابی ہے اُسدن
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيْمٍ ۝
جھٹلانے والوں کی جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کا دن اور اُسکو جھٹلاتا وہی ہے جو بڑہ چلنے والا گنہگار ہے
إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا
جب سُنائے اُسکو ہماری آیتیں کہے نقلیں ہیں پہلوں کی کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے اُن کے دلو پر جو وہ
يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ
کماتے تھے کوئی نہیں وہ اپنے رب سے اُسدن روکے جاویں گے پھر مقرر وہ پیٹھنے ہیں دوزخ میں پھر کہیگا وہ
هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝
یہ ہے جسکو تم جھوٹ جانتے تھے۔

جو لوگ قیامت کے دن خدا کے روبرو کھڑے ہونے کے ڈرانے سے نہ ڈرے اونکو فرمایا کہ وہ گنہ گار قیامت کے منکر ہیں کیونکہ جسکو قیامت کے آنے اور اُس دن خدا تعالے کے روبرو کھڑے ہونے کا یقین ہے وہ اُسدن کے عذاب سے ایسا بیفکر نہیں ہے جیسے کہ یہ لوگ ہیں پھر فرمایا کہ ان کے نامہ اعمال سجین میں رکھے جاوینگے سجین تو زمین میں ایک جگہ ہے جہاں بدلوگوں کے اعمال نامے رکھے جاتے ہیں چنانچہ ابوداؤد اور مسند امام احمد وغیرہ میں براء بن عازب سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ بدلوگوں کی قبض روح کے بعد فرشتے اون روحوں کو آسمان پر لیجانے کا جب قصد کرتے ہیں تو

اون روحوں کو آسمان پر لیجانے کا خدا کا حکم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ حکم ہوتا ہے کہ ایسے روح کو زمین پر پھینکدو اور ایسے بدلوگوں کے اعمال کا حوالہ ساتویں زمین کے اوس دفتر میں لکھدو۔ جسکا نام سجین ہے اس حکم کے موافق اوس کے اعمال کا حوالہ سجین میں لکھدیا جاتا ہے اور اوسکی روح کو قبر کے سوال وجواب کے لئے پھر جسم میں پھونکدیا جاتا ہے۔ منذری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی بڑی خرابی ہے جو جزا وسزا کے منکر ہیں اور آیات قرآنی کو قصہ کہانی بتلاتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے منکر وہی لوگ ہیں جو گناہ کے کرنے میں حد سے بڑھ گئے۔ اور کثرتِ گناہوں سے اون کے دلپر زنگ آگیا ہے معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی نسائی وغیرہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسوقت کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اوس کے دلپر ایک چھوٹا سا داغ پڑجاتا ہے پھر اگر اُس گناہ کے بعد اوس شخص نے خالص دل سے توبہ واستغفار کرلی تو وہ داغ دلپر سے جاتا رہتا ہے۔ اور اُس شخص کا دل صاف ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہ شخص بغیر توبہ واستغفار کے گناہ پر گناہ کرتا رہا تو رفتہ رفتہ ایسے شخص کے دلپر زنگ لگ جاتا ہے۔ یہ حدیث فرماکر آپ نے آیت کلا بل ران علی قلوبہم ماکانوا یکسبون پڑھی یعنی اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے کہ تولنے اور ناپنے والوں کا ذکر فرماکر پھر دلکے زنگ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حاصل مطلب اِن آیتوں کا یہ ہے کہ کم تولنے کی گناہ کی عادت سے اون لوگوں کے دل سیاہ ہوگئے ہیں اور دل کے سیاہ ہوجانے کے سبب سے اون لوگوں کے دلپر نصیحت کا اثر نہیں ہوتا اسواسطے باوجود نصیحت کے یہ لوگ اپنی بُری عادتیں نہیں چھوڑتے اور حساب وکتاب کے لئے خدا کے روبرو کھڑے ہونے کا خوف اِن کے دل میں باقی نہیں رہا بغیر توبہ کے گناہ کی عادت ڈالنے کو اصرار کہتے ہیں جو لوگ گناہ پر اصرار نہیں کرتے اون لوگوں کی اللہ تعالےٰ نے سورۃ آلِ عمران میں تعریف اسلئے فرمائی ہے کہ صغیرہ گناہ ہو پر اصرار کرتے کرتے آدمی کبیرہ گناہ کرنے لگتا ہے اور کبیرہ گناہ کے اصرار سے آخیر کو آدمی کے دلپر زنگ لگجاتا ہے یہ جو ایک قول مشہور ہے کہ صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ گناہ بنجاتا ہے کسی حدیث سے اِس قول کی تائید نہیں ہوتی۔ ہاں حدیث شریف سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے جس آدمی کے نامہ اعمال میں صغیرہ گناہوں کا ایک بڑا مجموعہ ہوجاوے تو شریعت میں ایسے شخص کی حالت ایک خوفناک حالت ہوجاتی ہے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صغیرہ گناہوں کی عادت سے ہر شخص کو بچنا چاہئے کیونکہ صغیرہ گناہ کی عادت پڑجانے کے سبب سے جب صغیرہ گناہوں کا مجموعہ بڑھ جاویگا تو انسان کی ہلاکت کا خوف ہے پھر آپ نے مثال کے طور پر فرمایا کہ ایک صغیرہ گناہ گویا ایک لکڑی ہے اور بہت سے صغیرہ گناہ ایک لکڑیوں کا انبار ہے۔ لکڑیوں کے انبار میں آگ کا لگنا ہلاکت کا موجب ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بغیر توبہ کے کبیرہ گناہ کی عادت سے آدمی کے دلپر زنگ لگجاتا ہے اور صغیرہ گناہوں کی کثرت سے گناہ کی تعداد کا نیکیوں کی تعداد سے بڑھجانا

منزل ۱

اندیشہ ہے اسواسطے ہر طرح کے گناہ سے آدمی کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور ترمذی اور ابن ماجہ کی حضرت انس کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ اچھے گناہ گار وہ ہیں جنکو توبہ کی عادت ہے۔ اگرچہ یہ بھی اوپر گذر چکا ہے کہ نیک عمل کے کرنیسے بھی صغیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف ہوجاتے ہیں لیکن انسان کو کیا معلوم ہے کہ اوسکا کونسا نیک عمل اللہ کی درگاہ میں قبول ہوا اور جبکہ نیک عمل کا قبول ہونا ہی یقینی نہیں ہے تو نیک عمل کے قبول ہونے کے بھروسہ پر صغیرہ گناہ کی توبہ میں سستی کرنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ہر طرح کے گناہ سے فوراً توبہ کا کرلینا مناسب ہے۔ تاکہ کسیطرح کے گناہ پر اصرار کا شبہ باقی نرہے اِن آیتوں کے موافق حشر کے میدان میں تو نیک و بد سب خدا کے روبرو کھڑے ہونگے اور اسی دوبارہ میں جب جنتی اور دوزخی کا فیصلہ اخیر ہوجاویگا تو پھر دوزخیوں کو خدا کا دیدار نصیب نہوگا اور منکرین حشر کے دوزخ میں جانے کے بعد طرح طرح کا اونپر عذاب ہوگا۔ اور اُن کے قائل کرنے کے لئے گھڑی گھڑی اون سے فرشتے یہ کہونگے کہ جس عذاب کے تم لوگ دنیا میں منکر تھے لو اب اوسکا مزہ چکھو ؛

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْأَبْرَارِ لَفِى عِلِّيِّينَ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝ كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ۝ يَشْهَدُهُ
کوئی نہیں لکھا ہوا نیکوں کا ہے اوپر والوں میں اور تجکو کیا خبر ہے کیا ہیں اوپر والے ایک دفتر لکھا ہوا اوسکو دیکھتے ہیں

ٱلْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ۝ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِى وُجُوهِهِمْ
نزدیک والے یعنے فرشتے بیشک نیک لوگ ہیں آرام میں تختوں پر بیٹھے دیکھتے پہچانے تو اون کے مونہہ پر

نَضْرَةَ ٱلنَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
تازگی آرام کی اُنکو پلائی جاتی ہے شراب خالص کی گئی جسکی مہر مشک ہے مشک پر اور اوسپر ڈٹکیں سہ

ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا ٱلْمُقَرَّبُونَ ۝
ڈٹکنے والے اور اسکی ملونی ہے اوپر سے پڑتی وہ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے نزدیک والے۔

اوپر حشر کے منکر اہل دوزخ کا ذکر تھا اوس کے مقابلہ کے لئے اِن آیتوں میں اون لوگوں کا ذکر فرمایا جنکو دنیا میں ایمان خدا کے روبرو کھڑے ہونے کا پورا یقین تھا۔ اور اس یقین کے سبب سے جانفشانی ہوسکا دنیا سے اوسدن کی راحت کا کچھ سامان بھی وہ اپنے ساتھ لیگئے۔ براء بن عازب کی وہ حدیث جسکا ذکر اوپر گذرا اوس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ نیک لوگونکی روح قبض کرکے جب فرشتے آسمان پر لیجانے کا قصد کرتے ہیں تو ساتوں آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے روبرو جب اوس روح کو حاضر کیا جاتا ہے تو علیین مقام کے دفتر میں جو ساتویں آسمان پر ہے اوس کے نامۂ اعمال کا حوالہ لکھنے کا حکم ہوتا ہے اور اُس روح کو منکر نکیر کے سوالات کا جواب دینے کے لئے پھر جسم میں پلٹا دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ نیک لوگ جنت میں جلنے کے بعد اپنے چھپر کھٹوں میں بیٹھے

سہ ڈٹکنے کے معنے حریص ہونا

منزل ۷

ہوئے جنت کے باغوں کی سیر کیا کرینگے۔ اور حیق نام شراب کی سربمہر قوتلین جسمیں تسنیم نام شراب کی چشمہ کی ملونی ہوگی بعضے جنتیوں کو ملے گی اور جو جنتی اِن سے اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ عام طور پر تسنیم کو پیا کریں گے۔ اِس سے جب یہ بات نکلی کہ جنت کی نعمتیں لوگوں کے عملوں کے موافق کسیکو کمتی کسیکو بڑھتی ملیں گی تو اِس ذکر کے بیچمیں یہ بھی جتلا دیا ہے کہ جنت کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے لئے ہر شخص کو نیک عمل کی حرص کرنی چاہیئے صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں اور ہر درجہ دوسرے درجہ سے پانسو برس کے راستہ کے برابر بلند ہے اِن سب درجوں میں اعلیٰ درجہ وہ ہے جسکا نام فردوس ہے۔ اوسیکے اوپر عرش معلّٰے ہے اور اِس درجہ میں سے جنت کی سب نہریں نکلتی ہیں ✣

رسے

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ

وہ جو گنہگار ہیں تھے ایمان والوں سے ہنستے اور جب ہو نکلتی اُن پاس اُنپر سین کرتے

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

اور جب پھر جاتے اپنے گھر پھر جاتے باتیں بناتے اور جب اُن کو دیکھتے کہتے بیشک یہ لوگ

لَضَآلُّوْنَ ۝ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ

بہک رہے ہیں اور اُن کو بھیجا نہیں اُنپر نگہبان سو آج ایمان والے منکروں سے

یَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝

ہنستے ہیں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہیں اب بدلا پایا منکروں نے جیسا کچھ کرتے تھے۔

حزب ۱۸

اور جنتیوں اور دوزخیوں کا ذکر تھا اوسی ذکر کو پورا کرنے کے لئے اِس مدنی سورۃ میں کچھ مکہ کے نافرمان صاحب تخوت مشرک لوگوں کا ذکر فرمایا حاصل اِس قصہ کا یہ ہے کہ ابوجہل ولید بن مغیرہ اور اِس قسم کے مالدار لوگ بلال عمار جیسے غریب مسلمانوں کو طرح طرح کی مسخراپن کی باتوں میں اوڑاتے تھے اللہ تعالےٰ نے دنیا میں تو اِس قصہ کا یہ فیصلہ کیا کہ یہ مشرک مالدار لوگ اِن غریب مسلمانوں کے قول و فعل کی نگرانی و نگہبانی کے لئے نہیں پیدا کیئے گئے ہیں جو یہ ہر وقت اِن غریب مسلمانوں کے درپے رہتے ہیں اُنکو اپنے کام سے کام دوسروں سے اُنکو کیا غرض اور عقبےٰ کا دونو فریق کا یہ حال سنا یا کہ وہاں کا معاملہ برعکس ہوگا کہ یہ غریب مسلمان تختوں پر شاہانہ ٹھاٹ سے بیٹھے ہوئے جنت کے باغوں کی سیر کر رہے ہونگے۔ اِس سیر میں جنت کے بلند مکانوں کی سیر گاہوں سے جب اُن غریب مسلمانوں کی نظر دوزخ میں اُن مشرک لوگوں پر جا پڑے گی اور دیکھیں گے کہ دنیا میں کے اُن پر ہنسنے والے لوگ آج عجیب ذلت اور خواری میں ہیں تو اِن غریب مسلمانوں کو بھی اِن مشرکوں پر ہنسی آوے گی۔ اور آپسمیں یہ تذکرہ کرینگے کہ اِن مشرکوں نے دنیا میں جیسا کیا ویسا ہی پھل پالیا۔ یا نہیں جسکا مطلب یہ ہے

لے انجمن حفظ کے لئے پارہ ملا

کہ انہوں نے اپنے کئے کا پورا ثمرہ پایا۔ ثواب بدلہ کو کہتے ہیں تُوب اِسی سے بنایا گیا ہے معنے وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ یہ مشرک مالدار دوزخ میں جانے کے بعد اِن غریب مسلمانوں کے حق میں جو کچھ کہینگے وہ سورہ ص میں گذر چکا کہ پہلے پہل وہ کہینگے مالنا لانری رجالا کنا نعدھم من الاشرار اتخذناھم سخریا ام زاغت عنھم الابصار حاصل مطلب دونوں آیتوں کا یہ ہوا کہ وہ مشرک مالدار غریب مسلمانوں کو اپنی سات نہ دیکھیں گے تو اونکو بڑا تعجب ہوگا پھر اونکو اپنے اوپر ہنستے ہوئے جنت میں ہر طرح کی راحت میں دیکھ کر جان لیویں گے کہ جنکو یہہ بہکا ہوا سمجھکر اون سے سخریاپن کرتے تھے وہ بہکے ہوئے نہ تھے بلکہ یہ خود بہکے ہوئے تھے صحیح مسلم وغیرہ میں انس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کے دوزخ اور جنتیوں کے جنت میں جاتے ہی مالدار سے مالدار اہل دوزخ سے فرشتے پوچھیں گے کہ دنیا کے جس عیش و آرام کے سبب سے تم لوگوں نے عقبے کو بھلا دیا تھا دنیا کا وہ عیش و آرام اِس عذاب کی حالت میں تم کو کچھ یاد ہے وہ لوگ قسم کھا کر کہینگے کہ نہیں کچھ یاد نہیں پھر اسطرح اہل جنت سے پوچھیں گے کہ دنیا کی جن تکلیفوں پر صبر کرنے سے تمکو یہ عیش و آرام ملا۔ اِس عیش و آرام میں تمکو دنیا کی وہ تکلیفیں کچھ یاد ہیں یہہ لوگ قسم کہا کر وہی جواب دیوینگے ✣

سورۃ الانشقاق مکیۃ	بسم اللہ الرحمن الرحیم ○	وھی خمس وعشرون ایۃ کی ہے
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	

منزل ۷

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ
جب آسمان پھٹ جاوے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور اِسی لائق ہو اور جب زمین پھیلائی جاوے اور نکالڈالے
مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ
جو کچھ اُسمیں ہے اور خالی ہو جاوے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور اِسی لائق ہو اے آدمی تجکو پہنچنا ہے اپنے رب تک پہونچنے میں
كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝
کچھ کچھ کر پر اُس سے ملنا ہے سو جسکو لکھا اُسکا دیا داہنے ہاتھ میں تو اُس سے حساب لینا ہے آسان حساب
وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا
اور پھر کر آوے اپنے لوگوں پاس شاد ہو کر اور جسکو ملا اُسکا لکھا پیٹھ کے پیچھے سے سو وہ پکارے گا
ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝
موت کو اور پیٹھیگا آگ میں وہ رہا تھا اپنے گھر میں خوشوقت اُسنے خیال کیا تھا کہ پھر نجاویگا کیوں نہیں اُسکا رب اُسکو دیکھتا تھا

یہ دوسرے وقت کا آسمان کا پھٹنا ہے کیونکہ اسکے ساتھ زمین سے مردوں کے اُٹھنے کا ذکر ہے اور نئی زمین کے پھیلانے

یہ مطلب ہے کہ اوسمیں عمارت پہاڑ ٹیلہ کوئی چیز نہوگی اس سے سے اوس سر تک فقط چورس زمین ہے خوب پھیلی ہوئی ہوگی زمین میں جو کچھ ہے اوس کے باہر آجانے کا مطلب اگر ان خزانوں کے زمین سے باہر آجانے کا لیا جاوے جو قیامت کے قریب زلزلہ کے سبب سے نکل آویں گے جبکا ذکر صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث میں ہے تو پہر آسمان کا یہہ پھٹنا اول صور کے وقت کا ہو سکتا ہے۔ کدح کے معنے کسی کام میں لگنے اور اس کام کے کرنے میں کوشش کرنے کے ہیں قیامت کے ذکر کے بعد انسان کے عمل کا ذکر فرمایا جسکا مطلب یہ ہے کہ زیست بہر دنیا میں نیک و بد جو کچھ ہر شخص کرے گا جسوقت قیامت قائم ہوگی تو اوسکا وہ سب عمل اوسکے سامنے آجاویگا۔ قیامت کے دن نیک و بد عمل کے سامنے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اوسدن ہر شخص کو اوسکے ہر طرح کے عمل کی جزا و سزا مل جاوے گی ورنہ نیک و بد عمل تو ہر شخص کو قبر میں رہتے ہی اوکے سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ جس براء بن عازب کی حدیث کا ذکر اوپر گذرا اوس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد نیک شخص کے پاس اوسکی قبر میں ایک آدمی اچھی صورت کا اچھا لباس پہنے ہوئے آتا ہے اور مردہ سے کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں اسیطرح بد آدمی کے مردہ کی قبر میں بدشکل بُرے لباس کا ایک شخص اوس مردہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے میں تیرا بد عمل ہوں اسکے بعد نیک آدمی قیامت کے جلدی آنے اور اپنے نیک عمل کی جزا پانے کی تمنا کرتا رہتا ہے اور بد آدمی قیامت کے نہ آنے اور اپنے بد عمل کی سزا سے بچ جانے کی آرزو میں لگا رہتا ہے۔ آسان حساب کی بابت مسند امام احمد مستدرک حاکم تفسیر عبد بن حمید تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہہ دعا مانگتے ہوئے دیکھا اللّٰھم حاسبنی حسابا یسیرا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت آسانی سے حساب ہوجانیکی قیامت کے دن کیا صورت ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسانی سے حساب ہوجانے کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالے اپنے بعضے بندوں کے نامہ اعمال پر فقط نظر ڈالے گا۔ اور درگذر فرما کر حساب میں زیادہ کرید نہ فرماوے گا۔ کیونکہ جس شخص کے حساب میں کرید نکالی جاوے گی وہ ضرور عذاب کا مستحق ٹہریگا۔ صحیحین وغیرہ میں حضرت عائشہ سے ایک اور روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آسانی سے حساب کا اس آیتہ میں ذکر ہے وہ فقط یہی ہے کہ نامہ اعمال پر سرسری طور سے ایک نظر ڈالی جاویگی ورنہ کرید سے اصلی حساب جس شخص کا ہوگا وہ ضرور عذاب کا مستحق ٹہر جاویگا بیہقی مستدرک حاکم مسند بزار طبرانی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہونگی قیامت کے دن اوسکا حساب آسانی سے ہوگا ایک بدمزاج رشتہ داروں سے سلوک اور صلہ رحمی کا کرنا۔ دوسرے جو بُرائی سے اپنے سے پیش آوے اوسکے ساتھ بھلائی سے پیش آنا تیسرے اگر کوئی ظلم زیادتی کرے تو اوسکو معاف کر دینا۔ اللہ تعالے کی جن بندوں پر نظر عنایت ہوگی تو بندوں کے حساب میں آسانی کی صورت

منزل ۷

یہ بھی ہوگی کہ اللہ تعالےٰ اُن کے گناہ معاف فرادیگا۔ صحیحین کی حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بعضے اللہ کے بندے اپنے نامہ اعمال میں جب قیامت کے دن اپنے گناہ لکھے ہوئے دیکھ کر اللہ تعالےٰ کے روبرو اُن گناہوں کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالےٰ فرادیگا جسطرح دنیا میں تمہارے گناہوں کو میں نے پوشیدہ رکھا تھا اور تمکو رسوا نہیں کیا تھا۔ آج بھی میں تمکو رسوا نہیں کرتا۔ اور تمہارے گناہوں کو بخش دیتا ہوں ایک صورت آسانی حساب کی یہ بھی ہوگی کہ تھوڑی سی نیکی کا ثواب اللہ تعالےٰ بہت سی عنایت فرادیگا جس سے بدی کا پڑلہ ہلکا ہوجاوے گا۔ اور نیکیوں کا پڑلہ بھاری ہوکر حساب میں کچھ دقت باقی نہ رہے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسمیں کلمۂ توحید کے ثواب کے پڑلہ کے بھاری ہوجانے کا ذکر ہے ایک آسانی حساب کی صورت یہ ہوگی کہ نامہ اعمال میں جو گناہ لکھے ہوئے ہیں اُنکو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے نیکیوں کے ساتھ بدل دیوے گا۔ جسکا ذکر صحیح مسلم کی حضرت ابوذر کی حدیث میں اوپر گذر چکا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ شرک ظاہری اور شرک باطنی سے جسکو ریاکاری کہتے ہیں انسان کو بچنا چاہیئے پھر اگر آدمی گنہ گار بھی بغیر توبہ کے مرگیا ہے تو اللہ کی ذات سے اللہ کی رحمت اور آسانی حساب کی توقع ہے صحیح مسلم میں حضرت ابوذر کی روایت سے بہت بڑی حدیث قدسی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ قیامت کے دن جو شخص اسطرح حساب کے لیئے میرے روبرو کھڑا ہوگا کہ اوسکے نامہ اعمال میں کسیطرح کا شرک نہوگا تو اگر ایسے شخص کے گناہ اسقدر بھی ہونگے کہ اُن گناہوں سے ساری زمین بھر جاوے۔ جب بھی مجھکو اُن گناہوں کے بخشدینے میں کچھ دریغ نہیں ہے یہ اون لوگوں کا ذکر تھا جنکا نامہ اعمال اُنکے ہاتھ میں دیا جاویگا۔ اب دوسری آیت میں اُن لوگوں کا ذکر فرمایا جنکا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن کے حساب و کتاب کے منکر یا اوس سے بیفکر رہے اونکے حساب میں طرح طرح کی کریدیں کی جاویگی انجام اُنکا دوزخ ہوگا کیونکہ اونکی سب کام اللہ کی نظر میں تھے

منزل ۷

فَلَآ أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ

سو تم کہا نا ہوں شام کی سرخی کی اور رات کی اور جو اُسمیں جمتا ہے اور چاند کی جب پورا ہو ترسے تمکو چڑھنا ہے کہنڈ پر

طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ بَلِ الَّذِينَ

کہنڈ پھر کیا ہوا اُن کو جو یقین نہیں لاتے اور جب پڑھے اُن پاس قرآن سجدہ نہیں کرتے اور ترسے

كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ

یہ منکر جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اندر بھر رکھتے ہیں سو خوشی سُنا اُنکو گیرنے الی کی مگر جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

یقین لائے اور کیں بھلائیاں اُنکو نیگ ہے بے انہت

اکثر علماء کے قول کے موافق شفق وہ سُرخی ہے جو غروب آفتاب سے عشا کے وقت تک آسمان پر رہتی ہے وسق کے معنے چند چیزوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ رات ایسی چیز ہے جسمیں سب چیزیں ایک جگہ ہو جاتی ہیں ان پھر چل پھر کے آدمی رات کو ایک جگہ ٹھکانے سے آن کر سو جاتا ہے۔ جانور بسیرا لیتے ہیں۔ اتساق کے معنے برابر ہونے کے ہیں چودھویں رات کا چاند خوب بھرپور اور برابر ہوتا ہے کوئی کونا اوسکا دبا ہوا نہیں ہوتا۔ اسلئے چاند کے حق میں یہ لفظ فرمایا۔ ان قسموں کے بعد فرمایا اے لوگو تمکو کہنڈ پر کہنڈ چڑھنا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ تم ہمیشہ نہیں زندہ رہوگے بلکہ موت اور موت کے بعد کی سختیاں تم کو جھیلنی ہیں۔ معتبر سند سے مسند امام احمد اور طبرانی میں انس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگرچہ انسان کے لئے موت سخت چیز ہے لیکن موت کے بعد جو چیزیں اوسکو پیش آنے والی ہیں وہ موت سے بھی زیادہ سخت ہیں مطلب یہ ہے کہ موت کی سختی سے آدمی کی جان نکلجاتی ہے۔ عذاب قبر کی سختی حشر و قیامت کی سختی میں یہ بھی نہیں ہے کہ آدمی مر کر اوس سختی سے چھوٹ جائے پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو جب یہ سختیاں جھیلنی ہیں۔ اور یہ سختیاں بغیر اطاعت خدا اور خدا کے رسول کے سیدھ آسان نہیں ہو سکتیں تو پھر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے۔ جو یہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت نہیں کرتے اور جب ان کے روبرو اللہ کا کلام پڑھا جاوے تو اوسکو دل سے نہیں سنتے اور کلام الٰہی کی تعظیم میں سر نہیں جھکاتے پھر فرمایا بعضے تو انہیں اللہ کی فرمانبرداری کے ایسے منکر ہیں کہ اللہ کا کلام ماننے کے بجائے اولٹا اوسکو جھٹلاتے ہیں پھر فرمایا ایسے لوگوں کے دلوں میں جو نافرمانی سمائی ہوئی ہے اللہ اوس سے غافل نہیں ہے اوسکو سب معلوم ہے اوسکے خیازہ میں وقت مقررہ پر ایسے لوگوں کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا جسطرح کوئی کسی کو بڑی خوشخبری سناتا ہے بجائے کسی دوسری خوشخبری کے خدا کی طرف سے اونکو اوس عذاب کی خوشخبری سُنا دیجاوے ہاں اس فہمائش کے بعد انہیں سے جو لوگ اللہ کی فرمانبرداری قبول کر کے نیک کام کرینگے اونکا بدلہ کہیں ماراندا جاوے گا اجر غیر ممنون کے معنے مفسرین نے اوس بدلہ کے کئے ہیں جسمیں کسطرح کی کمی نہو۔ ان آیتوں میں سجدہ کا جو ذکر ہے بعضے مفسروں نے تو اوسکے معنے وہی اللہ کے کلام کی تعظیم کے لئے ہیں اور بعضوں نے اوس کے معنے سجدہ تلاوت کے لئے ہیں سجدہ تلاوت کے سنت یا واجب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے حنفی مذہب کی فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سورۃ حج کے دوسرے سجدہ کے سوا سجدہ کی جو آیتہ پڑھی جاوے تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے سننے والے میں خواہ وہ شخص جو قرآن شریف کے سننے کے ارادہ سے وہاں موجود ہو خواہ وہ شخص ہو جو بغیر ارادہ کے وہاں آگیا ہو ائمہ فقہ و حدیث اوس کے مخالف ہیں اور تلاوت کے سجدہ کو سنت کہتے ہیں اس سبب سے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر کی جو روایتیں ہیں اون سے تلاوت کے سجدہ کی زیادہ تاکید نہیں ثابت ہوتی حضرت عمر کی حدیث کا حاصل تو یہ ہے کہ ایک جمعہ کو تو سورۂ نحل پڑھکر حضرت عمر نے سجدہ کیا۔ اور پھر دوسرے جمعہ کو سورۂ نحل پڑھی اور سجدہ نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ جس کسی نے سجدہ کیا تو ٹھیک ہے اور جس کسی نے سجدہ نہیں کیا تو اوسپر کچھ گناہ نہیں ہے

منزل ۷

اور حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے تلاوت کا سجدہ فرض نہیں کیا ہے حنفی مذہب کے علماء نے حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں فرض کی نفی کی گئی ہے۔ اور فرض کی نفی سے واجب کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور مذہب کے علماء نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ فرض کے علاوہ اصطلاحی طور پر حنفی مذہب میں واجب جو نکالا گیا ہے یہ واجب صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھا پھر کسی صحابہ کے قول سے اس واجب کا مطلب نکالنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ حضرت عمر کی حدیث کا کوئی جواب کسی حنفی مذہب کی فقہ کی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور شعبی کا قول یہ ہے کہ تلاوۃ کا سجدہ بغیر وضو بھی جائز ہے۔

سورۃ البروج مکیۃ وھی یہ سورۃ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے	اثنتان وعشرون اٰیۃ مکی ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ
قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں اور اُس دن کی جسکا وعدہ ہے اور حاضر ہونیوالے کی اور جسکی حاضری دیکھی جائیگی مارے جائیو کہانیاں

الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ
کھودنے والے آگ بھری ایندھن سے جب وہ اُسپر بیٹھے اور جو کچھ وہ کرتے

منزل ۱ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ
مسلمانوں نے سامنے دیکھتے اور اونسے بدلا لیتے مگر اسیکا کہ وہ یقین لائے اللہ پر جو زبردست خوبیوں سراہا جسکا

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ
راج ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز جو دین سے بچلانے لگے ایمان والے مرد اور عورتوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝
پھر توبہ نہ کی تو انکو عذاب ہے دوزخ کا اور انکو عذاب ہے آگ لگنیکا

ان سات تاروں اور بارہ برجوں کا ذکر سورۃ فرقان میں گذر چکا ہے حاصل یہ ہے کہ آسمان کے بارہ حصے ہیں اُن کے ہر ایک حصہ کو برج کہتے ہیں۔ چاند۔ سورج۔ زہرہ۔ مریخ۔ عطارد۔ مشتری۔ زحل۔ تاروں کا دورہ جب ان برجوں میں ہوتا ہے تو اوس سے مہینہ سال کی گنتی تبدیل موسم طرح طرح کی اللہ کی قدرتیں نمودار ہوتی ہیں ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آیت میں یوم موعود قیامت کا نام ہے اور یوم مشہود عرفہ اور شاہد جمعہ کا اس حدیث کی سند میں ایک راوی موسےٰ بن عبیدہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس باب میں اور بھی متفرق روایتیں ہیں جن سے ابوہریرہ کی اس حدیث کی تقویت ہوجاتی ہے۔ علاوہ اس کے جہاں سے موسےٰ بن عبیدہ کی روایتہ

عبداللہ بن دینار سے ہو وہاں اُسمیں ضعف زیادہ مشہور ہے ترمذی کی روایتہ میں عبداللہ بن دینار نہیں ہیں اسواسطے ترمذی نے اِس روایتہ کے بعد موسےٰ بن عبیدہ کی کیقدر توثیق کی غرض سے یہہ کہا ہے کہ یہ موسےٰ ایسے شخص ہیں جن سے شعبہ اور سفیان ثوری جیسے لوگوں نے روایتہ جایز رکہی ہے۔

اوپر کی چیزوں کی قسم کہا کر اللہ تعالےٰ نے اِس سورۃ میں ایک بادشاہ کا قصہ لوگوں کو آگ میں جلانے کا بیان فرمایا ہے اِس قصہ کی روایتہ صحیح مسلم ترمذی۔ نسائی وغیرہ میں صہیب کے حوالہ سے ہے حاصل اِس قصہ کا یہ ہے کہ اوس بادشاہ نے اوس زمانہ کے اہل ایمان سے کہا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ۔ جب اِن اہل ایمان نے اوس بادشاہ کی بات کو نہ مانا تو اوس بادشاہ نے گلی کوچوں میں کہائیاں کھود واکر اونمیں خوب آگ دہکائی۔ اور بہت سے آدمیوں کو اوس آگ میں ڈال کر جلا دیا۔ تفسیر کلبی وغیرہ میں ہے کہ آخر کو وہ آگ اوس بادشاہ اور اُس کے ساتھیوں پر پلٹ گئی اور وہ سب جلکر خاک ہو گئے متقدمین مفسرین کی تفسیروں میں ایک بہت بڑی تفسیر کلبی ہے ابن عدی نے اِس تفسیر کی تعریف کی ہے اور بعضے علماء نے تفسیر مقاتل سے اِس تفسیر کلبی کو اچھا کہا ہے تفسیر مقاتل بن سلیمان میں جس تفسیر کو امام شافعی معتبر کہا کرتے تہے یہہ لکہا ہے کہ اگرچہ تاریخ کی کتابوں کی رو سے دنیا میں تین بت پرست بادشاہوں نے لوگوں کو آگ میں جلایا ہے۔ فارس کے ملک میں بخت نصر نے۔ شام کے ملک میں البطا موس رومی نے۔ یمن کے ملک میں یوسف ذونواس نے لیکن مکہ کے لوگوں میں یمن کا قصہ زیادہ مشہور تھا۔ اسواسطے یہ اوسی قصہ کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے ابتدائے اسلام میں مشرک لوگ مکہ میں اہل اسلام کو بڑی بڑی تکلیفیں دیتے تہے اللہ تعالےٰ نے اِس قصہ کو ذکر فرما کر اہل اسلام کی یہہ تسکین فرمائی کہ دنیا امتحان کی جگہ ہے کچھہ تم پر یہ تکلیف نئی نہیں ہے ہر زمانہ کے پابند شریعت لوگوں کو مخالف لوگوں کے ہاتھہ سے تکلیف پہونچ چکی ہے۔ لیکن اخیر کو اہل حق کا بول بالا ہوا ہے زمانہ امتحان تک ذرا صبر درکار ہے۔ پھر آخیر کو ہمیشہ کی عادت الٰہی کے موافق اہل حق کا غلبہ ہوگا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اخیر کو مکہ میں جو کچھہ اسلام پھیلا اوسکا اثر آجتک موجود ہے۔ اِس قصہ کی روایتہ کے بعد حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تہے کہ اللہ کی رحمت کا حال اِس قصہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جن بت پرستوں نے اللہ تعالےٰ کے دوستوں کو شہید کیا اللہ تعالےٰ کو ان بت پرستوں کی توبہ قبول کرنے میں کچھہ دریغ نہ تھا۔ اسیواسطے فرمایا ثم لم یتوبوا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ لوگ توبہ کرتے تو فوراً اللہ تعالےٰ اونکی توبہ قبول کرلیتا۔ اِس توبہ کے ذکر سے اون علماء کے مذہب کی تائید ہوتی ہے جو قاتل کی توبہ قبول ہونے کے قائل ہیں +

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ

جو لوگ یقین لائے اور کیں انہوں نے بھلائیاں اُن کو باغ ہیں جنکے نیچے بہتی ہیں نہریں یہ ہے بڑی مراد ملنی

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ
بیشک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے بیشک وہی پیدا کرے پہلے مرتبہ اور دوسرے اور وہی بخشتا اور محبت کرتا مالک تخت کا
الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ
بڑی شان والا کر ڈالتا جو چاہے کچھ پہنچی تجھکو بات ان لشکروں کی فرعون اور ثمود کی کوئی نہیں
كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝
بلکہ منکر جھٹلاتے ہیں اور اللہ نے انکے گرد سے گھیرا ہے کوئی نہیں یہ قرآن ہے بڑی شان کا تختی میں جسکی نگہبانی ہے

ع ۱ ۱۰

اوپر اون اہل ایمان کا ذکر تھا جو دنیا میں ایک ظالم بادشاہ کے ظلم سے آگ میں ڈال کر جلائے گئے تھے ان آیتوں میں اُنکا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ نیک لوگوں کو اگر دنیا میں کچھ تکلیف ہوتی ہے تو وہ چند روزہ ہے پھر اوس تکلیف پر صبر کے اجر میں عقبےٰ اون کے لیے بڑی راحت کی جگہ ہے۔ مکہ کے مشرک لوگ مکہ کے اہل ایمان کو ہجرت سے پہلے بہت ستاتے تھے اسواسطے اون اہل ایمان کی تسکین کے لئے فرمایا کہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے، وقت مقررہ کی دیر ہے پھر اگر مکہ کے یہ سرکش مشرک باز نہ آئے تو انہیں سے وقت مقررہ تک جو زندہ رہے گا وہ دنیا میں بھی اپنی کرتوت کا خمیازہ بھگت لیوےگا۔ اور جو لوگ وقت مقررہ سے پہلے دنیا سے اوٹھ گئے تو جس اللہ نے ان سب کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے۔ وہ وقت مقررہ پر دوبارہ ان سب کو پیدا کرکے انکو انکے کرتوت کا پورا مزہ چکھا دیوے گا۔ کیونکہ وہ جو چاہے سو کرسکتا ہے اوسکے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ جو فرمایا تھا کہ اللہ کی پکڑ سخت ہے اوسکے دل میں جم جانے کے لیے ثمود و فرعون کے دو قصے جو عرب میں زیادہ مشہور ہیں وہ اہل مکہ کو یاد دلائے تاکہ ان قصوں سے وہ عبرت پکڑیں اور فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام کو جو جھٹلاتے ہیں تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ کی قدرت انکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے وہ جب چاہے انکو پکڑ سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ انکا کلام الٰہی کو جھٹلانا اگر اس خیال سے ہے کہ وہ کلام الٰہی نہیں ہے تو یہ خیال انکا غلط ہے بلاشک یہ اللہ کا کلام ہے جسکو اس نے لوح محفوظ سے اپنے رسول پر اُتارا ہے اور اسکی دلیل ان لوگوں کو پہلی ہی سمجھا دی گئی ہے کہ اگر تم لوگ اسکے کلام الٰہی ہونے میں کچھ شبہ رکھتے ہو تو تم بھی کوئی ٹکڑا اس جیسا بنا لو۔ جب یہ بات ان لوگوں سے نہیں ہوسکتی تو پھر اس کے کلام الٰہی ہونے میں شک و شبہ کا کوئی موقع باقی نہیں رہا۔

منزل ۷

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ

یہ سورۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

کی ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا
قسم ہے آسمان کی اور اندھیرا پڑے آنیوالی اور تو کیا سمجھا کون ہے اندھیرا پڑے آنیوالا وہ تارا چمکتا کوئی جی نہیں جسپر نہیں

عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ

ایک نگہبان اب دیکھ لے آدمی کا ہے سے بنا بنا ایک اُچھلتے پانی سے جو نکلتا ہے

الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝

پیٹھ اور چھاتی کے بیچ سے بیشک وہ اُسکو پھیر لاسکتا ہے جسدن جانچے جاویں بھید تو کچھ نہوگا اُسکو زور نہ کوئی مدد کرنیوالا

طارق رات کی آنیوالی چیز کو کہتے ہیں صبح کا تارا اور تاروں کی طرح شام سے نہیں نکلتا۔ بلکہ رات کا بڑا حصہ گذر جانے کے بعد نکلتا ہے اسواسطے اوسکو بھی طارق کہتے ہیں ثاقب چمک دار چیز کو کہتے ہیں یہ تارا خوب روشن اور چمک دار ہوتا ہے اسلئے اسکو ثاقب فرمایا۔ اِس قسم کے بعد یہہ بات فرمائی کہ ہر جاندار کے لئے اللہ کی طرف سے محافظ اور نگہبان مقرر ہیں سورۂ رعد میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی یہ حدیث گذر چکی ہے کہ حفاظت اور نیکی بدی لکھنے کے لئے رات اور دن کے الگ الگ فرشتے ہر انسان پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں صبح کے نماز کے وقت دن کو تعینات رہنے والے فرشتے اور عصر کے وقت رات کو تعینات رہنے والے فرشتے چوکی بدلوا دیتے ہیں اور ہر وقت انسان کے تمام جسم کی ہر طرح کی آفت سے اوسوقت تک آدمی کی حفاظت کرتے ہیں جب تک تقدیری کوئی آفت پیش نہ آوے زیادہ تفصیل اسکی اوس سورہ کی تفسیر میں ہے۔ اہل مکہ میں ایک شخص بڑا شہ زور ابوالاسد اونٹ کی کھال پر جب وہ کھڑا ہو جاتا تھا تو دس دس آدمی اوس کھال کو پکڑ کر کھینچتے تھے یہاں تک کہ وہ کھال پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی تھی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا تھا سورہ مدثر میں جس آیۃ نازل ہوئی کہ دوزخ پر اُنیس فرشتے تعینات ہیں جنکو دوزخ کا خازن کہتے ہیں تو ابوالاسد نے یہ کہا تھا کہ انیس سے دس کو میں اکیلا کافی ہوں اُسپر اللہ تعالےٰ نے انسان کی پیدائش کی آیۃ نازل فرما کر فرمایا کہ انسان کی کیا حقیقت ہے جو اللہ کے فرشتوں سے مقابلہ کرے گا۔ ایک بوند پانی سے انسان پیدا ہوا اور پھر جسقدر زور کہلایا تو ہر وقت اللہ کے فرشتے ہر طرح کی آفت سے اوسکی نگہبانی میں لگے رہتے ہیں اُسپر اُسکی یہہ جرأت کہ اللہ کے فرشتوں سے مقابلہ کا دعوا کرتا ہے۔ ترائب عورت کی چھاتیوں کے بیچ میں جو جگہ ہوتی ہے اوسکو کہتے ہیں انہ علیٰ رجعہ تفاسیر کی تفسیر علماء مفسرین نے دو طرح کی ہے ایک تو یہہ کہ جن اعضا سے اللہ تعالےٰ نے منی کو نکالا ہے پھر اون اعضاء ہی منی کو پھیر دینا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے بلکہ وہ اِس بات پر قادر ہے کہ چاہے تو اوسکو پھر اُن اعضا میں پھیر دیوے اور دوسری تفسیر یہہ ہے کہ جس اللہ تعالےٰ نے پہلی دفعہ انسان کو پانی جیسی پتلی چیز سے دنیا میں سب کی آنکھوں کے سامنے پیدا کیا ہے حشر کے دن مٹی سے اوس انسان کا پیدا کرنا بھی اُسکی قدرت میں ہے منکرین حشر کی عقل ناقص ہے ورنہ عقل کا یہہ کام نہیں ہے کہ پانی جیسی پتلی چیز سے انسان کے پتلے کے بنجانے کو دیکھ کر مٹی جیسی چیز سے اوس پتلے کے بنجانے کا انکار کرے۔ پہلی تفسیر اگرچہ مجاہد کی ہے اور اوپر گذر چکا ہے کہ مجاہد کی تفسیر کے مقابلہ میں سلف میں سے دوسرے تابعین کا قول کم لیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن شریف کے آگے کی آیۃ میں قیامت کا ذکر تا۔ اور

منزل ۷

اس ذکر سے دوسری تفسیر کو زیادہ مناسبت تھی اس مناسبت کے سبب سے ابو جعفر ابن جریر اور دوسرے مفسروں نے دوسری تفسیر کو ہی قرار دیا ہے یہ دوسری تفسیر ضحاک کے قول کیموافق ہے اگرچہ ضحاک بن مزاحم کے حضرت عبداللہ بن عباس سے ملاقات کے ہونے اور اوس سے تفسیر قرآن کے سیکھنے میں علماء کو کلام ہے مگر سعید بن جبیر سے ضحاک کی تفسیر کے حاصل کرنے میں کسی کو کلام نہیں اسیواسطے امام احمد بن معین اور ابوزرعہ وغیرہ نے ضحاک کو ثقہ اور فن تفسیر میں بڑا معتبر قرار دیا ہے ✣

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝

قسم ہے آسمان چکر مارنیوالے کی اور زمین ڈراڑ کھانیوالے کی یہ بات دوٹوک ہے اور نہیں یہ بات ہنسی کی

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

البتہ وہ سکے ہیں ایک داؤ کرنے میں اور میں لگا ہوں ایک داؤ کرنیں سو ڈھیل دے منکروں کو ڈھیل دے انکو تھوڑے دن

امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ رجع سے مراد بارش ہے چنانچہ حاکم کی روایتہ میں صحیح سند سے یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس کا ثابت ہوا ہے اسیواسطے امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد مجاہد کی روایتہ سے اس قول کو لیا ہے ترجمہ میں چکر مارنے والا آسمان جو ترجمہ کیا گیا ہے سلف میں سے یہ قول عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم تبع تابعی کا ہے ان عبدالرحمٰن نے تفسیر کی روایات اپنے باپ زید بن اسلم کوفی سے لی ہیں۔ یہ زید بن اسلم مشہور مفسر اہل مدینہ میں سے ہیں لیکن عبدالرحمٰن کو بعضے علماء نے ضعیف کہا ہے۔ غرض یہ قول پہلے قول کے مرتبہ کا نہیں ہے اسیواسطے اکثر تفسیروں اور فارسی اور اردو لفظی ترجمہ میں اس قول کو نہیں لیا گیا پہلے قول کو لیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کیموافق صدع کی تفسیر زمین کا وہ شق ہونا ہے جو روئیدگی کے وقت ہوتا ہے۔ علم ہیئت کی کتابوں میں اگرچہ زمین کو گول لکھا ہے لیکن شریعت کی کتابوں میں زمین چوکھونٹی ثابت ہوئی ہے۔ بعضے علماء نے لکھا ہے کہ بہت بڑے دائرہ میں مرکز سے محیط تک جو میدان ہوتا ہے اوسمیں گولائی باقی نہیں رہتی۔ اسیواسطے اہل ہیئت کا ساتوں اقلیم کی مدنظر تک کی زمین کو گول کہنا صحیح نہیں ہے۔ اوپر کی قسم کے بعد فرمایا کہ یہ قرآن دنیا میں نیک راستہ بتلانے اور بدی سے روکنے اور عقبیٰ میں جزا و سزا کی خبر سنانے کا ایک فیصلہ قطعی ہے۔ عرب کے اشعار یا فقرے کہانیوں کی طرح اسمیں کوئی بات ہنسی دل لگی کی نہیں ہے اسپر یہ لوگ اگر قرآن کو جھٹلاویں تو تھوڑے دنوں تک اُن سے درگذر کیجاوے کوئی مکر و فریب تو ان لوگوں کو قرآن سے روکنے میں اللہ کی تدبیر کے آگے نہیں چلسکتا۔ بلکہ تھوڑے دنوں کے بعد اللہ کی تدبیر کا نتیجہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی کچھ قرآن کے مخالف لوگ ذلت اور خواری سے ہلاک ہوگئے اور اکثر قرآن کے حامی بن گئے ✣

منزل ۷ ع ۱۱

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | تِسْعَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً

سورۃ اعلیٰ مکی ہے اور وہ | شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا | انیس آیتیں

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ۝ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی ۝ وَالَّذِیْ اَخْرَجَ

پاکی بول اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر | جسنے بنایا پھر ٹھیک کیا | اور جسنے ٹھہرایا پھر راہ سمجھائی | اور جسنے نکالا

الْمَرْعٰی ۝ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ اِنَّہٗ یَعْلَمُ

چارا | پھر کر ڈالا اسکو کوڑا کالا | ہم پڑھاویں گے تجکو پھر تو نہ بھولے گا | مگر جو چاہے اللہ وہ جانتا ہے

الْجَھْرَ وَمَا یَخْفٰی ۝ وَنُیَسِّرُکَ لِلْیُسْرٰی ۝ فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی ۝ سَیَذَّکَّرُ مَنْ

پکارا اور جو چھپا | اور سہج سہج پہنچا دینگے ہم تجکو آسانی تک | سو تو سمجھاوے اگر کام کرے سمجھانا | سمجھ جاوے گا جسکو

یَّخْشٰی ۝ وَیَتَجَنَّبُہَا الْاَشْقَی ۝ الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی ۝ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی ۝

ڈرہوگا | اور کترا رہیگا اس سے بڑا بدبخت | وہ جو پہنچیگا بڑی آگ میں | پھر نہ مرے گا اسمیں نہ جیوے گا۔

ہجرت سے پہلے بلکہ فتح مکہ تک جو کچھ اللہ تعالےٰ کی ذات صفات اور احکام میں شرک کا رواج تھا وہ تو سب کو معلوم ہے اسلئے اس مکی سورۃ کے اول میں فرمایا کہ اہل مکہ کی شرک کی باتوں سے اے نبی اللہ کے تم اور تمہارے ساتھی اللہ کی توحید ہر دم ورد زبان رکھو تا کہ ان مشرک اہل مکہ کے کان بھی ذرا توحید کی آواز سے آشنا ہو جائیں۔ اسی واسطے اکثر صحابہ جب اس آیۃ کو پڑھا کرتے تھے تو سبحان ربی الاعلی کہا کرتے تھے خلق فسوا کا یہ مطلب ہے کہ انسان حیوان سب کو مناسب اعضا مناسب حالت میں پیدا کیا۔ والذی قدر فھدی کی تفسیر کے طور پر مسند امام احمد صحیح مسلم وغیرہ میں جو صحابہ کی ایک جماعت سے روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اوس سب کو دنیا کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے ہی اللہ تعالےٰ نے اپنے علم ازلی سے اندازہ کے طور پر معلوم کر لیا ہے اب جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے آخر کو اسی راہ سے جاتا ہے جو راہ اندازہ کے طور پر علم ازلی میں قرار پا چکی ہے لیکن جسطرح ہر بیمار کی موت اور تندرستی تقدیر الٰہی میں ٹھہر چکی ہے اور پھر نصیحت میں ہر بیماری کے علاج کرنے کا بھی حکم ہے اور جس بیمار کا علاج تقدیر الٰہی کے موافق پڑتا ہے وہ بیمار علاج سے تندرست بھی ہو جاتا ہے اسیطرح شریعت میں ہر آدمی کو نیک کام کرنے کا حکم ہے جو شخص علم ازلی میں نیک ٹھہر چکا ہے وہ نیک حالت میں دنیا سے اوٹھتا ہے اور جو شخص علم ازلی میں بد قرار پا چکا ہے جیسے مرنے والے بیمار کو کوئی علاج مفید نہیں پڑتا اور آخر کو وہ بیمار مر جاتا ہے اسیطرح اس بدشخص کو ابتدائے عمر سے یا آخر عمر میں نصیحت شرعی مفید نہیں پڑتی اور عمر بھر یا آخری عمر میں ایسے بدکام کر کے وہ بدشخص دنیا سے اوٹھ جاتا ہے جس سے اوسکی عقبے خراب ہو جاتی ہے بہت سی صحیح حدیثوں میں یہ مطلب تفصیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اوس اندازہ کے موافق کسی فعل کے کرنے پر اللہ نے انسان کو مجبور نہیں کیا ہے لیکن وہ خدا غیب داں کا کیا ہوا اندازہ ہے اسواسطے اپنے اختیار سے انسان جو کچھ

منزل ۷

کرتا ہے وہ آخیر کو اوس اندازہ کے مطابق پڑتا ہے جو پاؤں پر انسان کی طرح کچھ تکلیف شرعی نہیں ہے بلکہ وہ فقط انسان کی ہر طرح کی ضرورت کے لیئے دنیا میں پیدا کئے گئے ہیں اون کے کھانے پینے کا انتظام دنیا میں کیا جانا اور اوس کے بڑا ہونے کی سمجھ اونکو دیکر پھر اونکو دنیا میں پیدا کر دینا یہی اُن کا اندازہ تقدیری تھا اسلیئے اُن کے چارہ کا ذکر الگ فرمایا۔ گھاس پہلے سرسبز اور پھر خشک ہو کر بیا ہی جاتی اور بالکل کوڑے کے مانند ہو جانے کے تذکرہ میں یہہ اشارہ ہے کہ یہی حال دنیا کی تمام چیزوں کا ہے کہ اوسکے ہر ایک چیز کا کمال زوال سے خالی نہیں اور جب یہ بات ہے تو دنیا فقط اسلیئے نہیں پیدا کی گئی ہے کہ اوسکا کمال و زوال بغیر کسی نتیجہ کے ایک تماشے کے طور پر ہو بلکہ دنیا کے بعد اوسکا ایک بہت بڑا نتیجہ یہی ہے جسکا نام قیامت ہے اوسیکے یہہ لوگ منکر اور کم عقلی سے دنیا کی پیدائش کو بغیر نتیجہ کا ایک تماشا ٹھہراتے ہیں۔ طبرانی تفسیر کبیر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب وحی لاتے اور آیات قرآن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو پڑھنا شروع کرتے تو حضرت جبرئیل کی قرأت کے ختم ہونے سے پہلے آیتہ کے کچھ لفظ بھول جانے کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ادھوری آیتہ کے لفظوں کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اللہ تعالےٰ نے آیہ سنقرئک فلا تنسیٰ الا ماشاء اللہ نازل فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا کہ وحی کے لفظوں میں سے کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھولیں گے اس وعدہ میں یہہ جو فرمایا کہ الا ماشاء اللہ اسکا مطلب سورۂ البقر میں گذر چکا ہے کہ قرآن شریف کی آیتوں کے منسوخ ہو جانے میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ دل سے اون آیتوں کی لفظ و نکی یاد اوٹھ جاتی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابو موسیٰ اشعری سے روایتہ ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورۂ برأت کے برابر ایک سورۃ صحابہ پڑھا کرتے تھے اب اُسمیں کا فقط یہہ ٹکڑا یاد ہے لو کان لابن آدم واديان من مال لابتغى واديا ثالثا ولا يملأ جوف ابن آدم الا التراب حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وحی کے نہ بھولنے کا وعدہ اون آیتوں کے حقمیں ہے جو آیتیں منسوخ نہیں ہوئیں منسوخ آیتوں کے حقمیں یہ وعدہ نہیں ہے جنکو الا ماشاء اللہ فرما کر اس وعدہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔ انہ یعلم الجہر وما یخفٰی کا مطلب یہ ہے کہ جن آیتوں کی قرأت اللہ کو دنیا میں باقی رکھنی ہے اور جنکی قرأت باقی نہیں رکھنی ہے یہ سب حال خدا کو معلوم ہے اسلیئے اُس غیب داں نے الا ماشاء اللہ فرما کر بعضے آیتوں کو اس وعدہ سے الگ کر دیا ہے پھر فرمایا اے نبی اللہ کے اس وحی کے لفظوں کو یاد رکھنا۔ اور اُن کے موافق لوگوں کو نصیحت کا کرنا ہم تمہارے لئے ایسا آسان کر دینگے جس سے تمکو کوئی دقت باقی نہ رہے گی۔ اور اُس نصیحت کا اثر سب لوگوں پر یکساں ہو یہہ تمہارا کام نہیں۔ تمہارا کام یہی ہے کہ تم سب کو نصیحت کرتے چلے جاؤ تقدیر الٰہی کے موافق جو لوگ راہ راست پر آنیوالے ہیں وہ خود راہ راست پر آجاویں گے۔ اور جنکی قسمت میں دوزخ ہے وہ اس نصیحت سے بھاگیں گے۔ اور آخر دوزخ میں جاویں گے۔ اور پھر دوزخ میں جانے کے بعد اونپر یہہ مصیبت پڑے گی کہ نہ وہ وہاں مریں گے کہ مر کر چھٹکارہ ہو جاوے نہ ایسی زیست جیویں گے جس زیست سے اونکو کچھ راحت ہو۔ صحیح بخاری و مسلم و ترمذی

منزل ۷

وغیرہ کی ابوہریرہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ دوزخ کی آگ کی تیزی دنیا کی آگ سے اوسّر حصے بڑھی ہوئی ہے اسواسطے دوزخ کی آگ کو بڑی آگ فرمایا۔ ثم لا یموت فیہا ولا یحیٰے۔ اون کے حق میں ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے قابل ہیں ورنہ بعضے کلمہ گو جنہوں نے نیک عمل کچھ نہیں کیئے دوزخ میں مرکر کوئلے ہوجائیں گے۔ اور شفاعتوں کے بعد اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے اونکی لاشیں لب بہر کر دوزخ سے نکالے گا۔ اور نہر حیات میں غوطہ دینے سے وہ لوگ پھر زندہ ہوکر جنت میں جاویں گے۔ چنانچہ ابوسعید خدری کی روایتہ سے بہت بڑی حدیث جو بخاری و مسلم میں ہے اوسمیں اسکا ذکر ہے ✣

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ

بیشک بھلا ہوا اوسکا جو ستھرا اور پڑھا نام اپنے رب کا پھر نماز کوئی نہیں تم آگے رکھتے ہو دنیا کا جینا اور پچھلا گھر

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝

بہتر ہے اور رہنے والا یہ کچھ لکھا ہے پہلے ورقوں میں ورق ابراہیم کے اور موسےٰ کے

ع ۱ ۱۹ ۱۴

حاصل یہ ہے کہ جو شخص توحید پر قائم رہا اور اللہ کی یاد دل میں رکھہ کر پانچوں وقت کی نماز اوس نے ادا کی اوس کے لئے عقبےٰ میں بلاشک بھلائی ہے۔ اللہ کی یاد دل میں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی عبادت میں دُنیا کا دکھاوا اور ریاکاری نہو۔ بعضے علماء نے اللہ کی یاد سے زبانی یاد لیکر وذکر اسم ربہ سے تکبیر تحریمہ کے فرض ہونے کا مطلب نکالا ہے۔ کئی آیتوں میں فقط توحید اور نماز کا ذکر اسواسطے ہے کہ روزہ حج زکوٰۃ یہ چیزیں ہجرت کے بعد مدینہ کے قیام میں فرض ہوئی ہیں۔ قد افلح من تزکے کی تفسیر بعضے مفسروں نے صدقہ فطر سے جو کی ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ یہ آیتہ اُن آیتوں میں سے ہے جنکا نزول عمل سے پہلے ہے جیسے آیتہ وانت حل بھذا البلد کا نزول مکہ میں ہجرت سے پہلے ہوا اور اوسکے موافق مکہ میں قتل اور قید کا حلال ہونا فتح مکہ کے وقت ہوا۔ پھر فرمایا کہ عقبے کی بھلائی کے کاموں میں اکثر لوگ کوتاہی اسلئے کرتے ہیں کہ دنیا کے مشغلوں کو چھوڑ کر عقبے کے کاموں میں مصروف ہونا انکو شاق گذرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ دنیا کے مشغلوں کو نہ چھوڑیں تو نہ چھوڑیں ایک دن وہ دنیا کے مشغلے خود انکو چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ دنیا اور اوسکے مشغلے اونمیں کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ اور عقبےٰ کے کاموں کو یہ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مگر عقبےٰ ان کو نہیں چھوڑنیکی کسلئے کہ وہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ مسند امام احمد صحیح ابن حبان مستدرک حاکم میں ابودرداء سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہر روز دو فرشتے یہ لفظ پکار کر کہا کرتے ہیں کہ اے لوگو خدا کے کام کی طرف متوجہ ہو۔ دنیا کی بقدر کفایت معیشت اوس مال و دولت سے بہت بہتر ہے جو عقبےٰ سے غافل کردیوے ان فرشتوں کی آواز کو سوا جن اور انسان کے اور اللہ کی مقبول وقات روز سنا کرتی ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے قد افلح من تزکے سے والاخرۃ خیر وابقیٰ تک ایسا مضمون ہے کہ اوسکی ترغیب خدا کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام کے دس صحیفوں اور

توراۃ میں بھی موجود ہے +

سورۃ الغاشیۃ مکیۃ وھی یہ سورۃ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	ست وعشرون ایۃ مکی ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝
کچھ پہونچی تجکو بات اُس چھا لینے والے کی کتنے مونہہ اُسدن ذلتے ہیں محنت کرتے تھکتے

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝
بھگتیں گے دہکتی آگ میں پانی ملیگا ایک چشمے کھولتے کا نہیں اُن پاس کھانا مگر جھاڑ کانٹے کا

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝
نہ موٹا کرے اور نہ کام آوے بھوک میں

منزل

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کیموافق غاشیہ قیامت کا نام ہے غشا کے معنے پردے کے ہیں قیامت کی سختیاں لوگونکی عقل اور اُن کے حواس پر پردہ کی طرح چھا جاوینگی جس سے وہ بالکل بدحواس ہوجاوینگے۔ اِس لئے قیامت کو غاشیہ کہا گیا۔ آدمی کے اعضا میں مونہہ ایک بڑی وکہاوے کی چیز ہے اسلئے مونہہ کا ذکر کیا جاکر سارا بدن اُس سے مراد لیا گیا ہے اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں عمل کے معنے قد کے ہیں حاصل یہ ہے کہ اے نبی اللہ کے قیامت کے دن نیک و بد پر جو کچھ حالت گذرے گی اوسکا حال تمکو اور تمہاری امت کو اکثر آیات قرآنی سے معلوم ہوچکا ہے۔ پھر اُس حالت کی تفصیل فرمائی جسکا حاصل یہ ہے کہ اہل دوزخ اوسدن طرح طرح سے خوار ہوں گے اور اہل جنت طرح طرح کی عزت اور راحت پاوینگے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی آگ میں دنیا کی آگ سے ستر حصے حرارت زیادہ ہوگی۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہزار برس تک دوزخ کی آگ کو دہکایا گیا تو اُسکا رنگ سرخ ہوا پھر ہزار برس تک دہکایا گیا تو سفیدی مایل رنگ ہوگیا پھر ہزار برس دہکایا گیا تو بالکل سیاہ رنگ ہوگیا۔ اب اُسکا رنگ خوفناک بالکل کالا ہے صحیح مسلم میں حضرت سمرۃ بن جندب سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخی لوگ جو دوزخ کی آگ میں ڈالے جاوینگے تو اپنے اپنے عمل کے موافق کسی کے ٹخنوں تلک آگ ہوگی اور کسی کے گھٹنوں تلک اور کسی کے کمر تلک اور کسی گردن تلک دوزخ کے گرم پانی کی تفسیر ترمذی وغیرہ کی روایتوں میں ہے کہ دوزخیوں کے پلانے کے لئے جب وہ پانی اون کے مونہہ کے پاس لایا جاویگا۔ تو اوس پانی کی گرمی بھاپ سے دوزخیوں کے مونہہ کی کھال اوتر جاویگی اور جب وہ

پانی پلایا جاویگا تو انتڑیاں کٹ کر گر پڑیں گی اور وہی پانی اون کے سر پر ڈالا جاویگا جس سے جسم کے اندر تک حرارت پہونچکر دل اور جگر سب کٹ پڑے گا۔ پھر زخمی کو اصلی حال پر لایا جاوے گا۔ اور گھڑی گھڑی یہی عذاب کیا جاویگا اور یہ کانٹوں دار کھانس اونکو نگلائی جاوے گی جو اون کے حلق میں پھنس جاوے گی اوسکو حلق سے اوتارنے کے لئے جب وہ پانی مانگیں گے تو یہی گرم پانی پلایا جاویگا۔ اور یہہ گھانس کچہہ پیٹ میں اوترے گی تو اوس سے پیٹ نہ بھریگا مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہہ آیتہ نازل ہوئی کہ دوزخیوں کی خوراک ضریع کانٹوں دار گھانس ہوگی تو مشرکین مکہ کہنے لگے ضریع تو اچھی چیز ہے اوس سے تو ہمارے اونٹ موٹے ہوجاتے ہیں اوسپر اللہ تعالے نے یہہ آیتہ کا ٹکڑا نازل فرمایا کہ اوس گھانس سے نہ کسی کا پیٹ بھریگا اور نہ کوئی موٹا ہوگا +

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا

کتنے مونہہ اُسدن آسودہ ہیں اپنی کمائی سے راضی اونچے باغ میں نہیں سنتے اُس میں

لَاغِيَةً ۝ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝ وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝

بکنا اُسمیں ایک چشمہ ہے بہتا اُسمیں تخت ہیں اونچے بچھے اور آبخورے دھرے

وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝

اور قلیچے قطار پڑے اور مخمل کے نہالچے کہنڈرہے

اہل دوزخ کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں اہل جنت کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنی ایک ایک نیکی کا دس گونے سے سات سو تک اور بعضی نیکیونکا اس سے بہی زیادہ اجر پاوینگے۔ تو اپنے نیک عملوں کے نتیجہ سے خوش ہوجاوینگے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ جنت کے درجے ہیں جیسا جسکا عمل ہوگا ویسا ہی اوسکو درجہ ملیگا لیکن دوزخ کے مقابلہ میں جنت کا ہر درجہ بلند اور عالی ہے اسلئے فی جنۃ عالیۃ فرمایا۔ سورۂ بقر میں آیتہ اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا گذر چکی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اہل دوزخ آپسمیں لغو باتیں اور ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے اسواسطے فرمایا اہل جنت نہ کوئی لغو بات کہیں گے۔ اور نہ کوئی ایسی لغو بات کسی دوسرے سے سنیں گے۔ پھر فرمایا وہاں طرح طرح کی نہریں جاری ہونگی اُن نہروں کے کنارو پر آبخورے رکھے ہونگے نرم نرم تخت بچھے ہونگے۔ اون تختوں پر اور جابجا طرح طرح کے بچھونے اور تکیے ہونگے جہاں جو کوئی چاہے بیٹھے لیٹے۔ ترجمہ میں یہ جو ہے کہ مخمل کے نہالچے کہنڈرہے اسکا مطلب یہ ہے کہ مخمل کے نہالچے جابجا بچھے ہوئے ہوں گے۔ غرض اوپر گذر چکا ہے کہ جنت کی نعمتیں وہ ہیں کہ نہ کسی بادشاہ دامیر نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنی نہ کسی کے دل میں اونکا تصور گذر سکتا ہے اللہ تعالے اپنے فضل کرم سے جب وہ نعمتیں نصیب کریگا۔ اوسیوقت اون نعمتوں کی تفصیل معلوم ہوگی اب دنیا کی کسی زبان۔ یا

قلم میں وہ طاقت کہاں کہ اُن نعمتوں کی تفصیل بیان کرسکے ۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى الْجِبَالِ
بھلا کیا نہیں نگاہ کرتے اونٹ پر کیسے بنائے ہیں اور آسمان کیسا بلند کیا ہے اور پہاڑ و پر
كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَكِّرْ ۖ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۖ لَّسْتَ عَلَيْهِم
کیسے کھڑے کئے ہیں اور زمین پر کیسی صاف بچھائی ہے سو تو سمجھا تیرا کام یہی ہے سمجھانا تو نہیں اُن پر
بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝ إِنَّ إِلَيْنَا
داروغہ مگر جسنے سونہہ موڑا اور منکر ہوا تو اللہ اب کریگا اُسکو اللہ بڑا عذاب بیشک ہم پاس ہے
إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ۝
پھر آنا پھر بیشک ہمارا ذمہ ہے اُنسے حساب لینا

ع ۱ الشمس

تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں قتادہ سے روایت ہے کہ اوپر کی آیتوں میں جب اللہ تعالےٰ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا تو مشرکین مکہ کو وہ نعمتیں اور جنت کی چیزیں خلاف عقل معلوم ہوئیں اور جنت کی چیزوں کا تعجب کے طور پر وہ لوگ آپسمیں ذکر کرنے لگے ۔ اوپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان کی آنکھوں کے سامنے جس اللہ نے خلاف عقل اور جانوروں کی عادت کے خلاف اونٹ کو اسطرح کی عادت کا جانور پیدا کیا کہ کانٹے کھا کر اپنی گذر کرتا ہے اور منزلوں بوجھ لیجاتا ہے اور عرب کا ملک جسطرح کا خشک تھا اور اُس ملک میں پانی کی کمی تھی اوسی عادت کا یہہ جانور ہے کہ دس دس دن تک اُسکو پانی کی خواہش نہیں ہوتی ۔ غریب ایسا کہ ایک بچہ بھی نکیل پکڑ لیوے تو جہاں چاہے لیجاوے کسی جانور کی یہ عادت نہیں کہ اوسکو بٹھلا کر اوسکی پیٹھ پر بوجھ لادا جاوے اور پھر بوجھ پیٹھ پر لیکر وہ جانور کھڑا ہو جاوے برخلاف اور جانوروں کے یہ اونٹ کی ہی عادت ہے کہ اُسکو بٹھلا کر اوسکی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہے ۔ اور پھر وہ اسی بوجھ کو پیٹھ پر لیکر کھڑا ہو جاتا ہے ۔ اسیطرح جس اللہ تعالےٰ نے خلاف عقل آسمان کو بغیر ستون کے اسطرح قائم کر دیا اور زمین کو پانی پر بچھا دیا اور زمین میں پہاڑوں کی کیلیں ٹھونک دیں اسطرح کے ہزارہا کروڑہا عجائبات قدرت الٰہی کو یہ لوگ نظر غور سے دیکھیں گے تو اون کو ہرگز تعجب باقی نہ رہیگا ۔ کہ دوزخ یا جنت میں کسی خلاف عقل چیز کو پیدا کرنا اللہ کی قدرت سے باہر ہے دنیا میں انسان کی چند روزہ زیست اللہ تعالےٰ نے مقرر کی ہے اور پھر اُس چند روزہ زیست کے لئے یہ کچھ عجائبات پیدا کئے ہیں جہاں انسان کا ہمیشہ کا رہنا خدا تعالےٰ نے مقرر کیا ہے وہاں جسقدر عجائبات ہوں کچھ عقل سے دور نہیں ہیں غرض جو چیز عقل میں نہ آوے اوسکو قدرت الٰہی کے باہر جاننا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے خود اللہ تعالےٰ نے

منزل ۷

عقل کو پیدا کیا ہے۔ پھر عقل میں یہ جرأت کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کی قدرت کا انکار کر سکے غرض اسی عقلی غلطی کے سبب سے یہ لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں اون لوگوں کی یہ غلطی بھی عجائبات قدرت پر غور کرنے سے رفع دفع ہو سکتی ہے مسند امام احمد صحیح مسلم ترمذی نسائی مستدرک حاکم میں حضرت جابر سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انمانت نذر سے آخیر سورۃ تک اس سورۃ کی آیتیں پڑھیں اور فرمایا کہ مجھکو مشرک لوگوں سے لڑنے کا اوسوقت تک اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جبتک مشرک لوگ کلمہ گو بنجاویں جب وہ کلمہ گو بن گئے تو جہاد تو ختم ہوگیا۔ لیکن اون کے دل کا حال اور انکا حساب وکتاب اللہ تعالے کو معلوم ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب دفرمایا کہ تم لوگوں کو کلام الٰہی سنا کر اپنا حق ادا کر دو بس تمہارا اتنا ہی کام ہے تم اون لوگوں پر داروغہ نہیں ہو کہ کسی پر زور زبردستی کرو۔ اسکا حکم جہاد کے حکم کے نازل ہونے تک محدود تھا۔ اوپر اسطرح کی درگذر کی آیتوں کے حکم کی تفصیل گذر چکی ہے ٭

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	کی ہے

منزل ۷

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور اس رات کی جب رات کو چلی ہے ان چیزوں کی بڑی

قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ

عقلمندوں کے واسطے تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے عاد سے وہ جو ارم تھے بڑے ستونوں والے جو بنے نہیں تھے

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝

سارے شہروں میں مانند اُنکے اور ثمود سے جنہوں نے تراشے پتھر وادی میں اور فرعون سے وہ میخوں والا

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

یہ سب جنہوں نے سر اٹھایا ملکوں پر بہت ڈالی اُن میں خرابی پھر پٹکا اُنپر تیرے رب نے کوڑا

عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

عذاب کا تیرا رب گھات میں

دس راتوں اور طاق اور جفت کی تفسیر اگرچہ سلف نے طرح طرح سے کی ہے لیکن امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن زبیر اور مجاہد اور اکثر سلف کا قول یہی ہے کہ دس راتوں سے مراد ماہ ذی الحجہ کی اول کی دس راتیں ہیں یہی قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ مسند امام احمد نسائی مستدرک حاکم بیہقی وغیرہ میں حضرت جابر کی مرفوع روایت

میں یہی تفسیر آچکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دس راتوں سے مراد شروع ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور طاق اور جفت کی تفسیر میں یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ طاق اور جفت سے مراد طاق اور جفت نمازیں ہیں جیسے مغرب اور عشا کیونکہ مسند امام احمد ترمذی ابو داؤد۔ اور مستدرک حاکم وغیرہ میں مرفوع اور موقوف روایتوں میں یہی تفسیر آچکی ہے بعضے مفسروں نے یہ جو اعتراض کیا ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی مبہم ہے اسکا جواب حافظ ابن کثیر نے دیدیا ہے کہ وہ راوی عمران بن عصام ضبعی ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر کی سند میں اسکی صراحت کردی ہے اور اس عمران بن عصام کو ابن جان نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے اور قتادہ نے ان عمران کو اپنا استاد قرار دیا ہے۔ بعضے مفسروں نے اس سورہ کی تفسیر میں شہر ارم کا جو قصہ لکھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ معاویہ کے زمانہ میں عبداللہ بن قلابہ ایک شخص نے اوس شہر کو جا کر دیکھا ہے اس قصہ کی سند صحیح نہیں ہے اور معتبر مفسرین نے اس قصہ کو نامعتبر ٹھہرایا ہے صحیح تفسیر یہی ہے کہ عاد بن ارم عاد اولے حضرت ہود کی امت کا نام ہے۔ غرض ارم قبیلہ کا نام ہے کسی شہر کا نام نہیں ہے عاد اولے اسی قبیلہ ارم کو کہتے ہیں اور عاد ثانی ثمود کو اور یہ دونو ارم کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں۔ واللیل اذا یسر کا یہ مطلب ہے کہ جب کچھ رات آجاوے۔ حجر کے معنے عقل کے ہیں۔ ذات العماد سے مراد دراز قد ہے کیونکہ اونہیں ہر شخص بارہ گز کے قد کا ہوتا تھا۔ ابی بن کعب کی قرأت میں لم یخلق مثلہم فی البلاد اسکے موافق لم یخلق مثلہا فی البلاد کے معنے یہ ہیں کہ قبیلہ ارم کے مانند کوئی قبیلہ قوت اور زور میں پیدا نہیں ہوا۔ یا عماد کے معنے اون ستون اور منارہ کے ہیں جو یہ لوگ بلند مقاموں پر اپنے نام کے لیئے بناتے تھے اس صورت میں لم یخلق مثلہا فی البلاد کے معنے یہ ہونگے۔ کہ اس قبیلہ جیسے مضبوط ستون اور منارے کسی شہر میں کسی قوم نے نہیں بنائے۔ ثمود حضرت صالح کی قوم کا نام ہے یہ لوگ سنگتراشی کے بڑے ماہر تھے پتھروں کو تراش تراش کے انہوں نے بہت سی عمارتیں بنائیں۔ وادی سے مراد وادی القریٰ ہے جو ملک شام کیطرف ہے۔ فرعون بڑا صاحب لشکر تھا خیموں کی میخیں کثرت سے اوسکے لشکر کے ساتھ رہتی تھیں اسلئے اوسکو میخوں والا فرمایا۔ سخت آندھی سے عاد اور سخت آواز سے ثمود کو اللہ تعالے نے غارت کیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے ڈوب کر مرا ان عذابوں کو کوڑا اسلئے فرمایا کہ گویا بہ نسبت عذاب آخرت کے یہ عذاب ایسے ہیں کہ جسطرح کسیکو چند کوڑے مار دے اوپر کی قسموں کے بعد جو کچھ فرمایا اوسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا عمل اللہ کی نگاہ میں ہے جسطرح ان پچھلی قوموں کی سرکشی اون کے آگے آئے قریش اگر اپنی کرتوتوں سے باز نہ آئے تو ایکدن یہی نتیجہ اون کے آگے آنے والا ہے اور قریش کے صاحب عقل لوگوں کے لئے یہ فہمایش ایسی یقینی ہونی چاہیے کہ اس سے بڑھ کر کوئی یقینی بات ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ اللہ نے اس مطلب کو قسم کھا کر فرمایا ہے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی ہے لیکر فتح مکہ تک قریش کے نافرمان لوگوں کے سامنے جو آیا وہ ظاہر ہے ✦

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا
سو آدمی جو ہے جب جانچے اُسکو رب اُسکا پھر اُسکو عزت دی اور اُسکو نعمت دی تو کہے میرے رب نے مجکو عزت دی اور وہ

مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ
جبوقت اُسکو جانچے پھر کھنچ کرے اُسپر روزی کی تو کہے رب نے مجکو ذلیل کیا کوئی نہیں پر تم عزت نہیں کرتے یتیم کی

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ
اور تاکید نہیں رکھتے آپسمیں محتاج کی کھانے کی اور کھاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر ملا اور پیار کرتے ہو مال کو

حُبًّا جَمًّا ۝
جی بھر کر

اوپر کی آیتوں میں قریش کی طرح طرح کرشی کے سبب سے عاد و ثمود فرعون کی ہلاکت کا قصہ اون کے راہ راست پر آنے کے لئے ذکر فرمایا تھا۔ اِن آیتوں میں ارشاد ہے کہ اِن لوگوں کو قیامت کا انکار ہے اسلئے عقبے کی بھلائی بُرائی کو تو یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں فقط دنیا کی زیست پر ان کے سب کاموں کا مدار ہے جسکے سبب سے انکا یہہ خیال ہے کہ دنیا میں جو کوئی آسودہ حال ہے اوسپر خدا مہربان ہے اور اوسکی عزت خدا کو منظور ہے اور جو کوئی دنیا میں تنگ حال ہے اوس سے خدا ناخوش ہے اور اوسکی ذلت خدا کو منظور ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بات یوں نہیں جیسے انکا خیال ہے یہ اسلئے فرمایا کہ ابھی فرعون کا قصہ جو انکو سنایا مثلاً اوسمیں فرعون کی آسودہ حالی کو اور اوسپر جو عتاب الٰہی ہوا اوسکو یہہ لوگ یاد کریں تو اونکو معلوم ہوجاویگا کہ دنیا کی آسودہ حالی خدا کے نزدیک کچھہ ایسی قدر کی چیز نہیں ہے کہ جسپر وہ مہربان ہو اوسیکو آسودہ حالی دیوے۔ بلکہ آسودہ حالی اور تنگ حالی یہہ خدا کی ایک مصلحت ہے جسکا حال اوسیکو معلوم ہے اوپر گذر چکا ہے کہ قریش میں یہہ ایک دستور تھا کہ وہ مردہ کے مال میں سے یتیم نوعمر لڑکوں اور عورتوں کو کچھہ حصہ نہیں دیتے تھے۔ اسیواسطے آسودہ حالی اور تنگ حالی کے تذکرہ میں یہہ بھی قریش کی مذمت فرمائی۔ کہ یہہ لوگ دنیا کی آسودہ حالی کو ایسا عزیز جانتے ہیں کہ یتیموں کا حق مار کر مردہ کا سب مال وبار کہنے کا دستور اور محتاج کو ایک ٹکڑا روٹی کا نہ دینے کا دستور اونہوں نے نکال رکھا ہے۔ غرض قریش کے اوس غلط خیال کے جواب کا حاصل یہہ ہے کہ دنیا کی آسودہ حالی تو کچھہ خدا کی مہربانی کا سبب نہیں بلکہ دنیا کے آسودہ حال لوگوں کا اسطرح کا برتاؤ جیسا کہ تم لوگوں کا ہے۔ اور اوسکا خدا کی خفگی کا سبب ہے ۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ
کوئی نہیں جب پست کرے زمین کو کوٹ کوٹ کر اور آوے تیرا رب اور فرشتے آویں قطار قطار اور لائے اُسدن

بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ
دوزخ کو اُسدن سوچے آدمی اور کہاں ملے اُسکو سوچنا کہے کسیطرح میں کچھ آگے
لِحَيَاتِيْ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝ يٰٓاَيَّتُهَا
بھیجتا اپنے جیتے پھر اُسدن مارنے اُس کی سی مار کوئی اور باندھنے اُسکا سا باندھنا کوئی اے جی
النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝
چین پکڑے پھر چل اپنے رب کیطرف تو اُس سے راضی وہ تجھسے راضی پھر مل میرے بندوں میں
وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝
اور پیٹھ میرے بہشت میں

قیامت کے انکار کے سبب سے قریش طرح طرح کی نافرمانی جو کرتے تھے اوس کے انجام سے ڈرانے کے لئے اوپر کی آیتوں میں انکو عاد ثمود اور فرعون کی ہلاکت اور تباہی کا قصہ سنایا گیا تھا اوس کے بعد ان آیتوں میں قیامت کا ذکر فرمایا کہ نافرمان لوگوں کو معلوم ہوجاوے کہ اگر کوئی نافرمان دنیا کے عذاب سے بچ بھی جاوے تو اوسکو یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ بچ گیا۔ کیونکہ اصل سزا جزا کی جگہ دنیا نہیں ہے اصل سزا وجزا کے لئے دنیا کے ختم کے بعد قیامت کا دن ہے جسمیں وہ فیصلہ کیا جاویگا جسکا آگے ذکر ہے زمین کا جو حال ان آیتوں میں ہے وہ دوسرے صور کے وقت کا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اوس نئی زمین میں کوئی بلندی کی چیز نہوگی۔ بلکہ پہاڑوں ٹیلوں اور عمارات ان سب بلندی کی چیزوں کو کوٹ کر پست کردیا جاوے گا جس سے کل زمین پست ہوجاوے گی اور اس سبب سے اوس سے تک ایک میدان نکل آویگا محشر کے طرح طرح کے انتظام کے لئے فرشتوں کے زمین پر اوترنے کا ذکر اوپر گذر چکا ہے ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ کے زمین پر نزول فرمانے کا جو ذکر ہے اوسکا اور صحاح کی حضرت ابوہریرہ کی حدیث کا مضمون ایک ہی ہے۔ فرق اتنا ہی ہے کہ اوس حدیث سے پچھلی رات کے وقت ہر شب کو اللہ تعالےٰ کا اول آسمان پر نزول فرمانا اور حاجتمندوں کی دعا اور گنہگاروں کی توبہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے اور یہاں لوگوں کے حساب وکتاب کے لئے میدان محشر میں اللہ تعالےٰ کا نزول فرمانا ثابت ہوتا ہے جسوقت تمام دنیا کے لوگ میدان محشر کی گرمی اور پسینے سے گھبراویں گے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس حساب کتاب کی جلدی شروع ہوجانیکی شفاعت بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کی خواہش ان انبیاء سے کرینگے اور سب انبیاء اس شفاعت سے انکار کرینگے۔ آخر خاتم النبیین حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس شفاعت کا اقرار اہل محشر سے کرینگے اور اپنے اوس اقرار کے موافق بارگاہ الٰہی میں شفاعت بھی فرمادینگے۔ آپکی شفاعت قبول ہوکر اوسوقت خلائق کے حساب وکتاب کے لئے اللہ تعالےٰ کا میدان محشر کا یہ نزول ظہور میں آوے گا۔ جسکا یہاں اور سورہ بقر میں اور آیتوں اور حدیثوں اور آثار صحابہ میں تفصیل سے ذکر آیا ہے اور سورہ آل عمران میں آیات متشابہات کی بحث جو

گذری ہے اوسمیں یہ بیان ہوچکا ہے کہ سلف کا مذہب ہر طرح آیتوں اور حدیثوں کے باب میں یہی ہے کہ بغیر تشبیہ کے اونکے مضمون پر مسلمان آدمی کو ایمان لانا اور ان معنے کی کیفیت کو اللہ تعالے کے علم پر سونپنا چاہیئے۔ اور اسیطرح کی آیتوں اور حدیثوں کے معنے میں تاویل کرنے کو ایک امر خلاف سلف خیال کرنا چاہیئے۔ میدان محشر میں و دوزخ کے لائے جانیکا ذکر اوپر گذر چکا ہے اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ اوسوقت انسان اپنے کئے پر پچھتاویگا لیکن اوسوقت کا پچھتانا اوسکو کچھ فائدہ نہ دیوے گا اوسوقت تو اسیقدر فیصلہ ہوجاویگا کہ جو لوگ عقبے کی باتوں پر یقین اور طمینان رکھتے تھے جس یقین اور طمینان کے سبب سے اونہوں نے جہانتک ہوسکا اپنی عقبے سنواری۔ اونکو جنت اور جو اون کے برخلاف تھے اونکو دوزخ کا حکم ہوجاویگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور اور سلف نے نفس مطمئنہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان اور آخرت کی باتیں منافقوں کی طرح اوپری نہوں بلکہ خوب جمی ہوئی ہوں اور آخرت کی ہر ایک بات پر اسکو پورا یقین ہو ایسے ہی نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں طبرانی وغیرہ میں سعید بن جبیر اور عکرمہ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس کا طائف میں انتقال ہوا اور لوگ اون کو دفن کرنے لگے تو ایک نئی صورت کا جانور آنکر حضرت عبداللہ بن عباس کی لاش میں سماگیا۔ اور جب اونکی لاش پر لوگ مٹی ڈالنے لگے تو قبر کے اندر سے اس آیتہ کے پڑھنے کی آواز آئی اوپر گذر چکا ہے کہ اچھے لوگوں کو قبض روح اور دفن اور قبر سے اوٹھنے کے وقت اور قیامت کے دن فرشتے نجات کی خوشخبری دیونگے اس لیئے یہ خوشخبری کا فرشتہ تھا جو جانور کی صورت میں لوگونکو نظر آیا +

منزل ۷

سورۃ البلد مکیۃ ۲۰ — بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ — وھی عشرون اٰیۃ

یہ سورۃ مکی ہے — شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے — اور اسکی بیس آیتیں ہیں

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تجھکو قید نہ رہے گی اس شہر میں اور تجھتے کی اور جو جا جنے بنایا

الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۗ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۘ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۗ

آدمی کو محنت میں کیا خیال رکھتا ہے وہ کہ اوسپر بس نہ چلے گا کسیکا کہتا ہے میں نے کھپایا مال ڈھیروں

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۘ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۙ وَ

کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہیں کسینے بھلا بنے نہیں دیں اسکو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ اور

هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۚ

سوجھا دیں اوسکو دو کھلی ٹیکاں

شروع سورۃ میں جس بات پر اللہ تعالی نے قسم کھائی ہے وہ یہی بات ہے جو ان آیتوں میں آگے فرمائی۔ تجھکو قید نہ رہیگی کا

مطلب یہ ہے کہ مکہ میں یہ جو قید ہے کہ وہاں لڑائی منع ہے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اے نبی اللہ کے تمکو تھوڑی دیر کے لئے وہاں لڑائی حلال ہو جاوے گی۔ ہجرت سے پہلے اس مکی سورۃ میں اللہ کا یہہ ایک وعدہ تھا جسکو فتح مکہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے پورا کیا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تھوڑی دیر کے لئے مجھکو مکہ میں لڑنا حلال کر دیا تھا۔ اسکے بعد مکہ میں بدستور لڑائی کی ممانعت ہے اب جس بات کو قسم کھا کر اللہ تعالےٰ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ انسان ایک محنت اور مشقت کی حالت میں ہمیشہ ہے علماء نے لکھا ہے کہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو ماں کے پیٹ سے لیکر مرتے دم تک کوئی وقت انسان کا محنت اور سختی سے خالی نہیں ہے بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ماں کے سونے اور لیٹنے کے وقت ایک فرشتہ اوس بچہ کا سر اونچا کر دیتا ہے۔ تاکہ ماں کے لیٹنے کے وقت ماں کے سارے جسم میں خون جو دوڑتا ہے وہ خون بچہ کی ناک اور منہ میں جمکر کر بچہ مر نہ جاوے پھر پیدا ہونے کے وقت جو سختی ماں اور بچہ پر گذرتی ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اسیطرح پیدا ہونے کے بعد بچپنے میں جوانی میں بڑھاپے میں دکھہ درد طرح طرح کا رنج و غم۔ ہر ایک کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ تفسیر کلبی میں لکھا ہے کہ مشرکین مکہ میں ایک شخص ابوالاشد بڑا شہ زور تھا اونٹ کی کھال پر کھڑا ہو جاتا تھا۔ دس اوس آدمی اوس کھال کو کھینچتے تب کھال پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے اُڑ جاتی تھی۔ مگر اوسکا قدم تک کھال پر سے نہ ٹوٹتا تھا جب سورہ مدثر کی یہ آیت اوتری کہ دوزخ کے خازن اونیس فرشتے ہیں تو اُسی شخص نے کہا تھا کہ ان فرشتوں کو تو میں اکیلا کافی ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شخص بڑی عداوت رکھتا تھا۔ اسی شخص کی شان میں اللہ تعالےٰ نے یہہ آیتیں نازل فرما کر اوسکو اور اوسکی طرح اور جو لوگ اپنی جسمانی قوت یا مالی ثروت پر اتراتے ہیں اونکو نصیحت فرمائی ہے کہ انسان کیحالت اترانے کی نہیں ہے بلکہ جو بلائیں انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں اونکو اگر ہر انسان دیکھے تو انسان کی حالت پچتانے کی ہے اور جس اللہ تعالےٰ نے انسان کے خلاف مرضی انسان کے پیچھے اسقدر بلائیں لگا کر انسان کو پیدا کیا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ منکرین حشر کی خلاف مرضی اون کے مر جانے کے بعد ان منکروں کو پھر پیدا کرے اور ان سے ذرہ ذرہ کا حساب لیوے دو گھاٹیوں کی تفسیر وہی ہے جو صحیح مسلم میں ابومالک اشعری کی حدیث میں ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ ہر روز صبح اوٹھکر لوگ دو طرح کے کام کرتے ہیں کوئی ایسا کام کرتا ہے جو عقبے میں نجات کا سبب ہے اور کوئی اوس کے برخلاف کام کرتا ہے زمانہ جاہلیت میں لوگ دنیا کے نام کے لئے ہزار ہا روپے خرچ کر کے اوسپر بڑا فخر کرتے تھے اوسکو فرمایا کہ کوئی یہہ نہ جانے اللہ لوگوں کے ایسے بیجا اخراجات سے غافل ہے نہیں نہیں۔ ایک دن ان سب اخراجات کا حساب گا ✦

منزل ۷

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ

سو نہ چڑھ سکا گھاٹی پر اور تو کیا بوجھا کیا ہے وہ گھاٹی چھڑانا گردن کا یا کھلانا بھوک کے دن میں

ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
بن باپ کے رشتہ کو جو ناتے دار ہے یا محتاج کے رشتہ کو جو خاک میں لوٹتا ہو پھر ہوا ایمان پر لوگوں میں
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا
جو تقید کرتے ہیں سہارنے کا اور تقید کرتے ہیں رحم کھانے کا یہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے اور جو منکر ہوئے
بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝ ع ۱
ہماری آیتوں سے وہ ہیں کمبختی والے اُنہیں کو آگ میں موندا ہے۔

عقبہ پہاڑ کی اوس گھاٹی کو کہتے ہیں جس سے گذرنا مشکل ہو اور اقتحام کسی کام میں جان جھونکر پڑنے کو کہتے ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ نیک کام کرنا ایسا مشکل ہے جسطرح کسی دشوار گزار گھاٹی سے گذرنا مشکل سے ہوتا ہے اسکے بعد نیک کاموں سے غلام کے آزاد کرنے اور بھوکے کو کھانا کھلانے کو مثال کے طور پر بیان فرمایا ہے صحیح حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ غلام کے آزاد کرنے میں غلام کے ہاتھ پاؤں اسیطرح ہر ایک عضو کی آزادی کا یہ اجر ہے کہ آزاد کرنے والے شخص کے سب اعضا دوزخ کی آگ سے آزاد اور بری ہو جاتے ہیں اسیطرح بھوکے کو کھلانے کا اجر ہے صحیح حدیث میں ہے کہ اطعموا الطعام وتدخلوا الجنة بسلام جسکا مطلب یہ ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بے کھٹکے جنت میں چلے جاؤ لیکن ان نفلی کاموں کے ثواب کی توقع جب ہے کہ آدمی کے دل میں عقبے کی سزا جزا کا پورا یقین اور ہر ایک نفلی عمل شریعت کیموافق اور ادائے فرایض کے بعد ہو اور آدمی دنیا کے دکھاوے کا کچھ دخل نہو ورنہ اسکے برخلاف نیک عملوں کا حال سورہ فرقان میں گذر چکا ہے کہ قیامت کے دن وہ ایسے اوڑ جاوینگے جسطرح ہوا میں ریت اوڑ جاتی ہے اسیطرح ان نفلی عملوں کے ذکر کے بعد فرمایا ثم کان من الذین آمنوا وتواصوا بالصبر جسکا مطلب یہ ہے کہ ایسے نفلی کاموں کا کرنے والا ایماندار ہو اوس کے دل میں کسی شرک وبدعت ویا کاری کا خیال نہو کہ یہہ باتیں ایمانداری سے بعید ہیں اور وہ ایسے لوگوں میں سے بھی ہو جنہیں ادائے فرایض کی تکلیف پر صبر وتحمل کی تقید ہو کیونکہ جسکے ذمہ ترک فرائض پر مواخذہ ہے اوسکی نجات فقط نفلی عملوں سے مشکل ہے پھر فرمایا وتواصوا بالمرحمہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص ایسے لوگوں میں سے بھی ہو جنکی عادت خلق اللہ سے شفقت کے ساتھ برتاؤ رکھنے کی ہے یہہ اسلئے فرمایا کہ خلق اللہ کے ساتھ جو لوگ ظلم وزیادتی کا برتاؤ رکھتے ہیں اونکی نیکیاں قیامت کے دن ظلم وزیادتی کے بدلہ میں مظلوم لوگوں میں بٹ جاوینگی۔ چنانچہ ابوہریرہ کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے اس باب میں اوپر گذر چکی ہے پھر فرمایا جو اعتقاد اور عمل میں اس کے برخلاف ہیں انکا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ابصاد کے معنے بند کر دینے کے ہیں اسلئے نار موصدہ کے یہ معنے ہیں کہ اوس آگ سے نکل بھاگنے کا راستہ

ہر طرف سے بند ہے

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّیَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَهِیَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰیَةً
اور ہیں پندرہ آیتیں

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝
قسم ہے سورج کی اور اُسکے دھوپ پڑنے کی اور چاند کی جب اُسکو روشن کرے اور دن کی جب اُسکو روشن کرے اور رات کی جب اُسکو ڈھانک لیوے

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا
اور آسمان کی اور جیسا اُس کو بنایا۔ اور زمین کی اور جیسا اُسکو پھیلایا اور جی کی اور جیسا اُسکو ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اوسکو

فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝
ٹھٹائی کی اور بچ کر چلنے کی مراد کو پہنچا جسنے اوسکو ستھرا کیا اور نامراد ہوا جسنے اُسکو خاک میں ملایا

اِس سورۃ میں قسم کہا کر جو بات اللہ تعالےٰ نے فرمائی اوسکا حاصل یہ ہے کہ علم الٰہی کے موافق جو لوگ دُنیا میں نیک اور عقبےٰ میں جنت کے قابل ٹھہر چکے ہیں اُنکا دل اکثر نیک کام کی طرف دوڑتا ہے اور اللہ کی طرف سے بھی اونکو نیک کام کی توفیق ہوتی ہے۔ اسیطرح جو لوگ علم ازلی میں بدقرار پا چکے ہیں اُنکا دل ہمیشہ بدکام کیطرف دوڑتا ہے اور اسیطرح کے اسباب بھی اون کے لئے دنیا میں پیدا ہوکر پھر حکم الٰہی کی کسی نصیحت کا اثر اون کے دل پر نہیں ہوتا۔ غرض جسطرف انسان کا دل دوڑتا ہے دنیا عالم اسباب میں ویسا ہی سبب خدا کی طرف سے موجود ہوجاتا ہے اسیکو اِس آیۃ میں جی میں ڈالنا فرمایا ہے۔ اگرچہ بعضے مفسروں نے اِس آیۃ کی تفسیر اور طرح بھی کی ہے لیکن صحیح مسلم۔ اور مسند امام احمدؒ کی حضرت عمران بن حصین کی روایۃ میں خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اِس آیۃ کی تفسیر کی ہے۔ اوسکا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اسواسطے جن مفسروں نے اِس صحیح حدیث کے موافق تفسیر کی ہے وہی صحیح ہے صحیح مسلم مسند امام احمد نسائی مصنف ابن ابی شیبہ کی حضرت زید بن ارقم کی اور مسند امام احمد کی حضرت عائشہ کی روایۃ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ تو میرے دلکو پرہیزگاری کی خواہش نصیب کر اور میرے دلکو بُری خواہش سے پاک کردے یا اللہ تجھہ سے بہتر کوئی انسان کے دل کا پاک کرنے والا نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی اِس آیۃ کی اوسی تفسیر کے موافق ہے جو تفسیر اوپر بیان کی گئی ہے۔ اِن آیتوں اور حدیثوں سے اگرچہ بعضے علماء نے یہہ بات نکالی ہے کہ ہر ایک شخص کے نیک و بد عمل دیکھہ کر دنیا میں ہی یقینی طور پر جنتی اور دوزخی کو پہچانا جاسکتا ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ نیک عمل ایک ظاہری علامت نیک ہونے کی ہے رہیں یہ باطنی باتیں کہ کس شخص کا خاتمہ نیک ہوگا۔ اور کونسا عمل ریا سے پاک ہونے اور نیت کے خالص ہونے اور شریعت کے قاعدہ کیموافق صحیح ہونے کے سبب سے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگیا اور کونسا عمل مقبول نہیں ہوا اسکا علم اللہ تعالےٰ کو ہے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قضا و قدر کا مسئلہ صحابہ کے روبرو بیان فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا تھا۔ کہ حضرت جب جنتی اور دوزخی پہلے ہی قرار پا چکے تو اب ہم نیک عمل کیوں کریں جس فریق میں ہماری گنتی ہوچکی ہے اوسی فریق میں ہمارا انجام ہوجائیگا

منزل ۷

آپنے فرمایا نہیں تم نیک عمل کی کوشش کرے جاؤ جس انجام کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہر ایک شخص کو پیدا کیا ہے وہ خواہ مخواہ اوسی ڈھنگ پر لگ جاتا ہے حاصل آپکے جواب کا یہہ ہے کہ بندہ کو بندگی کرنی چاہیئے تاکہ سرکشی ثابت ہو۔ رہی یہہ بات کہ وہ بندگی مولا کی مرضی کے موافق ہے یا اوس بندگی کے ظہور میں آنے سے پہلے مولا نے جن بعضے غلاموں کو ایک اپنے اندازہ سے فرمانبردار غلاموں میں لکھہ لیا ہو۔ وہ کون سے غلام ہیں۔ اوسکا حال اللہ کو ہی معلوم ہے جو آدمی کے قیاس سے باہر ایک بات ہے پھر ایسی قیاس سے باہر ایک بات کی بنیاد پر جو بندہ اپنے آقا کی بندگی چھوڑے گا وہ فرمانبردار غلام کیونکر کہلا سکتا ہے ہاں ظاہری چند روزہ فرمانبرداروں اور مرتے دم کے فرمانبردار دونکو اللہ تعالےٰ نے اپنے اندازہ سے جان لیا ہو اسلئے آخر کو ہر شخص اوسی اندازہ کے ڈھنگ سے جا لگتا ہے۔ اور یہہ ڈھنگ ایک غیب کی بات ہے۔ بغیر آخری وقت کے ظہور میں نہیں آسکتی +

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ

جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے جب اُٹھہ کھڑا ہوا اونمیں کا بڑا بدبخت پہر کہا اُنکو اللہ کے رسول نے خبردار ہو اللہ کی اونٹنی سے

وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝

اور اسکے پینے کی باری سے پہر اُنہوں نے اوسکو جھٹلایا پہر کاٹ ڈالی پہر اُلٹ مارا اُن پر اون کے رب نے اُن کے گناہ سے پہر برابر کر دیا

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

اور وہ نہیں ڈرتا کہ پھر کیا کرینگے

منزل ۷ ع ۱۰ ۱۶

یہ اونٹنی کا قصہ تفصیل سے سورہ اعراف میں گذر چکا ہے حاصل اِس قصہ کا یہہ ہے کہ ثمود نے حضرت صالح سے ایکدن پہاڑ میں سے ایک حاملہ اونٹنی کے پیدا ہونے کا معجزہ چاہا اور حضرت صالح کی دعا سے حاملہ اونٹنی پیدا ہوئی اور پہر اُسکے پیٹ سے بچہ بھی پیدا ہوا۔ ثمود کے شہر میں پانی کی کشش تھی اسواسطے حضرت صالح نے یہ بات ٹہرا دی تھی کہ ایک روز وہ اونٹنی پانی پیا کرے اور ایک روز لوگوں کے جانور پیا کریں جس کنوئیں سے یہ اونٹنی پانی پیتی تھی اوسکا نام ثمود نے اونٹنی والا کنواں رکھدیا تھا۔ حضرت صالح نے باری جو ٹہرائی تھی اِسی باری کے دن اسطرح کی شرارت کرنے سے حضرت صالح نے ثمود کو ڈرایا ہے جسکا اِن آیتوں میں ذکر ہے۔ اوس باری کیموافق جسدن اونٹنی اوس کنوئیں سے پانی پیتی تھی تو کنوئیں کا سب پانی پی لیتی تھی اِسی سبب سے اوس محلہ کے لوگ اونٹنی کو بُری نظر سے دیکھنے لگے آخر نتیجہ یہہ ہوا کہ نو آدمیوں نے ایکا کر کے اوس اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ اوس اونٹنی کی ہلاکت کے بعد اوسکا بچہ پہاڑ میں جا کر غایب ہو گیا ایک شخص قدار بن سالف اِن نو آدمیوں کا بڑا سرغنہ اور ثمود میں بڑا شریر آدمی تھا اور اِسی نے پہلا وار اوس اونٹنی پر کیا صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن زمعہ کی روایت سے یہ لفظ آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ایک خطبہ میں فرمایا کہ ایک شریر آدمی نے اونٹنی کو ہلاک کیا وہ شریر آدمی بھی قدار بن سالف تھا اس اونٹنی کی ہلاکت کے تین روز کے بعد زمین میں زلزلہ آیا۔ اور آسمان سے ایک سخت آواز آئی جس سے سوا حضرت صالح اور اون کے ساتھیوں کے۔ اور سب مخالف غارت ہوگئے ولایخاف عقبٰہا کا مطلب یہ ہے کہ جسطرح دنیا کے بادشاہ کسی زبردست قوم پر ہاتھہ ڈالنے میں پس و پیش کرتے ہیں اللہ ایسا زبردست ہے کہ ایکدم جو چاہے کر دیوے۔ اوسکو دنیا کے بادشاہوں کی طرح کسی پس و پیش کی پروا نہیں +

سورۃ اللّیل مکیۃ یہ سورۃ مکی ہے	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وھی احدٰی وعشرون ایۃ

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ۝ إِنَّ سَعْيَكُمْ

قسم ہے رات کی جب چھا جاوے اور دن کی جب روشن ہو اور اس کی جو اُن نے پیدا کئے نر اور مادہ تمہاری کمائی

لَشَتّٰى ۝ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ۝ وَأَمَّا مَنْ

بھانت بھانت کی ہے سو جسنے دیا اور ڈر رکھا اور سچ جانا بھلی بات کو تو اسکو ہم سہج سہج پہنچا دینگے آسانی میں اور جسنے

بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدّٰى ۝

نہ دیا اور بے پروا رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اسکو ہم سہج سہج پہنچا دینگے سختی میں اور کام نہ آویگا اسکو مال اسکا جب گڑھے میں گر چکیگا

منزل ۷

رات کے اندھیرے اور دن کے اوجالے اور حضرت آدم و حوا اسیطرح اُن کی اولاد میں مرد و عورت کے پیدا کرنے کی قسم کہا کر اللہ نے جو فرمایا اوسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں لوگوں کے عمل مختلف ہیں کوئی عقبے میں نیک کام کا بدلہ پانے کے یقین اور اسی نیت سے اچھے کام کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنی نیکی کا پورا ثمرہ عقبے میں بھی پاوے گا اور دنیا میں بھی ایسے شخص کو دن بدن نیکی کی توفیق اللہ کی طرف سے دیجاتی ہے۔ اور کوئی عقبے کی جزا کے انکار کے سبب سے نیک کاموں کیطرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ نیک کاموں کے کرنے سے بے پروائی ظاہر کرتا ہے ایسا شخص اپنا کیا عقبے میں بھگتے گا۔ اور دنیا میں جبراً اللہ تعالےٰ اوسکو راستہ پر لانے کی پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ اسطرح مجبوری کی حالت میں نیک و بد کا وہ امتحان باقی نہیں رہتا جسکے لئے یہہ دنیا پیدا کی گئی ہے حاصل کلام یہہ ہے کہ ہر ایک کام کا نتیجہ جی میں خوب جم جانے سے آدمی کو وہ کام سہل ہو جاتا ہے۔ اس لئے دنیا کے عملوں کے نتیجہ کے طور پر عقبے کی سزا جزا کا یقین جن لوگوں کے دلمیں خوب جم گیا ہے اونکو صدقہ خیرات اور ہر طرح کے نیک کام عقبے کے ثواب کی امید پر سہل معلوم ہوتے ہیں اور جو لوگ عقبے کے ثواب کے ہی منکر ہیں اونکو بغیر کسی امید کے ہر ایک نیک کام مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اور جبراً اس مشکل کو حل کر دینا انتظام الٰہی کے خلاف ہے یہہ انتظام وہی ہے جسکا ذکر آیۃ الادی قدر فھدی کی تفسیر میں گذر چکا پھر فرمایا کہ جس مال کی نعمت کے سبب سے لوگ صدقہ خیرات میں بخل کرتے ہیں وہ مال قبر میں اُنکے ساتھہ نہ جاویگا۔ اور اسی بیجا بخل کے سبب سے جب یہ لوگ دوزخ میں جا پڑینگے تو یہ مال اُن کے کچھہ کام نہ آویگا۔ غرض مال کی

الفت اونہی کی سچی ہے جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتے ہیں اور ایک ایک کے دس یا سات سو کے نفع سے وہ دنیا سے اوٹھتے وقت اپنا مال اپنی ساتھ لیجاتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے مال کی تین حالتیں ہیں جو آدمی نے کھانے پینے میں صرف کیا تو وہ گیا گذرا اور جو مرتے وقت چھوڑ گیا وہ دوسروں کا ہے ہاں جو کچھہ اللہ کے نام پر دیا وہ مع نفع کے خدا کے خزانہ میں جمع ہے ✤

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝ لَا يَصْلَاهَا

ہمارا ذمہ ہے سو جما دینا اور ہمارے ہاتھہ ہے پچھلے اور پہلے سو میں سنا دی تمکو خبر ایک بھبکتی آگ کی اُسمیں ہی بیٹھیگا

إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ

جو بڑا بدبخت ہے جسنے جھٹلایا اور منہہ موڑا اور بچا دینگے اُس سے بڑے ڈرو الیکو جو دیتا ہے اپنا مال پاک کرنے کو

وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝

ع ۱ ۲۱ ۱۷

اور نہیں کسیکا اسپر احسان جسکا بدلا دے مگر چاہ کر مونہہ اپنے رب کا جو سب سے اوپر اور آگے وہ راضی ہوگا

مستدرک حاکم مسند بزار تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اون کا حاصل یہہ ہے کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ اور زنیرہ وغیرہ یہہ سات شخص لونڈی غلام ایسے تھے جو اسلام لے آئے تھے اور وہ مشرک لوگ جنکے یہ لونڈی غلام تھے ان پر روز طرح طرح کی سختی اور مار پیٹ کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے ان ساتوں مرد و عورتوں کو اون کے مشک آقاؤں سے خرید کیا اور ساتوں شخصوں کو آزاد کر دیا حضرت ابوبکر صدیق کے باپ ابوقحافہ نے ایک روز حضرت ابوبکر صدیق سے کہا کہ تمکو غلام اگر آزاد کرنے منظور تھے تو ایسے قوی لوگ آزاد کئے ہوتے جو وقت پڑے پر تمہاری کچھہ مدد کر سکتے ان عورتوں کے آزاد کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جواب دیا میں نے جو کچھہ کیا ہے وہ عاقبت کے فائدہ کے لئے کیا ہے اوس پر اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتیں لایصلاہا سے آخر سورہ تک نازل فرمائیں بعضے مفسروں نے اور شان نزول جو ان آیتوں کی بیان کی ہے اوسکی سند قوی نہیں ہے یہ جو فرمایا کہ بڑا بدبخت دوزخ میں جاویگا۔ مرجیہ فرقہ کے علماء نے اس سے یہہ مطلب نکالا ہے کہ بڑے بدبخت مشرک لوگ ہیں وہی دوزخ میں جاوینگے۔ کوئی کلمہ گو گنہ گار دوزخ میں نہ جائیگا یہ مطلب قرآن اور حدیث کے مخالف ہی فقط قرآن میں منافق لوگوں کے دوزخ میں جانے کا ذکر ہے صحیح حدیثوں میں کلمہ گو ایماندار گنہگاروں کا دوزخ میں جانے اور جس کے دیس ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا شفاعت کے سبب سے پھر اوس کے نکلنے کا ذکر ہے۔ لیکن سوا مشرکوں کے اور کلمہ گو گنہگار لوگ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہوینگے دوزخ ہمیشہ کے لئے اصلی ٹھکانہ مشرکوں کا ہی ہوگا اس سے اس آیت میں فقط مشرکوں کا ذکر فرمایا ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ جو ہمیشہ دوزخ میں رہینگے وہ لوگ بڑے بدبخت ہیں ان علینا للھدی سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا آسمان سے کتابیں نازل فرما کر

منزل ۷

رسولوں کو بھیجکر فرمان برداری اور نافرمانی کی سب باتیں ہر ایک زمانہ میں بتلا دیں اور اس اپنے وعدہ کو اچھی طرح پورا کر دیا اب آدمی اپنے اختیار سے جو کچھ کریگا اوسی پر سزا و جزا کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا لیکن اس فیصلہ سے پہلے یہ بموجب علم الٰہی میں دنیا کے پیدا کئے جانے سے پہلے قرار پا چکا ہے کہ دنیا کے پیدا کئے جانے کے بعد باوجود آسمانی کتابیں نازل ہونے اور رسولوں کے سمجھانے کے ایسے بدبخت لوگ بھی دنیا میں ہونگے کہ وہ آسمانی کتاب اور اللہ کے رسول کیسکو نہ مانیں گے اور آخر دوزخ میں جاوینگے وانا للہ والا اولیٰ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دونو اللہ کے اختیار اور تصرف میں ہیں آدمی کو دین و دنیا کی ہر ایک طرح کی حاجت روائی کی خواہش اللہ سے کرنی چاہیئے کہ یہ تقوے کا بڑا جز ہے نارا لفظے کے معنے خوب دھکتی آگ +

سُوْرَةُ الضُّحٰی وَهِیَ مَکِّیَّةٌ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ — اِحْدٰی عَشْرَةَ اٰیَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالضُّحٰی ۝ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ

قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جبکہ چھا جاوے نہ رخصت کیا تجکو تیرے رب نے نہ بیزار ہوا اور البتہ پچھلا بہتر ہے تجکو

الْاُوْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۝ وَوَجَدَكَ

پہلے سے اور آگے دیگا تجکو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا بھلا نہ پایا تجکو یتیم پھر جگہ دی اور پایا تجکو

ضَآلًّا فَهَدٰی ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۝ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ

بھٹکتا پھر راہ سوجھائی اور پایا تجکو مفلس پھر غنی کیا سو جو یتیم ہو اسکو نہ دبا اور جو مانگتا ہو

فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

اوسکو نہ جھڑک اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر

منزل ۷ ع ۱۸

اگرچہ مفسروں نے اس سورۃ کی شان نزول میں طرح طرح کی باتیں لکھی ہیں سب سے زیادہ صحیح شان نزول وہی ہے جسکا ذکر صحیحین کی جندب کی روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے مکہ میں کچھ بیمار ہو گئے تھے اس بیماری کے سبب سے دو تین راتوں تک آپ تہجد کی نماز کو نہیں اوٹھے یہ دیکھکر ام جمیل ابولہب کی بی بی نے کہا کہ محمد کے رب نے محمد کو چھوڑ دیا اسنے اونہوں نے رات کو اوٹھنا بند کر دیا۔ ام جمیل کی اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے آپکا رنج رفع ہو جانے کی غرض سے یہ سورۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے نبی اللہ کے نہ اللہ نے تجکو چھوڑ دیا ہے نہ وہ تجسے کچھ خفا ہے پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کا رنج رفع کرنے کے لئے یہ بھی فرمایا کہ دنیا تو اسیطرح کے رنج والم پیش آنیکی جگہ ہے مگر چند روزہ دنیا گذر جانے کے بعد اے نبی اللہ کے تمہارے لئے عقبےٰ میں بڑے بڑے درجے ہیں اللہ تعالےٰ

کی اسیطرح کی نصیحتوں کے اثر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی کسی راحت کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے چنانچہ امام احمد ترمذی وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایکدن بوریہ پر سونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر نشان پڑ گئے حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں یہ دیکھکر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو معلوم ہوتا تو میں بوریہ پر کوئی چیز بچھونے کے طور پر بچھا دیتا یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا چند روزہ ہے اسلئے مجھکو دنیا کی راحت درکار نہیں میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی مسافر تھوڑی دیر کسی سایہ دار درخت کے سایہ میں ٹھہر جاتا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے آیۃ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کی شان نزول کی بابت صحیح سند سے تفسیر ابن ابی حاتم مستدرک حاکم بیہقی طبرانی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز الہام کے ذریعہ سے آیندہ زمانہ کا وہ حال معلوم ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے عہد میں پیش آیا کہ دور دور کے تمام شہر فتح ہو گئے۔ اور اسلام کو نہایت ترقی ہوئی اور امت محمدیہ کو ہر طرح کی راحت نظر آئی اس حال کے معلوم ہونے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو زیادہ خوش کرنے کے لئے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ دنیا کی راحت کے علاوہ اے نبی اللہ کے تمہاری امت کو اللہ تعالےٰ آخرت میں بھی وہ راحت دینے والا ہے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے اس معنے کی پوری تائید صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث سے ہوتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز قیامت کے دن کا امت محمدیہ کا انجام یاد کر کے رونے لگے اوسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے نبی اللہ کے قیامت کے دن میں تمہاری امت کے ساتھ وہ برتاؤ برتونگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ منزل ۷

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اون احسانات کا ذکر فرمایا ہے جو اوس نے دنیا میں اپنے رسول پر کئے تھے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ دنیا جیسی امتحان کی جگہ جب اللہ تعالےٰ کے احسانات کا یہ حال ہے تو عقبےٰ جیسی جگہ میں جو عین احسان کی جگہ ہے اللہ تعالےٰ کے احسانات کا کیا حال ہوگا۔ پایا تجھکو بھٹکتا کا یہ مطلب ہے کہ منصب نبوت قرآن کی نصیحتیں اس سے پہلے کوئی چیز بھی تنکو معلوم نہ تھی حضرت کی پیدائش سے پہلے آپکے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی عمر چھ برس کی تھی جب والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور والدہ کے انتقال کے بعد آپکے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش اپنے ذمہ لی جب آپ کی عمر آٹھ برس کی ہوئی تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا پھر آپکے چچا ابوطالب نے آپ کو پالا اور آپ بڑے ہونے اور حضرت خدیجہ سے نکاح ہو جانے کے بعد آپ کی تنگدستی بھی کسیقدر رفع ہو گئی ان ہی باتوں کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور اس ذکر میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو انکی یتیمی اور تنگدستی یاد دلا کر یتیموں اور تنگدستوں کیساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی نصیحت فرمائی ہے اور اللہ کے احسان کے بیان کرنے کا یہ مطلب ہے کہ جہانتک ہو سکے

اوسکا شکریہ ادا کیا جاوے اللہ تعالےٰ امت محمدیہ کے ہر شخص کو اپنے نبی کی پیروی پر قایم رہنے کی توفیق دیوے تاکہ اللہ کے رسول کی پیروی کے طفیل سے یہ دولت قیامت کے دن حاصل ہوجسکا وعدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول سے اونکی امت کے حق میں کیا ہے صحیحین میں انس کی حدیث میں ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر قائم نہ رہے تو ایسے لوگوں کو فرشتے حوض کوثر پر سے گھسیٹ کر دوزخ میں لیجانے لگیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں گے یہ تو میرے طریقہ اور امت کے لوگ ہیں فرشتے کہینگے آپکے بعد یہ لوگ آپکے طریقہ پر قایم نہیں رہے آپ اون فرشتوں کے جواب میں فرماویں گے ایسے لوگوں کا مجھسے دور رہنا بہتر ہے۔ اکثر مفسرین نے والضحیٰ سے لیکر ختم قرآن تک ہر سورۃ کے بعد اللہ اکبر کا کہنا ابی بن کعب کی روایت سے لکھا ہے مگر اس کی سند کا کچھ پتا نہیں لگا +

سورۃ الشرح مکیۃ یہ سورۃ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وھی ثمان یاٰت کی ہے

الم نشرح لک صدرک ۝ ووضعنا عنک وزرک ۝ الذی انقض ظہرک ۝

کیا ہمنے نہیں کھولدیا تیرا سینہ اور اُتار رکھا ہمنے تجھسے بوجھ تیرا جسنے کڑکا دیا پیٹھ تیری

ورفعنا لک ذکرک ۝ فان مع العسر یسرا ۝ ان مع العسر یسرا ۝ فاذا

اور اونچا کیا ہمنے تذکرہ تیرا سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے پھر جب

فرغت فانصب ۝ والی ربک فارغب ۝

فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب کیطرف دل لگا

سینے کے کھولدینے کا یہ مطلب ہے کہ آپکے سینہ پر جو دل کا قلعہ کہلاتا ہے شیطان کا کسیطرح کا کچھ قبضہ باقی نہیں رہا چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ اور شیطان کے شیاطینوں میں سے ایک شیطان ہر شخص کیساتھ ہر وقت رہتا ہے اللہ کا فرشتہ نیک کام کی رغبت دلانے کے لئے ہے اور شیطان بُرے کام کی رغبت کے لئے مگر میرے شیطان کو اللہ تعالےٰ نے میرا ایسا فرمانبردار کر دیا ہے کہ وہ بجائے بُرے کام کے رغبت کے نیک کام کی رغبت مجھکو دلاتا رہتا ہے۔ اسی مطلب کی صحیح مسلم میں حضرت انس کی وہ روایت ہے جسمیں آپکے سینہ کے چاک کئے جانے اور آپکے دل سے حصہ شیطانی کی ایک پیاہی کے نکال ڈالنے کا ذکر ہے۔ غرض ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نیک بات کے قبول کرنے میں وہ تنگ دلی جسکا ذکر سورۂ انعام میں گذر چکا ہے آپکے دل سے بالکل جاتی رہی

اور بجائے وسوسات شیطانی کے نورایمانی دلمیں بھر گیا جس سے احکام وحی کی پوری گنجائش آپکے نورانی قلب میں پیدا ہوگئی چنانچہ تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ بعضے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سینے کے کھل جانے کا مطلب پوچھا تھا تو آپنے یہی مطلب بیان فرمایا جو اوپر بیان کیا گیا۔ اس روایتہ کے چند طریقے ہیں جس کے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہوجاتی ہے۔ بعد اسکے ترک اولےٰ اور سہو سے جو دلپر کچھ بوجھ تھا لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر سے وہ بوجھ بھی ہلکا کردیا اور قرآن کے چند آیتوں میں خطبہ اذان تکبیر التحیات میں آپکے اللہ کے اللہ نے اپنے نام کے ساتھ تمہارے نام کا ذکر رکھا جس سے تمہارا نام مشہور ہوا۔ مکہ میں آپ تنگدست رہتے تھے اسلئے مشرکین مکہ آپکو تنگدستی کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ اسواسطے آیتہ فان مع العسر یسرا سے اس کی سورۃ میں اللہ تعالےٰ نے آپ کی تنگدستی کے رفع کردینے کا وعدہ فرمایا اور ہجرت کے بعد وہ وعدہ پورا فرمادیا کہ مدینہ میں آپکو وہ تنگدستی نہیں رہی بیہقی مستدرک حاکم تفسیر عبدالرزاق وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ جب یہہ آیتہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آپنے فرمایا ایک سختی دو آسانیوں پر کبھی غالب نہ آسکی گی۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ کوئی معرفہ اسم دو دفعہ بولا جاوے تو وہ دو اسم ایک سمجھے جاتے ہیں مثلاً زید زید دو دفعہ بولا جاوے تو ایک ہی شخص زید سمجھا جائیگا۔ اور پھر بھاڑ پھاڑ دو دفعہ بولا جاوے تو دو پہاڑ سمجھے جاویں گے۔ اس آیتہ میں عسر کا لفظ الف لام کے آنے سے معرفہ ہے اور یسر کا لفظ نکرہ تو گویا ایک سختی کے ساتھ دو آسانیاں اللہ نے اس آیتہ میں ذکر فرمائی ہیں اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سختی دو آسانیوں پر کبھی غالب نہ آسکے گی۔ مسند بزار وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے سختی اگر پتھر کے اندر گھس کر رہے تو آسانی اوسکا پیچھا نہ چھوڑے گی صحیح حدیث میں ہے کہ نماز کے وقت آدمی کے سامنے اگر کھانا آجاوے تو پہلے کھانا کھانا چاہئے پھر نماز پڑھنی چاہئے تاکہ نماز کیحالت میں دل کھانے کے خیال میں نہ لگا رہے۔ یہی مطلب آیتہ فاذا فرغت فانصب کا ہے کہ دنیا کے ایسے ضروری مشغلوں سے فارغ ہوکر عبادت کرنی چاہئے جن مشغلوں میں آدمی کا دل پڑا ہوا ہے ✣ منزل ۷

سورۃ التین مکیۃ جمہور کے قول کے موافق	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وھی ثمان ایات یہ سورۃ کی ہے

والتین والزیتون ۝ وطور سینین ۝ وھذا البلد الامین ۝ لقد

قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اوس شہر امن والے کی بیشک

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا
بنایا ہے آدمی کو خوب سے خوب اندازے پر پھر پھینک یا اُسکو نیچو سے نیچے
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝
جو لوگ یقین لائے اور کیں بھلائیاں سو اونکو ہے بے انتہا پھر تو اُس پیچھے کیوں جھٹلاوے یہ بات میرا
اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ۝ ع
کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بہتر حاکم

ع ۱ ۲۰

انجیر اور زیتون یہی مشہور دونوں پیڑ ہیں طور سینین اور طور سینا اوس پہاڑ کا نام ہے جسپر حضرت موسےٰ علیہ السلام نے خدا تعالےٰ سے باتیں کی تھیں بلد امین سے مراد مکہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کو بلکہ جانوروں تک کو ہر طرح کا امن ہے۔ اب اِس قسم کے بعد اللہ تعالےٰ نے جو کچھ فرمایا ہے اوسکی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے لیکن سفیان ثوری کا قول اوپر گذر چکا ہے کہ تفسیر کے باب میں جب مجاہد کا قول ملجاوے تو حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردوں میں سے کسی دوسرے کے قول کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بھی اوپر گذر چکا ہے کہ تفسیر سیکھنے کی غرض سے مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس سے تین دفعہ قرآن شریف پڑھا ہے اور ہر ایک آیتہ کے معنے اور مطلب کو سمجھا اور حل کیا ہے اِسی سبب سے امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری کی کتاب التفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردوں میں سے مجاہد کے قول پر زیادہ بھروسہ کیا ہے۔ اب مجاہد کے قول کیموافق قسم کے بعد کی آیتوں کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اچھی شکل میں پیدا کیا پھر اولاد آدم میں سے جو لوگ نافرمان تھے اونکو دوزخ میں ڈالدیا جہاں اونکی وہ اچھی شکل بگڑ گئی مثلاً منکر لوگ چمگادڑوں کی صورت میں ہو گئے اِسی طرح بعضے اور طرح طرح کی بدصورتوں میں ہو گئے اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے منکرین حشر کو قائل کیا ہے کہ یہ مشرکین حشر اپنی پیدائش کو دیکھکر پھر دوبارہ پیدا ہونے کا انکار کیوں کرتے ہیں ہر ایک دنیا کا حاکم ایک وقت اپنی کچہری کا ٹھہراتا ہے خدا تعالےٰ تو سب حاکموں کا حاکم ہے اوس نے نیک و بد کے انصاف کے لئے ایک دن جو ٹھہرایا ہے اوسسے اون منکرین حشر کو تعجب کس بات کا ہے۔ اِس معنے کے سوا اور معنی جو اس آیتہ کے اور مفسروں نے بیان کئے ہیں سب معنے مجاہد کے قول کے مخالف ہیں اسواسطے اکثر مفسروں نے اون معنوں کو قوی نہیں قرار دیا ترمذی وغیرہ کی روایتہ اوپر گذر چکی ہے کہ اِس سورۃ کے ختم کے بعد لفظ بلیٰ کہنا سنت ہے۔ اور بعضی روایتوں میں بلیٰ وانا علیٰ ذٰلک من الشاہدین بھی آیا ہے ✣

سورۃ العلق مکیۃ
یہ سورۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وھی تسع عشرۃ ایۃ
کے ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ
پڑھ اپنے رب کے نام سے جسنے بنایا بنایا آدمی کو لہو کی پھٹکی سے پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔
الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ
جسنے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا

اکثر مفسرین کے قول کے موافق سب سے پہلے اقرا سے مالم یعلم تک یہی پانچ آیتیں نازل ہوئی ہیں پھر سورۂ نون والقلم مسند امام احمد صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ سے روایتہ ہے اوسکا حاصل یہہ ہے کہ نزول وحی سے پہلے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو سچے خواب دکھانے شروع کئے پھر آپکو تنہائی کا شوق ہوا چنانچہ غار حرا میں جاکر آپ ایک مہینہ تک تنہا رہے اور اللہ کی عبادت کیا کرتے اسی تنہائی میں جبرئیل علیہ السلام یہہ پانچ آیتیں لیکر آپکے پاس آئے اور آپسے کہا پڑھو آپنے جواب دیا میں تو کچھ پڑھنا نہیں جانتا۔ اسپر حضرت جبرئیل نے آپ کو تین دفعہ دبوچا اور یہہ پانچوں آیتیں آپکو سکھادیں ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے یہہ جتلادیا ہے کہ جو ذات پاک ایسی حقیر چیز خون کی پھٹکی سے انسان کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ انسان کی طرح کی تعلیم پر بھی قدرت رکھتا ہے ان پڑھوں کو پڑھا دینا بے لکھنے والوں کو لکھنا سکھادینا اوسکے کرم سے کچھ بعید نہیں ہے۔ یہہ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اوسنے اپنے بندوں کو جہالت کے اندھیرے سے نکالکر علم کے نور سے روشن دل کیا اور پھر کتابتہ کی وہ قابل قدر حکمت سکھائی جس سے دنیا میں علم کے باقی رہنے کا طریقہ انسان کے ہاتھہ آیا۔ اگر یہہ کتابتہ نہوتی تو نہ علم دین قایم رہسکتا نہ علم دنیا +

منزل ۷

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ؕ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ؕ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ
نہیں آدمی سرچڑھتا ہے اس سے کہ دیکھے اپکو بےفکر بیشک تیرے رب کیطرف پھرجانا ہے تونے دیکھا وہ جو منع
یَنْهٰی ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ؕ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ۙ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ؕ اَرَءَیْتَ
کرتا ہے ایک بندے کو جبکہ نماز پڑھے بھلا دیکھ تو اگر ہوتا نیک راہ پر یا سکھاتا ڈر کے کام بھلا دیکھ
اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ؕ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ؕ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ۙ
تو اگر جھٹلایا اور موڑا یہ نہ جانا کہ اللہ دیکھتا ہے کوئی نہیں اگر باز نہ آویگا ہم گھسیٹینگے چوٹی پکڑکر
نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۙ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ۙ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩
کیسی چوٹی جھوٹی گنہگار اب بلادے اپنی مجلس کو ہم بلاتے ہیں پیادے دوزخ کے نہیں کوئی نہیں ٹال اسکا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو

الجزء ۳۰ ع ۱۵ ۲۳

ان آیتوں کے شان نزول حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں جو ہے اون روایتوں کا حاصل یہہ ہے کہ ابوجہل نے اپنے قبیلوں کی قسم

کہا کر یہہ کہا تھا کہ حرم شریف میں آنحضرت کو نماز پڑہتے ہوئے دیکھے گا تو پیروں سے روند ڈالیگا۔ ایک دن اوس نے آپکو حرم میں نماز پڑہتے دیکھہ کر قدم آگے بڑہایا کہ اپنی قسم پوری کرے۔ لیکن پہر پیچھے ہٹ آیا لوگوں نے اوس سے پیچھے ہٹ آنے کا سبب پوچھا تو اوس نے کہا مجھکو ایک آگ کی خندق اور کچھہ پر دار بازو نظر آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی یہ بات سنکر فرمایا کہ اگر ابو جہل ذرا میرے پاس اور آتا تو فرشتے اوسکی بوٹیاں کڑوا لیتے اوسی قصہ کا ذکر اللہ تعالےٰ نے ان آیتوں میں اسطرح فرمایا کہ پہلے عام طور پر انسان کی عادت کا ذکر فرمایا کہ مالدار ہوکر اپنے آپسے باہر ہوجانا یہہ انسان کی ایک جبلی عادت ہے پھر جو کچھہ فرمایا اوسکا حاصل یہ ہے کہ ابو جہل اگر راستہ پر آجاتا تو اوس کے لئے اچھا تھا جب وہ راستہ پر نہیں آیا تو اللہ اوسکے کرتوت دیکھہ رہا ہے ایکدن اوسکا کیا اوس کے آگے آویگا۔ پھر فرمایا کہ ابو جہل آیندہ حرم میں نماز پڑہنے کو جو منع کرتا ہے اے رسول اللہ کے تمکو اوسکا کہنا نہیں ماننا چاہئے۔ اور ہمیشہ حرم میں نماز پڑھکر اللہ تعالےٰ سے قربت ڈہونڈنی چاہئے اور حفاظت تمہاری اللہ کے ہاتھہ ہے اگر ابو جہل اپنے حمایتیوں اور اپنی مجلس کے لوگونکو اپنی مدد کے لئے بلاوے گا تو اللہ تعالےٰ بہی دوزخ کے فرشتوں کو اوس کے پیچھے لگا دیوے گا +

سورۃ القدر مکیۃ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	وھی خمس ایات
صحیح قول کے موافق	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	یہ سورۃ مدنی ہے۔

فضل ۱ ع ۵ ۲۴

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝
ہمنے یہ اوتارا شب قدر میں اور تو بوجہا کیا ہے شب قدر شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝
اترتے ہیں فرشتے اور روح اسمیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر آمان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک

صحیح معنے آیۃ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے یہہ ہیں کہ لوح محفوظ سے شب قدر میں ایک فہہ سارا قرآن شریف اول آسمان پر اوترا اور پہر رفتہ رفتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس سال تک نازل ہوتا رہا۔ نسائی بیہقی مستدرک حاکم مصنف ابن ابی شیبہ طبرانی میں معتبر سندسے جو روایتیں ہیں اون میں حضرت عبداللہ بن عباس نے یہی معنے اس آیۃ کے بیان فرمائے ہیں اگرچہ مفسرین نے اس آیۃ کے معنے اور بھی بیان کئے ہیں لیکن وہ معنے اسقدر صحیح نہیں ہیں شب قدر کی فضیلت بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ اب آگے لیلۃ القدر کی یہہ فضیلت بیان فرمائی کہ اس ایک رات کی عبادت اور دنوں کے ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے ہزار مہینہ کے تراسی سال چار مہینے ہوئے۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص اس رات اپنی عمر میں دس اتھی بہی عبادت کریگا تو ہزار سال سے اوپنی مدت کی عبادت ہوجاوے گی۔ یہہ محض اللہ کا فضل ہے۔ تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں مجاہد سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے

ایک شخص کی ہزار مہینے کی عبادت کا ذکر کیا صحابہؓ یہ ذکر سنکر اپنے زمانہ کی عمروں کے کوتاہ ہونے کے سبب سے اسقدر مدت کی عبادت سے اپنے آپ کو عاجز گنتا اور سپر اللہ تعالےٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی جس سے صحابہ بہت خوش ہوئے۔ یہی قول صحیح روایتوں کے موافق ہے لیلۃ القدر ہر رمضان شریف کے آخر کے عشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے اور قیامت تک یہی حالت رہیگی۔ اس رات کو شب قدر اسلئے کہتے ہیں کہ اسمیں سال بھر کے ہر طرح کے انتظامات لوح محفوظ سے نقل کئے جاکر ملائکہ کو دئے جاتے ہیں۔ سال بھر کے اِن ہی انتظامات کا نام قدر ہے۔ کیونکہ وہ قضاو قدر کے موافق ہیں۔ اونہی انتظامات کو قالب میں کرنے کے لئے غروب آفتاب سے لیکر صبح تک اِس رات ملائکہ زمین پر رہتے ہیں اور اِس رات کی عبادت کرنے والوں سے سلام علیک کرتے ہیں روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں وہ بھی اور ملائکہ کے ساتھ اُس رات کو زمین پر اوترتے ہیں صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر کی روایۃ میں ہے کہ بعضے صحابہ نے رمضان شریف کے آخری ہفتہ میں لیلۃ القدر کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان کیا آپنے فرمایا کہ رمضان کے اخیر ہفتہ میں اس خواب کے موافق شب قدر کی تلاش اور جستجو رکھو اس روایۃ سے اور اسی قسم کی اور روایتوں سے بعضے علماء نے یہ بات نکالی ہے کہ جبکو شب قدر نظر آوے تو اوسکو کوئی چیز خلاف عادت نظر نہ آنی چاہیئے تاکہ اور راتوں میں اور شب قدر میں فرق پیدا ہو اور اسی فرق کے پتے سے شب قدر کی تلاش اور جستجو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق ہو سکے پھر جن لوگوں کو اوس رات خلاف عادت کچھ نظر آیا ہے اون کے حوالہ سے اوس خلاف عادت چیز کی تفصیل اون علماء نے یہی کی ہے کہ وہ ایک نور سب جگہ نظر آتا ہے اور اوسوقت ہر چیز سجدہ کی حالت میں ہوتی ہے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت کی دعا قبول ہوتی ہے صحیح روایۃ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقع پر حضرت عائشہ کو یہ دعا پڑھنے کا ارشاد کیا ہے اَللّٰھُمَّ انک عفو تحب العفو فاعف عنی ۔

سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ وَھِیَ ثَمَانُ اٰیَاتٍ

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کیموافق یہ سورۃ مکی ہے اور جمہور کے قول کیموافق مدنی ہے

صحاح کی کتابوں میں مرفوع اور موقوف جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے رسول اللہ کے اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ آپ اِس سورۃ کو ابی بن کعب صحابی کے روبرو پڑھو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر ابی بن کعب سے کیا تو اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرا نام اور میرا ذکر اللہ تعالےٰ کے روبرو آیا آپنے فرمایا کہ ہاں اِس بات کا اثر حضرت ابی بن کعب کے دل پر ایسا ہوا کہ وہ رونے لگے۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ رفہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابودرداء حضرت

ابوموسےٰ اشعری حضرت زید بن ثابت چھ صحابی یہ اور ساتویں حضرت ابی بن کعب یہ سات صحابی قرآن شریف کے قاریوں میں مشہور ہیں۔ حضرت ابی بن کعب کی زبان ایسی قابو میں تھی کہ جیسطرح کی قرأت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے وہی اپنی زبان سے ادا کرتے تھے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں جو قصہ ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو قرآن شریف کی کچھ آیتیں کسطرح پڑھتے ہوئے سنا جنکی قرأت ابی بن کعب کی قرأت کے مخالف تھی۔ ان کو اپنی یاد پر بڑا بھروسہ تھا اسواسطے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے جھگڑا کیا جب وہ جھگڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ تو آپ نے دونو قرأتوں کو صحیح قرار دیا۔ اور فرمایا مجھکو سات قرأتوں میں قرآن شریف کے پڑھنے کا حکم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب کو قرأت کا بڑا خیال تھا اور زبان بھی اون کی قابو میں تھی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے رسول کی قرأت اونکو سنوائی۔ تاکہ اون کے واسطہ سے اللہ کے رسول کی قرأت لوگوں میں پھیل جاوے ابونعیم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورہ لم یکن الذی پڑھتا ہے تو اللہ اوس شخص کو عقبےٰ میں جنت کی اور دنیا میں فارغ البالی کی خوشخبری دیتا ہے +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

منزل ۷

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ

نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں کتاب والے اور شریک والے باز آنے والے جبتک کہ پہونچے اونکو کھلی بات

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

ایک رسول اللہ کا پڑھتا ورق پاک اُسمیں لکھیں کتابیں مضبوط اور پھوٹے وہ جنکو ملی ہے کتاب

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ؕ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬

سوجب آچکی اُن کو کھلی بات اور اُن کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی نری کر کر اُسکے واسطے بندگی

حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ابراہیم کے راہ پر اور کھڑی کریں نماز اور دیویں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی وہ جو منکر ہوئے

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ

کتاب والے اور شریک والے دوزخ کی آگ میں سدا رہیں اُسمیں وہ لوگ ہیں بدتر سب خلق کے وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ

جو یقین لائے اور کئے بھلے کام وہ لوگ ہیں بہتر سب خلق کے بدلا اُن کے رب کے یہاں باغ ہیں بسنے کے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝
بہتی ہیں انکے نہریں سدا رہیں گے انمیں ہمیشہ اللہ اون سے راضی اور وہ اُس سے راضی یہ ملتا ہے اُسکو جو ڈرا اپنے رب سے

ع ۱۵

شروع سورۃ سے حتی تاتیہم البینۃ تک کی آیۃ کا مطلب اِس طرح کا مشکل ہے کہ جسکے بیان کرنے میں اکثر مفسروں نے غلطی کی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ بینہ سے مراد نبی آخر الزماں ہیں اور یہہ آیۃ اُن لوگوں کی شان میں ہے جو اہلِ مکہ اور اہلِ کتاب میں سے راہِ راست پر آگئے اور اسلام لے آئے اور حاصل معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ اگر قرآن جیسی کتاب نازل ہوتی اور نبی آخر الزماں جیسے رسول نہ آتے تو اہل مکہ اور اہل کتاب سب کے سب اسی کفر کی حالت پر رہتے اور کوئی اونمیں سے راہِ راست پر نہ آتا۔ پھر فرمایا کہ یہہ اہل کتاب جو متفرق ہو رہے ہیں کہ کوئی انمیں سے اسلام لے آیا۔ اور کوئی بدستور حالت کفر پر اڑا ہوا ہے اسکا سبب یہ نہیں ہے کہ اِن کو نبی آخر الزماں کے سچے ہونے یا قرآن کے کتاب آسمانی ہونے میں کچھ شک و شبہہ ہو۔ کیونکہ جو احکام قرآن میں ہیں وہی احکام انکی کتابوں میں ہیں اور قرآن کے نازل ہونے سے پہلے انہی احکام کے بجالانے کا انکو حکم تھا اور یہہ لوگ اون احکام کو احکام الٰہی جانتے اور نبی آخر الزماں کے نام سے لڑائیوں میں فتح کی دعائیں مانگتے تھے اب نبی آخر الزماں کے آنے کے بعد فقط اِس حسد سے یہہ لوگ اسلام کے منکر ہیں کہ نبی آخر الزماں بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوئے اور ان لوگوں کو یہہ بھی خیال ہے کہ نبی آخر الزمان کے زیر حکم ہو جانے سے ان کی ہمیشہ کی ریاست اور حکومت میں بٹا لگ جاوے گا۔ دنیا کی اِن باتوں کے خیال سے انہوں نے اپنے دین کو جو برباد کیا ہے یہہ حالت اُن کی خدا کی لعنت کے قابل ہے۔ اب اِن معنوں کی بنا پر آگے کی آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ ملت ابراہیمی میں قریش کے بڑے بوڑھوں اور شریعت موسوی میں یہود کے بڑے بوڑھوں کو اور شریعت عیسوی میں نصاریٰ کے بڑے بوڑھوں کو اگرچہ توحید سکھائی گئی ہے لیکن نبوت کے زمانہ کے بعید ہو جانے سے قریش اور اہل کتاب میں اسطرح کا کفر اور شرک پھیل گیا ہے کہ بغیر نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کے اوس کفر اور شرک کی اصلاح ممکن نہ تھی انکے آخر الزماں کے پیدا ہو جانے کے بعد جو لوگ اصلاح پر آجاویں گے اون کے لئے جنت ہے اور جو لوگ نبی آخر الزماں کی نصیحت کو نہ مانیں گے اونکے لئے جہنم ہے آخر پھر فرمایا کہ جن لوگوں کے دلمیں خدا کے روبرو کھڑے ہونے کا خوف ہے اصلاح پر وہی لوگ آویں گے اور جو قیامت کے دن سے نڈریا اوس سے منکر ہیں اوسدن اونکی مٹی خراب ہے ۔

سورۃ الزلزال مدنیۃ

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورۃ مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَهِیَ ثَمَانُ اٰیَاتٍ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ
جب ہلائی جاوے زمین اُس کے بھونچال سے اور نکالڈالے زمین اپنے بوجھ اور کہے آدمی

اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ
اسکو کہا ہوا اوسدن بتا دے گی وہ اپنی سب باتیں اسواسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اوسکو اُس دن پھریں گے لوگ بہانت بہانت
لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ع
کہ اُنکو دکھائے اُنکو کیا سو جنے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لیگا اُسے اور جنے کی ذرہ بھر بُرائی وہ دیکھ لیگا اُسے

دجال کا پیدا ہونا سورج کا مغرب سے نکلنا۔ لال آندھی کا آنا جسطرح یہہ چیزیں دنیا کی مدت آخیر ہونے کی علامتیں ہیں اسطرح اوسوقت ایک زلزلہ بھی لال آندھی آنے کے بعد آویگا جسکا ذکر ترمذی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ وغیرہ کی روایتہ سے آیا ہے اور ایک زلزلہ دوسرا صور پھونکا جاویگا۔ جب آویگا جسکا ذکر قرآن شریف میں کئی جگہہ آیا ہے۔ اِس آیتہ میں جو زلزلہ کا ذکر ہے بعضے مفسر کہتے ہیں کہ اِس سے پہلا زلزلہ مراد ہے اور بعضے کہتے ہیں دوسرا زلزلہ مراد ہے اِس زلزلہ کے ساتھہ ہی اللہ تعالےٰ نے حساب وکتاب اور زمین کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے اور یہہ باتیں تو ضرور دوسرے صور کے بعد کی ہیں۔ اسلئے اِس زلزلہ سے دوسرا زلزلہ مراد لینا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اگر اِس زلزلہ سے پہلا زلزلہ مراد لیا جاوے گا تو نکال ڈالے زمین اپنے بوجھہ کا مطلب زمین کے خزانوں کے باہر آجانے کا ہوگا۔ جسکا ذکر صحیح مسلم کی حضرت ابوہریرہ کی روایتہ میں ہے اور اگر زلزلہ سے دوسرا زلزلہ مراد لیا جاویگا تو زمین کے بوجھہ کے باہر آنیسے مُردونکا باہر آجانا مراد لیا جاویگا جسکا ذکر قرآن میں کئی جگہہ ہے مسند امام احمد ترمذی نسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر ذرہ ذرہ جو لوگ کرتے ہیں اوس سب کی گواہی قیامت کے دن زمین ادا کرے گی ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ جسوقت زمین ذرہ ذرہ نیک وبد عمل کی گواہی دیوے گی اوسوقت لوگ کہوں گے کہ زمین کو کیا ہوگیا کہ یہہ اسطرح کی گواہی پر مستعد ہوگئی۔ غرض اچھے لوگ شکر کے طور پر اور بُرے لوگ خوف سے اسکا چرچا کرینگے۔ جو عمل اکارت ہوجاوینگے ان کو بھی اسطرح دیکھہ لیوے گا کہ مثلاً فلاں وقت کی نماز یا فلاں وقت کا روزہ یا صدقہ فلاں ریاکاری کے سبب سے اکارت ہوگئے۔ اِنکا کچھہ اجر نہ ملیگا ترمذی وغیرہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اِس سورۃ کو ایک دفعہ پڑہے اوسکو آدھے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔ آدھے قرآن کے ثواب کی حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔ لیکن پورے قرآن کے ثواب کے باب میں چند حدیثیں آئی ہیں +

منزل ۷

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	وَهِيَ احْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قول ہے کہ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	یہ سورۃ مدنی ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ
قسم ہے دوڑتے گھوڑوں کی ہانپتے پھر آگ سلگاتے جھاڑ کر پھر دھاوا دیتے صبحکو پھر اُٹھاتے اُسمیں گرد پھر بیٹھ جاتے اوسوقت

جُمَعًا ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝

تو جانے میں بیشک آدمی اپنے رب کا ناشکر ہے اور وہ یہ کام سامنے دیکھتا ہے اور آدمی محبت پر مال کے مضبوط ہے

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝ ع

کیا نہیں جانتا وہ وقت کہ کریدی جاویں جو قبروں میں ہیں۔ اور تحقیق ہو جو جو ظاہر ہے بیشک اُنکے رب کو اُسدن خبر ہے۔

اللہ تعالےٰ کا دین پھیلانے کے لئے جو لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر مخالف لوگوں پر حملہ کرتے تھے اون کے گھوڑونکے دوڑنے اور دوڑنے میں ہانپنے اور پتھر پر دوڑتے وقت اونکے نعلوں میں سے آگ کے شعلے جھڑنے اور صبحکے وقت حملہ کرنے اور حملہ کے وقت گرد و غبار اور اُٹھنے اور اُس گرد و غبار میں سوارونکے دشمنوں میں گھس جانے کی اِن سب باتوں کی اللہ تعالےٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ انسان کی حالت اِس بات کی گواہی دیتی ہے کہ وہ بڑا ناشکرا ہے۔ کیونکہ اللہ نے اسکو پیدا کیا۔ اُسکی زیست بھر کے سب طرح کے آرام کا بندوبست کیا پھر یہ انسان اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا معبود ٹھہراتا ہے۔ اِس سے بڑھکر اور کون سی حالت ناشکری کی ہوگی پھر فرمایا کہ دین کی باتوں سے یہ انسان اسلئے غافل ہے کہ جاہ و جمال کے سمیٹنے میں ہر دم اسکا دل پڑا ہوا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ ایکدن خود یہ دنیا سے چل بسے گا اور اِس کا سمیٹا ہوا سب مال یہیں دنیا میں پڑا رہجاوے گا۔ اور جب قبروں سے اوٹھیں گے اور دل کے منصوبوں تک کی تحقیقات ہوگی اور سدن جس نیت سے اوسنے یہ مال جمع کیا ہے اوسکا نتیجہ اُسکے سامنے آوے گا۔ صحیح بخاری کی انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آدمی کے جنازہ کے ساتھ مال اولاد اور عمل یہ تین چیزیں جاتی ہیں دفن کے بعد مال و اولاد تو ایسی چیزیں ہیں کہ دنیا کی دنیا ہی میں رہ جاتی ہیں فقط عمل ہی ایک ایسی چیز ہے جو اوس کے ساتھ جاتا ہے۔ معتبر سند سے عبداللہ بن شخیر کی ترمذی کی یہ حدیث بھی گذر چکی ہے کہ آدمی تمام میرا مال میرا مال کہتا کہتا مر جاتا ہے لیکن مرنے کے بعد ساتھ اُسکے وہی جاتا ہے جسکو وہ اپنی زندگی میں اللہ کے نام دیجاتا ہے اوپر یہ صحیح حدیث قدسی بھی گذر چکی ہے کہ بُرے کام کو جبتک آدمی ہاتھ پیر سے نہ کر گذرے تو فقط دل کے ارادہ پر نامہ اعمال میں کچھ برائی نہیں لکھی جاتی ظاہر میں اگرچہ آیۃ وحصل مافی الصدور کا مطلب اوس حدیث قدسی کے مضمون کے مخالف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اِس آیۃ کے مطلب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھید کے طور پر جو باتیں لوگوں کے دلمیں ہونگی وہ بھی نامہ اعمال میں لکھی جاوینگی۔ اور اونکا بھی حساب و کتاب ہوگا۔ علماء محدثین اور مفسرین نے اسطرح کی آیتوں اور حدیثوں کو ایک جگہ جمع کر کے جو مطلب قرار دیا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ بعضے دل کے منصوبے ایسے ہوتے ہیں کہ ہاتھ پیروں کے کام سے اُنکو تعلق نہیں محض وہ دل کے ہی منصوبے ہیں اسطرح کے منصوبے اگر توحید یا نبوت یا قیامت کے شک کے متعلق ہوں تو یہ کفر کا درجہ ہے اسکے نامہ اعمال میں لکھے جانے میں کسیکو اختلاف نہیں ہے اور یہ آیۃ اسطرح کے منصوبوں سے متعلق ہے۔ کیونکہ آیۃ میں ہاتھ پیروں کے عمل کا کچھ تذکرہ نہیں ہے اور بعضے دل کے منصوبے ایسے ہیں کہ اُن

منصوبوں کو ظاہر میں ہاتھ پاؤں کے کام سے بھی تعلق ہے مثلاً جسطرح زناکاری۔ یا چوری کا منصوبہ وہ حدیث قدسی اسیطرح کے منصوبوں سے متعلق ہے۔ کیونکہ اوس حدیث میں عمل کا بھی ذکر ہے اور اس طرح کے منصوبوں کے باب میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک تو یہہ کہ اسطرح کے منصوبہ کا فقط دلمیں خیال ہی خیال ہو تو کچھ نہیں اگر دل میں مضبوط پکا ارادہ کسی بُرے کام کرنے کا جم جاوے تو وہ گناہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اسطرح کے موافق جب تک ہاتھ پیر سے کام نہو جاوے تو خالی پکا منصوبہ کچھ گناہ میں داخل نہیں ہے ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ۔ اور مسند امام احمد ترمذی ابن ماجہ کی ابی کبشہ انماری کی حدیث سے پہلے قول کی پوری تائید ہوتی ہے یہ وہ حدیث ہے جسکو ترمذی نے صحیح کہا ہے اوجسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار شخصوں کا ذکر فرما کر ایک شخص کو فرمایا ہے کہ نہ اوسکے پاس کچھ مال ہو نہ اوسکو کچھ علم ہو مگر وہ دلمیں منصوبے باندھے کہ میرے پاس مال ہوتا تو یوں کرتا۔ مجھکو علم ہوتا تو یوں کرتا۔ اِس حدیث میں بُرے کام کے منصوبے کا برا انجام ٹھیرایا ہے اور بھلے کا بھلا۔ اگرچہ اس سورہ کی مکی اور مدنی ہونے میں سلف کا اختلاف ہے لیکن مسند بزار اور مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کو ایک لڑائی پر بھیجا تھا اور مہینہ بھر کے عرصہ سے اون لوگوں کی کچھ خبر نہ معلوم ہونے سے آپکا دل پریشان تھا اون لوگوں کے حال میں اللہ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اِس شانِ نزول سے اِس سورۃ کی مدنی ہونے کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جہاد مکہ میں کہاں تھا ✣ منزل ۷

سورۃ القارعۃ مکیۃ وھی

عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورۃ مکی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

احدی عشرۃ ایاتھا

اس سورۃ کی گیارہ آیتیں ہیں

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی اور تو کیا بوجھا کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی جسدن لوگ جیسے پتنگے

الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ

بکھرے اور ہوویں پہاڑ جیسے رنگی اون دھنی سو جنکی بھاری ہوئیں تولیں سو اسکو

ع ۱ ۲۱ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

گزران ہے من مانتی اور جسکی ہلکی ہوئیں تولیں سو اسکا ٹھکانا ہووے گڑھا اور تو کیا بوجھا وہ کیا ہے آگ دہکتی

قارعہ سخت آواز کو کہتے ہیں صور کی آواز اوسدن بہت سخت ہوگی اسلئے قیامت کا نام قارعہ رکھا گیا ہے بعضے مفسروں نے امہ ہاویہ کے معنے پھیکے ہیں کہ ام دماغ کو کہتے ہیں اسلئے حاصل معنے آیتہ کے یہہ ہیں کہ دوزخی لوگ دوزخ میں سر کے بل ڈالے جاوینگے۔ لیکن صحیح معنے یہی ہیں کہ ہاویہ دوزخ کا نام ہے اور جسطرح بچہ کا ٹھکانا ماں ہوتی ہے اسیطرح

دوزخیوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اسواسطے اوسکو دوزخیوں کی ماں فرمایا اور صحیح حدیثوں کا حوالہ گذر چکا ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی ایک کم ستر حصے دنیا کی آگ سے بڑھکر ہے اور تین ہزار برس تک دوزخ کی آگ دھکائی گئی ہے۔ اسیواسطے دوزخکی آگ کو فقط آگ نہیں فرمایا دھکتی آگ فرمایا ہے جن لوگوں کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہونگی اون لوگوں کا ذکر اس سورۃ میں نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عباس اور اکثر سلف کا قول ہے کہ سورہ اعراف میں اہل اعراف جن لوگوں کو فرمایا وہ یہی لوگ ہونگے اور آخر کو یہہ لوگ بھی بغیر دوزخ میں جانے کے جنت میں داخل ہونگے تفسیر ابن مردویہ میں حضرت جابر کی مرفوع حدیث بھی اس باب میں ہے لیکن اوسمیں کیسقدر ضعف ہے۔ قیامت کے دن کس چیز کا وزن کیا جاویگا۔ اگرچہ اسمیں سلف کا اختلاف ہے لیکن نامہ اعمال کے تولے جانے کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ حشر کے دن لوگ بدحواسی سے ایک دوسرے پر ایک گریں گے اسلئے اُن کی مثال یہاں پتنگوں کی اور سورہ قمر میں ٹڈیوں کی فرمائی۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	وَهِيَ ثَمَانُ اٰيَاتٍ
حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کیموافق یہ سورہ مکی ہے	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	اور اکثر سلف کے نزدیک یہ مدنی ہے اول قول صحیح معلوم ہوتا ہے

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝
غفلت میں رکھا تمکو بہتایت کے حرص نے جبتک جا دیکھیں قبریں کوئی نہیں آگے جان لوگے پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لوگے

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ
کوئی نہیں اگر جانو تم یقین کر جاننا بیشک تمکو دیکھنا دوزخ پھر دیکھنا اُسکو یقین کی آنکھ سے پھر

لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝
پوچھینگے تمسے اُسدن آرام کی حقیقت

منزل ۷

ع ۱ پ ۲۹

صحت بدن وقت پر غذا کا ملنا ٹھنڈے پانی کا ملنا۔ اسطرح سب چیزیں جن پر آدمی کی زیست کا مدار ہے یہ سب اللہ تعالےٰ کی نعمتیں ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی ان نعمتوں کو کام میں لاتے ہیں اور اطاعت الٰہی سے غافل ہیں اور رات دن یاد دنیا مال اور اولاد کی حرص و ہوس میں ان لوگوں کی زیست کٹتی ہے اس ساری سورہ میں اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ آدمی کے پیچھے موت ایسی لگی ہوئی ہے کہ مرتے دم تک بھی آدمی مال اور اولاد کی ہوس میں لگا رہے تو بھی دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب چھوڑ جانے کی چیزیں ہیں جو لوگ ان چھوڑ جانے کی چیزوں میں اس طرح مصروف ہو جینگے کہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کی شکر گذاری سے غفلت کریں گے قیامت کے دن ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کے کام میں لانے کی جوابدہی مشکل ہو جاوے گی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے دیدار الٰہی اور حساب و کتاب کی ایک بہت بڑی حدیث ہے اور

اوس صحیح حدیث کا ایک ٹکڑا گویا اس سورۃ کی تفسیر ہے۔ حاصل اوس ٹکڑے کا یہہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں صاحب نعمت اور اللہ کے روبرو کھڑے ہونے اور حساب و کتاب سے غافل ہیں اسطرح کے لوگوں میں سے ہر ایک شخص کا حساب و کتاب یوں ہوگا کہ اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ اے شخص کیا میں نے تجھکو دنیا میں عزت دار مالدار اور ہر طرح کا صاحب نعمت نہیں پیدا کیا تھا جب شخص اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا اقرار کریگا۔ تو اللہ تعالےٰ فرماویگا جس خدا نے اون نعمتوں کو پیدا کیا تھا اوسکی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو برت کر اوس خدا کی یاد بھی کچھ تو نے دل میں رکھی تھی یہہ شخص جب اس سوال کا جواب پورا نہ دے سکے گا تو اللہ تعالےٰ فرماویگا دنیا میں جسطرح تو نے میری یاد کو بھولا دیا اسی طرح میں نے بھی آج اپنی رحمت سے تجھکو محروم کر دیا اور بھلا دیا۔ اگرچہ علما مفسرین کے نزدیک مشہور قول یہی قرار پایا ہے کہ یہہ سورۃ مکی ہے۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہہ سورۃ مدنی ہے کیونکہ ترمذی میں حضرت علی کی جو روایتہ ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کو عذاب قبر کی تصدیق ہوئی ہے اور حضرت عائشہ کی صحیحین کی حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ میں ایک یہودیہ نے عذاب قبر کا ذکر کیا اوسوقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے نجات کی دعا ہر نماز کے بعد مانگنی شروع کی اور فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر یہہ سورہ مکی ہوتی اور عذاب قبر کی تصدیق مکہ میں صحابہ کو اس سورۃ کے نازل ہونے سے ہو چکی ہوتی تو مدینہ میں عذاب قبر کا اسطرح سے بنا ذکر کیوں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم امت کے لئے ہر نماز کے بعد نجات عذاب قبر کی دعا مانگتے اور یہہ فرماتے کہ وہاں عذاب قبر حق ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ابن بریدہ سے روایتہ ہے کہ انصار کے دو قبیلوں نے کچھ حسب نسب کے فخر کی باتیں کی تھیں اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ سورۃ نازل فرمائی۔ اس شان نزول سے بھی یہہ سورہ مدنی معلوم ہوتی ہے کیونکہ انصار مکہ میں کہاں تھے ✣

منزل ۷

سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ
اکثر سلف کے نزدیک	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	یہ سورہ مکی ہے

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

قسم ہے زمانے کی بیشک آدمی البتہ نقصان تو لے میں ہے مگر جو یقین لائے اور کئے بھلے کام اور آپس میں تقید کیا

بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

سچے دین کا اور آپس میں تقید کیا سہارا

اگرچہ مفسرین سلف نے لفظ عصر کے طرح طرح کے معنے کئے ہیں لیکن مشہور قول حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی ہے کہ عصر کے معنے اس سورۃ میں زمانہ کے ہیں اسواسطے امام بخاری نے اسی قول کو لیا ہے زمانہ کے دو جزو ہیں

رنگ تو کالا ہے جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے اسواسطے دوزخ میں بالکل اندھیرا ہوگا۔ اور آگ کے لمبے لمبے ایک طرح کے ستون کی صورت کے تابوت ہونگے جنمیں بعضے دوزخیوں کو بند کیا جاکر اوپر سے کیلیں جڑدی جاویں گی وہی ذکر اس سورۃ میں ہے۔

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ یہ سورۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ مکی ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ
کیا تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے نہ کر دیا اونکے داؤ غلط اور بھیجے

عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝
اوڑتے جانور ٹنک ٹنک پھینکتے اونپر پتھریاں کنکر کی پھر کر ڈالا اُن کو جیسے بھس کھایا ہوا۔

اِس سورۃ میں جو قصہ ہے اوسکا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے بیہقی مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے حاصل اِس قصّہ کا یہ ہے کہ جب یوسف ذونواس نے اون عیسائی مذہب کے لوگوں کو آگ میں جلا کر ہلاک کیا جن کا ذکر ولہمار ذات البروج میں گذر چکا ہے تو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے اپنے دو امیروں کو مع لشکر کے یوسف کی سرکوبی کو یمن روانہ کیا۔ اِن دو امیروں میں ایک امیر ابرہہ تھا جو یوسف کو شکست دیکر آخر کو یمن کا مستقل امیر بن گیا۔ اور اِس نے یمن میں ایک گرجا بنا کر ارادہ چاہا کہ کعبہ کی طرح اِس گرجا کی زیارت کو خلقت آیا کرے۔ جب یہ اپنے اِس ارادہ میں کامیاب نہوا تو جل گیا اور ایک بڑا لشکر مع چند ہاتھیوں کے اپنے ساتھ لیکر کعبہ کے ڈھانے کی نیت سے مکہ کو آیا اور اسکے حدود مکہ میں پہونچتے ہی اللہ تعالےٰ نے ایک طرح کے پرند جانور پیدا کئے جنکی چونچ اور دونوں پنجوں میں ایک قسم کی کنکریاں تھیں اللہ کے حکم سے اون پرند جانوروں نے وہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر پھینکیں جس سے ابرہہ مع اپنے لشکر کے ہلاک ہوگیا۔ اگرچہ اِس بات میں علما نے اختلاف کیا ہے کہ جس سال یہ قصہ پیش آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اوسی سال کی ہے یا آپکی پیدائش سے پہلے یہ قصہ گذرا ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس اور سلف نے یہی اصح قرار دیا ہے کہ جس سال یہ قصہ پیش آیا اُسی سال اِس قصہ کے ایک مہینہ بیس روز کے بعد آپکی پیدائش ہوئی اللہ تعالےٰ نے قریش کو اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کو اللہ تعالےٰ نے غارت نکرتا تو جس امن سے قریش آج بیٹھے ہیں وہ امن اونکو کہاں نصیب ہوتا صحیحین کی حدیث مشہور ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نے فرمایا جس اللہ کے گھر پر ہاتھیوں والے کا بس نہ چل سکا اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کا تسلط اوسپر کرادیا +

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ یہ سورۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ مکی ہے

ع ۱ ۳۲

منزل ۷

ع مطلب یہ ہے کہ کنکریاں کی نگرانیاں اُن جانوروں کی تھیں ۱۲

رنگ تو کالا ہے جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے اسواسطے دوزخ میں بالکل اندھیرا ہوگا۔ اور آگ کے لمبے لمبے ایک طرح کے ستون کی صورت کے تابوت ہونگے جنمیں بعضے دوزخیوں کو بند کیا جاکر اوپر سے کیلیں جڑدی جاویں گی وہی ذکر اس سورۃ میں ہے۔

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ یہ سورۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ مکی ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ
کیا تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے نہ کر دیا انکے داؤ غلط اور بھیجے

عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝
اوڑتے جانور ٹنک ٹنک پھینکتے انپر پتھریاں کنکر کی پھر کر ڈالا اُن کو جیسے بھس کھایا ہوا۔

اِس سورۃ میں جو قصہ ہے اوسکا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے بیہقی مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے حاصل اِس قصہ کا یہہ ہے کہ جب یوسف ذونواس نے اون عیسائی مذہب کے لوگوں کو آگ میں جلا کر ہلاک کیا جن کا ذکر والسماء ذات البروج میں گذر چکا ہے تو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے اپنے دو امیروں کو مع لشکر کے یوسف کی سرکوبی کو یمن روانہ کیا۔ اِن دو امیروں میں ایک امیر ابرہہ تھا جو یوسف کو شکست دیکر آخر کو یمن کا مستقل امیر بن گیا۔ اور اِس نے یمن میں ایک گرجا بنا کر یہہ چاہا کہ کعبہ کی طرح اِس گرجا کی زیارت کو خلقت آیا کرے۔ جب یہہ اپنے اِس ارادہ میں کامیاب نہوا تو جل گیا اور ایک بڑا لشکر مع چند ہاتھیوں کے اپنے ساتھ لیکر کعبہ کے ڈھانے کی نیت سے مکہ کو آیا اور اسکے حدود مکہ میں پہونچتے ہی اللہ تعالےٰ نے ایک طرح کے پرند جانور پیدا کئے جنکی چونچ اور دونوں پنجوں میں ایک قسم کی کنکریاں تھیں اللہ کے حکم سے اون پرند جانوروں نے وہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر پھینکیں جس سے ابرہہ مع اپنے لشکر کے ہلاک ہوگیا۔ اگرچہ اس بات میں علما نے اختلاف کیا ہے کہ جس سال یہہ قصہ پیش آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اوسی سال کی ہے یا آپکی پیدائش سے پہلے یہہ قصہ گذرا ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباس اور سلف نے یہی صحیح قرار دیا ہے کہ جس سال یہہ قصہ پیش آیا اُسی سال اِس قصہ کے ایک مہینہ بیس روز کے بعد آپکی پیدائش ہوئی اللہ تعالےٰ نے قریش کو اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کو اللہ تعالےٰ نے غارت نکرتا تو جس امن سے قریش آج بیٹھے ہیں وہ امن اونکو کہاں نصیب ہوتا۔ صحیحین کی حدیث مشہور ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نے فرمایا جس اللہ کے گھر پر ہاتھیوں والے کا بس نہ چل سکا اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کا تسلط اوسپر کرادیا +

سُوْرَةُ الْقُرَيْشِ مَكِّيَّةٌ یہ سورۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ مکی ہے

ع ۱ ۳۲

منزل ۷

ع ۱ مطلب یہ ہے کہ کنکریاں کی کنکریاں اُن جانوروں کی اُنمیں سے

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝
اسواسطے کہ ہلا رکھا قریش کو ہلا رکھنا اُن کو کوچ سے جاڑے کے اور گرمی کے تو چاہئے بندگی کریں اِس گھر کے رب کی

الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ع ۱ ۳۳
جسنے اُن کو کھانا دیا بھوک میں اور امن ڈر میں

ابی بن کعب نے اس سورۃ کو اور لایلاف کو ایک سورۃ شمار کیا ہے اِس حالت میں لایلاف کا لام فلیعبدوا کے متعلق ہوگا سورۃ کے ایک ٹکڑے کے حاصل معنے یہ ہوئے کہ قریش کی تالیف کے لئے اصحاب فیل کو ہلاک کیا گیا تا کہ اصحاب فیل کے فساد کے سبب سے قریش کے قدیمی امن اور اُنکے جاڑے گرمی کے سفر میں کوئی وقت نہ پیش آوے گو باقی صحابہ کو نزدیک یہ دو سورتیں جدا ہیں اس حال میں لایلاف کا لافلیعبدوا سے متعلق ہوگا اور دونو حالتوں میں حاصل معنی تمام سورہ کے یہ ٹھیریں گے کہ جس اللہ کے گھر کے خادم ہونے کے سبب سے قریش کو یہ عزت اور امن ہے کہ جاڑے کے موسم میں ملک یمن اور گرمی کے موسم میں ملک شام کا جب یہ سفر کرتے ہیں تو ہر جگہ انکی عزت ہوتی ہے اور اور لوگوں کی طرح ان کے تجار کے مال کو راستہ میں کوئی لوٹنے کی جرأت نہیں کرتا جس تجارت سے ان کی گذران چلتی ہے ورنہ مکہ جیسے کوہستان میں یہہ بہو کے مرجاتے پھر ایسے گھر کے مالک کی عبادت کو چھوڑ کر اوروں کی پرستش جو یہہ لوگ کرتے ہیں اُنکی یہ بڑی نادانی اور ناشکری ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں ایک شخص نضر بن کنانہ تھا اوسکی اولاد کو قریش اسلئے کہتے ہیں کہ قریش کے معنے ایک جامع ہونے کے ہیں یہ نبی کنانہ حرم کی خدمت کی غرض سے سب ایک جگہ رہتے تھے اسواسطے انکا لقب قریش ہوگیا۔ اگرچہ بنی کنانہ کے اس لقب قرار پانے کی اور وجہات بھی ہیں۔ لیکن صاحب قاموس نے اس وجہ کو مقدم رکھا ہے۔ تاریخ بخاری مستدرک حاکم تفسیر ابن مردویہ وغیرہ میں امام ہانی سے روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کی اسمیں بڑی عزت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خاص ایک سورۃ لایلاف اِن کے حقمیں ایسی نازل فرمائی جس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حاصل یہہ ہے کہ جسطرح اِس سورۃ میں قریش کی عزت ہے اوسطرح نہایت درجہ اونکی طرف سے یہہ قابل معقولی بھی اسی سورۃ میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے اونکی یہہ بندہ نوازی اور اونکی طرف سے یہہ ناشکری کہ اُنہوں نے اپنے پالنے والے کی عبادت تو چھوڑ دی۔ اور بتوں کی پرستش اختیار کی ✣

منزل ۷

سورۃ الماعون مکیۃ ۝ یہ سورۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وَهِیَ سَبْعُ اٰیَاتٍ کی ہے

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی
تو نے دیکھا وہ جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونا سو وہی ہے جو دھکیلتا ہے یتیم کو اور نہیں تاکید کرتا

طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ

محتاج کے کھانے پر — پھر خرابی ہے اُن نمازیوں کی — جو اپنی نماز سے بیخبر ہوں — وہ جو

ع ۴ ۳۴

هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

دکھاوا کرتے ہیں — اور مانگے نہ دینے برتنے کی چیز

یہ نصف سورۃ مکی ہے جو منکرین جزا و سزا کی شان میں ہے اور نصف مدنی ہے جو منافقوں کی شان میں ہے۔ نماز سے بیخبر ہیں اسکا یہ مطلب ہے کہ وقت پر نماز ادا نہیں کرتے چنانچہ مسند ابو یعلی میں معتبر سند سے مصعب بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے آیۃ الذین ھم عن صلاتھم ساھون کے معنی پوچھے تو سعد ابی وقاص نے کہا کہ ساہون سے وہ لوگ مراد لئے گئے ہیں جو وقت کو ٹال کر نماز پڑھتے ہیں یہ سعد بن ابی وقاص صحابی کا قول بمنزلہ حدیث نبوی کے ہے کیونکہ صحابہ کی یہ عادت نہ تھی کہ قرآن شریف کی تفسیر وہ اپنی رائے سے کریں چنانچہ اس تفسیر کے مقدمہ میں اسکا ذکر تفصیل سے گذر چکا ہے۔ ابن ماجہ صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں معتبر سند سے ابو ہریرہ کی روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو شخص دنیا کے دکھاوے کے طور پر کوئی عمل کرے گا اوسکا کچھ اجر خدا کی درگاہ سے ایسے شخص کو کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ہر طرح کے شرک سے بے زار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز پر کچھ موقوف نہیں دین کا جو کام دنیا کے دکھلانے کے لئے کیا جاویگا وہ اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں ہرگز قبول نہ ہوگا۔ ماعون سے مراد روزمرہ کی برتنے کی چیزیں ہیں جیسے آگ پانی وغیرہ قیامت کے انکار کے بعد یتیم محتاج اور ہمسایہ سے بے مروتی کا ذکر نماز کے نقصان کے ذکر کیساتھ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایسے کام بھی وہی لوگ کرتے ہیں جنکو عقبےٰ کی جزا و سزا پر پورا بھروسہ نہیں ہے ورنہ جن کو عقبےٰ کی جزا و سزا پر پورا بھروسہ ہے وہ ایسے کام ہرگز نہیں کرتے جس سے اونکو قیامت کے دن پچھتانا پڑے +

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ — حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کیموافق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ — یہ سورۃ مکی ہے۔

ع ۱ ۳۵

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

ہمنے دی تجھکو کوثر — سو نماز پڑھ اپنے رب کی آگے اور قربانی کر — بیشک جو دشمن ہے تیرا وہی رہا بیچا کٹا

معتبر سند سے مسند بزار میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ کعب بن اشرف یہودی جب مکہ میں آیا تو قریش نے اوس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا۔ اوس نے قریش کی خوشامد کے خیال سے جواب دیا کہ تمہارا دین قدیمی صحیح ہے اور آنحضرت کی شان میں یہ بھی کہا کہ انکا کوئی بیٹا تو ہے نہیں انکی زندگی تک کا مل شوا

ہو اور پھر انکا کوئی نام بھی نہ لیویگا۔ اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی کہ اے رسول اللہ کے جو تمہارا دشمن ہے وہی ابتر ہے۔ ابتر اوسکو کہتے ہیں جسکے موت کے بعد کوئی لڑکا اوسکا نہ رہے۔ کوثر ایک تو اوس نہر کا نام ہے جو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ یہ نہر جنت کی بچوں بیچمیں ہے معراج کی رات آپنے اِس نہر کو دیکھ بھی لیا ہے دوسرے کوثر اوس حوض کو بھی کہتے ہیں جو محشر کے میدان میں ہوگا۔ اُس حوض میں اوس نہر کوثر سے پانی آویگا اسلئے اوسکو بھی کوثر کہتے ہیں حشر کے دن آفتاب کی گرمی دوزخ کی گرمی کے سبب سے پیاس بہت لگی گی۔ اِس لئے پلصراط پر گذرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے فرمانبردار لوگوں کو پانی پلاویں گے۔ ہذا اور حوض کے ذکر میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں فرقہ خارجیہ اور فرقہ معتزلہ کے بعضے لوگوں نے اِس حوض کا انکار کیا ہے کیا عجب کہ اسکی سزا میں ایسے لوگوں کو اوسدن اوس حوض کا پانی نہ ملے۔ اوپر جو حدیث گذر چکی ہے کہ حوض کوثر پر سے چند آدمیوں کو فرشتے گھسیٹ کر دوزخ میں لیجاوینگے وہ اسی میدان محشر کے حوض کا ذکر ہے کیونکہ نہر کوثر تو جنت کے بیچوں بیچ میں ہے پلصراط کو کاٹ کر کے وہاں وسط جنت میں جو کوئی ہو چکیا اوس کے پھر جنت میں سے گھسیٹ کر نکالنے اور دوزخ میں لیجانے کا کیسں حکم نہیں ہے بلکہ اوسکے لئے تو خالدین فیہا ابدا کا حکم ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جنت میں چلے گئے وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے اونکو وہاں سے کبھی نکالا نہ جاویگا۔ یہ کعب بن اشرف یہودی وہی ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکے قتل کا حکم دیا اور محمد بن مسلمہ وغیرہ صحابہ نے ستہ ہجری میں اوس کو قتل کیا۔ اِس کے قتل کا قصہ صحیح بخاری میں تفصیل سے ہے اس کے قتل کے بعد اس کے کسی لڑکے کا اس کے پیچھے رہنے کا ذکر کہیں نہیں ہے غرض اسنے اللہ کے رسول کو جو ابتر کہا تھا اوسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ خود کتے کی موت مارا گیا۔ اور پھر اوسکا کوئی نام لیوا دنیا میں باقی نہیں رہا۔ اللہ کے رسول کا نام قیامت تک پانچوں وقت اذان میں پکارا جاتا ہے۔ محشر میں حوض کوثر اور جنت میں نہر کوثر اسی نام سے مشہور ہونگے۔ نماز کے تو اہل مکہ منکر تھے اور قربانی بتوں کے نام کیا کرتے تھے۔ اور ہجرت سے پہلے سوائے نماز کے روزے زکوٰۃ حج کسی چیز کے فرض ہونے کا حکم نازل نہیں ہوتا اسلئے اِس مکی سورۃ میں فقط نماز اور قربانی کا ذکر فرمایا تاکہ قریش کو ملت ابراہیمی کے موافق خاص اللہ کے آگے سر جھکانے اور اسکے نام پر جانوروں کے ذبح کرنے کی تنبیہ ہو جاوے۔ قربانی اکثر سلف کے نزدیک سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ اور یہی قول قوی معلوم ہوتا ہے ✣

مدنی

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	مکی ہے

| | | |

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۭ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ع ۶ ۳۶

اور نہ مجھکو پوجنا جسکو تم نے پوجا اور نہ تمکو پوجنا جسکو میں پوجوں تمکو تمہاری راہ اور مجھکو میری راہ

طبرانی اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ ولید بن مغیرہ اور اور چند مشرکوں نے ایکدفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہہ کہا کہ محمد تم ہمارے معبودونکو برا کہنا چھوڑ دو اور اس طرح ہم اور تم مل جل کر کمیں رہوں کہ ایک سال تم ہمارے بتونکی پوجا کرنا کریں دوسرے سال تمہارے خدا کی بندگی کرلیا کرینگے اسپر اللہ تعالے نے یہ سورۃ نازل فرمائی - اگرچہ اس شان نزول کی روایتہ کی سند میں ایک شخص ابوحنیف عبداللہ بن عیسے ضعیف ہے لیکن آیتہ قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون کے مضمون سے اس شان نزول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ قریش کی جس فرمایش کا ذکر اس شان نزول کی روایتہ میں ہے آیتہ کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی فرمایش ضرور کی تہی بعضے مفسروں نے جہاد کی آیتہ سے اس آیتہ کو اور بعضوں نے ساری سورۃ کو منسوخ لکھا ہے لیکن یہہ قول صحیح نہیں ہے خبر میں ناسخ اور منسوخ نہیں ہوتا کیونکہ ایک بات کی خبر دیکر پھر اوسکو پلٹ ڈالنا جھوٹ کی ایک شاخ ہے ہاں ایک بات کا امر یا اوسکی نہی کرکے اوس امر اور نہی کو پلٹ ڈالنا ممکن ہے علاوہ اسکے اس سورۃ میں اول سے آخر تک توحید کی تاکید اور شرک کی مذمت ہے اسطرح کا مضمون قیامت تک منسوخ نہیں ہوسکتا اور نہ ساری شریعت منسوخ ہوجاوے صحاح کی کتابوں میں جو روایتیں ہیں اون سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح اور مغرب کی سنتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر قل یا ایہا الکافرون اور قل ہواللہ احد پڑھا کرتے تہے - کہ قل یا ایہا الکافرون کے پڑہنے سے پاؤ قرآن کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝

جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو نے دیکھے لوگ بیٹھتے اللہ کی دین میں فوج فوج

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ ع ۳ ۳۷

اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ بخشوا اُس سے بیشک وہ معاف کرنیوالا ہے

تفسیر قتادہ اور مقاتل میں ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے دو برس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس سورۃ کو تودیع اسواسطے کہتے ہیں کہ اس سورۃ کے نازل ہونے سے صحابہ سمجھ گئے تہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے وداع اور رخصت ہونے کا زمانہ قریب ہے صحیح بخاری مسلم ابوداؤد نسائی

ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے سبحانک اللھم ربنا و بحمدک اللھم اغفرلی اس سے معلوم ہوا کہ امت میں جو شخص بڑھاپے کی عمر کو پہونچ جاوے اوسکو یہہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہیے۔ مسند امام احمد مستدرک حاکم وغیرہ میں جابر بن عبداللہ اور ابوہریرہ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کو پڑھکر فرمایا اس سورۃ کے مضمون کیموافق جسطرح اب لوگوں کے جتھے کے جتھے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ایک زمانہ ایسا آویگا کہ جتھے کے جتھے دین الٰہی سے خارج ہونگے حاکم نے ابوہریرہ کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور اور یہہ ظاہر ہے کہ جس زمانہ کا ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے وہ زمانہ یہی آخری زمانہ ہے کہ دین میں جرح طرح کے فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔ اللہ کے رسول کے خالص طریقہ پر بہت کم لوگ ہیں ✣

سورۃ اللھب مکیۃ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝	وھی خمس اٰیات
یہ سورۃ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	کی ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ اب کام نہ آیا اُسکو مال اُسکا اور نہ جو کمایا اب بیٹھیگا وہ بھڑکتی آگ میں

لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

منزل ۷ ع ۱۵ ۳۸

اور اُسکی جورو سر پر لئے پھرتی ایندھن اُسکی گردن میں رسّی ہے موج کی

صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ ایکدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے صفا پہاڑ پر چڑھکر قریش کو آواز دی جس سے بہت سے لوگ قریش میں کے جمع ہو گئے۔ اس کے بعد اون لوگوں کو آپنے طرح طرح کی نصیحت کی اور شرک سے ڈرایا۔ ان لوگونمیں ابولھب بھی تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سنکر بڑی نخوت سے گھڑی گھڑی اپنے دونو ہاتھ جھٹکے۔ اور کہا کہ اے محمدؐ تیرے ہاتھ ٹوٹ جاویں کیا تونے اسیواسطے آواز دیکر اور ہاتھوں کے اشارہ سے بلاکر ہم سب لوگوں کو جمع کیا ہے۔ اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ یہہ ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں سے تھا۔ اسکا نام عبدالعزے بن عبدالمطلب تھا۔ اور اسکی اصلی کنیت ابوعتبہ ہے اس کے رنگ کے سُرخ و سفید ہونے کے سبب سے اس کے مونہہ پر ایک طرح کی خون کی جھلک اور چمک تھی اسلئے اسکو ابولہب کہتے تھے جسکے معنے آگ کے شعلہ کے باپ کے ہوئے یہ کنیت اسکے حق میں ایسی منحوس ہوئی کہ ہمیشہ کے لئے گویا یہہ دوزخ کی آگ کا ابولہب ٹھیرا۔ یہہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا مخالف تھا۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازار وغیرہ میں لوگوں کی بھیڑ دیکھکر

کچھ وعظ و نصیحت کرتے تھے تو یہ آپکو جھٹلانے کی تقریر ضرور کیا کرتا تھا۔ ابولہب کی بی بی کا نام ارو کا تھا۔ اور کنیت اسکی ام جمیل تھی۔ یہ ابوسفیان کی بہن اور معاویہ کی پھوپی ہے اپنے شوہر کی امداد کے خیال سے یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عداوت رکھتی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں اکثر کانٹے بچھا دیا کرتی تھی۔ کہ صبحکو اندھیرے میں آپ نماز کو جاویں تو آپکو دن کانٹوں سے کچھ ایذا پہونچے۔ تبت یدا ابی لہب وتب کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب ہلاک ہوجاوے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ آدمی کے دونو ہاتھوں سے اوس آدمی کی ذات مراد لیا کرتے ہیں حاصل یہ ہے کہ ابولہب نسب کا شریف اور مالدار تھا۔ مگر اوس نے خدا اور رسول کے ساتھ اپنا معاملہ درست نہیں رکھا تو اوسکی دین و دنیا دونو خراب ہوگئیں۔ دینا تو یوں کہ اوسکے دونو بیٹے عتبہ عتیبہ جو گویا اوس کے دونو ہاتھ تھے وہ یوں ٹوٹ گئے کہ عتبہ تو مسلمان ہوگئے اور عتیبہ کو شیر نے پھاڑ ڈالا۔ خود اوسکا یہ حال ہوا کہ وہ خود تو بدر کی لڑائی میں نہیں جا سکا مگر ایک شخص کو خرچ دیکر اپنی طرف سے قریش کے ساتھ اسنے بھیجا تھا۔ قریش پر بدر کی لڑائی میں وہ آفت گذری کہ ستر آدمی اُن میں کے مارے گئے اور ستر قید ہوگئے۔ اور جس شخص بدیل نامی کو اس نے اس لڑائی میں بھیجا تھا اوس سے اور اور لوگوں سے اس ابولہب نے قریش کی مصیبت کا سب تفصیلی حال جب سنا تو اوس غم میں طاعون کے مرض سے بدر کی لڑائی کے سات روز کے بعد مرگیا۔ عرب کے لوگ اس مرض میں جو شخص مرجاوے اوسکی لاش سے بہت پرہیز کرتے ہیں اسلئے تین دن تک اوسکی لاش بغیر دفن کے پڑی رہی اور جب لاش بالکل سڑ گئی تو اوس لاش کے دفن کی نوبت آئی۔ تفسیر ضحاک میں ہے کہ ابولہب کی بی بی ام جمیل کے گلے میں رسی کی پھانسی لگ گئی جس سے وہ مرگئی قیامت کے دن وہی رسی ایک آگ کی رسی بنجاوے گی۔ اور دوزخ میں ہمیشہ وہ رسی اوس کے گلے میں طوق کیطرح پڑی رہیگی غرض اللہ کے رسول کی مخالفت اور اللہ تعالے کی خفگی سے ابولہب اور ام جمیل دونو کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ اور ایسے لوگوں کا عقبے میں جو کچھ انجام ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا۔ ضحاک کا قول تفسیر میں معتبر ہے۔ چنانچہ سفیان ثوری کہا کرتے تھے کہ مجاہد سعید بن جبیر عکرمہ اور ضحاک۔ ان چار شخصوں سے تفسیر کی روایتیں لینی چاہئیں۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اکثر جگہ ضحاک کا قول لیا ہے اور یہ اوپر گذر چکا ہے کہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں صحت روایت کی پابندی زیادہ کی ہے ✣

سورۃ الاخلاص مکیۃ ۔ سورۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	وھی اربع ایات ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝
تو کہہ وہ اللہ ایک ہے اللہ پاک ہے نہ کسیکو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا اور نہیں اوسکی جوڑ کا کوئی

مسند امام احمد ترمذی تاریخ بخاری صحیح ابن خزیمہ مستدرک حاکم مسند ابویعلی میں ابی بن کعب اور جابر سے جو روایتیں ہیں اُنکا

حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالےٰ کی صفت پوچھی تھی اوپر اللہ تعالےٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اس شان نزول کی روایتوں میں بعضے روایتوں کی سند معتبر ہے اور باقی روایتوں کی تقویت ان معتبر اسناد کی روایتوں سے ہو جاتی ہے۔ یہود حضرت عزیر کو اور نصارا حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا اور عرب کے مشرک لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اسلئے اون سب کو جھٹلایا اور فرمایا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے کہانے پینے بی بی بچے کسی چیز کا وہ حاجتمند نہیں ہے وہ سب چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور سب چیزیں اوسکی پیدا کی ہوئی ہیں خالق اور مخلوق میں وہ مناسبت کہاں کہ کوئی اوسکی بی بی ہو اور کوئی اوسکی اولاد۔ بعضے سلف نے لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد کو لفظ صمد کی تفسیر ٹھہرایا ہے اس صورت میں معنے سورۃ کے یہ ہوئے کہ اللہ وحدہ لاشریک صمد ہے کہ تو مثلاً وہ مریم علیہا السلام کیطرح ہے جسکے پیٹ سے عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور نہ وہ عیسےٰ علیہ السلام کی طرح ہے جو خود مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں اور اونکے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ تو ایسا بے نظیر اور بے مثال ہے کہ مخلوق بہریں نہ کوئی اوسکا نظیر ہے نہ کسی میں اسکی بی بی بچہ ہونے کی صلاحیت ہے۔ یہ تفسیر بہت صحیح ہے کیونکہ اسکی پوری تائید اوسی حدیث قدسی سے ہوتی ہے جو صحیح بخاری کے حوالہ اور ابو ہریرہ کی روایۃ سے اوپر گذر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے گویا مجھکو گالی دی کہ مجھکو صاحب اولاد ٹھہرایا۔ حالانکہ میں تو صمد ہوں۔ پھر صمد کی تفسیر اون ہی لفظوں سے فرمائی جو لفظ اس سورۃ میں فرمائے گئے ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ کھانا پینا صاحب اولاد ہونا یہ مخلوقات کی شان ہے جسکے پیچھے انہی باتوں کی طرح موت بھی لگی ہوئی ہے اور موت کے پیچھے اونکے وارث اونکے قائم مقام بنتے ہیں اللہ کی ذات ان سب باتوں سے پاک ہے چنانچہ سورۃ قصص میں فرمایا کل شیٔ ہالک الا وجہہ جسکا مطلب یہ ہے کہ سوا اللہ کی ذات پاک کے اور سب مخلوقات فنا ہونے والی ہے اور سورۂ نحل میں فرمایا واللہ المثل الاعلےٰ جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات مخلوقات کی ذات اور صفات سے بالکل نرالی اور الگ ہیں اور سورہ مریم میں فرمایا انا نحن نرث الارض ومن علیہا والینا یرجعون جسکا مطلب یہ ہے کہ عارضی طور سے زمین کی جائداد مکانات وغیرہ کے جو لوگ دنیا کے ختم ہوتے تک مالک اور وارث بن رہے ہیں یہ مٹ کر خاک ہو جاویں گے اور سب مالکیت اور وراثت آخر ہماری طرف پھرے گی اور مخلوقات فنا ہو جانے کے بعد لمن الملک الیوم کے سوال کا جواب دینے والا روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا۔ غرض جبکہ انسان کو اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کا حال اوس حد سے بڑھکر کچھ معلوم نہیں ہے جو حد ہر زمانہ کی شریعت نے ٹھہرا دی ہے تو انکار شریعت کے سبب سے عرب کے مشرک لوگوں نے اور شریعت کے بدل ڈالنے کے سبب سے اہل کتاب نے اللہ تعالےٰ کو صاحب اولاد جو ٹھہرایا یہ اللہ تعالےٰ کی شان میں اتنے بڑے ایک عیب اور بٹا لگانے کی بات تھی جیسے کسیکو گالی دی اسیواسطے حدیث قدسی میں فرمایا بنی آدم نے مجھکو گالی دی کہ مجھکو صاحب اولاد ٹھہرایا۔ اور سورۃ مریم میں فرمایا وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض

منزل ۷

وکھڑ الجبال ہوا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اور مخلوقات کی مانند سمجھکر صاحب اولاد ٹھرانے کی بات کچھ ایسی چھوٹی بات نہیں تھی کہ جسکو سنکر آسمان و زمین وپہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہجاتے بلکہ یہ اتنی بڑی بات تھی کہ جس کے وبال سے قیامت کی سی ہل چل پڑکر آسمان و زمین پھٹ جاتے اور پہاڑ ٹوٹ کر چورا ہوجاتے اور تمام دنیا اوہر کی اودہر ہوجاتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے علم ازلی میں دنیا کے چلنے کی ایک مدت قرار دیدی ہے اسلئے اوس نے اپنے تحمل سے اس بات کے وبال کو وقت مقررہ پر رکھا۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں ابوموسےٰ اشعری سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ جیسا تحمل۔ اوس کی سی بردباری کسی میں بھی نہیں ہے لوگوں نے اوسکو صاحب اولاد ٹھرایا۔ اور اس نے اذکو دنیا میں آباد رکھا۔ اوجاڑا نہیں۔ بلکہ اون کے رزق اور ہر طرح کے آرام کی بھی وہی حالت قائم رکھی جیسے تھی صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ صحابہ ایک لڑائی پر بھیجے گئے تھے اونہوں نے اپنے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ کہ راستہ بھر جن صحابی کو ہم نے اپنا امام بنایا تھا وہ ہر نماز میں قل ہو اللہ احد ضرور پڑھا کرتے تھے۔ آپنے اون صحابی سے اسکا سبب دریافت کیا تو اونہوں نے جواب دیا کہ اس سورۃ میں اللہ کی توحید ہے اسلئے میں اسکی قرأت کو بہت عزیز جانتا ہوں آپنے فرمایا۔ اگر ایسا ہے تو اللہ تجھکو بھی عزیز رکھے گا۔ اسی کے قریب بخاری وغیرہ میں انس کی روایتہ ہے صحیح مسلم میں ابودرداء سے روایتہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کو تیسرا حصہ قرآن کا فرمایا ہے امام نووی نے کہا کہ قرآن میں توحید احکام اور پچھلے قصے یہ تین چیزیں ہیں قل ہو اللہ میں اون تین میں سے ایک چیز توحید پوری ہے اسلئے اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا تیسرا حصہ فرمایا۔ ترمذی میں ابوایوب انصاری سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے قل ہو اللہ احد کی سورۃ پڑہی اوسنے گویا قرآن کا تیسرا حصہ پڑھا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اسیطرح ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قل ہو اللہ پڑہتے ہوئے سنکر اوس شخص کے حق میں فرمایا کہ اسکو جنت ضرور ملیگی۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہہ حدیث موطا نسائی اور مستدرک حاکم میں بھی ہے اور حاکم نے بھی اسکو صحیح کہا ہے سوان حدیثوں کے اس سورۃ کی فضیلت میں اور بھی حدیثیں ہیں ✤

منزل ۷

سورۃ الفلق مدنیۃ — وھی خمس ایات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝

تو کہہ میں پناہ میں آتا ہوں صبح کے رب کی ہر چیز کی بدی سے جو اسنے بنائی اور بدی سے اندھیرے کی جب سٹ آوے

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۵

اور بدی سے عورتوں کی جو گرہوں میں پھونکیں اور بدی سے بُرا چاہنے والے کی جب لگے ہونے

ع ۱ ۵ ۳۸

عقبہ بن عامر سے صحیح مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات خدا تعالےٰ نے چند آیتیں نازل فرمائی ہیں جو مجھکو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہیں پھر آپنے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ان دو نو سورتوں کا نام بتلایا۔ اِس حدیث سے اِن دونوں سورتوں کی فضیلت بھی معلوم ہوئی اور یہہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قرآن کی اور آیتوں کی طرح یہہ دونو سورتیں بھی قرآن کا جز ہیں سیوا سطے اور حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن دونو سورتوں کو صبح کی نماز میں پڑھا ہے ان حدیثوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود کے اوس قول کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اِن دونوں سورتوں کو قرآنکی سورتوں میں نہیں شمار کرتے تھے۔ پھر جب اور صحابہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے اِس قول کو صحیح نہیں قرار دیا تو آخر عبداللہ بن مسعود نے بھی اپنے اِس قول سے رجوع اختیار کیا۔ ترمذی نسائی۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابوسعید خدری سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ نظر لگ جانے کا علاج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان دونوں سورتوں کے نازل ہونے سے پہلے اور دعاؤں سے کیا کرتے تھے۔ جب سے یہ دونوں سورتیں اُتریں تو انہی کو نظر والے شخص پر پڑھکر دم کیا کرتے تھے۔ حاکم نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ موطا وغیرہ میں حضرت عائشہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ حضرت جب بیمار ہوتے تھے تو ان ہی دونوں سورتوں کو پڑھکر اپنے اوپر دم کرتے تھے۔ اصل اِس حدیث کی صحیحین میں بھی ہے اِن دو نو سورتوں کی شانِ نزول کی روایتیں جو حضرت عائشہ سے اور حضرت عبداللہ بن عباس اور انس سے صحیحین وغیرہ میں ہیں اوسکا حاصل یہہ ہے کہ لبید بن عاصم نے جب اپنی بیٹیوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دو فرشتوں نے اوس جادو کا حال بتلایا کہ آنحضرت کے کچھ بالوں اور کچھ کنگھی کے دندانوں پر یہہ جادو کیا گیا ہے اور ذروان کا کنواں جو شہر ہے وہاں یہہ جادو کی چیزیں ایک پتھر کے نیچے ہیں جب یہہ چیزیں منگوائی گئیں تو معلوم ہوا کہ سر کے بالوں اور ایک تانت کے ٹکڑے میں گیارہ گرہ بھی لگائی گئیں تھیں۔ غرض اوسیوقت یہہ گیارہ آیتوں کی دونو سورتیں نازل ہوئیں اور ہر ایک آیتہ کے پڑھنے کے ساتھہ ہی جادو کی ایک ایک گرہ کھل گئی۔ اور دونو سورتوں کے ختم ہوتے ہی آپسے جادو کا اثر جاتا رہا۔ اور آپ تندرست ہو گئے۔ یہ لبید بن عاصم منافق تھا یہود سے بہائی چارہ رکھتا تھا۔ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا یہود نے اوسکو بُلایا اور اوس کی معرفت وہ آپکے کنگھی کے دندانے اور بال منگوائے تھے جب یہہ سب حال کھل گیا تو صحابہ نے چاہا تھا کہ لبید بن عاصم وغیرہ سے اسکا بدلہ لیا جاوے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے شفا دیدی ہے

کسی سے بدلہ لینے کی ضرورت نہیں اہل سنت کا یہہ مذہب ہے کہ جادو کا اثر حقیقی طور پر دنیا میں ہوتا ہے فرقہ معتزلہ اسکا مخالف ہے کیونکہ وہ لوگ جادو کے اثر کو خیالی بتلاتے ہیں مگر اہل سنت نے اپنی مذہب کو بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ کوئی آیتہ پڑھکر دم کرنے کو یا منتر کے طور پر کوئی آیتہ یا حدیث پڑہنے کو یا ایسا کوئی منتر جسمیں شرک کے لفظ نہوں عمل میں لانے کو اکثر صحابہ اور تابعین نے جائز رکھا ہے صحیح حدیثوں سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے چنانچہ قل ہو اللہ احد۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس یہہ تینوں سورتیں پڑھکر بیمار آدمی پر دم کرنے کی حضرت عائشہ کی حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہے صحیح مسلم اور ابوداؤد میں عوف بن مالک کی حدیث ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس منتر میں شرک کا لفظ نہو اوسکا کچھہ ڈر نہیں ہے اسیطرح مسلم کی روایتہ میں حضرت جابر سے بچھو کے ایک منتر کے لفظ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی اجازت دیدی۔ یہہ بھی بعضے علماء کا قول ہے کہ سوت کے گنڈے پر کوئی مباح کلام پڑھکر یا تعویذ کے طور سے کسی کاغذ پر کوئی مباح کلام لکھکر گلے میں ڈالا جاوے یا بازو پر باندھا جاوے تو کچھہ حرج نہیں ہے کیونکہ جسکا پڑھکر دم کرنا جائز ہے اوسکا پاس رکھنا بھی جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس گنڈے اور تعویذ کو منع فرمایا ہے جسمیں جاہلیت کے عادت کیموافق اللہ کے نام کے ساتھ شیاطین کے نام بھی ملائے جاتے تھے۔ اسطرح کا منتر گنڈا تعویذ سب ناجائز ہے اور کلام مباح کا منتر جسطرح اوپر کی صحیح حدیثوں کے موافق جائز اوسیطرح گنڈا تعویذ بھی جائز ہونا چاہیے۔ کیونکہ کلام مباح کے گنڈے تعویذ کی ممانعت شریعت سے پائی نہیں جاتی۔ بعضی آیتوں وغیرہ کے عدد نکالکر ہندسوں کیصورت میں جو بعضے لوگ تعویذ لکھتے ہیں اون کے جائز ہونے میں تردد ہے کس لئے کہ عددوں سے اصل چیز کا حال دریافت کرنا اور پھر اوس کے معنے کا سمجھنا دشوار ہے۔ حالانکہ سلف نے یہہ قید لگائی ہے کہ جس کلام کے معنے کے سمجھنے میں کچھہ دشواری نہو اوس سے منتر وغیرہ جائز ہے اور یہی مطلب عوف بن مالک اور جابر کی حدیثوں کا بھی ہے۔ صنجکے رب سے پناہ مانگنے کا یہہ مطلب ہے کہ جسطرح رات کے بعد صبح کے آنے سے سب لوگ نیند سے اوٹھکر چوکنال ہوجاتے ہیں اسطرح پناہ مانگنے والا شخص جادو اور ہر طرح کی بیماری کا اثر زائل ہوکر چوکنال ہوجاوے۔ ہر چیز کی بدی میں شیطان کی بدی اور ہر طرح کے موذی شی کی بدی داخل ہے اندھیرے میں چاند گہن کا اندھیرا سب داخل ہے اندھیرے میں دو کا اثر بڑھجاتا ہے اور طرح طرح کے موذی جانور اندھیرے میں نکلتے ہیں اسلئے اندھیرے سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں سے مطلب جادوگرنیاں ہیں یہودیہ بن عاصم کی بیٹیاں یا اور جادوگر عورتیں عورتوں کا مکر اور جادو مشہور ہے۔ اس لئے اونکے جادو سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا۔ یہاں پھونکنے والوں سے خاص گنڈا تعویذ والیاں مراد ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ہونکنے سے نبی اسمٰعیل میں نبوت کیوں آگئی لیکن عام ہونکنے اور ہونکنے والے بھی اسمیں داخل ہیں۔

سورۃ الناس مدنیۃ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱ | وھی ست آیات

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِیْ

تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کے لوگوں کے بادشاہ کے لوگوں کے پوجے کی بدی سے اسکے جو سنکاتے اور چھپ جاتا ہے وہ جو

یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۧ ع ۱ ع ۳۹

خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دلمیں جنوں میں اور آدمیوں میں

یہ تین صفتیں ربوبیت بادشاہت الٰہیت ملکر ایسا ایک صفتوں کا مجموعہ ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ میں نہیں پایا جاتا اسلئے اِن تینوں صفتوں کو ایک جاکر کے ذکر فرمایا۔ ان صفتوں کے ترتیب وار ذکر فرمانے میں یہ بھی گویا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رب الناس ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ مثلاً ایک سال اوسکی پرورش نہو اور مینہ نہ برسے تو قحط پڑجاتا ہے اسیطرح اوسکی بادشاہت تمام دنیا میں ظاہر ہے جس بادشاہ وزیر امیر کو ایک دم میں چاہے بیاڑ ڈالدے۔ مارڈالے کوئی اوس میں کچھہ دخل نہیں دے سکتا۔ اب آدمی کو یہ سوچنا چاہئے کہ جسکی یہ صفتیں ہیں لایق عبادت بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ کسی دوسرے کو اوسکی عبادت میں شریک ٹھہرانے کا حق نہیں۔ وسواس اور وسوسہ کے معنے اوس ہلکی اور دبی ہوئی آواز کے ہیں جس آواز سے شیطان آدمی کے دل کے پاس گنگناتا ہے اور آدمی کو بہکاتا ہے۔ خناس کے معنے پیچھے ہٹ جانے والے کے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذان اور تکبیر کی آواز سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے۔ اِس صحیح حدیث کیموافق خناس کا مطلب یہ ہے کہ جو وسوسہ ڈالنے کے وقت ذکر الٰہی سنکر پیچھے ہٹ جاتا اور بھاگ جاتا ہے اسواسطے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس نے اس آیت کی جیسی تفسیر کی ہے جو بیان کیگئی۔ صدر سے مراد یہاں دل ہے اور صحیح حدیث گذر چکی ہے کہ جسطرح آدمی کے سارے جسم میں خون پھرتا ہے اسیطرح شیطان بھی آدمی کیساتھ جسم میں پھرتا ہے کسی آدمی کو خدا نے یہ قابو تو نہیں دیا کہ وہ شیطان کی طرح دوسرے آدمی کے جسم میں سرایت کرجاوے لیکن آدمی کے بعضے برصلاح کا رایسے ہوتے ہیں کہ اونکی بُری صلاح سے لوگوں کا دین کا نقصان ہوجاتا ہے یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنکو سورہ انعام میں شیاطین الانس فرمایا غرض اُنکی بُری صلاح کی بُرائی سے بچنے کے لئے اِن سے بھی پناہ مانگنے کا ذکر اِس سورۃ میں فرمایا کیونکہ ان کی بُری صلاح کا اثر بھی آدمی کے دل پر شیطانی وسوسہ سے کم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سب دیندار مسلمانوں کو اصلی شیطان کے وسوسوں اور نقلی شیطانوں کے بصلاحوں سے محفوظ رکھے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ سب چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ اللہ کو کسنے پیدا کیا۔ ایسے موقع پر آدمی کو اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے تاکہ شیطان بھاگ جاوے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ شیطانی سے بچنے کیلئے اِس سورۃ کا ورد بڑا وظیفہ ہے۔ آدمی کے آخری وقت پر بھی شیطان آتا ہے۔ اور طرح طرح کے وسوسے حین قبض روح کے وقت آدمی کے دل میں ڈالتا ہے۔ ہر وقت کے ورد کے سبب سے اُس آخری وقت میں یہ سورۃ اگر آدمی کی زبان پر آگئی تو انشاء اللہ شیطان کو بڑی شکست ہوگی +

تمّت بالخیر

(کتبہ احقر العباد)

مختصر فہرست کتب فضل الاخبار بک ایجنسی دہلی



بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام مجتبائی

ہر دو حصہ کامل

مصنفہ شیخ امام بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ جو متون حدیث میں کہ نہایت مشہور و مقبول ہیں بڑی محنت و عالمانہ تحقیق سے مرتب کیا ہوا جسپر وقت ان چند مقدمہ ہی و مقبولیتوں کی عنایت کی گئی ہے جو کسی سلسلے کے چھپنے وقت نہیں کی گئی ہیں بڑی مفید بات یہ ہوگی کہ کتاب کی تسہیل و تحشی اچھی خوبی سے کی گئی ہو کہ بیان سے باہر ہو علاوہ ازیں جناب لفاظ حافظ سید احمد حسن صاحب سابق اہل تعلقہ مدرسہ آلہ دہلی کی تحسین ہی ہوئی تحشی و تسہیل پر صرف اثنائی ہو سکا اندازہ نہ کر سکے پر نہ ہے کہ ہوگا۔ لیکن بفضلہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ مولوی صاحب کی چند عبارتیں مختصراً عرض کی جاتی ہیں (۱) جن کتابوں کی احادیث متن میں نقل کی گئی ہیں مؤلف نے ان کے بارے کل انتقاد کے خیال سے متن میں نام نہیں بتلایا بلکہ ان حواشی میں متعلقہ نام بتلا دیا ہے تاکہ حدیث کی تحریم پوری ہو سکے (۲) بعض جگہ مؤلف نے عمل علماء پر کسی حدیث کا ضعف بتلایا ہے مگر اسکا سبب کچھ نہیں بتلایا ہے تاہم ان حواشی میں ضعف کے سبب کی پوری تفصیل کر دی گئی ہے (۳) کبھی بیٹ کی تقویت جہاں تک دوسری حدیث سے ممکن تھی کر دی گئی ہے تاکہ صحت حدیث میں کوئی حالت مشکوک باقی نہ رہے (۴) اختصار کے خیال سے متن میں مؤلف نے کسی بیٹ کو اور پورا نقل کیا تھا تو اسکو پورا کر دیا گیا ہے (۵) متن کی دو حدیثوں میں ہو تعارض تھا اسکو رفع کر دیا گیا اور متن میں کسی کی دو حدیث بیان کر دی گئی ہے (۶) بعض متون میں مذہب حدیث سے کچھ بہتے لال کیا تھا وہ بیان کر دیا گیا ہے (۷) متن کی شرح کے علاوہ حدیث کی دس بارہ دوسری کتابوں سے حدیث لیکر متن کی جس طرح عمل کیا جا سکے مؤلف کے مطلب کی تشریح میں بہت آسانی ہو گئی ہے (۸) متن کے تمام غریب الفاظ کو اچھی طرح واضح المعنی کر دیا گیا ہے (۹) متن کے اندر مطالب کو حواشی کے بہ تحریر کے آخر میں ان کتابوں کا نام لکھ دیا گیا ہے تاکہ ضرورت کے وقت اصل کتاب سے بھی مدد لی جا سکے

(۱۰) بعد اقوال مرجوح متاخرین حواشی میں لکھ دیا گیا ہے تاکہ کسی کو قول مرجوح پر عمل کرنے کا خیال نہ ہو سکے (۱۱) حواشی کے لیے نہایت ہی مفید و مناسب عنوان قائم کیا ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ اس حاشیہ میں کیا مضمون ہے

اخیر میں مؤلف کے مرتبہ کا ایک رسالہ بھی ہے جو خود مؤلف کا حال بتلانے کے لیے بہت مفید ہے

منیجر فضل الاخبار دہلی سے طلب فرمائیں